

# مولانا وحید الدین خاں

## اسلام دشمن شخصیت

منازعہ بھارتی مصنف وحید الدین خاں کی بدنام زمانہ گستاخ رسول  
”ملعون. سلمان رشدی“ کے دفاع میں لکھی جانے والی تحریروں کا علمی محاسبہ

ششم نمبر

قرآن و حدیث اور فقہ و تاریخ کی روشنی میں

مولانا وحید الدین خاں



محررین خاں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وچیدلین خاں  
اسلام شہن شہزادیت

”وحید الدین خاں کبھی حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں، کبھی وہ شان رسالت میں توہین کرنے والے کو ”آزادی تحریر و تقریر“ اور ”حقوق انسانی“ کے تحت نظر انداز کر دینے کا فتویٰ سناتے ہیں۔ کبھی وہ صحابہ کرامؓ پر ناروا تنقید و تہمتیں کرتے ہیں، کبھی وہ صلاح الدین ایوبیؓ، شیخو سلطانؓ اور سید احمد شہیدؓ ایسے مجاہدین اور محسنین ملت کے بارے میں سو فیصد سو فیصد تحریریں رقم کرتے ہیں، کبھی وہ اورنگ زیب عالمگیرؒ، سید جمال الدین افغانیؒ، سید قطب شہیدؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خانوادے ایسے مجددین و مصلحین اور مفکرین کی دعوتی و اصلاحی جدوجہد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ بھارت میں بابرؒ کی مسجد کے انہدام اور فرقہ وارانہ فسادات کا ذمہ دار صرف اور صرف مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں، کبھی وہ مولانا محمد علی جوہرؒ، علامہ اقبالؒ، الطاف حسین حالیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور قائد اعظم محمد علیؒ جناح ایسے جید راہنماؤں پر تنقید و استہزاء کرتے ہیں۔ کبھی وہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، کوسوو، چیچنیا اور ایرینیا میں مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو ناپسندیدہ اور قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ دشمنان اسلام راجپال، مرزا قادیانی، سلمان رشدی اور تسلیم نسرین وغیرہ کی دل آزار اور اشتعال انگیز تحریروں کے خلاف جدوجہد کو وحشیانہ اور مجنونانہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ اجتہاد کے نام پر الحاد پھیلانے کی ناکام سعی کرتے ہیں، کبھی وہ غازی علم الدین شہید ایسے شہیدان ناموس رسالت کا تسخر اڑاتے ہیں۔ کبھی وہ اسلام کے درخشندہ ماضی پر نادام اور رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو سازش قرار دیتے ہیں، کبھی وہ تقسیم پاکستان کو غلط قرار دیتے ہیں، کبھی وہ اکھنڈ بھارت کا مژدہ سناتے ہیں، کبھی وہ بال ٹھاکرے، گورو گولوا لکر، آر ایس کے اور وشو ہندو پر دہشہد ایسی انتہائی متعصب ہندو لیڈروں اور جماعتوں کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ اسلامی فقہ اور اسلامی علوم کی بنیادی کتابوں کو دریا میں ڈبو دینے کا حکم فرماتے ہیں، کہیں وہ دین اکبری کے خالق اکبر بادشاہ کی اسلام دشمنن پالیسیوں اور طہدانہ رجحانات کے علمبردار اور حمایتی نظر آتے ہیں۔“

وجہ

اسلام

تنازعہ بھارتی مصنف وحید  
سلمان رشدی کے وفار

مؤ

م

9- لو

# وحید الدین خاں

## اسلام دشمن شخصیت

متنازعہ بھارتی مصنف وحید الدین خاں کی بدنام زمانہ گستاخ رسول ملعون مسلمان رشدی کے دفاع میں لکھی جانے والی تحریروں کا علمی محاسبہ

ترتیب تحقیق

مُحَرَّرہ تین خاں

عام و عرفان پبلشرز

9۔ لوہڑمال لاہور۔ فون: 7352332

بھی حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں، توہین کرنے والے کو ”آزادی تحریر و تقریر“ اور ”حقوق“ کر دینے کا فتویٰ سناتے ہیں۔ کبھی وہ صحابہ کرامؓ پر ناروا بھی وہ صلاح الدین ایوبیؒ، شیخو سلطانؒ اور سید احمد شہیدؒ کے بارے میں سوچا نہ تحریریں رقم کرتے ہیں، کبھی وہ جمال الدین افغانیؒ، سید قطب شہیدؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ان کے خانوادے ایسے مجددین و مصلحین اور مفکرین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ بھارت میں باہری و رانہ فسادات کا ذمہ دار صرف اور صرف مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں، علامہ اقبالؒ، الطاف حسین حالیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور قائد اعظم محمد علی جناح ایسے جید علماء کرتے ہیں۔ کبھی وہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، کوسوو، مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو ناپسندیدہ اور تر آلود سمجھتے ہیں، وہ دشمنان اسلام راجپال، مرزا قادیانی، سلمان رشدی اور آزار اور اشتعال انگیز تحریروں کے خلاف جدوجہد کو سمجھتے ہیں۔ کبھی وہ اجتہاد کے نام پر الحاد پھیلانے کی ناکامی کی ذمہ داری علم الدین شہید ایسے شہیدان ناموس رسالت کا تسخیر کرنے کے درخشندہ ماضی پر نادم اور رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو سازش قرار دیتے ہیں، کبھی وہ اٹھنڈ بھارت کا مڑوہ کرے، گورو گولواکھر، آر ایس کے اور شوہندو پر دہشہد بڈروں اور جماعتوں کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی علوم کی بنیادی کتابوں کو دریا میں ڈبو دینے کا حکم فرماتے کے خالق اکبر بادشاہ کی اسلام دشمن پالیسیوں اور لہجہ اندہ مابقی نظر آتے ہیں۔“

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

نام کتاب	:	مولانا وحید الدین خاں - اسلام دشمن شخصیت
ترتیب و تحقیق	:	محمد متین خالد
ناشر	:	علم و عرفان پبلشرز، لاہور
سن اشاعت	:	دسمبر 1999ء
مطبع	:	نیو نیشنل پرنٹرز، لاہور
قیمت	:	200/- روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

7-c ماہر سٹریٹ، لوئر مال لاہور

اسلام اور پاکستان

جلد اول

جلد دوم

جلد سوم

جلد چہارم

جلد پنجم

تذکرہ ہے ان

ملفوظات جی پی بلیشرز محفوظ

: مولانا وحید الدین خاں - اسلام دشمن شخصیت  
: محمد متین خالد  
: علم و عرفان پبلشرز، لاہور  
: دسمبر 1999ء  
: نیو نیشنل پرنٹرز، لاہور  
: 200/- روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز  
7-c ماہر سٹریٹ، لوئر مال لاہور

## اقلام

اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے محافظ

✽ جناب ڈاکٹر نجمین زبیری

✽ جناب محمد عطاء اللہ صدیقی

✽ جناب محمد اسحاق گل قریشی ایف بی اے

✽ جناب ساجد احمد شہزاد گیلانی

✽ جناب پروفیسر محمد امجد علی

اور

✽ جناب حافظ شمس الرحمن

کے نام

تذکرہ ہے انسانوں کا یہ مور و گس کی بات نہیں

## فہرست

7		انتساب	*
9	محمد متین خالد	غدار اسلام	*
12	محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)	مقدمہ	*
14	مولانا محمد یوسف لدھیانوی	قندہ وحید الدین خاں، قادیانی سوچ کا تسلسل	*
21	محمد عطاء اللہ صدیقی	ششم رسول ﷺ کا مسئلہ	□
54	محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ	آزادی افکار، ایک فریب کارانہ اصطلاح	□
74	پروفیسر ظفر علی قریشی	ششم رسول ﷺ اور وحید الدین خاں	□
113	ڈاکٹر محسن عثمان ندوی	رشدی اور وحید الدین خاں	□
141	حافظ شفیق الرحمن	لارنس آف انڈیا	□
147	جمیل احمد عدیل	باغدادیوانہ باش با محمد ہوشیار	□
155	ڈاکٹر سید محمد اجتہاء ندوی	وحید الدین خاں، ایک گمراہ دانشور	□
158	محمد طاہر رزاق	ناموس رسالت ﷺ پر وحید الدین خاں کی یلغار	□
173	تنویر قیصر شاہد	کرتاکوئی اس ہندہ گستاخ کا منہ بند	□
177	ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری	وحید الدین خاں، ایک اسلام دشمن شخصیت	□
210	محمد متین خالد	وحید الدین خاں، علماء و دانشوروں کی نظر میں	□
235	رضوان احمد	متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی	□
238	مولانا تائین احمد قاسمی، ستوی	قندہ وحید الدین خاں	□

274	جناد کشمیر اور وحید الدین خاں کا زہریلا تئویر قیصر شاہد	□
	پروپیگنڈا	
281	مولانا حافظ محمد اقبال رگونی	□
286	مولانا عزیز الحسن صدیقی	□
292	غلام احمد قریشی	□
	وحید الدین خاں کا تئویر، غیر اسلامی افکار و کردار	
295	شیخ الحدیث مولانا فضل محمد	□
330	منیر احمد خلیلی	□
334	تئویر قیصر شاہد	□
343	وحید الدین خاں کی کتاب پر پابندی کے نوٹیفیکیشن کا عکس	✱

قلم

مکمل جہاد بھارتی نژاد تنازعہ مصنف  
تاریک تر "اور" دین ملا فی سبیل اللہ نسا  
کے طور پر ابھرے اور پھر کاؤ مال بن کر  
ہنود نے اس دانش فروش کو ہاتھوں ہاتھ  
کفر کا محرک کارندہ بنا دیا۔ اب ان کا  
زبان کی مدد سے شعائر اسلامی کا مذاق اڑا  
ہے اور اسلامی مقدس شخصیات کا تسخیر  
حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا بھر  
انہیں اپنے پروگراموں میں مدعو کرتی۔  
کے زور پر ان کے موقف کو پوری دنیا  
کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔  
اسلام کے ساتھ ان کا تعلق ص  
ان کی کھوپڑی لات و منات، دل تعص  
مسلمانوں کے خلاف سازش ان کی  
شامل ہے۔ فکر و عمل کے حوالہ سے  
تو جہناداس "ایسی منافقانہ پالیسی پر گام  
کرنے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔ افسر  
بھی پورے نہیں اترتے۔ ان کی تحریر  
ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

274	حید الدین خاں کا زہریلا	تویر قیصر شاہد
281	مولانا حافظ محمد اقبال رگونی	مولا نا حافظ محمد اقبال رگونی
286	مولانا عزیز الحسن صدیقی	مولانا عزیز الحسن صدیقی
292	غلام احمد قریشی	غلام احمد قریشی
295	شیخ الحدیث مولانا فضل محمد	شیخ الحدیث مولانا فضل محمد
330	منیر احمد غلیلی	منیر احمد غلیلی
334	تویر قیصر شاہد	تویر قیصر شاہد
343	کتاب پر پابندی کے	کتاب پر پابندی کے

## قرآن اسلام

منکر جہاد بھارتی نژاد متنازعہ مصنف وحید الدین خاں "چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر" اور "دین ملا فی سبیل اللہ فساد" کی اعلیٰ مثال ہیں۔ وہ شروع میں ایک عالم دین کے طور پر ابھرے اور پھر نکاؤ مال بن کر اسلام کی اخلاقی اقدار سے انحراف کر گئے۔ یہود و ہنود نے اس دانش فروش کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خود غرضی، لالچ اور شکم پروری نے انہیں عالمی کفر کا متحرک کارندہ بنا دیا۔ اب ان کا بے لگام قلم و کلم لفظوں، عوامی اسلوب اور آسان زبان کی مدد سے شعائر اسلامی کا مذاق اڑاتا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرتا ہے اور اسلامی مقدس شخصیات کا تمسخر اڑاتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام اسلام دشمن تحریکیں بھاری اخراجات سے انہیں اپنے پروگراموں میں مدعو کرتی ہے، انہیں سر آکھوں پر بٹھایا جاتا ہے اور پھر میڈیا کے زور پر ان کے موقف کو پوری دنیا میں پھیلا کر اسلام کی تضحیک اور مسلمانوں کی رسوائی کا سامان پیدا کیا جاتا ہے۔

اسلام کے ساتھ ان کا تعلق صرف اتنا ہے کہ بس ان کا نام مسلمانوں جیسا ہے ورنہ ان کی کھوپڑی لات و منات، دل تعصب و عناد اور سینہ حرص و آز کے کینسر کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے خلاف سازش ان کی عادت اور شرارت، ان کی فطرت میں خون کی طرح شامل ہے۔ فکر و عمل کے حوالہ سے وہ تمام عمر مخفف رہے۔ "گنگا گئے تو گنگا رام، جتا گئے تو جتا داس" ایسی منافقانہ پالیسی پر گامزن ہیں۔ طوائف کا کردار بھی قلم کی عصمت کا سودا کرنے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔ افسوس! وحید الدین خاں ایسے ناقابل اندیش اس معیار پر بھی پورے نہیں اترتے۔ ان کی تحریریں جو ایک فتنہ کاروب دھار چکی ہیں، امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

مولانا رومؒ نے فرمایا تھا کہ ”علم کو اگر مادی مفادات کے حصول کا وسیلہ بنا لیا جائے تو وہ زہریلا سانپ بن جاتا ہے، وحید الدین خاں کے پاس جتنا بھی تھوڑا بہت علمی اثاثہ ہے، اسے انہوں نے مادی مفادات کے حصول کا وسیلہ بنا لیا ہے۔ اس ”سانپ“ کے زہر سے ان کے اندر کا بندہ بشرکب کا آنجھانی ہو چکا ہے۔ جہاں کہیں سے بھی شہرت یا لالچ کی تھوڑی بہت خیرات کا شہ ہو، اس در پر جا کر صدمہ بلند کرتے ہیں۔

دیکھ اپنی صفوں میں کھڑے رشدی کے مقلد

ابلیس کو ٹھہراتا ہے کیا مورد الزام

نعتیں بھی کہیں یہ دیوی کے بھیجن بھی

کس در کے یہ بندے تھے کہاں ہو گئے نیلام

ملعون زمانہ سلمان رشدی اور اس قبیل کے دیگر مسیلمہ کذابوں، راجپالوں اور قادیانیوں کے دفاع میں انہوں نے ”شتم رسول کا مسئلہ“ نامی کتاب لکھ کر اپنے چہرے پر ایسی کالک اور پھنکار لی ہے جس کو سات سمندروں کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ اسلام کے طے شدہ مسائل میں التباس اور مغالطے پیدا کرنا ان کی ڈیوٹی ہے لیکن ایسے جمہول شخص کو کون سمجھائے کہ (بقول شخصہ) ”دین اکبری کے ضابطے“ دور اکبری کے ساتھ ہی دفن ہوتے رہے ہیں۔ جس قدر انہوں نے علم و عمل کو بے آبرو کیا ہے، موجودہ دور میں کسی اور کی مثال نہیں ملتی۔ علم کے نام پر گلیم بوڑھ، ”دلچ اوپس“ اور چادر زہرا، ”بچ کھانے والے اس سومنائی ملا کو معلوم ہونا چاہیے کہ ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کرگس کا جہاں اور شاہین کا جہاں ایک ہی فضا ہونے کے باوجود الگ تھلگ نہیں ہوتا بلکہ مقاصد بھی جداگانہ ہوتے ہیں۔“

القدر ایسے انجام سے سو بار الخدر

حال ہی میں حکومت پنجاب نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے اور امن و امان کی صورت حال کے پیش نظر وحید الدین خاں کی اس متنازعہ کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“ کی اشاعت اور فروخت پر پابندی عائد کرتے ہوئے اس کی تمام کاپیاں فوری طور پر ضبط کر لی ہیں، جس پر پنجاب حکومت بالخصوص محکمہ داخلہ پنجاب خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس پابندی کے نوٹیفیکیشن کی عکسی نقل کتاب کے آخر میں دی جا رہی

ہے۔ امید ہے پنجاب حکومت کے اس تاریخی وفاقی وزارت داخلہ بھی اس کتاب پر پابندی کرے گی۔

وہ تمام ادارے جو لاعلمی کی بنا پر وحید فقہ پھیلا رہے ہیں، ان سے درخواست ہے خاطر اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں بنیں۔

زیر نظر کتاب علماء و دانشوروں کی طرہ تحریروں کا محاسبہ ہے۔ امید ہے اس کتاب اچھی طرح جان سکیں گے اور اس کی سرکامت مسئلہ کی بیداری کی وجہ سے انشاء اللہ اس کتاب کی تیار کی سلسلہ میں رزاق، چوہدری محمد صدیق (آڈٹ آفیسر)، مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جناب ایڈووکیٹ، جناب حسن مدنی، جناب محمد نو برطانیہ، جناب عین الحق، جناب مولانا فی رہا جس کیلئے میں ان سب حضرات کا متمم برادر عزیز جناب گل فراز کا خصوصی محنت اور محبت کے ساتھ اسے شائع کیا بلکہ

تھا کہ ”علم کو اگر مادی مفادات کے حصول کا وسیلہ بنالیا جائے تو وحید الدین خاں کے پاس جتنا بھی تھوڑا بہت علمی اثاثہ ہے، اس کے حصول کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس ”سانپ“ کے زہر سے ان نچھائی ہو چکا ہے۔ جہاں کہیں سے بھی شہرت یا لالچ کی تھوڑی پر جا کر صدا بلند کرتے ہیں۔

صفوں میں کھڑے رشدی کے مقلد ٹھہراتا ہے کیا مورد اہتمام کہیں یہ دیوی کے بھجن بھی کے یہ بندے تھے کہاں ہو گئے نیلام

مندی اور اس قبیل کے دیگر مسیلمہ کذابوں، راجپالوں اور مانے ”شم رسول کا مسلہ“ ہاں کتاب لکھ کر اپنے چہرے پر جس کو سات سمندروں کا پانی بھی نہیں دھو سکتا۔ اسلام کے اور مغالطے پیدا کرنا ان کی ڈیوٹی ہے لیکن ایسے جہول شخص کو ”دین اکبری کے ضابطے“ دور اکبری کے ساتھ ہی دفن ہوں نے علم و عمل کو بے آبرو کیا ہے، موجودہ دور میں کسی کے نام پر ”گیم بوڈر“، ”دلچ ادیس“ اور چارو زہرا“ بیچ کھانے ہوتا چاہیے کہ ملاکی اذان اور مجاہد کی اذان میں بڑا فرق ہوتا کا جہاں ایک ہی نضا ہونے کے باوجود الگ تھلگ نہیں ہوتا۔“

ر ایسے انجام سے سو بار اندر

ب نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے کے پیش نظر وحید الدین خاں کی اس متنازعہ کتاب ”شم رخت پر پابندی عائد کرتے ہوئے اس کی تمام کاپیاں فوری ب حکومت بالخصوص محکمہ داخلہ پنجاب خصوصی مبارک باد نوٹیفیکیشن کی عکسی نقل کتاب کے آخر میں دی جا رہی

ہے۔ امید ہے پنجاب حکومت کے اس تاریخی فیصلہ کی روشنی میں دیگر صوبے اور بالخصوص وفاقی وزارت داخلہ بھی اس کتاب پر پابندی عائد کر کے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرے گی۔

وہ تمام ادارے جو لاعلمی کی بنا پر وحید الدین خاں کی کتابیں شائع کر کے معاشرے میں فتنہ پھیلا رہے ہیں، ان سے درخواست ہے کہ وہ اس سے اجتناب کریں اور دنیاوی لالچ کی خاطر اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو کھوکھلا کرنے کی مذموم کوششوں میں فریق نہ بنیں۔

زیر نظر کتاب علماء و دانشوروں کی طرف سے وحید الدین خاں کی اسلام دشمنی پر مبنی تحریروں کا محاسبہ ہے۔ امید ہے اس کتاب کے مطالعہ سے مجان اسلام ”فتنہ وحید الدین“ کو اچھی طرح جان سکیں گے اور اس کی سرکوبی کے سلسلہ میں اپنا فریضہ سرانجام دیں گے۔ امت مسلمہ کی بیداری کی وجہ سے انشاء اللہ ”فتنہ وحید الدین“ ہر محاذ پر ناکام و نامراد ہوگا۔ اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں مجھے جناب محمد صدیق شاہ بخاری، جناب محمد طاہر رزاق، چوہدری محمد صدیق (آڈٹ آفیسر، سٹیٹ بینک لاہور)، جناب مولانا عزیز الرحمن ثانی مبلغ عالی مجلس تحفظ ختم نبوت، جناب شبیر احمد خان میواتی، جناب غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ، جناب حسن مدنی، جناب محمد نواز کھل، جناب عمران حسین چوہدری (بریڈ فورڈ، برطانیہ)، جناب عین الحق، جناب مولانا نعیم الدین (مکتبہ قاسمیہ لاہور) کا بھرپور تعاون حاصل رہا جس کیلئے میں ان سب حضرات کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ادارہ علم و عرفان کے مہتمم برادر عزیز جناب گل فراز کا خصوصی طور پر ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف بڑی محنت اور محبت کے ساتھ اسے شائع کیا بلکہ اس کی تزئین میں بھی خصوصی دلچسپی لی۔

محمد متین خالد

لاہور

## مقدمہ

نصف صدی سے پہلے اوپر ہی ساری عمر طاغوت، ابلیس اور واشتہ ابلیس قادیانیت اور آستانخان رسول ﷺ کے خلاف اعلیٰ عدالتوں میں مقدمات لڑتے ہوئے گذری۔ توفیق الہی سے رفقاء کار کے ساتھ ان کے خلاف تیغ زبان اور گرز قلم دونوں کا بے محابا استعمال ہوتا رہا۔ حق و باطل کی اس جنگ میں عزیز گرامی محمد شہین خالد صاحب جو مستی کردار سے سرشار ہیں، ہر محاذ پر ہمارے ساتھ سرگرم عمل رہے ہیں۔ ایک نئے محاذ پر میرے اعلان جنگ کے ساتھ ہی اپنی جوانی کی بھرپور توانائیوں کے ساتھ فتنہ عصر رواں و حیدالدین خاں کے خلاف آمادہٴ پیکار ہو گئے۔

بھارت کے اس ضمیر فروش قلم کار و حیدالدین خاں نے اسلام کے بنیادی عقائد اس کے اعلیٰ اقدار حیات اور اکابرین امت پر دشمنانہ دین کی کمین گاہوں سے شیخون مارنے کی کوشش کی ہے۔ اس قلم ساق نے اپنی ایک کتاب ”شتم رسول ﷺ کا مسئلہ“ میں نام نہاد آزادی افکار اور حقوق انسانی کے حوالہ سے آستانخان رسول ﷺ کی احقانہ حمایت کی ہے۔ اس سے قبل کتاب ”ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت“ جو شامان رسول ﷺ کے خلاف ہمارے مقدمات کے فیصلوں کی روک تھام ہے، شائع ہو چکی تھی۔ ہمارے دلائل و حجت پر مبنی فیصلوں کے بعد پاکستان میں توہین رسالت کی سزا سزائے موت قرار دی گئی جو موصوف اور ان کے ہم نشینوں کے عقائد پر برق بے اماں بن کر گری۔ اس کے کچھ عرصہ بعد رشیدی کا ابلیسی فتنہ اٹھا جس کے خلاف سارا عالم اسلام مشتعل ہو گیا اور رشیدی کے خلاف موت کا فتویٰ صادر ہو گیا جس نے سیکولر اور لادینی ذہن کو نزع کے عالم میں گرفتار کر کے اسے قریب المرگ کر دیا۔ اس کو ساختہ ارتحال سے چلانے کے لیے وحیدالدین خاں جیسے اس دور کے تنگ ملت میر جعفر نے دشمنان اسلام کو چادہ منصب کے لالچ میں اپنی خدمات پیش کر دیں۔ مجھ فقیر بے نوانے خان موصوف کی کتاب ”شتم رسول ﷺ کا مسئلہ“ کے جواب میں ”آزادی افکار اور توہین رسالت“ کا مسودہ کتاب تیار کیا اس کا کچھ حصہ اخبارات میں شائع ہوا۔ لیکن پاکستان کے جھوٹے مدعیان نبوت اور غیر اسلامی قوانین کے خلاف مقدمات میں مصروفیتوں کی وجہ سے اس کتاب پر نظر ثانی کی فرصت بھی میسر نہ آسکی۔ اس لیے وہ کتاب اشاعت پذیر نہ ہو سکی۔ اس دوران پاکستان اور ہندوستان کے اہل قلم مفکرین اور علمائے حق نے وحیدالدین خاں کی اسلام دشمن تحریروں کا ناقدانہ جائزہ لے کر مضامین کا گراں قدر انبار گا دیں ان مضامین کے

لکھنے والوں میں بڑے بڑے مفکرین، فکر و نظر وحیدالدین خاں کے خرافات کے خلاف جذباتی اس مشکل کام کو عزیزم متین خالد جیسے صنم کی سکتے تھے۔ ان تمام مضامین کو بڑی محنت اور لگن سپرد کر دیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے لیے مزہ ہمارے سود کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ و ختم میں الجھی رہیں۔ اس طویل مصروفیت کے لیکن خالد صاحب کے مخلصانہ اصرار مسلسل پرا اس کتاب کی اہمیت اور افادیت سے بھی بے حد ضروری تھی۔ اس لیے اس کتاب کے لیے عزیزم کرم سے نہایت شرمسار رہا ہوں۔ خان کی تحریروں سے جو اسلحہ اسلام دشمنی لاد ساتھ نیشنل کے لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت ضرب کھمانہ سے پیوند زمیں کر دے، سو شکر طرہ پر پہنچ و ختم کا بھرم کھول دیا ہے صرف ایک دفعہ غور سے دیکھ لیے جائیں تو وہ بھی مضمون اپنی افادیت کے لحاظ سے نہایت اہم جائے۔ سارے مضامین ہی اس لائق ہیں کہ اچر دے نقاب ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ تمام ملت اسلامیہ کی جانب سے مستحق مبارک بار فتنہ کی سرکوبی کے لیے بروقت دانشندانہ اقدام شرف قبولیت بخشے اور ان صاحبان عزم و بہمت

## مقدمہ

سے کچھ اوپر ہی ساری عمر طاعت، ایلیس اور داہشت ایلیس قادیانیت اور فاعلی عدالتوں میں مقدمات لڑتے ہوئے گذری۔ توفیق الہی سے خلاف تیغ زبان اور گرز قلم دونوں کا بے محابا استعمال ہوتا رہا۔ حق و باطل محمد متین خالد صاحب جو مستی کردار تے سرشار ہیں ہر محاذ پر ہمارے ایک نئے محاذ پر میرے اعلان جنگ کے ساتھ ہی اپنی جوانی کی بھر پور

رواں وحید الدین خاں کے خلاف آمادہ پیکار ہو گئے۔ ضمیر فروش قلم کار وحید الدین خاں نے اسلام کے بنیادی عقائد اس بنا امت پر دشمنانہ دین کی کمین گاہوں سے شیون مارنے کی کوشش کی ایک کتاب ”شتم رسول ﷺ کا مسئلہ“ میں نام نہاد آزادی افکار اور حقوق رسول ﷺ کی اہمیت کی حمایت کی ہے۔ اس سے قبل کتاب ”ہاموس رسالت“ جو شامان رسول ﷺ کے خلاف ہمارے مقدمات کے ہو چکی تھی۔ ہمارے دلائل و حجت پر مبنی فیصلوں کے بعد پاکستان میں موت قرار دی گئی جو موصوف اور ان کے ہم نشینوں کے عقائد پر بدق کچھ عرصہ بعد رشتہ کی کاہلیسی فتنہ اٹھا جس کے خلاف سارا عالم اسلام خلاف موت کا فتویٰ صادر ہو گیا جس نے سیکولر اور لادینی ذہن کو نزع سے قریب المرگ کر دیا۔ اس کو ساتھ ارتحال سے چھانے کے لیے کے تنگ ملت میر جعفر نے دشمنان اسلام کو جادو منصب کے لالچ میں فقیر بے نوائے خان موصوف کی کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“ سے نین رسالت کا مسودہ کتاب تیار کیا اس کا کچھ حصہ اخبارات میں شائع نے مدعیان نبوت اور غیر اسلامی قوانین کے خلاف مقدمات میں ب پر نظر ثانی کی فرصت بھی میسر نہ آئی۔ اس لیے وہ کتاب شامت تان اور ہندوستان کے اہل قلم مفکرین اور علمائے حق نے وحید الدین کا ناقدانہ جائزہ لے کر مضامین کا گراں قدر انبار لگا دیا۔ ان مضامین کے

لکھنے والوں میں بڑے بڑے مفکرین، فکر و نظر کے ناقدین کے علاوہ وہ اہل قلم بھی ہیں جن کا وحید الدین خاں کے خرافات کے خلاف جذباتی پیرایہ اظہار سے کتاب میں فکر و جذبہ یکجا ہو گئے۔ اس مشکل کام کو عزیزم متین خالد جیسے صنم کدوں میں اذان دینے والے نوجوان ہی سرانجام دے سکتے تھے۔ ان تمام مضامین کو بڑی محنت اور لگن سے مرتب کر کے متین صاحب نے انہیں میرے سپرد کر دیا اور فرمائش کی کہ میں اس کے لیے مقدمہ کتاب تیار کروں پھر عدیم الفرستی آڑے آئی۔ ہمارے سود کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیلیں دائر ہوئیں جو مسلسل کئی ماہ عدالت کے بیچ و خم میں الجھی رہیں۔ اس طویل مصروفیت کے پیش نظر میں اپنے کرم فرما سے معذرت کا طلبگار ہوا لیکن خالد صاحب کے مخلصانہ اصرار مسلسل پر انکار کا حوصلہ جاتا رہا۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت سے میں خوبی واقف تھا اور اس مجموعہ مضامین کی اشاعت بھی بے حد ضروری تھی۔ اس لیے اس کتاب کی اشاعت پذیر ی میں جو تاخیر مجھ گنگار سے ہوئی اس کے لیے عزیزم کرم سے نہایت شرمسار رہا ہوں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وحید الدین خاں کی تحریروں سے جو اسلحہ اسلام دشمن لادینی قوتوں کو فراہم کیا جا رہا تھا اس کو پوری قوت کے ساتھ منسخت کے لیے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو ہر پہلو سے گمراہ مصنف کے انکار پریشان کو ضرب کھمانہ سے بیوز میں کر دے، سو شکر ایزد کہ اس کتاب نے نام نہاد مولانا وحید الدین کے طرہ پر بیچ و خم کا بھرم کھول دیا ہے صرف ایک ضرب لالہ سے! اگر اس کتاب کے تمام عنوان ہی ایک دفعہ غور سے دیکھ لیے جائیں تو وہ بھی مولانا کے خدو خال نمایاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ہر مضمون اپنی افادیت کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ اس لیے کس کس کے بارے میں اظہار خیال کیا جائے۔ سارے مضامین ہی اس لائق ہیں کہ ان سب کو پڑھا جائے جس سے مولانا موصوف کا اصلی چہرہ بے نقاب ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ تمام صاحبان مضمون اور مولف کتاب جناب محمد متین خالد ملت اسلامیہ کی جانب سے مستحق مبارک باد ہیں کہ انہوں نے دین و ملت کے خلاف سازش کے فتنہ کی سرکوبی کے لیے بروقت دانشمندانہ اقدام کیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ اس دینی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور ان صاحبان عزم و ہمت کو مزید طاقت و استقامت عطا فرمائے۔ آمین

محمد اسماعیل قریشی

سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

لاہور

## فقہ حیدرآبادی میں تاریخ غازی کا تسلسل

علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دین اسلام کے ماخذ قرآن و سنت اور فقہ و اجماع ہیں مگر اس امر کو اگر ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ کمنا مبالغہ نہ ہو گا کہ دین نبیین کا ایک ہی ماخذ ہے اور وہ ماخذ ہے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس جو بھی حقائق، عقائد، اصول، نصاب، احکام و اقدار ہیں، ان کا منبع یہی ذات اقدس ہے۔ مسلمانوں کے پاس زندگی کا جو ایک مخصوص، مکمل اور ہمہ گیر تصور ہے، وہ بھی اسی ہستی کا عطا کردہ ہے۔ مسلمانوں کے پاس آج غور و خوض، فکر و تدبر، سوچ و چار، تحلیل و تجزیہ، استنباط و استقراء اور تطبیق و تجربے کے جو بھی اسلوب اور طریقے ہیں، وہ بھی اسی ذات والا صفات سے ماخوذ ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں تہذیب و تربیت، تعلیم و تمدن کے جتنے بھی پہلو ہیں، وہ بھی سب محمد رسول اللہ (ﷺ) کے مرہون منت ہیں۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) سے مسلمانوں کا یہی وہ ہمہ گیر تعلق ہے جس کی بناء پر ہر وہ تحریک، ہر وہ گروہ اور ہر وہ شخص جو مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا آرزو مند ہو، وہ سب سے پہلے مسلمانوں کے اسی اساسی تعلق پہ حملہ آور ہوتا ہے۔ چودہ صدیوں کی تاریخ اٹھا کے دیکھئے، آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ مسلمانوں کے درپے آزار ہر تحریک، جماعت اور شخصیت کے درمیان یہ امر مشترک ضرور موجود ہے۔

1926ء کا سال برصغیر کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ ہندو قوم اس سال تحریر کے راستے سے مسلمانوں کے اس تعلق پہ حملہ آور ہوئی۔ سوامی شرودھانند نے رنگیلار سول (معاذ اللہ) نامی دل آزار کتاب لکھی۔ ایک مسلمان نوجوان نے جسے تاریخ غازی

علم دین شہید کے نام سے جانتی ہے، اس بدخت کو قتل کیا۔ غازی علم دین شہید کا یہ عمل مسلمانوں کے لئے آفتاباں جیسا نہیں و فطین دانشور اپنی حسرت کو ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں: "اسیں تے گھاں ای کردے رہ گئے..... ترکھا

مگر دوسری طرف اس وقت قادیانی گروہ کا سردار مرزا محمد کے اس مبارک عمل پہ ان الفاظ میں طنزیہ تبصرہ کر رہا تھا "انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ ہے جس کی عزت کو چنانے کے لئے خون سے ہاتھ دھو کر لے لے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رس کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ (غازی علم) میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ ہے جاوے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی کہ وہ ملے تمہیں چاہئے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔"

(خطبہ جمعہ، مرزا محمود احمد، مندرجہ اخبار الفضل، 7-8، مورخہ 19 اپریل 1929ء)

مرزا محمود کے اس بیان کو پڑھئے اور پھر وحید الدین "ہو ایہ کہ ملک کی تاریخ میں اس (شرودھانند) کو شرم اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول کے نام پر ہے مگر اس کو ناموس رسول کی حفاظت کا نام نہیں دیا جا

## دین خاں قادیانی سوچ کا تسلسل

بات پر متفق ہیں کہ دین اسلام کے ماخذ قرآن و سنت اور فقہ و  
 ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ کتنا مبالغہ نہ ہو گا کہ  
 اور وہ ماخذ ہے محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس  
 ل، نصائح، احکام و اقدار ہیں، ان کا منبع یہی ذات اقدس ہے۔  
 و ایک مخصوص، مکمل اور ہمہ گیر تصور ہے، وہ بھی اسی ہستی کا عطا  
 آج غور و خوض، فکر و تدبر، سوچ و چار، تحلیل و تجزیہ، استنباط و  
 جو بھی اسلوب اور طریقے ہیں، وہ بھی اسی ذات والا صفات سے  
 تہذیب و تربیت، تعلیم و تمدن کے جتنے بھی پہلو ہیں، وہ بھی  
 کے مرہون منت ہیں۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) سے مسلمانوں کا  
 کی بنا پر ہر وہ تحریک، ہر وہ گروہ اور ہر وہ شخص جو مسلمانوں کو  
 ، وہ سب سے پہلے مسلمانوں کے اسی اساسی تعلق پہ حملہ آور ہوتا  
 اٹھا کے دیکھئے، آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ مسلمانوں کے درپے  
 خصیت کے درمیان یہ امر مشترک ضرور موجود ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ ہندو قوم  
 سے مسلمانوں کے اس تعلق پہ حملہ آور ہوئی۔ سوامی شر دھانندنے  
 دل آزار کتاب لکھی۔ ایک مسلمان نوجوان نے جسے تاریخ غازی

علم دین شہید کے نام سے جانتی ہے، اس بد بخت کو قتل کر دیا اور خود خوشی تختہ دار پر جھول  
 گیا۔ غازی علم دین شہید کا یہ عمل مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ بن گیا یہاں تک کہ علامہ  
 اقبالؒ جیسا نسیم و فطین دانشور اپنی حسرت کو ان الفاظ میں ظاہر کئے بغیر نہ رہ سکا.....  
 ”اسیں تے گھاں ای کردے رہ گئے..... ترکھاناں دامنڈ بازی لے گیا“

مگر دوسری طرف اس وقت قادیانی گروہ کا سردار مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان، غازی علم دین  
 کے اس مبارک عمل پہ ان الفاظ میں طنز یہ تبصرہ کر رہا تھا۔

”انبیاء کی عزت کی حفاظت قانون شکنی کے ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ وہ نبی بھی کیا نبی  
 ہے جس کی عزت کو چانے کے لئے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ جس کے چانے  
 کے لئے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ کی عزت کے لئے قتل  
 کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے۔ وہ لوگ (غازی علم دین شہید) جو قانون کو ہاتھ  
 میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا  
 ہے وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر یہی شخص (راج پال کا) قاتل  
 ہے جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہو سکتا ہے جو اس کے پاس  
 جاوے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے گی ہی، لیکن قبل اس کے  
 کہ وہ ملے تمہیں چاہئے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی خیر خواہی اسی میں ہے اسے بتایا  
 جائے کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔“

(خطبہ جمعہ، مرزا محمود احمد، مندرجہ اخبار الفضل قادیان، جلد 16، نمبر 82 ص

8-7، مورخہ 19 اپریل 1929ء)

مرزا محمود کے اس بیان کو پڑھئے ارور پھر وحید الدین خاں کے اس بیان پہ نظر ڈالئے:

”ہو ایہ کہ ملک کی تاریخ میں اس (شر دھانندن) کو شہید کا مقام دیا گیا۔ حقیقت میں  
 اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول کے نام پر بے فائدہ جان دینا تو کہہ سکتے ہیں  
 مگر اس کو ناموس رسول کی حفاظت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ قربانی نہیں نادانی ہے

جس کا تعلق نہ عقل سے ہے نہ اسلام سے۔“

اگرچہ ان دونوں بیانات کے درمیان کم و بیش ستر برس کا فاصلہ حائل ہے مگر بظہر غائر دیکھیں تو وحید الدین خاں کا یہ بیان مرزا محمود کے بیان کا ہی جدید ایڈیشن معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ الفاظ کے معمولی سے تغیر و تبدل کے ساتھ اسی کا چہرہ ہے اور اسی راگ کو دوبارہ الاپا گیا ہے۔

میں نے جب وحید الدین خاں کی کتاب ”مستم رسول کا مسئلہ“ کا مطالعہ کیا تو مجھے بار بار اس کی سوچ و فکر کے ڈانڈے قادیانیت سے ملتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس لئے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وحید الدین خاں کی آواز قادیانی سوچ و فکر کا ہی اک نیا تسلسل ہے۔

وحید الدین خاں کی پوری کتاب ایک ہی استدلال کے گرد مختلف انداز سے چکر کاٹی نظر آتی ہے اور وہ استدلال یہ ہے کہ مسلمان ایک داعی قوم ہے، مسلمانوں کا فرض منصبی دعوت ہے۔ اس قسم کے جذباتی مظاہر سے دعوت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ مسلمان ایک داعی قوم ہے اور اس کا فرض منصبی واقعتاً دعوت ہی ہے مگر اس سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ایک داعی انسان بے غیرت، بے حمیت، بزور و کمزور بھی ہوتا ہے، دعوت اور بزوری، دعوت اور بے غیرتی، دعوت اور بے حقیقی، دعوت اور مدافعت کے درمیان آخر کون سی قدر مشترک ہے؟ نبی کے بعد صحابہ کرام سے بڑے داعی آج تک پیدا نہیں ہوئے۔ لیکن تاریخِ بلا جو پوری کوشش کے صحابہ کرام کو بزور، کمزور اور مدافعت پسند ثابت کرنے سے معذور ہے۔ صحابہ کے اندر دعوت و تبلیغ کی شان بھی پورے جمال کے ساتھ نمایاں ہے تو ان کے اندر غیرت و حمیت، شجاعت و استقلال کا رنگ بھی پورے جلال کے ساتھ روشن ہے۔ کہیں سے بھی اس امر کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی دعوت پہنچانے کے لئے اپنے اصول و قوانین اور اپنی اساس یعنی محبت رسول کو قربان کر ڈالا ہو اور وہ کرتے بھی کیوں جبکہ انہیں یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ نبی ﷺ نے اس قسم کی مصالحت کے جواب میں یہ واضح ارشاد فرمایا تھا کہ ”اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور

دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیا جائے جان چلی جائے یا یہ لوگ میری بات مان پیش کرنا وحید الدین کا ہی خاصہ ہے۔ ہونے لگے ہیں مگر پچھلے ساٹھ ستر برس رہی ہے۔ مگر اس جماعت کے بانی یا کاندھ دعویت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان خود جائیں۔ اس طرز استدلال کی بنیاد قادیانیت اور وہ ہی ایک صدی سے اس کی آبیاری کے لئے اپنا کام کرنا انتہائی سہل ہو جاتا جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال بھی مخصوص ہے ورنہ ان کے خلیفوں کے بدترین ظلم و جبر اور تشدد کا شکار ہونے کر قتل تک سارے ہتھکنڈے اور حربے کے ”حضرت صاحب“ کی مالی و جنسی سائق قادیانی ایسی داستانیں سنانے کتاب ”قادیانیت سے اسلام تک“ میں بزم خود دعوت کے رموز دعوتی انداز اختیار کرنے سے عاری نہ اور ”بے عقل“ کہنے میں بھی کوئی عا مظهر کو ”لغو“، ”فضول“، ”شور و غلج کے ساتھ خود کو دعوت کا امام و قائد ذات کا خاصہ ہے اور یقیناً انہیں ہی ذہن

ہے نہ اسلام سے۔“

بیانات کے درمیان کم و بیش ستر برس کا فاصلہ حاصل ہے مگر خاں کا یہ بیان مرزا محمود کے بیان کا ہی جدید ایڈیشن معلوم ہوتا ہے تغیر و تبدل کے ساتھ اسی کا چرہ ہے اور اسی راگ کو دوبارہ

الدین خاں کی کتاب ”مستم رسول کا مسئلہ“ کا مطالعہ کیا تو مجھے بارے قادیانیت سے ملتے ہوئے محسوس ہوئے۔ اس لئے میں یہ

دین خاں کی آواز قادیانی سوچ و فکر کا ہی اک نیا تسلسل ہے۔ پوری کتاب ایک ہی استدلال کے گرد مختلف انداز سے چکر مایہ ہے کہ مسلمان ایک داعی قوم ہے، مسلمانوں کا فرض منصبی قیامت سے دعوت کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ یہ ہمیں بھی قوم ہے اور اس کا فرض منصبی واقعتاً دعوت ہی ہے مگر اس سے کہ ایک داعی انسان بے غیرت، بے حمیت، بزدل و کمزور بھی دعوت اور بے غیرتی، دعوت اور بے حقیقت، دعوت اور مدافعت متزک ہے؟ نبی کے بعد صحابہ کرام سے بڑے داعی آج تک پیدا پوری کوشش کے صحابہ کرام کو بزدل، کمزور اور مدافعت پسند صحابہ کے اندر دعوت و تبلیغ کی شان بھی پورے جمال کے غیرت و حمیت، شجاعت و استقلال کا رنگ بھی پورے جلال سے بھی اس امر کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی اصول و قوانین اور اپنی اساس یعنی محبت رسول کو قربان کر کے اس قسم کی اچھی طرح معلوم تھا کہ نبی ﷺ نے اس قسم کی ضح ارشاد فرمادیا تھا کہ ”اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور

دوسرے پر چاند بھی لا کر رکھ دیا جائے تو میں اپنی بات کہنے سے باز نہ آؤں گا لایہ کہ یا میری جان چلی جائے یا یہ لوگ میری بات مان لیں۔“ دعوت کو بے حقیقتی اور بے غیرتی کے رنگ میں پیش کرنا وحید الدین کا ہی خاصہ ہے۔ وحید الدین خاں پہ تو دعوت کے رموز و اسرار آج نمایاں ہونے لگے ہیں مگر پچھلے ساٹھ ستر برس سے تبلیغی جماعت پورے عالم میں دعوت کا کام کر رہی ہے۔ مگر اس جماعت کے بانی یا اکابر کی طرف سے کبھی کوئی ایک اشارہ تک نہیں ملتا کہ دعوت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان نبی ﷺ کی توہین کو خاموشی سے برداشت کرتے چلے جائیں۔ اس طرز استدلال کی بنیاد قادیانیت نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیش نظر رکھی تھی اور وہ ہی ایک صدی سے اس کی آبیاری کر رہے ہیں کیونکہ اس استدلال کے پھیلاؤ سے ان کے لئے اپنا کام کرنا انتہائی سہل ہو جاتا ہے مگر قادیانیت کی تاریخ سے واقف حضرات غلطی جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال بھی صرف آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کے لئے ہی مخصوص ہے ورنہ ان کے خلیفوں کے بارے میں زبان کھولنے والے باہمت قادیانی بھی ان کے بدترین ظلم و جبر اور تشدد کا شکار ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کے معاشی و سماجی بائیکاٹ سے لے کر قتل تک سارے ہتھکنڈے اور حربے استعمال کئے گئے۔ جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان کے ”حضرت صاحب“ کی مالی و جنسی بد عنوانیوں سے پردہ اٹھانے کی جرات کی تھی۔ بے شمار سابق قادیانی ایسی داستانیں سننے کے لئے آج بھی موجود ہیں اور عزیز ی محمد متین خالد کی کتاب ”قادیانیت سے اسلام تک“ میں بھی ایسی بہت سی شہادتیں محفوظ و مرقوم ہیں۔

بزرگ خود دعوت کے رموز و اسرار کے ماہر وحید الدین خاں اپنی کتاب میں مگر دعوتی انداز اختیار کرنے سے عاری نظر آتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو ”احق“ ”تالاکھ“ ”نادان“ اور ”بے عقل“ کہنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور مسلمانوں کی محبت رسول کے منظر کو ”لغو“، ”فضول“، ”شور و غل“ اور ”چیچ و پکار“ کہنے سے بھی نہیں جھجکتے اور اس سب کے ساتھ خود کو دعوت کا امام و قائد ثابت کرتے ہوئے بھی نہیں شرماتے۔ یہ تضاد انہی کی ذات کا خاصہ ہے اور یقیناً انہیں ہی زیب دیتا ہے۔

وحید الدین خاں کی فکر سے متفق حضرات اگر واقعتاً علمی تحقیق میں مخلص اور غیر جانبدار ہیں تو ان کیلئے اس کتاب کا مطالعہ بھی یقیناً علم کے نئے پہلو روشن کرنے کا باعث بنے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ حضرات علامہ ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم السلول علی شاتم الرسول“ امام تقی الدین سبکی کی کتاب ”السیف السلول علی من سب الرسول“ علامہ زین العابدین شامی کی ”تنبیہ الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام“ اور علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف ”اقصیہ الرسول“ کا بلاستیعاب مطالعہ فرمائیں تو شاید وحید الدین خاں کی روشن جمالت ان پہ منکشف ہونے میں دیر نہ لگے اور ان سب سے بڑھ کر صحابہ کرامؓ کی سیرت کا بظہر غائر مطالعہ تو یقیناً ان کے تمام شکوک و شبہات دور کر دے گا۔ صحابہؓ تو نبیؐ کی عزت و ناموس اور حرمت کے بارے میں گتے باپ کی زبان سے اتنا سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ ”مدینہ جا کر ہم عزت والے ان ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے“ اور جب تک باپ کی زبان سے یہ کہلو نہ لیا کہ یقیناً میں ذلیل ہوں اور محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی عزت والے ہیں تو اس کو مدینہ داخل نہ ہونے دیا۔ یہ جاننے کے بعد بھلا کون مسلمان ایسا ہو گا جو نبیؐ کی حرمت و ناموس کے بارے میں اپنے جذبات و احساسات کو وحید الدینی مصلحتوں کی بھینٹ چڑھائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اسے اس حدیث کی رو سے اپنا ایمان جاتا ہوا محسوس ہو گا کہ جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

○ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَ

وَلِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (تکلم بہ روایت حضرت انسؓ)

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے مجھ سے (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) ماں باپ، اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔“

○ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و عیال اور مال سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

اور جب ان احادیث کے پس منظر پر آئیں گی تو پھر یقیناً وہ اسی رد عمل کا اظہار کچھ دانشوروں کے اس دھکیل دیا کہ جو کہتے ہیں کہ رشدی ہے اس سے قبل رشدی سے کئی گنا؛ جب مسلمان ان کو برداشت کرتے ہیں تو اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ صوفیاء تشریحات کر چکے ہیں۔ لیکن صوفیاء نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کو طوا خانہ کہا ہو۔ رشدی کے دفاع میں ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ جس پر صحابہ نے اپنی جانیں نچھاورا کے وحید الدینی اصول سے اپنی پناہ عزیزی محمد متین خالد ایمان و اعمال میں ترقی نصیب فرم طرف سے ادا کر دیا ہے۔ ہو سکتا مخلص محققین اپنے استدلال سے و آخر دعوانا ان و صلی اللہ علی خیر و علی الہ و اصحابہ اجمع

مال کی فکر سے متفق حضرات اگر واقعتاً علمی تحقیق میں مخلص اور غیر  
کتاب کا مطالعہ بھی یقیناً علم کے نئے پہلو روشن کرنے کا باعث بنے  
ر اگر یہ حضرات علامہ ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم المسلمون علی شاتم  
علی کی کتاب ”السیف المسلمون علی من سب الرسول“ علامہ زین العابدین  
ام علی احکام شاتم خیر الانام“ اور علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف  
عاج مطالعہ فرمائیں تو شاید وحید الدین خاں کی روشن جمالت ان پہ  
لگے اور ان سب سے بڑھ کر صحابہ کرام کی سیرت کا بظرف غائر مطالعہ تو  
شہادت دور کر دے گا۔ صحابہؓ تو نبیؐ کی عزت و ناموس اور حرمت کے  
ن سے اتنا سننے کے بھی روادار نہ تھے کہ ”مدینہ جا کر ہم عزت والے  
گے“ اور جب تک باپ کی زبان سے یہ کھلوانہ لیا کہ یقیناً میں ذلیل  
س کے ساتھی عزت والے ہیں تو اس کو مدینہ داخل نہ ہونے دیا۔ یہ  
ملان ایسا ہو گا جو نبیؐ کی حرمت و ناموس کے بارے میں اپنے  
الدینی مصلحتوں کی بھیٹ چڑھائے گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اسے  
ان جاتا ہوا محسوس ہو گا کہ جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

خَذُّكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَ  
أَخِيهِ (بخین بہ روایت حضرت انسؓ)

میں شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے مجھ سے  
والد کے ساتھ (مال باپ، اولاد اور باقی سب اشخاص سے  
”

خَذُّكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ  
شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس  
مال سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔“

اور جب ان احادیث کے پس منظر میں اسے قرآن مجید کی آیات بھی روشنی پھیلاتی ہوئی نظر  
آئیں گی تو پھر یقیناً وہ اسی رد عمل کا اظہار کرے گا جو رشدی کے مسئلہ پر اہل ایمان نے کیا تھا۔  
کچھ دانشوروں کے اس استدلال نے بھی مجھے حیرت و استعجاب کی وادی میں  
دھکیل دیا کہ جو کہتے ہیں کہ رشدی کی بحواسات اور ہنوات پر حیران ہونے کی کیا ضرورت  
ہے اس سے قبل رشدی سے کئی گنا بڑھ کر ایسی ہنوات بعض صوفیاء کی کتب میں موجود ہیں۔  
جب مسلمان ان کو برداشت کرتے ہیں تو رشدی کو آخر کیوں نہیں کرتے؟ ہم ایسے استدلال  
سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ صوفیاء کی فلسفیانہ باتوں اور ان کی شطیحات کی اکابر علماء مختلف  
تشریحات کر چکے ہیں۔ لیکن صوفیاء کی تحریروں میں یہ کہاں ملتا ہے کہ انہوں نے نعوذ باللہ  
نبیؐ کی ازواج مطہرات کو طوائف (نقل کفر کفر باشد) کہا ہو یا آقاؐ کے گھر کو فحش  
خانہ کہا ہو۔ رشدی کے دفاع میں یہ دانشور کہاں تک جا سکتے ہیں اس کی یہ معمولی سی مثال  
ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں محبت رسولؐ کے اسی معیار پر قائم و دائم رکھے  
جس پر صحابہ نے اپنی جانیں نچھاور کر دیں۔ محبت رسولؐ کے وحید الدینی معیار اور دعوت دین  
کے وحید الدینی اصول سے اپنی پناہ میں رکھے۔

عزیزی محمد متین خالد اپنی اس کاوش کے لئے یقیناً قابل ستائش ہیں۔ اللہ ان کے  
ایمان و اعمال میں ترقی نصیب فرمائے۔ یہ ایک فرض کفایہ تھا جو انہوں نے پوری امت کی  
طرف سے ادا کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بہت سے سادہ لوح بھٹکے سے بچ جائیں اور بہت سے  
مخلص محققین اپنے استدلال سے رجوع کر لیں۔ وما توفیقی الا باللہ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد خاتم النبیین  
و علی الہ و اصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

دشمنان اسلام کی آنکھ  
شمار ملک کے جید دانشوروں  
سرحدوں کی محافظ ہوتی ہیں  
بالخصوص مغربی لٹریچر پر از  
رسالت ﷺ کے حساس موضوع  
رسالت ﷺ میں تبدیلی  
کتاب لکھ رہے ہیں جو عنقریب  
اس غیر مطبوعہ کتاب کا حصہ  
اشاعت کے لیے عنایت فرمایا۔ میر

گذشتہ چودہ صدیوں کے  
میں ذلت و کبت سے دوچار ہوئے  
تھو تھنی سے زیادہ کردہ اور ذلیل تھ  
ملعون کی ہنوائی تھو تھنی اس اعتبار سے  
کا ظاہری "لیبل" چپکا ہوا ہے۔ اس  
حدوں تک کینہ و بغض کا شکار مسیحی چ  
میں شام و فلسطین میں فیصلہ کن گلہ  
پیغمبر اسلام کے خلاف اہانت آمیز کتے  
دو سو سال کے عرصہ پر محیط ہیں۔  
ریاست سے طویل براہ راست تصاد

## شہزادہ محمد عطاء اللہ

محمد عطاء اللہ صدیقی

دشمنان اسلام کی آنکھوں میں مسلسل کھنکنے والے جناب محمد عطاء اللہ صدیقی کا شمار ملک کے جید دانشوروں میں ہوتا ہے۔ ان کی تحریریں اسلام اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی محافظ ہوتی ہیں۔ وہ بے پناہ مطالعہ اور مشاہدہ کے مالک ہیں۔ غیر ملکی بالخصوص مغربی لٹریچر پر ان کی گہری نظر ہے بلکہ گرفت ہے۔ وہ "تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے حساس موضوع پر ایک اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان دنوں "قانون توہین رسالت ﷺ" میں تبدیلی... محرکات و مضمرات" کے عنوان سے ایک تحقیقی اور تاریخی کتاب لکھ رہے ہیں جو عنقریب شائع ہو رہی ہے۔ زیر نظر مضمون (جو نامکمل ہے) ان کی اس غیر مطبوعہ کتاب کا حصہ ہے جو انہوں نے پرزور اصرار پر کمال محبت فرماتے ہوئے اشاعت کے لیے عنایت فرمایا۔ میں اس مہربانی پر ان کا ذاتی طور پر شکر گزار ہوں۔ (مرتب)

گذشتہ چودہ صدیوں کے دوران آفتاب رسالت جہاں تاب پر تھوکنے کی کوشش میں ذلت و کبت سے دوچار ہونے والی بد بخت انسانی تھو تھنیوں میں ملعون سلمان رشدی کی تھو تھنی سے زیادہ مکروہ اور ذلیل تھو تھنی کرہ ارض کے سینے پر مشاہدے میں نہیں آئی۔ رشدی ملعون کی ہنوائی تھو تھنی اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس پر، اگرچہ نام کی حد تک سہی مگر، اسلام کا ظاہری "لیبل" چپکا ہوا ہے۔ اس سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف رذالت کی آخری حدوں تک کینہ و بغض کا شکار مسیحی جنونی پادری زبان درازیاں کرتے رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دور میں شام و فلسطین میں فیصلہ کن شکست کھانے کے بعد باز نطنی مسیحی ریاست کے جنونی پادری پیغمبر اسلام کے خلاف اہانت آمیز کتابیں لکھنا شروع ہو گئے تھے۔ مگر صلیبی جنگوں، جو تقریباً پونے دو سو سال کے عرصہ پر محیط ہیں، کے دوران جب یورپ کی مسیحی اقوام کا مشرق وسطیٰ کی اسلامی ریاست سے طویل براہ راست تصادم ہوا۔ اس دوران میں مسیحی جنونی پادریوں نے اپنے قلب کی

سیاہیوں کو صفحہ قرطاس پر یوں انڈیلنا شروع کیا کہ یہ سیاہی قیامت تک ان کے چہروں پر لعنت کا نشان بن کر چمکتی رہے گی۔ ان کی ظلمت مآب تحریروں سے آفتاب رسالت کی نورانی کرنوں میں کمی کی بجائے، بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ کائنات ابد سے ازل تک اس نور رسالت کی ضیائیاشیوں کی ممنون کرم رہے گی۔

۱۹۸۹ء میں جب ملعون سلمان رشدی کی تیسری کتاب "Satanic Verses" (شیطانی آیات) منظر عام پر آئی تو اس نے شیعہ رسالت کے پروانوں کو تھملا کر رکھ دیا۔ پاکستان میں مولانا کوثر نیازی، خدا ان پر رحمت کرے، نے غالباً سب سے پہلے اس اہانت آمیز کتاب کے خلاف موثر آواز اٹھائی تھی۔ انہوں نے اپنے ایک اخباری بیان میں اس کتاب کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ انہی دنوں ایک دفعہ راقم الحروف جناب جسٹس تقی الدین پال صاحب سے ان کے دفتر میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ پال صاحب ان دنوں حکومت پنجاب کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ایڈیشنل سیکرٹری تھے۔ وہ خلاف معمول دل گرفتہ اور رنجور تھے۔ انہوں نے راقم کو مولانا کوثر نیازی کا مضمون پڑھنے کو دیا جو غالباً "جنگ" میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں نیازی صاحب نے "شیطانی ہفتوات" کی شراغیازی کو بے نقاب کیا تھا۔ مضمون کو پڑھنا تھا کہ راقم کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے تقی الدین پال صاحب سے گزارش کی وہ مجھے "شیطانی ہفتوات" جہاں سے بھی ہو سکے مہیا کریں۔ چونکہ میں جب تک اس کے خلاف نہیں لکھوں گا، چین نہیں پاؤں گا۔ انہوں نے مجھے اسپیشل برانچ پنجاب کے اس وقت کے DIG جناب تنویر احمد صاحب کے پاس بھیجا۔ اسپیشل برانچ نے اپنے ذرائع سے اس کتاب کو حاصل کیا تھا کیونکہ اس وقت یہ کتاب پاکستان میں تقریباً ناپید تھی۔ تنویر صاحب سے "شیطانی ہفتوات" لینے کے بعد جب میں تقی الدین پال صاحب کے پاس واپس آیا تو انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ اس کو پڑھوں اور اس کے قابل اعتراض حصوں کی نشاندہی کروں تاکہ اس مواد کی بنیاد پر حکومت پنجاب اس کی خرید و فروخت پر پابندی عائد کر دے۔ یہ یاد رہے کہ ابھی تک حکومت پاکستان نے ملعون رشدی کی اس کتاب پر پابندی عائد نہیں کی تھی۔

راقم الحروف نے طبیعت پر انتہائی جبر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ ہر اگلی سطر جسم و جان کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے کافی تھی۔ میں جب اس کتاب کو پڑھ رہا تھا،

خدا نے پاک سے پناہ بھی طلب کر رہا  
پیغمبر ﷺ کے خلاف لکھے گئے ان توہین  
سے نکلے تھے۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ  
شکار ہو کر کمرے سے باہر نکل کر ٹھلانا  
دھچکوں سے گزرتا رہا اور میری کیفیت  
جسم کو گولیوں سے اس قدر چھلنی کر دینے  
جاتا۔ میرا ذہن تیز انگاروں پر رکھ  
کرتے میں نے صبح ہونے تک اس ہفت  
ترتیب دے کر ایک نوٹ کی صورت  
اپنی تحریری رائے جناب تقی الدین  
کردی۔ ایک دو روز بعد اخبارات  
رشدی کی کتاب "شیطانی آیات"  
پاکستان نے بھی پابندی کا نوٹیفیکیشن  
کا شکار نہ ہوا۔ میں نے ایک بے حد  
"نوائے وقت" میں شائع ہوا۔ مولانا  
امریکی سفارت خانے پر دھاوا بول دیا  
کے نتیجے میں سات نوجوان غازی علی  
وہ تینوں شخصیات یعنی مولانا کوثر  
صاحب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں  
مآب کے تحفظ میں اپنا حصہ ڈالنا  
ٹھہرائے گئے ہوں اور ان کی  
آج پورے دس برس سے  
"شیطانی ہفتوات" کا مطالعہ نہیں۔  
دیا تھا میرے قلب نے چین نہیں  
دربار رسالت کا قیام ناممکن تھا۔

یوں اٹھیلنا شروع کیا کہ یہ سیاہی قیامت تک ان کے چہروں پر لعنت  
گی۔ ان کی ظلمت مآب تحریروں سے آفتاب رسالت کی نورانی  
بتدریج اضافہ ہوتا گیا۔ کائنات ابد سے ازل تک اس نور رسالت  
پر ہے گی۔

ملعون سلمان رشدی کی تیسری کتاب "Satanic Verses"  
پر آئی تو اس نے شیعہ رسالت کے پروانوں کو تھملا کر رکھ دیا۔  
خدا ان پر رحمت کرے، نے غالباً سب سے پہلے اس اہانت آمیز  
اشاعتی تھی۔ انہوں نے اپنے ایک اخباری بیان میں اس کتاب کی  
مد کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ انہی دنوں ایک دفعہ راقم الحروف جناب  
ب سے ان کے دفتر میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ پال صاحب  
کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ایڈیشنل سیکرٹری تھے۔ وہ خلاف معمول  
ہوں نے راقم کو مولانا کوثر نیازی کا مضمون پڑھنے کو دیا جو غالباً  
مضمون میں نیازی صاحب نے "شیطانی ہفوات" کی شراکتی  
پڑھنا تھا کہ راقم کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ میں نے تقی  
س نے وہ مجھے "شیطانی ہفوات" جہاں سے بھی ہو سکے مہیا کریں۔  
خلاف نہیں لکھوں گا، چین نہیں پاؤں گا۔ انہوں نے مجھے پیشل  
کے DIG جناب تویر احمد صاحب کے پاس بھیجا۔ پیشل برانچ  
کو حاصل کیا تھا کیونکہ اس وقت یہ کتاب پاکستان میں تقریباً  
شیطانی ہفوات" لینے کے بعد جب میں تقی الدین پال صاحب  
نے مجھے ہدایت کی کہ اس کو پڑھوں اور اس کے قابل اعتراض  
اس مواد کی بنیاد پر حکومت پنجاب اس کی خرید و فروخت پر  
کہ ابھی تک حکومت پاکستان نے ملعون رشدی کی اس کتاب

ت پر انتہائی جبر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ ہر  
لرنے کے لئے کافی تھی۔ میں جب اس کتاب کو پڑھ رہا تھا،

خدائے پاک سے پناہ بھی طلب کر رہا تھا کہ وہ مجھے معاف کریں کہ میری زبان اس کے محبوب  
پیغمبر ﷺ کے خلاف لکھے گئے ان توہین آمیز الفاظ کو دہرا رہی تھی جو ملعون رشدی کے بد بخت قلم  
سے نکلے تھے۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ میں اس کتاب کا ایک پیرا گراف پڑھتا اور پھر شدید بے کلی کا  
شکار ہو کر کمرے سے باہر نکل کر ٹھہلنا شروع کر دیتا۔ اس طرح تمام رات میں اضطراب کے شدید  
دھچکوں سے گزرتا رہا اور میری کیفیت یہ تھی کہ اگر ملعون رشدی سامنے آجاتا تو میں اس کے ناپاک  
جسم کو گولیوں سے اس قدر چھلنی کر دیتا کہ اس کا وجود ہزاروں لوٹھروں میں تقسیم ہو کر زمین پر پھیر  
جاتا۔ میرا ذہن تیز انگاروں پر رکھی ہانڈی کی طرح اُبل رہا تھا۔ اسی طرح توبہ و استغفار کرتے  
کرتے میں نے صبح ہونے تک اس ہفواتی ہجو اس کے متعدد پیرا گراف کو نشان زد کر لیا تھا اور ان کو  
ترتیب دے کر ایک نوٹ کی صورت میں اپنی رائے کے ساتھ تحریر کر لیا تھا۔ دوسرے دن میں نے  
اپنی تحریری رائے جناب تقی الدین پال صاحب، خدا انہیں غریق رحمت کرے، کے حوالے  
کر دی۔ ایک دو روز بعد اخبارات میں خبر شائع ہوئی کہ حکومت پنجاب نے شاتم رسول سلمان  
رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" پر مکمل پابندی عائد کر دی ہے۔ اس کے چند دن بعد حکومت  
پاکستان نے بھی پابندی کا نوٹیفیکیشن جاری کر دیا۔ یہ تحریری نوٹ لکھنے کے بعد بھی میرا اول الطمینان  
کا شکار نہ ہوا۔ میں نے ایک بے حد جذبات میں رندھا ہوا مضمون قلمبند کیا جو بعد میں ان دنوں  
"نوائے وقت" میں شائع ہوا۔ مولانا کوثر نیازی مرحوم نے شیعہ رسالت کے پروانوں کو جمع کر کے  
امریکی سفارت خانے پر دھاوا بول دیا تھا اور اس جلوس پر اس وقت کی حکومت نے فائرنگ کرانی جس  
کے نتیجے میں سات نوجوان غازی علم الدین جنت مکانی کی صف میں شامل ہونے کا اعزاز پا گئے۔ آج  
وہ تینوں شخصیات یعنی مولانا کوثر نیازی، تویر احمد صاحب اور میرے محسن جناب تقی الدین پال  
صاحب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ کیا بعید ہے کہ محسن انسانیت کے یہ اونی غلام ناموس رسالت  
مآب کے تحفظ میں اپنا حصہ ڈالنے کی وجہ سے خداوند قدوس کی رحمت بے پایاں کے مستحق  
ٹھہرائے گئے ہوں اور ان کی رو میں عالم برزخ میں بہار آفرین فضاؤں میں رہ رہی ہوں۔

آج پورے دس برس کے بعد میں ملعون رشدی کا ذکر کرنے بیٹھا ہوں تو اس کی وجہ اس کی  
"شیطانی ہفوات" کا مطالعہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو پڑھنے کے بعد جب تک میں نے اسے جلا نہیں  
دیا تھا میرے قلب نے چین نہیں کھڑا تھا۔ ایک ہی کمرے میں "شیطانی ہفوات" اور اس خاکپائے  
دربار رسالت کا قیام ناممکن تھا۔ ان سطور کا محرک بھارت کے نامور عالم دین مولانا وحید الدین خان

کی کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“ ہے۔ جس میں انہوں نے سلمان رشدی کے خلاف چلائی جانے والی مہم کی مذمت کی ہے۔ رشدی ملعون تو ایک لادین، خدا کا منکر اور یہودیوں کا ایجنٹ ہے جس نے ناول کے پیرائے میں مذکورہ کتاب لکھ کر کروڑوں روپے بنائے ہیں۔ مگر مولانا وحید الدین خان، وہ تو اپنے آپ کو اسلام کا مبلغ اور داعی کہتے ہیں، ان کی طرف سے سلمان رشدی کی بجائے اس کے ناقدین کو تنقید کا نشانہ بنانا ایک ایسا پریشان کن تجربہ ہے کہ جس نے ایک دفعہ دس برس پہلے والی میری اضطراری کیفیت کے زخموں کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ میں سوچتا ہوں۔

چوں کفر از کعبہ بر نیزد کجا مانند مسلمانی

مولانا وحید الدین خان سے میں پہلی دفعہ ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ متعارف ہوا۔ میرے ایک استاد محترم پروفیسر عبدالرؤف صاحب نے مجھے مولانا وحید الدین خان کی کتاب ”تعبیر کی غلطی“ پڑھنے کو دی۔ پروفیسر صاحب کا مقصد مجھے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر پر ان کے ہی ایک سابقہ رفیق کی طرف سے کی جانے والی ”علمی تنقید“ سے مجھے آگاہ کرنا تھا۔ میں نے بے حد غور سے اس کتاب کو پڑھا۔ مولانا وحید الدین خان کے استدلال نے مجھے متاثر نہ کیا۔ میرے خیال میں اس کتاب کا نام ”تنقید کی غلطی“ ہونا چاہئے تھا۔ مولانا وحید الدین خان نے اپنے خلاف لکھے جانے والے مولانا مودودی کے جو خطوط اس کتاب میں شامل کئے تھے، انہاں کا وزن میں نے محسوس کیا۔ میں نے پروفیسر عبدالرؤف صاحب کو کتاب واپس کر دی لیکن ان کے احترام کی وجہ سے اپنی رائے کو محفوظ رکھا۔

گذشتہ اٹھارہ برسوں میں کبھی کبھار مولانا وحید الدین خان کی کوئی کتاب یا رسالہ ہاتھ لگتا تو میں اس کو پڑھ لیتا۔ مولانا وحید الدین خان کے ”مقالات“ پر مشتمل ایک کتاب چند سال پہلے میری نگاہ سے گزری، جو کافی حد تک متاثر کن تھی۔ مگر ان کی فکر کے ”جوہر“ نے کبھی بھی متاثر نہ کیا۔ گذشتہ کئی برسوں سے ”تذکیر“ کا بڑا چرچا رہا ہے۔ پاکستان میں گذشتہ کئی برسوں سے وحید الدین خان صاحب کی فکر سے متاثر کوئی صاحب ان کے الرسائلہ کو محض تذکیر کا نام دے کر شائع کر رہے ہیں۔ اس کے متعدد شمارے بھی راقم کی نگاہ سے گذرے ہیں۔ جہاں کشمیر کے متعلق مولانا وحید الدین خان کی رائے پڑھ کر بے حد دکھ ہوا۔ اور پھر حال ہی میں میرے کرم فرمازا اہد سلیمان صاحب نے کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“

مجھے مطالعہ کے لئے دی۔ اس کے بڑے دنوں سے مولانا وحید الدین خان کے بالواسطہ حمایت میں لکھی گئی اس کرنے میں سرگرداں رہا ہوں اور ہوں بالآخر ان کے لئے ”وکیل“ مذکورہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہونا چاہئے۔

ملعون رشدی کے ”استعارہ ہے (نعوذ باللہ) قرآن با مسیٰ ہے یہ درحقیقت ”شیطان تھی جو اب شیطان مجسم بن کر واصل ہو کر کائنات کی ہر جگہ رشیدی نے ”شیطانی ہفتوں“ دلوں کے سرور اور آنکھوں عنہم اجمعین کے متعلق جو الفاظ ”نقل کفر کفر نہ باشد“ کے معنی ہفتوں کلمات کو دہراتا شدہ موضوع بھی ”وکیل شاتم ر درج ذیل سطور میں کے بعد ان کی فکر کی ظلمتوں فرمائیے:

”شتم رسول کا مسئلہ“ موجودہ زمانہ دعوت کو قتل کرنے میں احتجاجی اور مطالبہ

لمہ ہے۔ جس میں انہوں نے سلمان رشدی کے خلاف چلائی ہے۔ رشدی ملعون تو ایک لادین، خدا کا منکر اور یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ میں مذکورہ کتاب لکھ کر کروڑوں روپے بنائے ہیں۔ مگر مولانا آپ کو اسلام کا مبلغ اور داعی کہتے ہیں، ان کی طرف سے سلمان تقدین کو تنقید کا نشانہ بنانا ایک ایسا پریشان کن تجربہ ہے کہ جس والی میری اضطرابی کیفیت کے زخموں کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا مانند مسلمانی

ان سے میں پہلی دفعہ ۱۹۸۰ء کے لگ بھگ متعارف ہوا۔ میرے روف صاحب نے مجھے مولانا وحید الدین خان کی کتاب ”تعبیر بسر صاحب کا مقصد مجھے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر پر طرف سے کی جانے والی ”علمی تنقید“ سے مجھے آگاہ کرنا تھا۔ ب کو پڑھا۔ مولانا وحید الدین خان کے استدلال نے مجھے متاثر کیا۔ مولانا کا نام ”تنقید کی غلطی“ ہونا چاہئے تھا۔ مولانا وحید الدین خان کے والے مولانا مودودی کے جو خطوط اس کتاب میں شامل کئے گئے ہیں۔ میں نے پروفیسر عبدالروف صاحب کو کتاب واپس کرنے سے اپنی رائے کو محفوظ رکھا۔

میں کبھی کبھار مولانا وحید الدین خان کی کوئی کتاب یا رسالہ مولانا وحید الدین خان کے ”مقالات“ پر مشتمل ایک کتاب لکھی، جو کافی حد تک متاثر کن تھی۔ مگر ان کی فکر کے ”جوہر“ کوئی برسوں سے ”تذکیر“ کا بڑا چرچا رہا ہے۔ پاکستان میں مولانا وحید الدین خان صاحب کی فکر سے متاثر کوئی صاحب ان کے لئے کر شائع کر رہے ہیں۔ اس کے متعدد شمارے بھی راقم کی نظر کے متعلق مولانا وحید الدین خان کی رائے پڑھ کر بے حد دکھ اور غم فرما رہا ہے۔ مولانا صاحب نے کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“

مجھے مطالعہ کے لئے دی۔ اس کتاب نے ایک دفعہ پھر میرے ذہن میں ہلچل برپا کر دی ہے۔ میں بڑے دنوں سے مولانا وحید الدین خان جیسے ایک نامور مبلغ اسلام کی طرف سے سلمان رشدی کی بالواسطہ حمایت میں لکھی گئی اس دل آزار کتاب کی کوئی تاویل اور کوئی قابل قبول محرک تلاش کرنے میں سرگرداں رہا ہوں اور وحید الدین خان صاحب کے لئے بھی کوئی مناسب ترکیب سوچنا رہا ہوں بالآخر ان کے لئے ”وکیل شاتم رسول“ کی اصطلاح ذہن میں آئی ہے۔ مولانا صاحب کی مذکورہ کتاب کے مطالعہ کے بعد میرے خیال میں مولانا وحید الدین خان کا نام ”ہدام الدین خان“ ہونا چاہئے۔

ملعون رشدی کے ”ناول“ کا عنوان ”شیطانی آیات“ درحقیقت قرآن مجید کے لئے استعارہ ہے (نعوذ باللہ) قرآن مجید تو مقدس ترین الہامی کتاب ہے۔ البتہ ملعون رشدی کا ناول اسم با مسٹی ہے یہ درحقیقت ”شیطانی ہفتوات“ ہے۔ ایسی بکواس ایسے ملعون کی طرف سے ہی لکھی جاسکتی تھی جو اب شیطان مجسم بن کر جیتے جی لعنت مآب اور نمونہ عبرت بن چکا ہے اور موت کے بعد جہنم داخل ہو کر کائنات کی ہر جاندار مخلوق کی طرف سے قیامت تک لعنت کا مستحق ٹھہرے گا۔ ملعون رشدی نے ”شیطانی ہفتوات“ میں وجہ کائنات، فخر موجودات، سرور کونین، اربوں مسلمانوں کے دلوں کے سرور اور آنکھوں کے نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق جو الفاظ تحریر کئے ہیں، بہت سے لکھنے والوں نے ان کی نشاندہی کی ہے اور ”نقل کفر کفر نہ باشد“ کے مصداق انہوں نے امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان ہفتواتی کلمات کو دھرانا شدید ذہنی کرب اور اذیت سے کم نہیں ہے۔ میرے مضمون کا اصل

موضوع بھی ”وکیل شاتم رسول“ ہے نہ کہ ملعون شاتم رسول رشدی

درج ذیل سطور میں مولانا وحید الدین خان کی مذکورہ کتاب سے چند اقتباسات نقل کرنے کے بعد ان کی فکر کی ظلمتوں کی نشاندہی کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا موصوف کی در فطنی ملاحظہ فرمائیے:

”شتم رسول کا مسئلہ“ کے آغاز کلام ”میں لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانہ کے مسلمان نہ صرف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ مسلسل دعوت کو قتل کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو سیاسی حریف سمجھنا، ان کے مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے کرنا جس کے نتیجے میں داعی اور مدعو کے

درمیان تعلقات خراب ہو جائیں۔ وہ دعوت و نصیحت کے قائل ہیں۔ مگر ساری دنیا کے مسلمان ہر روز انہی دعوت کش سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اصغر تودرکنار ان کے اکابر بھی سوچ نہیں پاتے کہ وہ ایسا کر کے اپنے خلاف خدا کے غضب کو بھڑکا رہے ہیں۔

انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی وہ ہے جو ”شتم رسول“ کے خلاف مسلمان ہر جگہ جاری کئے ہوئے ہیں۔ اور جس کا ایک نمایاں مظاہرہ مسلمان رشدی کی کتاب (شیطانی آیات) کی اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا ہے۔ اینٹی رشدی ایجنسی ٹیشن بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے اصغر و اکابر کے درمیان اس لئے جاری رہا کہ دعوتی شعور سے محرومی کی بنا پر انہوں نے وہ کسوٹی کھودی تھی جس پر جانچ کر وہ معلوم کر سکیں کہ کونسی روش اسلام کے مطابق ہے اور کونسی روش اسلام کے مطابق نہیں۔

..... مسلمانوں کے اس داعیانہ منصب کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ ہرگز کسی ایسی سرگرمی میں مبتلا نہ ہوں جو دعوت کے مزاج کے خلاف ہو، یا دعوت کے امکانات کو برباد کرنے والی ہو۔ اگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا تو یقینی طور پر وہ خدا کے یہاں مجرم قرار پائیں گے خواہ انہوں نے اپنے دعوت کش جلوس کا نام شوکت اسلام جلوس رکھ لیا ہو اور خواہ اس کی اعانت کے لئے تمام اعظم و اکابر اکٹھے ہو گئے ہوں۔

موجودہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اگر ذرا بھی ان کے خلاف مزاج بات کرے تو وہ فوراً مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگتے ہیں۔..... ناگوار باتوں پر مشتعل ہو جانے کی اس فہرست میں سب سے نمایاں چیز وہ ہے جس کو ”ناموس رسول پر حملہ“ یا ”رسول کی شان میں گستاخی“ جیسے جذباتی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کی اگر کوئی افواہ بھی پھیل جائے تو اس کے بعد مسلمان اس طرح بھڑک کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلام تودرکنار عقل و ہوش سے بھی ان کا دور کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مسلمانوں کا یہ لغو مزاج صرف اسی لئے ہے کہ انہوں نے دعوت کا شعور کھودیا ہے، دوسری اقوام کو وہ اپنا قومی رقیب اور دنیوی حریف سمجھتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان کے اندر دعوتی شعور پیدا کیا جائے کہ وہ داعی ہیں اور دوسری قومیں ان کے لئے مدعو کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی سے ان کی جھوٹی جذباتیت ختم ہوگی۔ اسی سے ان کے اندر یہ حکمت

آئے گی کہ وہ ناگوار ہوں“ (صفحہ ۶-۷)

قارئین کرام! مولانا

لئے شاید تکلیف دہ ہو، میرے نے یہ طویل اقتباس ایک ہی ذہن کی یکسوئی نہ ٹوٹے۔ یہ ظلمت مآب اور اسلام کے توجہ کے متقاضی ہیں:

(۱) مولانا وحید الد

ذات کے شیش محل میں براہ راست تقریباً تکیہ کلام بن چکا ہے۔

پسندیدہ ”حد درجہ غیر حقیقی“

”Sense“ یہ تسلیم کرنے کے سرگرمیوں میں مشغول رہنے

موصوف کا ان کے بارے میں نہیں کہ وہ ”ہر روز“ دعوت نہیں ہے، ایک معمولی فہم آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

(۲) مولانا وحید الد

وہ مسلمانوں پر اس بنا پر خور ہے اور وہ خواہ مخواہ ”ایسے“

ہو جائیں ”موصوف اسلامی عین مطابق قرار دیتے ہیں

بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہو

مؤمنوں کے دوست ہرگز

ہو جائیں۔ وہ دعوت و نصیحت کے قائل ہیں۔ مگر ساری دنیا دعوت کش سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اصغر تودرکنار مل پاتے کہ وہ ایسا کر کے اپنے خلاف خدا کے غضب کو بھڑکا

س سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی وہ ہے جو ”شتم رسول“ جاری کئے ہوئے ہیں۔ اور جس کا ایک نمایاں مظاہرہ سلمان ثبات کی اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا ہے۔ انہی دعوت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے لئے جاری رہا کہ دعوتی شعور سے محرومی کی بنا پر انہوں نے س پر جانچ کر وہ معلوم کر سکیں کہ کونسی روش اسلام کے سلام کے مطابق نہیں۔

س داعیانہ منصب کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ ہرگز کسی ایسی دعوت کے مزاج کے خلاف ہو، یا دعوت کے امکانات کو مانوں نے ایسا نہیں کیا تو یقینی طور پر وہ خدا کے یہاں مجرم اپنے دعوت کش جلوس کا نام شوکت اسلام جلوس رکھ لیا لئے تمام اعظم و اکابر اکٹھے ہو گئے ہوں۔

ال یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اگر ذرا بھی ان کے خلاف مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ ناگوار باتوں پر ن میں سب سے نمایاں چیز وہ ہے جس کو ”ناموس رسول پر تاشی“ جیسے جذباتی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے تو اس کے بعد مسلمان اس طرح بھڑک کر آپے سے ہوتا ہے کہ اسلام تودرکنار عقل و ہوش سے بھی ان کا

صرف اسی لئے ہے کہ انہوں نے دعوت کا شعور کھو دیا قیہ اور دنیوی حریف سمجھتے ہیں۔

س کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ ان کے اندر امی ہیں اور دوسری قومیں ان کے لئے مدعو کی حیثیت جذبائیت ختم ہوگی۔ اسی سے ان کے اندر یہ حکمت

آئے گی کہ وہ ناگوار باتوں سے اعراض کریں اور اشتعال انگیز باتوں پر مشتعل نہ ہوں“ (صفحہ ۶-۷)

قارئین کرام! مولانا وحید الدین خان کی کتاب کے مذکورہ طویل اقتباس کا پڑھنا آپ کے لئے شاید تکلیف دہ ہو، میرے لئے اس کو نقل کرنا بھی ایک روح فرسا تجربہ سے کم نہیں ہے۔ میں نے یہ طویل اقتباس ایک ہی جگہ پر نقل کر دیا ہے تاکہ اب اس پر کھل کر اظہار کیا جاسکے اور بار بار ذہن کی یکسوئی نہ ٹوٹے۔ یہ مولانا وحید الدین خان جیسے نام نہاد داعی اسلام کی حد درجہ گمراہ کن، ظلمت مآب اور اسلام کے متعلق بے حمیتی کے اظہار کا عظیم شاہکار ہے۔ درج ذیل نکات ہماری توجہ کے متقاضی ہیں:

(۱) مولانا وحید الدین خان اپنی تعقل پسندی کا بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ وہ مر یضانہ پندار ذات کے شیش محل میں براجمان ہو کر اپنے ناقدین کی آراء کو بے محابہ لغو قرار دیتے ہیں اور یہ ان کا تقریباً تکلیف کلام بن چکا ہے۔ خود ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ان کی اپنی باتیں مبالغہ آمیز اور ان کی ”عقل پسندی“ حد درجہ غیر حقیقت پسندانہ اور ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ عقل عام Common Sense یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے کہ ”ساری دنیا“ کے مسلمان ”ہر روز“ دعوت کش سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کرہ ارض پر ایک ارب سے زیادہ مسلمان بستے ہیں۔ مولانا موصوف کا ان کے بارے میں حسن تخیل ملاحظہ فرمائیے جو کسی کو بھی مستثنیٰ قرار دینے کے روادار نہیں کہ وہ ”ہر روز“ دعوت کش سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں گویا انہیں کرنے کو اور کچھ کام نہیں ہے، ایک معمولی فہم رکھنے والا فرد بھی اس ”نابینہ عصر“ کی رائے کی اس نامعقولیت کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

(۲) مولانا وحید الدین خان کا عتاب جو اربھانائی صورت میں مسلمانوں پر نازل ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں پر اس بنا پر خوب برستے ہیں کہ انہوں نے ”دوسری قوموں کو سیاسی حریف“ سمجھ رکھا ہے اور وہ خواہ مخواہ ”ایسے جھگڑنے کھڑے“ کرتے ہیں جن سے دوسری اقوام سے ”تعلقات خراب ہو جائیں“ موصوف اسلامی تاریخ کے علوم کے ”قارون“ ہیں اور اپنی دعوت کو قرآن و سنت کے عین مطابق قرار دیتے ہیں۔ مگر ان کے طاقتور حافظے میں وہ قرآنی آیات قائم نہیں رہیں یا وہ علمی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کفار مومنوں کے دوست ہرگز نہیں ہو سکتے۔ یہاں تک کہ مسلمان دین اسلام چھوڑ کر ان کا دین نہ اپنا

لیں اور پھر صحابہ کرامؓ نے تو (معاذ اللہ) خواہ مخواہ ہی ایران، فلسطین اور شام پر حملے کئے تھے؟ ایرانیوں اور رومی سلطنتوں سے ٹکر لے کر انہوں نے ”دعوت کے امکانات خراب“ ہی کئے تھے؟ اور پھر خود رسالت مآبؐ جو داعی اعظم تھے، انہوں نے بھی مولانا وحید الدین خان کے ”معیار دعوت“ کے مطابق ۲۸ غزوات میں شریک ہو کر عرب قبائل کے اسلام قبول کرنے کے امکانات کو معاذ اللہ خراب ہی کیا تھا۔ اس سے زیادہ اسلامی تاریخ سے لغو، غیر منطقی اور بھونڈا استنباط اور اسلامی دعوت کے اسلوب کا اس سے زیادہ مسخ شدہ تصور شاید ہی کسی اسلامی مبلغ نے پیش کیا ہو۔ مولانا وحید الدین خان دوسروں پر ”خدا کے غضب کو بھڑکانے“ کا الزام لگا کر خود اسلامی تاریخ کے مستند حقائق کو اپنے خود ساختہ عقلی معیارات کے انگاروں پر رکھ کر سلگانے کے غضب انگیز فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔

(۳) ناموس رسالت کا تحفظ مسلمانوں کے نزدیک دین کی اساس ہے۔ جیسا کہ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: نبی کریمؐ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے۔ ”مگر دور جدید کا ایک بد بخت، بر خود غلط مبلغ اسلام کس دھڑلے سے کہہ رہا ہے کہ ”شتم رسول“ کے خلاف مسلمانوں کی سرگرمی ایک ”دعوت کش“ سرگرمی ہے۔ اور اس کی فکری لغویت کی معراج کا بھی اندازہ کیجئے کہ وہ جذباتی تشبیح سے یہاں تک کہہ جاتا ہے ”ابن ابی شیبہؒ بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا“ یہ فتویٰ مولانا وحید الدین خان کے ظلمت مآب فتویٰ خانہ کی جعلی نکسال کا کوئی سکہ تو ہو سکتا ہے، مگر اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مولانا موصوف ”شتم رسول کے خلاف سرگرمی“ کو ”غیر اسلامی“ قرار دینے سے پہلے اگر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ کے علاوہ علامہ تقی الدین سبکیؒ کی کتاب ”السيف المسلول علی من سب الرسول“ اور علامہ زین العابدین شامیؒ کی ”تنبيه الولاة والحكام علی احکام شاتم خیر الأنام“ اور علامہ ابن الطلاع اندلسیؒ کی مایہ ناز تالیف ”اقضية الرسول“ کا بالاستیعاب مطالعہ فرمانے کا تردد کر لیتے تو ان پر اپنی جہالت کا انکشاف کوئی ناممکن امر نہیں تھا لیکن انہوں نے تو اپنے مخصوص تصورات کی تبلیغ کے لئے قرآن و سنت سے محض اپنے مطلب کے ان حوالہ جات کے انتخاب کا شغل اختیار کر رکھا ہے جس سے ان کے خانہ زاد اسلام کی تائید کا پہلو نکلتا ہو۔ دور جدید میں مولانا وحید الدین خان سونے تاویل کا بیٹھا زہر

گھول کر نوجوان اذہان کو متاثر کرنے دعویٰ کر سکیں گے۔ اسلام میں تو یہ اس کے مرتکب کے لئے سزائے مرگ تک ملت اسلامیہ میں کبھی بھی مختلف اسے ایک ”دعوت کش“ اور ”لغوئیہ“ نہیں ہوتے۔

(۴) ملعون رشدی کے خلاف شعور سے محرومی اور اس کو سوتی۔ روش کیا ہے۔ اگر وحید الدین خان کا کہنا کہ اس سے بڑا ”فتور“ کوئی اور ”دعوتی شعور“ پیدا کرنا چاہتے ہیں کش فتور ہے۔ ایسے دعوتی شعور کا رسالت کے مسئلہ کے بارے میں رسول کے خلاف انہیں احتجاج برپا نہیں کیا گیا ہے۔ ایسے دعوتی شعور کا زبیرؓ میں بھی پیدا ہو جاتا تو وہ کبھی عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص میرے دشمن سے بچائے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا سامان رکھتے ہیں تو بر ملا اعلان کریں کہ وہ ولیدؓ نے بھی اس آدمی کو قتل کر لیا ہے کہ شاتم رسول ”مباح“ ایسے درجنوں واقعات درج کئے ہندوستان کا مانچو لیا اور اخلاقی بزدلی ”دعوت کش“ اور ”غیر اسلامی“ کی فکر کے ”گمراہ“ ہونے کے لئے

ذ(معاذ اللہ) خواہ مخواہ ہی ایران، فلسطین اور شام پر حملے کئے تھے؟ سے لکر لے کر انہوں نے ”دعوت کے امکانات خراب“ ہی کئے بوجو داعی اکظم تھے، انہوں نے بھی مولانا وحید الدین خان کے ۲۸ غزوات میں شریک ہو کر عرب قبائل کے اسلام قبول لاند خراب ہی کیا تھا۔ اس سے زیادہ اسلامی تاریخ سے لغو، غیر لائی دعوت کے اسلوب کا اس سے زیادہ مسخ شدہ تصور شاید ہی ہو۔ مولانا وحید الدین خان دوسروں پر ”خدا کے غضب کو سلامی تاریخ کے مستند حقائق کو اپنے خود ساختہ عقلی معیارات کے غضب انگیز فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ت کا تحفظ مسلمانوں کے نزدیک دین کی اساس ہے۔ جیسا کہ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی و جدید کا ایک بد بخت، بر خود غلط مبلغ اسلام کس دھڑلے سے کے خلاف مسلمانوں کی سرگرمی ایک ”دعوت کش“ سرگرمی (مصران کا بھی اندازہ کیجئے کہ وہ جذباتی تشخ سے یہاں تک کہہ بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا“ یہ فتویٰ مولانا وحید علی خان کی جعلی کمال کا کوئی سکہ تو ہو سکتا ہے، مگر اس کا اسلام - مولانا موصوف ”شتم رسول کے خلاف سرگرمی“ کو ”غیر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم المسلول علی امام تقی الدین سبکی کی کتاب ”السيف المسلول علی من العابدین شامی“ کی ”تنبيه الولاة والحکام علی احکام بن الطلاع اندلسی کی مایہ ناز تالیف ”اقضية الرسول“ کا کر لیتے تو ان پر اپنی جہالت کا انکشاف کوئی ناممکن امر نہیں تصورات کی تبلیغ کے لئے قرآن و سنت سے محض اپنے انتخاب کا شغل اختیار کر رکھا ہے جس سے ان کے خانہ زاد جدید میں مولانا وحید الدین خان سوئے تاویل کا بیٹھا ہر

گھول کر نوجوان اذہان کو متاثر کرنے کا جو فن جانتے ہیں، اس میں بہت کم لوگ ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکیں گے۔ اسلام میں تو بین رسالت کا ارتکاب ہمیشہ ایک سنگین جرم سمجھا جاتا رہا ہے اور اس کے مرتکب کے لئے سزائے موت کا مسئلہ رسول کریم ﷺ کے دور اقدس سے لے کر آج تک ملت اسلامیہ میں کبھی بھی مختلف فیہ نہیں رہا۔ مگر ”وحید خانی فتنہ“ کی جسارتیں ملاحظہ کیجئے کہ وہ اسے ایک ”دعوت کش“ اور ”لغویت کی حد تک غیر اسلامی“ قرار دینے میں کسی شرمساری کا شکار نہیں ہوتے۔

(۴) ملعون رشدی کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کی وجہ بقول وحید الدین خان ”دعوتی شعور سے محرومی“ اور اس کوئی سے ان کا ہاتھ دھو بیٹھنا ہے جس سے وہ جانچ سکیں کہ اسلام کی روش کیا ہے۔ اگر وحید الدین خان کے نزدیک اسلام کا ”دعوتی شعور“ یہی ہے تو پھر یقین کرنا پڑے گا کہ اس سے بڑا ”فتور“ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ وحید خان صاحب مسلمانوں میں جس درجے کا ”دعوتی شعور“ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے عواقب و نتائج کے اعتبار ایک بہت بڑا فتنہ اور ایک دین کش فتور ہے۔ ایسے دعوتی شعور کو مسلمان پائے حقارت سے ٹھکراتے ہیں کہ جو انہیں ناموس رسالت کے مسئلہ کے بارے میں بے غیرت و بے حمیت بنادے اور جو رشدی جیسے ملعون شاتم رسول کے خلاف انہیں احتجاج برپا کرنے سے باز رکھے۔ اگر یہی ”دعوتی شعور“ خدا نخواستہ حضرت زبیرؓ میں بھی پیدا ہو جاتا تو وہ کبھی ایک شاتم رسول کی گردن نہ اڑاتے۔ مصنف عبدالرزاق میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرمؐ کو گالی دی۔ آپ نے فرمایا ”کون ہے جو مجھے میرے دشمن سے بچائے“ حضرت زبیرؓ نے کہا: ”میں“ چنانچہ زبیرؓ نے اسے لٹکا اور قتل کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کا سامان حضرت زبیرؓ کو دلوادیا۔ مولانا وحید الدین خان اگر اخلاقی جرات رکھتے ہیں تو بر ملا اعلان کریں کہ حضرت زبیرؓ کی یہ سرگرمی بھی ”غیر اسلامی“ تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بھی اس آدمی کو قتل کر دیا تھا جو رسول اکرمؐ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ مسلمان فقہاء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول ”مباح الدم“ (جس کا خون جائز ہو) ہے۔ مذکورہ بالا معروف کتب میں ایسے درجنوں واقعات درج کئے گئے ہیں جن میں شاتم رسول کو قتل کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ مگر ہندوستان کا مانجھو لیا اور اخلاقی بزدلی کا شکار، بزعم خویش داعی اسلام آج ”شتم رسول“ کی سرگرمی کو ”دعوت کش“ اور ”غیر اسلامی“ کہہ کر اپنی گمراہ کن فکر کا پرچار کر رہا ہے۔ مولانا وحید الدین خان کی فکر کے ”گمراہ“ ہونے کے لئے محض یہی بات کافی ہے کہ وہ ناموس رسالت کے تحفظ کے

بارے میں بے حمیت کا شکار ہے۔

(۵) مولانا وحید الدین خان کو مسلمانوں سے شکایت ہے کہ ”کوئی شخص یا گروہ اگر ذرا بھی ان کے خلاف مزاج بات کرے تو وہ فوراً مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگتے ہیں“ بھارت کے اس عقل پرست مسلمان متحدہ کی بے حسی کا کس قدر نوحہ رقم کریں۔ وہ ملعون رشتہ کے معاملہ پر کتاب لکھ رہا ہے۔ مگر رشتہ کی گستاخی کو ”ذرا بھی خلاف مزاج“ بات سمجھتا ہے۔ اگر اس نے رشتہ کی کتاب پڑھی ہے اور پھر بھی اس کی رائے میں ”ذرا سی“ بات ہے تو سمجھ لینا چاہئے۔

عزت نام تھا جس کا گنی تیور کے گھر سے

رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات سن کر یا گستاخی کا کوئی مظاہرہ دیکھ کر اگر کوئی مسلمان اشتعال میں نہیں آتا تو وہ بلاشبہ بے حمیت ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ”کوئی مسلمان اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ محبوب نہ جانے“۔ آج کے دور میں اگر ایک مسلمان حتیٰ کہ غیر مسلم اپنی ماں کے خلاف غلیظ گالیاں سنتا ہے اور پھر اس پر خاموش رہتا ہے تو اس کو ”بے غیرت“ کہا جائے گا۔ جب حضور اکرم ﷺ سے محبت ماں باپ سے محبت سے بھی زیادہ ہو تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی مسلمان آپ کے خلاف گستاخی پر اشتعال میں نہ آئے۔ اکابر صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عمرؓ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ تو ظاہر کرتا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے خلاف معمولی سی گستاخی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ایک یہودی کو محض اس بنا پر قتل کر دیا کہ اسے حضور اکرم ﷺ نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر اعتماد نہیں تھا اور وہ حضرت عمرؓ سے فیصلہ کرانے آگیا تھا۔ حضرت عمرؓ تو معمولی معمولی باتوں پر تلوار نکال لیتے تھے۔ یہ ان کی غیر متوازن جذباتیت نہیں تو بلکہ دینی حمیت کا اظہار تھا۔

یہاں مولانا وحید الدین خان کے فکری تضادات اور دوہرے معیارات کا پول کھولنا بھی مفید معلوم ہوتا ہے۔ موصوف ”شتم رسول کا مسئلہ“ میں تو لکھتے ہیں ”ناگوار باتوں پر مشتعل ہو جانے کی اس فہرست میں سب سے نمایاں چیز وہ ہے جس کو ”ناموس رسول پر حملہ“ یا رسول کی شان میں گستاخی“ جیسے جذباتی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔“ اور کہتے ہیں اس کا ”اسلام تو درکنار عقل و ہوش سے بھی دور کا تعلق نہیں ہے“ مگر اپنے ماہنامہ الرسالہ کے

جون ۱۹۹۹ء کے شمارے میں جماعت اسلامی ہندوستان

خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ نے میرے بارے میں غضب (غصہ) آپ اپنی تحریروں میں سکینت اور روحانیت کا اظہار غضب کا جذبہ پایا ہے اور غضب اور روحانیت کا ایک کروں گا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت نہ ہونے کا تصور ایک غیر اسلامی تصور ہے، وہ کوئی اسلامی تصور یہ ہے کہ آدمی کا غضب صرف حق۔ تائید میں یہاں میں چند حوالے نقل کرتا ہوں:

”حضرت موسیٰ خدا کے پیغمبر تھے مگر قرآن حالت طاری ہوئی (الاعراف: ۱۵۰) اسی طرح میں کثرت سے رسول اور اصحاب رسول کے غضب صرف چند مثالیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

- (۱) ”فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ حَتَّى عَرَفَ كِتَابَ الْفُصَاكِلِ“
- (۲) ”فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ غَضِبًا شَدِيدًا“
- (۳) ”فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ“..... (صحیح البخاری)
- (۴) ”فَغَضِبَ عُمَرُ“..... (صحیح البخاری)
- (۵) ”فَغَضِبَ عَلِيٌّ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ“
- (۶) ”فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَغَضِبَتْ“.....

کوئی صاحب عقل و دانش یقین نہیں کرے مگر جو وحید الدین خان کے فکری انتشار، ذہنی خلفاندگی انہیں اس پر کوئی حیرت نہیں ہوگی۔ وحید خان ص اونچے درجے کے گھاڑو ہیں۔ اپنی ذات میں غضب کتب احادیث سے دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ غضب نہ ہونے کا تصور ایک غیر اسلامی تصور ہے۔

بن خان کو مسلمانوں سے شکایت ہے کہ ”کوئی شخص یا گروہ اگر بات کرے تو وہ فوراً مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگتے ہیں“ مسلمان متحد کی بے حسی کا کس قدر نوحہ رقم کریں۔ وہ ملعون رہا ہے۔ مگر شدی کی گستاخی کو ”ذرا بھی خلاف مزاج“ بات کی کتاب پڑھی ہے اور پھر بھی اس کی رائے میں ”ذرا سی“ بات

عزت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

نان میں گستاخانہ کلمات سن کر یا گستاخی کا کوئی مظاہرہ دیکھ کر نہیں آتا تو وہ بلاشبہ بے حمیت ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ مسلمان اس وقت تک سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ محبوب نہ جانے۔“ آج کے دور میں اگر ایک مسلمان حتیٰ کہ گالیاں سنتا ہے اور پھر اس پر خاموش رہتا ہے تو اس کو ”بے راکرم ﷺ سے محبت ماں باپ سے محبت سے بھی زیادہ ہو تو مسلمان آپ کے خلاف گستاخی پر اشتعال میں نہ آئے۔ اکابر کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ تو ظاہر کرتا ہے کہ وہ حضور گستاخی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ قتل کر دیا کہ اسے حضور اکرم ﷺ نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر سے فیصلہ کرانے آگیا تھا۔ حضرت عمرؓ تو معمولی معمولی باتوں سے غیر متوازن جذباتیت نہیں تو بلکہ دینی حمیت کا اظہار تھا۔

خان کے فکری تضادات اور دوہرے معیارات کا پول کھولنا ہوف ”شتم رسول کا مسئلہ“ میں تو لکھتے ہیں ”ناگوار باتوں پر میں سب سے نمایاں چیز وہ ہے جس کو ”ناموس رسول پر“ جیسے جذباتی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔“ اور کہتے ہیں اس سے بھی دور کا تعلق نہیں ہے“ مگر اپنے ماہنامہ الرسالہ کے

جون ۱۹۹۹ء کے شمارے میں جماعت اسلامی ہندوستان کے سینئر رکن مولانا جمیل احمد صاحب کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ نے میرے بارے میں غضب (غصہ) کی شکایت کی ہے اور یہ اشارہ فرمایا ہے کہ آپ اپنی تحریروں میں سکینت اور روحانیت کا اظہار کرتے ہیں مگر آپ کے اندر میں نے غضب کا جذبہ پایا ہے اور غضب اور روحانیت کا ایک ساتھ جمع ہونا ممکن نہیں ہے۔ میں عرض کروں گا کہ آپ کی یہ بات درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی آدمی کے اندر غضب نہ ہونے کا تصور ایک غیر اسلامی تصور ہے، وہ کوئی اسلامی تصور نہیں۔ اس معاملہ میں صحیح اسلامی تصور یہ ہے کہ آدمی کا غضب صرف حق کے لئے ہو، وہ اپنی ذات کے لئے نہ ہو، اس کی تائید میں یہاں میں چند حوالے نقل کرتا ہوں:

”حضرت موسیٰ خدا کے پیغمبر تھے مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر غضب کی حالت طاری ہوئی (الاعراف: ۱۵۰) اسی طرح اگر آپ حدیث کی کتابوں کو دیکھیں تو اس میں کثرت سے رسول اور اصحاب رسول کے غضب کا ذکر ملے گا۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ صرف چند مثالیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

(۱) ”فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ حَتَّى عَرَفَ الْغَضِبَ فِي وَجْهِهِ“..... (صحیح مسلم، کتاب الفسائل)

(۲) ”فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ غَضِبًا شَدِيدًا“..... (صحیح البخاری۔ کتاب الاذان)

(۳) ”فَغَضِبَ ابُوبَكْرٍ“..... (صحیح البخاری۔ کتاب الادب)

(۴) ”فَغَضِبَ عُمَرُ“..... (صحیح البخاری۔ کتاب الادب)

(۵) ”فَغَضِبَ عَلِيٌّ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهَهُ“..... (النسائی۔ کتاب الضحایا)

(۶) ”فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَ غَضِبْتَ“..... (مسند احمد: صفحہ ۳۷-۳۸)

کوئی صاحب عقل و دانش یقین نہیں کرے گا کہ یہ دو اقتباسات کسی ایک مصنف کے ہیں۔ مگر جو وحید الدین خان کے فکری انتشار، ذہنی خلفشار اور دوہرے معیارات سے بخوبی واقف ہیں، انہیں اس پر کوئی حیرت نہیں ہوگی۔ وحید خان صاحب سوائے تاویل کے فن میں یکتا ہیں وہ ایک اونچے درجے کے گھاڑو ہیں۔ اپنی ذات میں غضب کی صفت کے دفاع کے لئے کس طرح قرآن و کتب احادیث سے دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ یہاں بتا رہے ہیں کہ ایک روحانی آدمی کے اندر غضب نہ ہونے کا تصور ایک غیر اسلامی تصور ہے۔ مگر اس کائنات کی عظیم ترین ہستی کی توہین پر اگر

ایک مسلمان غضب کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہی سوائے تاویل کا بادشاہ مصنف اسے ”ناگوار باتوں کی فہرست میں سب سے نمایاں چیز“ بنا کر دکھاتا ہے۔ مولانا وحید الدین خان جو اپنے آپ کو ”عقل مجسم“ اور اپنی ہر تاویل کو ایک ”علمی دلیل“ کہنے پر اصرار کرتے ہیں، وہ اس فکری تضاد کے متعلق کیا ارشاد فرمائیں گے؟ ان کی دونوں باتوں میں سے ایک بات تو یقیناً غلط ہے۔ اب وہ خود ہی بتائیں کہ اول الذکر بات درست ہے یا مؤخر الذکر۔ ان کے اپنی فکری تضادات نے انہیں برصغیر پاک و ہند کا سب سے بڑا متنازعہ فیہ اور تناقض فکر میں مبتلا ”اسلامی سکالر“ بنا دیا ہے اور اس ”غزالی ہند“ کی علمی بددماغی یہ ہے کہ مولانا مودودی جیسے عظیم مفکر اسلام کو بھی بہت اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے۔ حضور! آپ تو شتم رسول کے خلاف مسلمانوں کے شدید رد عمل کو ان کے ”لغو مزاج“ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ آپ کی اپنی غضب ناکی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ یہ تو کوئی بہت ہی فلسفیانہ اور عالمانہ لغو مزاجی ہوگی جس کے دفاع میں آپ نے مذکورہ بالا دادِ تحقیق دی ہے

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت ..... دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(۶) مولانا وحید الدین خان مسلمانوں کو جس ”صبر اور اعراض“ کی تلقین فرما رہے ہیں وہ بے غیرتی اور بے حمیت کے زمرے میں آتی ہے۔ اگر وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی کمزور پوزیشن کے نتیجے میں اس اخلاقی بزدلی کا شکار ہو گئے ہیں تو انہیں اس بزدلی میں مسلمانوں کو شریک ہونے کی دعوت نہیں دینی چاہئے۔ یہ ان کے ارادہ کی پستی ہے جو انہیں دوسری اقوام سے متحارب ہونے نہیں دیتی۔ اور وہ بے حد بے شرمی سے اسے ”رسول اور اصحاب رسول کا طریقہ“ بھی بتلاتے ہیں۔ یہ محض ان پر الزام تراشی ہے۔ رسول اکرم کے صحابہ کا یہ طرز عمل ہرگز نہیں تھا۔ یہ جو انہوں نے مسلمانوں اور غیر اقوام میں ”داعی اور مدعو“ کا تصور پیش کیا ہے یہ ان کا خانہ زاد تصور ہے۔ اسلام کے تصور دعوت میں ”جہاد“ بھی ایک مستقل عمل ہے اور جہاد تصادم اور تحارب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مسلمانوں کا جہاد بذات خود ایک دعوت ہے۔ مولانا وحید الدین خان کی سوچ پر اگر ہندوستان کے مسلمان عمل کرنا شروع کر دیں تو دو چار نسلوں کے بعد ان کی حالت وہی ہوگی جو چین کے مسلمانوں کی ہوئی تھی۔ وہ مسلمانوں میں بزدلی، بے غیرتی اور بے حمیت کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے تشخص اور وجود کے لئے سم قاتل ہوگی۔ وحید الدین خان نے فرض کر

رکھا ہے کہ اگر مسلمان دوسری اسلام میں شامل ہو جائیں گی۔ کریں تو دشمنان اسلام کی ریشہ و آخر اکثریتی فرقہ کے خلاف کیا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ کیا سائے کر دیا۔ ہندو راہنما بال ٹھاکرے نہیں ہندو بنانا چاہتا ہے۔ ایسے ہوگا۔ اب تو عزیمت، جرات اور مسلح ہو کر وہ اقلیت کے باوجود

(۷) گذشتہ دس سال الدین خان کے خدشات و مفرور سلمان رشدی ملعون کے خلاف نہیں کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات نے اسلام قبول کیا ہے، زیادہ ہے۔ اسلام تیزی سے یورپ گیا ہے۔ بالخصوص یورپ و امریکہ رہی ہیں۔ مگر وحید الدین خان کا میں راسخ یہ سیوک سنگھ کے مسلمان نہیں کر سکے۔ تو پھر اس فراد، ڈھونگ اور ایک انیون ہے خانی فکر ایک ایسا تار عنکبوت ہے

کہتا ہے تو یہی سوائے تاویل کا بادشاہ مصنف سے ”ناگوار باتوں  
 کی چیز“ بنا کر دکھاتا ہے۔ مولانا وحید الدین خان جو اپنے آپ کو  
 ”علمی دلیل“ کہنے پر اصرار کرتے ہیں، وہ اس فکری  
 باتوں کی دونوں باتوں میں سے ایک بات تو یقیناً غلط  
 اور الذکر بات درست ہے یا مؤخر الذکر۔ ان کے اپنی فکری  
 پاک و ہند کا سب سے بڑا تنازعہ فیہ اور تقاض فکری میں مبتلا  
 ”غزالی ہند“ کی علمی بددماغی یہ ہے کہ مولانا مودودی جیسے  
 اہمیت دینے کو تیار نہیں ہے۔ حضور! آپ تو شتم رسول کے  
 عمل کو ان کے ”لغو مزاج“ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ آپ کی اپنی  
 ادب ہے؟ یہ تو کوئی بہت ہی فلسفیانہ اور عالمانہ لغو مزاجی ہوگی جس  
 ہا بلا داد تحقیق دی ہے

کی داناں کی حکایت ..... دامن کو ذرا دیکھ ڈرا بنو قباید

سین خان مسلمانوں کو جس ”صبر اور اعراض“ کی تلقین فرما رہے  
 کے زمرے میں آتی ہے۔ اگر وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی  
 اس اخلاقی بزدلی کا شکار ہو گئے ہیں تو انہیں اس بزدلی میں  
 دعوت نہیں دینی چاہئے۔ یہ ان کے ارادہ کی پستی ہے جو انہیں  
 نے نہیں دیتی۔ اور وہ بے حد بے شرمی سے اسے ”رسول اور  
 بتلاتے ہیں۔ یہ محض ان پر الزام تراشی ہے۔ رسول اکرم کے  
 تھا۔ یہ جو انہوں نے مسلمانوں اور غیر اقوام میں ”داعی اور  
 کا خانہ زو تصور ہے۔ اسلام کے تصور دعوت میں ”جہاد“ بھی  
 تصادم اور تحارب کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مسلمانوں کا جہاد  
 مولانا وحید الدین خان کی سوچ پر اگر ہندوستان کے مسلمان  
 نسلوں کے بعد ان کی حالت وہی ہوگی جو چین کے مسلمانوں  
 بزدلی، بے غیرتی اور بے ہمتی کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں  
 بود کے لئے سم قاتل ہوگی۔ وحید الدین خان نے فرض کر

رکھا ہے کہ اگر مسلمان دوسری اقوام کے خلاف عسکری جدوجہد نہیں کریں گے تو وہ خود بخود دائرہ  
 اسلام میں شامل ہو جائیں گی۔ انہیں اس بات کی ہرگز پروا نہیں ہے کہ اگر مسلمان جدوجہد نہ بھی  
 کریں تو دشمنان اسلام کی ریشہ دو انیاں خود بخود ختم نہیں ہو جائیں گی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے  
 آخر اکثریتی فرقہ کے خلاف کتنی جارحانہ کارروائیاں کی ہیں۔ انہوں نے عام طور پر صبر کا مظاہرہ  
 کیا ہے۔ مگر اس کا نتیجہ کیا سامنے آیا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخی بابر مسجد کو ہندو جنونیوں نے مسمار  
 کر دیا۔ ہندو رہنما بال ٹھا کرے مسلمانوں کو بھارت چھوڑ کر نکل جانے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ وہ  
 نہیں ہندو بنانا چاہتا ہے۔ ایسے حالات میں وحید الدین خان صاحب کا نسخہ تباہی کا پیش خیمہ ثابت  
 ہوگا۔ اب تو عزیمت، جرات اور جارحانہ پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ یہی وہ ہتھیار ہیں جن سے  
 مسلح ہو کر وہ اقلیت کے باوجود اکثریت کی مخالفت کارروائیوں کا سامنا کر سکتے ہیں۔

(۷) گذشتہ دس سالوں کے دوران پیش آمدہ واقعات اور مجرد حقائق نے مولانا وحید  
 الدین خان کے خدشات و مفروضات کو بے جا اور ان کی سوچ کو غلط اور گمراہ کن ثابت کیا ہے۔  
 سلمان رشدی ملعون کے خلاف احتجاج نے امریکہ، یورپ میں دعوت اسلام کے امکانات کو ختم  
 نہیں کیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دس سالوں کے درمیان امریکہ و یورپ میں جس قدر خواتین و  
 حضرات نے اسلام قبول کیا ہے، وہ تعداد بیسیوں صدی کے دیگر نو عشروں کی اجتماعی تعداد سے بھی  
 زیادہ ہے۔ اسلام تیزی سے یورپ و امریکہ میں پھیل رہا ہے۔ فرانس میں اسلام دوسرا بڑا مذہب بن  
 گیا ہے۔ بالخصوص یورپ و امریکہ کی خواتین اسلام کے آفاقی پیغام سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر  
 رہی ہیں۔ مگر وحید الدین خان کا اسلوب دعوت کوئی نتائج دینے میں ناکام رہا ہے۔ وہ گذشتہ سالوں  
 میں راشنریہ سیوک سنگھ کے جلسوں میں شریک ہوتے رہے ہیں اور ایک بھی ہندو کو اب تک  
 مسلمان نہیں کر سکے۔ تو پھر اس دعوت کا فائدہ اور مقصد کیا ہے۔ وحید خانی روحانیت محض ایک  
 فراڈ، ڈھونگ اور ایک ایفون ہے، اس کا اسلام کی تعلیمات سے محض نام کی حد تک تعلق ہے۔ وحید  
 خانی فکر ایک ایسا تار عنکبوت ہے جس میں کمزور سے کمزور کبھی کو بھی پھانسنے کی طاقت نہیں ہے۔

## رشدی کی گستاخی کی مثال نہیں ملتی!

اللهم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید

اللهم صلی محمد وآلہ و أزواجہ و اهل بیته و أصحابہ وسلم

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ مضمون کے اس حصہ کو پڑھنے سے پہلے اور بعد میں کم از کم گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں بالخصوص و أزواجہ و اهل بیته کے الفاظ پر توجہ مرکوز کریں۔

وحید الدین خان نے قلمی بد احتیاطی یہ کی ہے کہ خنزیر رشدی کے ہفتاتی ناول کے ان حصوں کو بھی ہو بہو نقل کر دیا ہے کہ جن کا زبان پر لانا تو کجا، ایک مسلمان کے لئے تصور میں لانا بھی ایک اذیت ناک تجربے سے کم نہیں ہوتا اور ایسے الفاظ کو ”نقل کفر کفر نہ باشد“ کی تاویل کا سہارا لے کر بھی نقل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے بارہا اس بات پر غور کیا ہے کہ ان الفاظ کو اپنے مضمون میں نقل کرے یا نہیں۔ ہر بار دل کانپ اٹھتا تھا اور قلم کی زبان پر لرزش اور لکنت طاری ہو جاتی تھی۔ مگر جب وحید الدین خان کے بعد کے آنے والے ابواب پر غور کرتا تو پھر ایک ذہنی کشمکش سے دوچار ہونا پڑتا۔ وحید الدین خان نے صفحات کے صفحات یہ دکھانے کے لئے رقم کئے ہیں کہ ملعون رشدی کی گستاخی بھی ویسے ہی ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں یا بعد میں بعض گستاخان رسول کی گستاخیاں تھیں۔ اس کے خیال میں جس طرح قریش مکہ کی گستاخیوں کو رسول اکرم ﷺ نے معاف فرمادیا تھا، بالکل اسی طرح دور جدید کے مسلمانوں کو رشدی کے ساتھ اعراض کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ راقم کے نزدیک وحید الدین خان کی کتاب کا سب سے قابل اعتراض اور مردود پہلو یہی ہے۔ وہ عام قاری کے ذہن کو منتشر کر کے اسے رشدی کے خلاف سکوت اختیار کرنے کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں۔ وحید الدین خان نے رشدی کی کتاب سے یہ الفاظ نقل کرتے ہوئے اپنے بھونڈے اصول کی بھی خود خلاف ورزی کی ہے۔ وہ اپنی کتاب میں متعدد مرتبہ یہ لکھ چکے ہیں کہ اگر مسلمان رشدی کی ہفتات کے خلاف احتجاج نہ کرتے تو کوئی بھی اس کو نہ

پڑھتا اور نہ ہی کسی کو علم ہوتا کہ ا  
ہو وہ خیالات صرف اپنی کتاب میں  
تمام دنیا کے اخبارات و رسائل  
سکے۔ اپنی تائید میں انہوں نے پاک

”توہین عقیدہ کو دہر

اس بات کے مد نظر میرے

قابل اعتراض موضوعات

رشدی نے کیا ہے“ (صفحہ ۹

مگر خاموشی، اعراض او

نقل کر کے اپنے وضع کردہ معجز

ملعون رشدی کی کتاب کو براہ ر

ان گستاخانہ الفاظ سے واقف ہو

راقم الحروف نے تہیہ ک

وحید الدین خان کی قلمی بد عنوانی

مجبوراً دل پر ہاتھ رکھ کر ان الفا

رب! مجھے اس ”نقل کفر“ کے گ

قدر کر بناک ہے!

(۱) اسم محمد ﷺ کی جگہ

سگ، مغرب، ملعون ر

مقدس، منزہ و مبارک نام کے

”مصنف نے کتاب ک

(Mahound) کی نسبت سے

ہوئی شکل ہے“ (صفحہ ۳۸)

”مسلمان رشدی نے اپ

## کی گستاخی کی مثال نہیں ملتی!

علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
علی آل ابراہیم انک حمید مجید

محمد وآلہ و أزواجه و اهل بیتہ و أصحابہ و سلم  
زارش ہے کہ مضمون کے اس حصہ کو پڑھنے سے پہلے اور بعد  
شریف پڑھیں بالخصوص و أزواجه و اهل بیتہ کے الفاظ پر

قلمی بداحتیاطی یہ کی ہے کہ خنزیر رشدی کے ہفتاتی ناول کے  
لکھ دیا ہے کہ جن کا زبان پر لانا تو کجا، ایک مسلمان کے لئے تصور  
نہیں ہے کم نہیں ہوتا اور ایسے الفاظ کو ”نقل کفر کفر نہ باشد“  
نقل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ راقم الحروف نے بارہا اس بات پر غور  
میں نقل کرے یا نہیں۔ ہر بار دل کانپ اٹھتا تھا اور قلم کی  
ی ہو جاتی تھی۔ مگر جب وحید الدین خان کے بعد کے آنے  
ہر ایک ذہنی کشش سے دوچار ہونا پڑتا۔ وحید الدین خان نے  
نے کے لئے رقم کئے ہیں کہ ملعون رشدی کی گستاخی بھی ویسے ہی  
قلمی کے زمانہ میں یا بعد میں بعض گستاخان رسول کی گستاخیاں  
طرح قریش مکہ کی گستاخیوں کو رسول اکرم ﷺ نے معاف  
و جدید کے مسلمانوں کو رشدی کے ساتھ اعتراض کا برتاؤ کرنا  
الدین خان کی کتاب کا سب سے قابل اعتراض اور مردود پہلو  
ن کو منتشر کر کے اسے رشدی کے خلاف سکوت اختیار کرنے  
وحید الدین خان نے رشدی کی کتاب سے یہ الفاظ نقل کرتے  
بھی خود خلاف ورزی کی ہے۔ وہ اپنی کتاب میں متعدد مرتبہ یہ  
ندی کی ہفتات کے خلاف احتجاج نہ کرتے تو کوئی بھی اس کو نہ

پڑھتا اور نہ ہی کسی کو علم ہوتا کہ اس نے کیا گستاخی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں ”مسلمان رشدی نے اپنے بے  
ہودہ خیالات صرف اپنی کتاب میں لکھے تھے مگر مسلمانوں کے شور و غل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی باتیں  
تمام دنیا کے اخبارات و رسائل میں چھپیں“ (صفحہ نمبر ۱۳) مگر وہ اپنے اصول پر خود قائم نہ رہ  
سکے۔ اپنی تائید میں انہوں نے پاکستان کی سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کا یہ بیان بھی درج کیا ہے:

”توین عقیدہ کو دہرانا بھی ویسا ہی گناہ ہے جیسا بجائے خود توین کرنا۔ انہوں نے کہا کہ

اس بات کے بد نظر میرے خیال سے بنیاد پرست مذہبی لوگ بھی رشدی کے ناول اور اس کے  
قابل اعتراض موضوعات کی تشہیر کر کے اسی گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں جس کا ارتکاب  
رشدی نے کیا ہے“ (صفحہ ۹۹)

مگر خاموشی، اعتراض اور نظر انداز کرنے کی تبلیغ کرنے والا مصنف خود ہی ان حصوں کو  
نقل کر کے اپنے وضع کردہ معیار کے مطابق ”گناہ“ کا مرتکب ہوا ہے۔ اردو دان طبقہ جس نے  
ملعون رشدی کی کتاب کو براہ راست نہیں پڑھا تھا، اب وحید الدین خان کی کتاب کو پڑھنے کے بعد  
ان گستاخانہ الفاظ سے واقف ہو گیا ہے۔

راقم الحروف نے تہیہ کیا تھا کہ وحید الدین خان کی کتاب سے وہ اقتباسات نقل نہ کرے مگر  
وحید الدین خان کی قلمی بد عنوانی اور رشدی کی گستاخی کی سنگینی اور شدت کو واضح کرنے کے لئے  
مجبوراً دل پر ہاتھ رکھ کر ان الفاظ کو نقل کرنے پر مجبور ہوا ہے۔ اسے دلوں کے حال جاننے والے  
رب! مجھے اس ”نقل کفر“ کے گناہ سے معاف فرما۔ تو جانتا ہے کہ ان کو نقل کرنا میرے لئے کس  
قدر کر بناک ہے!

(۱) اسم محمد ﷺ کی جگر پاش اہانت

سگ مغرب، ملعون رشدی نے وجہ تخلیق کائنات، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے  
مقدس، منزه و مبارک نام کے متعلق کیا انکارے برسائے ہیں؟ وحید الدین خان کے الفاظ میں:  
”مصنف نے کتاب کا نام (شیطانی کلام) بطور خود اس کے اساسی کردار ”مجاؤنڈ“  
(Mahound) کی نسبت سے استعمال کیا ہے جو کہ نعوذ باللہ حضرت محمد ﷺ کے نام کی گزری  
ہوئی شکل ہے“ (صفحہ ۳۸)

”مسلمان رشدی نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک توہین آمیز نام مجاؤنڈ

(Mahound) کا استعمال کیا ہے۔ یہ نام بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک لغو ہے۔ انگریزی میں ہاؤنڈ کا لفظ کتے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "Ma" انگریزی لفظ مائی "My" کا مخفف ہے۔ اس طرح محاذ کا دوسرا مطلب (نعوذ باللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد) ہے: "میرا کتا" (صفحہ ۳۶) خدائے بزرگ و برتر اس خنزیرِ رشدی کو دین و دنیا میں رسوا کرے اور اس پر آسمان کے ستاروں اور ریت کے ذروں برابر لعنتیں برسیں جس نے اپنی مکروہ خنزیری تھو تھنی سے یہ الفاظ کائنات کی پاکیزہ ترین ہستی کے لئے استعمال کئے مگر وحید الدین خان نے اس کی سخت ترین مذمت کرنے کی بجائے اس کے وکیل صفائی کا فریضہ انجام دے کر مسلمانوں کے دلوں پر یوں خنجر چلائے ہیں:

"پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے یہ بے ہودہ نام مسلمانِ رشدی کی ذاتی ایجاد نہیں ہے۔ یہ صلیبی جنگوں (۱۰۹۶ تا ۱۲۷۱) کے بعد یورپ میں گھڑا گیا۔ یورپ کی مسیحی قومیں جب دو سالہ صلیبی جنگ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی پست حرکتیں کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ انہوں نے آپ کے نام کو طرح طرح سے بگاڑا۔ ایک بگڑا ہوا نام یہ لفظ (Mahound) ہے۔ مگر پچھلے سات سو سال کے اندر اس گستاخی کی بنیاد پر کسی کو بھی قتل کی سزا نہیں دی گئی۔ اور نہ اس قسم کا فتویٰ جاری کیا گیا"

"..... مسلمانِ رشدی نے پیغمبر اسلام کے لئے جو گستاخانہ نام "محاوڈ" استعمال کیا ہے وہ صلیبی جنگوں کے بعد کے دور میں یورپ میں وضع کیا گیا۔ مگر اس وقت کے علماء اسلام نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جن لوگوں نے یہ گستاخانہ نام وضع کیا ہے۔ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا جائے" (صفحہ ۳۶)

قارئین کرام! ذرا اندازہ فرمائیے وحید الدین خان کس طرحِ رشدی کی بھونڈی دکالت پر اتر آئے ہیں۔ وہ بالواسطہ بتانا چاہتے ہیں کہ چونکہ "محاوڈ" کا لفظ ملعونِ رشدی کی "ذاتی ایجاد نہیں ہے لہذا وہ سزا کا مستحق نہیں ہے، یعنی اصل سزا تو اسے دی جائے جس نے پہلی مرتبہ یہ لفظ ایجاد کیا۔ ان کے اس پست استدلال سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو گالی نکالے تو اسے کچھ نہ کہو، فوراً حلاش کرو کہ یہ گالی ایجاد کرنے والا پہلا شخص کون تھا؟ اگر اس کی نشاندہی ہو جائے تو پھر یہ تشخیص کرو کہ آیا اسے اس "ایجاد" پر سزا بھی ملی تھی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر دوسری مرتبہ اس کی ایجاد کردہ گالی کو دہرانے والے کو خواہ مخواہ

قصور وار کیوں ٹھہراتے سخت قابل اعتراض سمجھے میں پیدا ہوا، اس قدر قصہ دکالت کرتے ہیں۔

وحید الدین خان مصتفین کے بارے میں ہے کہ "انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ سانسے کسی کا نام لے کر اس عالم دین نے اس اپنی مادری زبان میں کی سمندر پار یورپ میں کس کا علم نہیں تھا تو اس پر فرمایا جائے کہ انہوں نے جواب نفی میں ہو گا۔ تو پر رخصت پر بھیج دیا ہو"

دوسری بات موجود رہا ہے۔ نئے فتوے سرے سے باقاعدہ نام ایوبی کو اگر علم ہو جاتا کہ باہر ہوتا تب بھی وہ اگر ایک دوسرے ہفتوات کو ایک "معموا" لئے لغو دلیل لے آئے "مسلمان"

ہے۔ یہ نام بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک لغو ہے۔ انگریزی میں "Ma" انگریزی لفظ مائی "My" کا مخفف ہے۔ لغو باللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد) ہے: "میرا کتا" (صفحہ ۳۶)

خزیر رشدی کو دین و دنیا میں رسوا کرے اور اس پر آسمان برابر لعنتیں برسیں جس نے اپنی مکروہ خنزیری تھو تھنی ہستی کے لئے استعمال کئے مگر وحید الدین خان نے اس کی اس کے وکیل صفائی کا فریضہ انجام دے کر مسلمانوں کے

کے لئے یہ بے ہودہ نام مسلمان رشدی کی ذاتی ایجاد نہیں (۱۲۷۱۱) کے بعد یورپ میں گھڑا گیا۔ یورپ کی مسیحی مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام ہو گئیں تو انہوں نے کرنے کے لئے بہت سی پست حرکتیں کیں۔ ان میں سے نام کو طرح طرح سے بگاڑا۔ ایک بگڑا ہوا نام یہ لفظ پچھلے سات سو سال کے اندر اس گستاخی کی بنیاد پر کسی کو بھی نہ اس قسم کا فتویٰ جاری کیا گیا۔

نے پیغمبر اسلام کے لئے جو گستاخانہ نام "محاوئذ" استعمال کیا کے دور میں یورپ میں وضع کیا گیا۔ مگر اس وقت کے علماء جن لوگوں نے یہ گستاخانہ نام وضع کیا ہے۔ انہیں ڈھونڈ (صفحہ ۳۶)

فرمائیے وحید الدین خان کس طرح رشدی کی بھونڈی بنا چاہتے ہیں کہ چونکہ "محاوئذ" کا لفظ ملعون رشدی کی مستحق نہیں ہے، یعنی اصل سزا تو اسے دی جائے جس نے اس پست استدلال سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ماش کرو کہ یہ گالی ایجاد کرنے والا پہلا شخص کون تھا؟ اگر تشفی کرو کہ آیا اسے اس "ایجاد" پر سزا بھی ملی تھی یا تہ اس کی ایجاد کردہ گالی کو دہرانے والے کو خواہ مخواہ

قصور وار کیوں ٹھہراتے ہو؟ "محاوئذ" تو وہ غلیظ گالی ہے جسے جدید یورپ کے سنجیدہ مسیحی راہنما بھی سخت قابل اعتراض سمجھتے ہیں مگر وحید الدین خان کے نزدیک رشدی، جو کہ ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا، اس قدر قصور وار نہیں ہے کہ اس کو سزا دی جائے۔ وہ تو بس اسے نظر انداز کرنے کی وکالت کرتے ہیں۔

وحید الدین خان کا یہ مطالبہ جتنا لغو ہے اتنا عجیب بھی ہے کہ اس وقت کے علماء نے صلیبی مصنفین کے بارے میں اگر فتویٰ دیا تھا تو پیش کر دو۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ علماء نے کہاں لکھا ہے کہ "انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا جائے"..... اس سلسلہ میں ہم وحید الدین خان سے جو ابا یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تاریخ سے ڈھونڈ کر ایک مثال دکھادیں جب کسی مسلمان عالم دین کے سامنے کسی کا نام لے کر یہ کہا گیا ہو کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کے لئے لفظ "محاوئذ" استعمال کیا ہے اور اس عالم دین نے اس کے خلاف قتل کا فتویٰ نہ دیا ہو۔ متعجب تک نظر مسیحی پادریوں نے یہ بکواس اپنی مادری زبان میں کی تھی جس کے متعلق مسلمان علماء کا علم صفر تھا۔ آخر انہیں کیسے پتہ چلتا کہ سمندر پار یورپ میں کسی سگ یورپ نے رسالت مآب ﷺ پر یہ بھونک لگائی ہے۔ جب انہیں اس کا علم نہیں تھا تو اس پر فتویٰ کیسے دیتے۔ آج بھی برصغیر پاک و ہند کے علماء کی اکثریت سے اگر سوال کیا جائے کہ انہوں نے یہ لفظ "محاوئذ" وحید الدین خان کی کتاب کے علاوہ بھی کہاں پڑھا ہے تو ان کا جواب نفی میں ہو گا۔ تو وحید الدین خان کیا یوانے ہو گئے ہیں، انہوں نے یقیناً اپنی عقل کو وقتی طور پر رخصت پر بھیج دیا ہو گا جب وہ یہ مطالبہ مسلمانوں سے تحریری طور پر کر رہے تھے۔

دوسری بات یہ بھی غور طلب ہے کہ اس طرح کی سنگین گستاخی کے لئے فتویٰ تو ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ نئے فتویٰ کے جاری کرنے کی ضرورت تو اس وقت پیش آتی ہے جب وہ مسئلہ نئے سرے سے باقاعدہ نام کے ساتھ پیش کیا جائے۔ صلیبی جنگوں کے دوران مجاہد اسلام صلاح الدین ایوبی کو اگر علم ہو جاتا کہ کسی صلیبی نے یہ بکواس کی ہے تو وہ ان کی گردن اڑا دیتا۔ اگر وہ اس کی پہنچ سے باہر ہوتا تب بھی وہ اس کو گرفتار کر کے قتل کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال میں لاتا۔

ایک دوسرے مقام پر وحید الدین خان ملعون رشدی کی بدترین دریدہ دوہنی اور شیطانی ہفوات کو ایک "معمول کی کارروائی" اور ایک محض عام سی استہزاء دکھا کر اس کو معاف کرنے کے لئے لغو دلیل لے آئے ہیں:

"مسلمان رشدی نے اپنی کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کا نام "محاوئذ" (Mahound)

لکھا ہے۔ یہ ایک استہزائی نام ہے۔ جس طرح بعض لوگ وہابی کو وہابزاد اور دیوبندی کو دیوبندے وغیرہ کہتے ہیں، اسی طرح مسلمان رشدی نے آپ کے لئے اس گڑے ہوئے نام کو استعمال کیا ہے جو صلیبی جنگوں کے بعد یورپ کے عیسائیوں نے آپ کے لئے گھڑا تھا..... اس مجرمانہ حرکت کی مثال بھی زمانہ نبوت میں موجود ہے۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام اگرچہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے محمد رکھا تھا، مگر مکہ کے قریش نے استہزائی طور پر آپ کا نام مذموم رکھ دیا۔ محمد کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا جبکہ مذموم کے معنی ہیں مذمت کیا ہوا“ (صفحہ ۵۱)

جناب! آپ کی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ ”مجاوڈ“ محض ایک ”استہزائی نام“ نہیں ہے یہ رذیل ترین گالی ہے۔ وہابی کو وہابزاد کہنے میں اور محمد کو (نعوذ باللہ) ”مجاوڈ“ کہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہابزاد ایک گڑا ہوا مہمل لفظ ہے جس کا کوئی دوسرا مطلب نہیں ہے۔ مگر ”مجاوڈ“ کا مطلب آپ خود ہی لکھ چکے ہیں۔ یہ کوئی مہمل اور بے ضرر لفظ نہیں ہے۔ یہ کوئی نام بھی نہیں ہے یہ ایک گالی ہے جو یورپ کے غلیظ پادریوں نے حضور کی سخت تحقیر کے لئے سوچی سمجھی سازش کے تحت گھڑی تھی جس کا اعتراف آپ خود کر چکے ہیں۔ نہ ہی اس کا کوئی قرہبی تعلق ”دیوبند“ کے ”دیوبندے“ سے کوئی اشتراک معانی یا مفہوم بنتا ہے۔ دیوبند ایک شہر کا نام ہے۔ اگر اس طرح آپ کا مذاق اڑایا جاتا تو مدینہ یا مکہ کے نام کو بگاڑ کر آپ کو اس سے نسبت دی جاتی۔ بے حد تعجب ہے وہ اس فرق کی اہمیت کو یکسر ختم کر دینا چاہتے ہیں کیونکہ ان کے سر پر ملعون رشدی کی صفائی کا بھوت سوار ہے جس نے ان کو قطعی طور پر مجبوط الحواس اور فاتر العقل بنا کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ مختلف الفاظ اور اشیاء کے درمیان فرق مراتب قائم کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہیں۔

وحید الدین خان نے مسلمان راہنماؤں کے خلاف لکھا ہے ”کچھ لوگ رنگ کے اندھے (Colour blind) ہوتے ہیں، انہیں ایک رنگ دکھائی دیتا ہے اور دوسرا رنگ بالکل نظر نہیں آتا“ (صفحہ ۶۵)

ہمارے خیال میں اس جملے کا اصل مصداق خود وحید الدین خان سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔ وہ ”مجاوڈ“ اور ”وہابزادے“ کے درمیان کوئی امتیاز اور فرق دیکھنے کی صلاحیت سے محروم دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے عقل کی اندھی آنکھ ایک رذیل ترین گالی اور ایک مہمل سے استہزائی لفظ کو ایک سطح پر دیکھتی ہے۔ ایسی صورت حال میں غالب کا یہ شعر بار بار پڑھنے کو جی

چاہتا ہے

دل  
یہاں علمی اہل  
صلیبوں نے گھڑا وہ تھ  
بتائی گئی ہیں۔ جیسا کہ  
- لفظ Mahomet

hound”  
ہے۔ اسی طرح ”مذموم  
ہے مگر اس کا الگ اپنا  
جاسکتا۔ وحید الدین خان  
رشدی نے ایسی کوئی  
”یہ کتاب مذہب اور  
(ٹائمز آف انڈیا، ۸ مارچ  
(۲) امہات المؤمنات

شیطان رشد  
گھرانے پر بے حد بے  
ہودہ اور بے بنیاد الزام  
براءت و صفائی آپ  
کو حاصل نہیں ہے۔  
اور توہین بھی ایسی کہ  
کے الفاظ میں ملاحظہ

”مسلمان  
رسول اللہ ﷺ  
بلاشبہ اشتعال  
ذہن کے ساتھ

کی نام ہے۔ جس طرح بعض لوگ وہابی کو وہابیز اور دیوبندی کو وہابیز، اسی طرح مسلمان رشیدی نے آپ کے لئے اس بگڑے ہوئے صلیبی جنگوں کے بعد یورپ کے عیسائیوں نے آپ کے لئے حرکت کی مثال بھی زمانہ نبوت میں موجود ہے۔ حدیث اور بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام اگرچہ آپ کے دادا تھا، مگر مکہ کے قریش نے استہزائی طور پر آپ کا نام مذموم رکھ دیا تھا۔ جبکہ مذموم کے معنی ہیں: مذمت کیا ہوا“ (صفحہ ۵۱)

ٹھکانے نہیں ہے۔ ”مخاند“ محض ایک ”استہزائی نام“ نہیں ہے۔ وہابی کو وہابیز کہنے میں اور محمد کو (نعوذ باللہ) ”مخاند“ کہنے میں ایک بگڑا ہوا مہمل لفظ ہے جس کا کوئی دوسرا مطلب نہیں ہے۔ یہ خود ہی لکھ چکے ہیں۔ یہ کوئی مہمل اور بے ضرر لفظ نہیں ہے۔ یہ ایک گالی ہے جو یورپ کے غلیظ پادریوں نے حضور کی سختی کے تحت گھڑی تھی جس کا اعتراف آپ خود کر چکے ہیں۔ نہ یونہی ”دیوبندی“ سے کوئی اشتراک معانی یا مفہوم بنتا ہے۔ اگر اس طرح آپ کا مذاق اڑایا جاتا تو مذہب یا مکہ کے نام کو بگاڑ دیتا۔ بے حد تعجب ہے وہ اس فرق کی اہمیت کو یکسر ختم کر دینا۔ ملعون رشیدی کی صفائی کا بھوت سوار ہے جس نے ان کو قطعی سنا بنا کے رکھ دیا ہے۔ اب وہ مختلف الفاظ اور اشیاء کے درمیان حیت سے محروم ہو گئے ہیں۔

مسلمان راہنماؤں کے خلاف لکھا ہے ”کچھ لوگ رنگ کے دتے ہیں، انہیں ایک رنگ دکھائی دیتا ہے اور دوسرا رنگ

جیلے کا اصل مصداق خود وحید الدین خان سے زیادہ اور کوئی ہے۔“ کے درمیان کوئی امتیاز اور فرق دیکھنے کی صلاحیت سے عقل کی اندھی آنکھ ایک رذیل ترین گالی اور ایک مہمل سے ہے۔ ایسی صورت حال میں غالب کا یہ شعر بار بار پڑھنے کو جی

چاہتا ہے

دل کو روئیں یا پیٹوں جگر کو میں مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

یہاں علمی اعتبار سے یہ نشاندہی ضروری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے نام کو بگاڑ کر جو لفظ صلیبیوں نے گھڑا وہ تھا Mahomet یا Maumet آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی اٹھارہ شکلیں بتائی گئی ہیں۔ جیسا کہ پی۔ کے ہٹی نے اپنی کتاب "Islam and The West" میں لکھا ہے۔ "لفظ Mahomet خود محمد کی بگڑی ہوئی صورت ہے"

"Mahound" تو صریحاً غلیظ اور خبیث گالی ہے۔ یہ نام محمد کی بگڑی صورت نہیں ہے۔ اسی طرح "مذموم" بھی لفظ محمد کی بگڑی ہوئی صورت نہیں ہے۔ یہ لفظ "محمد" کا ہم وزن ضرور ہے مگر اس کا الگ اپنا مطلب ہے۔ اس کو بھی "وہابی اور وہابیز" جیسے لفظی بگاڑ میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ وحید الدین خان "مدعی ست گواہ چست" کی قابل رحم تصویر بنے ہوئے ہیں۔ خود ملعون رشیدی نے ایسی کوئی بھی وضاحت اپنے بیان میں نہیں کی۔ اس نے اپنے ایک بیان میں محض اتنا کہا "یہ کتاب مذہب اور الہام کے بارے میں ایک سیکولر آدمی کا نقطہ نظر بیان کرنے کی کوشش ہے" (ٹائمز آف انڈیا، ۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء)

## (۲) امہات المؤمنین کے متعلق کلمات رزیلہ کا استعمال

شیطان رشیدی پر کرڑوں لعنتیں ہوں کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے پاک و منزہ گھرانے پر بے حد بے باکی سے کچڑا اچھالا ہے اور مؤمنوں کی ماں جس پر واقعہ اٹک کے دوران بے ہودہ اور بے بنیاد الزام تراشی پر خود رب ذوالجلال کی غیرت جوش میں آئی اور قرآن پاک میں آیات براءت و صفائی آپ کے حق میں نازل ہوئیں اور یہ اعزاز حضرت عائشہ صدیقہ کے کسی اور عورت کو حاصل نہیں ہے۔ ایسی مقدس زوجہ رسول ﷺ کا نام لے کر اس انسان نما خنزیر نے توہین کی ہے اور توہین بھی ایسی کہ عرش کو ہلا کر رکھ دے۔ رشیدی سوار کی قلمی بدکاری کا نمونہ وحید الدین خان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے:

"مسلمان رشیدی نے اپنی کتاب میں ایک اور نہایت بے ہودہ حرکت یہ کی ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی اہلیہ محترمہ کو نعوذ باللہ ایک بد کردار خاتون کے روپ میں دکھایا ہے۔ یہ بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک ایک بے ہودہ بات ہے۔ کوئی مسلمان کتاب کے اس حصہ کو ٹھنڈے ذہن کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا (ص ۵۲)

ایک دوسری جگہ یوں تبصرہ کیا ہے:

”یہ کتاب اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف انتہائی بے ہودہ اور فحش قسم کا ناول ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں حمزہ اور عائشہ وغیرہ کے نام تو بالکل اصل حالت میں درج کئے گئے ہیں۔ البتہ پیغمبر کا نام محمد ﷺ کی بجائے محاورہ Mahound لکھا گیا ہے“ (صفحہ ۳۸)

وحید الدین خان نے رسول اکرم ﷺ کے لئے استعمال شدہ لفظ کو بعینہ نقل کر دیا ہے لیکن ملعون رشدی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے جو لفظ استعمال کیا ہے، اصل کی بجائے اس کا ترجمہ ”بد کردار خاتون“ لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ”بد کردار خاتون“ کے لئے انگریزی میں مترادف "A wicked Woman" ہونا چاہئے مگر جو لفظ ملعون رشدی نے ”شیطانی ہنوات“ میں استعمال ہے وہ کسی بھی عورت کے لئے گھٹیا ترین ہے۔ اسی سے زیادہ گھٹیا عورتوں کا کوئی دوسرا طبقہ نہیں ہو سکتا۔ پھنکار اور لعنت ہو رشدی پر اس نے ام المؤمنین، خدا ان کے درجات بڑھائے، کو "Whore" (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لکھا ہے "Whore" کا ترجمہ ”طوائف“ بھی نہیں ہے کیونکہ انگریزی میں طوائف کے لئے "Prostitute" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ "Whore" طوائفوں کی وہ گھٹیا ترین "Category" ہے جسے اردو زبان میں کچی کہتے ہیں۔ طوائفیں تو محض راقصہ اور گلوکارہ بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر کچیوں وہ طوائفیں ہوتی ہیں جو بے حد سستے داموں جسم فروشی اور قحبہ گری کا گناہ آلود پیشہ اختیار کرتی ہیں۔ اب بتائیے مسلمانوں کی ماں کو ایک ایسی گالی دی جائے جس سے زیادہ غلیظ کوئی اور گالی نہیں ہو سکتی اور اس پر مسلمان احتجاج کریں تو وحید الدین خان اسے ”غیر اسلامی فعل“ اور سرکشی پر مبنی عمل قرار دیں اور یہ سب کچھ پڑھنے کے بعد بھی جو آدمی وحید الدین خان کو بے غیرت اور بے حمیت نہ سمجھے اس کی اپنی دینی حمیت بھی مشکوک ہے۔

(۳) حضور اکرم ﷺ کے دولت کدے کو قحبہ خانہ قرار دینا

جس طرح گندگی کے کیڑے کو ہمیشہ بدبودار ماحول کی تلاش ہوتی ہے، ملعون رشدی جیسے انسانی کیڑے کو ہمیشہ ایسے الفاظ کی تلاش رہتی ہے جو چونکا دینے کی حد تک غلیظ اور بدبودار ہوں۔ اس کی سوچ کی سڑاٹھ کے بھیکے اس کے بدبودار الفاظ کے انتخاب سے بخوبی

محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ رشدی محض زہرا لکھتا ہے اور اس کی آنکھیں گفتار کے اسلوب پر اس کی شیطانی ہنوات لفظوں کے تعفن سے ایک سلیم اس کا تخیل ہمیشہ گندے الفاظ کو آپ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین باوجود اس ابلیس مجسم کی عفو و مغفرت مقدس ترین مقام جیسے حضور آ خانہ (Brothel) کا نام دیا۔ و ”سلمان رشدی اڑیا ہے اور آپ کے گھر ملعون رشدی نے آ Whores کہا ہے اور پھر قحبہ مشکل نہیں ہے۔ پوری چودہ خباثوں اور گستاخوں کی خاک مبارکہ کو معاف کیا، نہ ہی خباثت سے باز رہا۔ اس کے بدترین ہنوات کو دیگر شائستہ مجھے تو اپنی کوتاہ کلا پر نہیں آتے کہ جن سے ترین الفاظ بھی چاہے لاکھوں کو ناکافی ہوں گے جو اسے

یوں تبصرہ کیا ہے:

لام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف انتہائی بے ہودہ اور فحش قسم کا اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس میں حمزہ اور عائشہ وغیرہ کے نام تو سادہ و سادہ ہیں۔ البتہ پیغمبر کا نام محمد ﷺ کی بجائے محاذ لیا ہے“ (صفحہ ۳۸)

نے رسول اکرم ﷺ کے لئے استعمال شدہ لفظ کو بعینہ نقل کر دیا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے جو لفظ استعمال کیا ہے، ”بد کردار خاتون“ لکھنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ ”بد کردار خاتون“ کے ”A wicked Woman“ ہونا چاہئے مگر جو لفظ ملعون میں استعمال ہے وہ کسی بھی عورت کے لئے گھٹیا ترین ہے۔ اسی دوسرا طبقہ نہیں ہو سکتا۔ پھٹکار اور لعنت ہو رشدی پر اس نے ام ت بڑھائے، کو ”Whore“ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لکھا ہے ”انف“ بھی نہیں ہے کیونکہ انگریزی میں طوائف کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ”Whore“ طوائفوں کی وہ گھٹیا ترین دو زبان میں کچی کہتے ہیں۔ طوائفیں تو محض رقص اور گلوکارہ طوائفیں ہوتی ہیں جو بے حد سستے داموں جسم فروشی اور قبحہ تی ہیں۔ اب بتائیے مسلمانوں کی ماں کو ایک ایسی گالی دی جائے لی نہیں ہو سکتی اور اس پر مسلمان احتجاج کریں تو وحید الدین اور سرکشی پر مبنی عمل قرار دیں اور یہ سب کچھ پڑھنے کے بعد بے غیرت اور بے حمیت نہ سمجھے اس کی اپنی دینی حمیت بھی

کے دولت کدے کو قبحہ خانہ قرار دینا

کیڑے کو ہمیشہ بدبودار ماحول کی تلاش ہوتی ہے، ملعون ایسے الفاظ کی تلاش رہتی ہے جو چونکا دینے کی حد تک غلیظ سڑاؤ کے بجائے اس کے بدبودار الفاظ کے انتخاب سے بخوبی

محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ رشدی کا جسم سور کا، اس کی زبان کتے کی اور اس کا قلم سانپ کا بچن ہے جو محض زہر اگلتا ہے اور اس کی آنکھیں کسی گدھ کی ہیں جو صرف مردار ڈھونڈتی ہیں۔

گفتار کے اسلوب پر قابو نہیں رہتا جب دل کے اندر متلاطم ہوں خیالات

اس کی شیطانی ہنوات اس کے مکروہ فکر کی ناقابل برداشت سڑاؤ کا مظہر ہے۔ اس کے لفظوں کے تعفن سے ایک سلیم الطبع انسان کا دماغ پھٹنے کو آتا ہے۔ وہ خود سراپا تعفن ہے۔ اسی لئے اس کا تخیل ہمیشہ گندے الفاظ کو تخلیق کرنے میں مشین کی طرح مصروف رہتا ہے۔ رسالت آج آپ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے مذکورہ غلیظ الفاظ کے استعمال کے باوجود اس ابلیس مجسم کی عنفونت سے تسکین پانے والی روح کو قرار نہ آیا بالآخر اس نے اس زمین پر مقدس ترین مقام جیسے حضور اکرم ﷺ کے مسکن اور دولت کدے کا شرف ملا، اسے اس نے قبحہ خانہ (Brothel) کا نام دیا۔ وحید الدین خان لکھتے ہیں:

”سلمان رشدی نے اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی بیویاں ہونے کا مذاق

اڑیا ہے اور آپ کے گھر کو نعوذ باللہ قبحہ خانہ (Brothel) کا نام دیا ہے“ (صفحہ ۹۱)

ملعون رشدی نے آپ کے گھر کو قبحہ خانہ قرار دے کر آپ کی تمام ازواج مطہرات کو Whores کہا ہے اور پھر قبحہ خانہ میں حضور ﷺ کی جو پوزیشن ہو سکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں ہے۔ پوری چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک بھی شاتم رسول ایسا نہیں ہے جو رشدی سور کی خباثوں اور گستاخوں کی خاک کو بھی چھو سکے۔ اس نطفہ بے تحقیق نے نہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ کو معاف کیا، نہ ہی آپ کی ازواج مطہرات کو چھوڑا، نہ ہی آپ کے دولت کدے پر اپنی خباثت سے باز رہا۔ اس کے باوجود بھی وحید الدین خان رشدی کی ان رذالتوں اور کردار کشی کی بدترین ہنوات کو دیگر شاتمین رسول کے برابر قرار دینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

مجھے تو اپنی کوتاہ کلامی سے شکایت ہے کہ ملعون رشدی کی مذمت کے لئے وہ الفاظ نوک قلم پر نہیں آتے کہ جن سے جذبات کا صحیح اور موثر اظہار ہو سکے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ سخت سے سخت ترین الفاظ بھی چاہے لاکھوں قلم سے لکھے جائیں اس ملعون قلم کار کی اس گستاخانہ جسارت کی مذمت کو ناکافی ہوں گے جو اسے محسن انسانیت اور آپ کے پاکیزہ گھرانے کے متعلق کی ہے۔

## رشدی اور دیگر گستاخانِ رسول کے الفاظ کا موازنہ

رشدی بد معاش کی طوائف القلمی اور دیگر گستاخانِ رسول کے جسارت آمیز الفاظ میں وہی فرق ہے جو ایک شعلہ جو الہ اور ایک معمولی سی چنگاری میں ہوتا ہے۔ ایک چنگاری لباس کے جس حصے پر پڑے گی، تو یقیناً وہاں سوراخ کر دے گی مگر ایک شعلہ جو الہ یا آگ کا لہجہ لباس کو ہی نہیں اس جسم کو بھی خاکستر کر کے رکھ دے گا۔ لیکن ہمارے ”مدوح“ وحید الدین خان نے اسلامی تاریخ سے بزمِ خویش بہت سے گستاخانِ رسول کی فہرستیں نکال کر پیش کی ہیں، جو ان کے خیال میں رشدی کی ہی سطح کے گستاخ تھے۔ اور ان تمام افراد کو بوجہ سزا نہ ملنے کو وہ اپنے موقوف کے حق میں ”برہانِ قاطع“ سمجھتے ہیں اور پھر سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر ان کو معاف کر دیا گیا تھا تو پھر رشدی کا جرم کون سا نہ الہ ہے کہ اس کے خلاف اس قدر اشتعال کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے؟ ہم اوپر وحید الدین خان کی کتاب سے ہی رشدی ملعون کی ہفوات نقل کر چکے ہیں۔ ذیل کی سطور میں انہی کے پیش کردہ دیگر گستاخان کے الفاظ اور کلمات کو درج کرتے ہیں اور پھر فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیں گے کہ وہ خود ہی انصاف سے کام لیں کہ رشدی کے ہفوات اور دیگر افراد کے کلمات کیا ایک سطح کے ہیں؟ اور پھر وحید الدین خان کو بھی چیلنج کریں گے کہ وہ گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران کسی نام نہاد مسلمان گھرانے میں پیدا شدہ ”مسلمان“ تو ایک طرف، کسی مسیحی گستاخ کو تاریخ کے کونے کھدرے سے ڈھونڈ کر لائیں جس کی تحریر میں اس قدر کثرت سے رذیل الفاظ کا استعمال، اس دیدہ دلیری اور دریدہ دوہنی کے ساتھ کیا گیا ہو۔ اگر نہیں تو پھر وحید الدین خان کو اپنے تجزیہ کی اس فاش غلطی پر امت مسلمہ سے معافی مانگنی چاہئے اور خداوند کے حضور توبہ کرنی چاہئے۔

(۱) رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے ابتدائی سالوں کے دوران قریش مکہ کے سلوک کا ذکر کرتے ہوئے وحید الدین خان رقم طراز ہیں: ”واقعات بتاتے ہیں کہ آپ نے جب عربوں کے سامنے اپنی پیغمبرانہ دعوت پیش کی تو انہوں نے آپ کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا۔ انہوں نے آپ کو عملی طور پر ستانے کے علاوہ آپ پر طرح طرح کے برے القاب چسپاں کئے۔ ان میں سے چند القاب نعوذ باللہ یہ تھے:

حقوق، بات بنانے والا.....

بولنے والا

پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قسم کی گستاخی کر کارروائی نہیں کی گئی جو موجودہ مسلمانوں۔

(۲) عبد اللہ ابن ابی

عبد اللہ ابن ابی حضرت عائشہ ص وضاحت کی جا چکی ہے کہ واقعہ اُفک تو عبد اللہ ابی کو سزا نہ دی گئی۔ اس کی ایک تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ آنے آپ آگئے تو اسے سخت مایوسی کا ساہ اکرم ﷺ کی اسے نظر انداز کرنے کی تھی۔ لیکن واقعہ اُفک میں بھی جو روایات کا جو گستاخانہ جملہ بیان ہوا ہے وہ اس و بازار گرم رہا لیکن اس دوران میں عبد اللہ ابی نے یہ ہے کہ واقعہ اُفک میں ملوث عمر ان میں تین منافق اور تین مسلمان تھے کی جبکہ تین مسلمانوں مثلاً حسان بن لکھا ہے کہ اس وقت تک قذف کی واقعہ اُفک میں عبد اللہ ابن ابی کو جو میں یہ رائے رائج ہے۔

مسلمان رشدی کی غلیظ ہفوات الدین خان نے عبد اللہ ابن ابی کی وا اور اسے ”شدید ترین گستاخی“ کہا۔

## بکر گستاخان رسول کے الفاظ کا موازنہ

طوائف القلمی اور دیگر گستاخان رسول کے جسارت آمیز الفاظ جملہ جوالہ اور ایک معمولی سی چنگاری میں ہوتا ہے۔ ایک چنگاری کی، تو یقیناً وہاں سوراخ کر دے گی مگر ایک شعلہ جوالہ یا آگ کا شمع کو بھی خاکستر کر کے رکھ دے گا۔ لیکن ہمارے ”ممدوح“ تاریخ سے بزم خویش بہت سے گستاخان رسول کی فہرستیں نکال بال میں رشدی کی ہی سطح کے گستاخ تھے۔ اور ان تمام افراد کو تنق کے حق میں ”برہان قاطع“ سمجھتے ہیں اور پھر سوال اٹھاتے یا تھا تو پھر رشدی کا جرم کون سا نرالا ہے کہ اس کے خلاف اس ہے؟ ہم اوپر وحید الدین خان کی کتاب سے ہی رشدی ملعون کی کی سطور میں انہی کے پیش کردہ دیگر گستاخان کے الفاظ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیں گے کہ وہ خود ہی انصاف سے کام لیں۔ اگر ان کے کلمات کیا ایک سطح کے ہیں؟ اور پھر وحید الدین گذشتہ چودہ صدیوں کے دوران کسی نام نہاد مسلمان گھرانے طرف، کسی مسیحی گستاخ کو تاریخ کے کونے کھدے سے اس قدر کثرت سے ردیٰل الفاظ کا استعمال، اس ویدہ دلیری باہو۔ اگر نہیں تو پھر وحید الدین خان کو اپنے تجزیہ کی اس فی ماگنی چاہئے اور خداوند کے حضور توبہ کرنی چاہئے۔

کی نبوت کے ابتدائی سالوں کے دوران قریش مکہ کے بن خان رقم طراز ہیں: ”واقعات بتاتے ہیں کہ آپ نے نہ دعوت پیش کی تو انہوں نے آپ کے ساتھ نہایت برا طور پر ستانے کے علاوہ آپ پر طرح طرح کے برے القاب نعوذ باللہ یہ تھے:

حقول، بات بتانے والا..... ساحر، جادوگر..... مجنون، دیوانہ..... کذاب، بہت جھوٹ

بولے والا

پھر اس پر تمبرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”جب ہم اس اعتبار سے دور اول کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ قسم کی گستاخی کرنے والے غیر مسلموں کے خلاف کبھی بھی اس طرح کی کارروائی نہیں کی گئی جو موجودہ مسلمانوں نے کیا کر رہے ہیں“ (صفحہ ۲۱-۲۲)

(۲) عبد اللہ ابن ابی

عبد اللہ ابن ابی حضرت عائشہ صدیقہ پر الزام لگانے والوں میں شامل تھا۔ مگر جیسا کہ اوپر وضاحت کی جا چکی ہے کہ واقعہ اٹک تو ہیں عائشہ قرار پایا۔ تین مجرموں کو قذف کی سزا دی گئی۔ عبد اللہ ابی کو سزا دی گئی۔ اس کی ایک وجہ تو حضور اکرم ﷺ کی اس سے ”خصوصی رعایت“ تھی۔ حضور اکرم ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے وہ مدینہ کے حاکم بننے کی تیاری مکمل کر چکا تھا، جب آپ آگئے تو اسے سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلامی تاریخ کے بعض مؤرخین نے حضور اکرم ﷺ کی اسے نظر انداز کرنے کی وجہ یہی بیان کی ہے کہ آپ اس کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے۔ لیکن واقعہ اٹک میں بھی جو روایات کتب احادیث میں مذکور ہوئی ہیں۔ اس میں عبد اللہ ابن ابی کا جو گستاخانہ جملہ بیان ہوا ہے وہ اس واقعہ کے شروع میں ہے۔ ایک ماہ تک انہوں اور پروپیگنڈہ کا بازار گرم رہا لیکن اس دوران میں عبد اللہ ابن ابی سے منسوب کوئی بات روایت نہیں ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ واقعہ اٹک میں ملوث عبد اللہ ابن ابی کے علاوہ کل چھ افراد کے نام بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں تین منافق اور تین مسلمان تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے تین منافقوں پر قذف کی حد لا گونہ کی جبکہ تین مسلمانوں مثلاً حسان بن ثابت، مسطح اور حمنہ بنت جحش پر نافذ کی گئی۔ امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس وقت تک قذف کی حد منافقین پر لاگو کرنے کا حکم وارد نہیں ہوا تھا۔ اس اعتبار سے واقعہ اٹک میں عبد اللہ ابن ابی کو جو رعایت ملی، وہ اس کے منافق ہونے کی وجہ سے ملی۔ راقم کی نظر میں یہ رائے راجح ہے۔

مسلمان رشدی کی غلیظ ہفوات کو محض ”بے ہودہ لغو وغیرہ“ کہنے پر اکتفا کرنے والے وحید الدین خان نے عبد اللہ ابن ابی کی واقعہ اٹک میں گستاخی کو تفصیل کے ساتھ متعدد مقامات پر بیان کیا اور اسے ”شدید ترین گستاخی“ کہا ہے۔ وحید الدین خان نے اس کے علاوہ عبد اللہ ابن ابی کی دو اور

گستاخیوں کو بھی نقل کیا ہے۔ ایک موقع وہ تھا جب غزوہ بنی مصطلق (۵ھ) سے واپسی پر ایک چشمہ پر پانی لینے کے لئے ایک مہاجر اور ایک انصاری آپس میں لڑ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے مداخلت فرما کر اس مسئلہ کو ختم کر دیا۔ البتہ اس موقع پر عبد اللہ ابن ابی نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کے سامنے اشتعال انگیز تقریر کی۔ اس نے کہا ”خدا کی قسم، اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو عزت والا ذلت والے کو وہاں سے نکال دے گا“ (صفحہ ۱۳۶) اگرچہ عبد اللہ ابن ابی کی اس بات کا اشارہ حضور اکرم ﷺ اور تمام مہاجرین کی طرف تھا، مگر غور کیا جائے تو عبد اللہ ابن ابی نے اپنے اس جملہ میں کسی کا نام نہ لیا تھا اور اس کا بالخصوص نام نہ لینا بھی حکمت خداوندی تھا۔ اللہ پاک نے اس منافق کی زبان سے واقعی ایک سچی بات نکلوائی تھی۔ کیونکہ مدینہ پہنچنے کے بعد عزت والوں نے ذلت والوں کو نکال دیا۔ مسلمانوں کو خدا نے عزت عطا کی۔ یہود اور منافقین مدینہ کے نصیب میں بدترین ذلت آئی۔

ایک اور واقعہ یوں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کرنے جا رہے تھے، راستہ میں عبد اللہ ابن ابی کا قلعہ نما مکان تھا، وہاں اس کے پاس اس کے قبیلہ کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ وہاں سواری سے اتر پڑے اور عبد اللہ ابن ابی کے پاس پہنچ کر اس کو سلام کیا۔ آپ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے اور قرآن کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا۔ عبد اللہ ابن ابی بے پروائی کے ساتھ چپ چاپ سنتا رہا۔ جب آپ فارغ ہو چکے تو عبد اللہ ابن ابی نے کہا: اے شخص! آپ کی یہ بات تو اچھی ہے لیکن اگر وہ حق ہے تو آپ اپنے گھر میں بیٹھیں اور جو شخص اس کو سننے کے لئے آپ کے پاس آئے اس کو سنائیں، اور جو شخص آپ کے پاس نہ آئے تو اس کو آپ تکلیف نہ دیں اور ایسے شخص کی مجلس میں اس کا ذکر نہ کریں جو اس کو ناپسند کرتا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ ابن ابی کا یہ قول سخت ناگوار ہوا مگر آپ خاموشی سے بڑھ کر آگے بڑھ گئے“ (صفحہ ۱۳۵)

بلاشبہ یہ گستاخانہ کلمات تھے اور واقعہ بنی مصطلق کے بعد عبد اللہ ابن ابی کی تقریر سے مشتعل ہو کر حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اسے قتل کرنے کی اجازت بھی طلب کی تھی مگر آپ نے اس کی اجازت یہ کہہ کر نہ دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن ابی منافقین کا سردار تھا، اس کے قبیلے کے خاصے لوگ سچے مسلمان تھے، جو قبائلی قیادت میں اس کو سردار مانتے تھے۔ علاوہ ازیں اس کی

سرگرمیاں زیادہ تر خفیہ تھیں، سامنے آ کر میں عبد اللہ ابن ابی اپنے تین سو آدمیوں واقعات بتاتے ہیں، کئی مواقع پر اس نے خفا بھی وہ لشکر اسلام میں شامل ہوتا رہا۔ غالباً رکھتے ہوئے اس سے درگزر کی پالیسی اپنانا نقل گالیوں کے مقابلے میں وہ ”بے حد تر ملعون رشدی نے کہے، تو پھر اس بات کا قہر اس طرح کی پہلی گستاخی پر ہی اڑا دی جاتی کیا تھا مگر ملعون رشدی نے پورے قرآن اور کتاب کیا۔ اور خود وحید الدین خان لکھ

”اس سے بھی زیادہ لغو بات کی بجائے نفوذ باللہ کلام شیطانی قرار

### (۳) ہند کی گستاخی

ہند ابوسفیان کی بیوی تھی۔ ذریعے رسول اکرم ﷺ کی جھوٹا کرنا ہند کے یہ جھوٹے اشعار نقل کئے ہیں: یعنی: ”محمدؐ مذمت کے نہیں مانتے..... اور ہم کو ان کے

نوٹ: وحید الدین خان نے کے اشعار میں اس نے نام نہیں لیا تھا

### (۴) سہیل بن عمرو کا معاملہ

سہیل بن عمرو بقول وحید معمولی صلاحیت تھی۔ اپنی اس صلاحیت سے وہ شعر اور خطابت کے ذریعے

لیا گیا ہے۔ ایک موقع وہ تھاجب غزوہ بنی مصطلق (۵۵ھ) سے واپسی پر ایک  
 لئے ایک مہاجر اور ایک انصاری آپس میں لڑ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے  
 مسئلہ کو ختم کر دیا۔ البتہ اس موقع پر عبد اللہ ابن ابی نے اپنے قبیلہ کے  
 متعال انگیز تقریر کی۔ اس نے کہا ”خدا کی قسم، اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے  
 لے کو وہاں سے نکال دے گا“ (صفحہ ۱۳۶) اگرچہ عبد اللہ ابن ابی کی اس  
 رم ﷺ اور تمام مہاجرین کی طرف تھا، مگر غور کیا جائے تو عبد اللہ ابن  
 میں کسی کا نام نہ لیا تھا اور اس کا بالخصوص نام نہ لینا بھی حکمتِ خداوندی  
 مناقب کی زبان سے واقعی ایک سچی بات نکلائی تھی۔ کیونکہ مدینہ پہنچنے  
 نے ذلت والوں کو نکال دیا۔ مسلمانوں کو خدا نے عزت عطا کی۔ یہود اور  
 سب میں بدترین ذلت آئی۔

یوں نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول خدا ﷺ حضرت سعد بن عبادہ  
 سے تھے، راستہ میں عبد اللہ ابن ابی کا قلعہ نما مکان تھا، وہاں اس کے پاس  
 بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ وہاں سواری سے اتر پڑے اور عبد اللہ ابن ابی  
 سلام کیا۔ آپ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے اور قرآن کا ایک حصہ پڑھ کر  
 بے پروائی کے ساتھ چپ چاپ سنتا رہا۔ جب آپ فارغ ہو چکے تو  
 سے شخص! آپ کی یہ بات تو اچھی ہے لیکن اگر وہ حق ہے تو آپ اپنے  
 اس کو سننے کے لئے آپ کے پاس آئے اس کو سنائیں، اور جو شخص  
 اس کو آپ تکلیف نہ دیں اور ایسے شخص کی مجلس میں اس کا ذکر نہ  
 ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو عبد اللہ ابن ابی کا یہ قول سخت ناگوار ہوا مگر  
 آگے بڑھ گئے“ (صفحہ ۱۳۵)

کلمات تھے اور واقعہ بنی مصطلق کے بعد عبد اللہ ابن ابی کی تقریر  
 عمر نے رسول اکرم ﷺ سے اسے قتل کرنے کی اجازت بھی  
 اس کی اجازت یہ کہہ کر نہ دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے  
 عبد اللہ ابن ابی منافقین کا سردار تھا، اس کے قبیلے کے خاصے  
 قبائلی قیادت میں اس کو سردار مانتے تھے۔ علاوہ ازیں اس کی

سرگرمیاں زیادہ تر خفیہ تھیں، سامنے آکر مسلمانوں کی مخالفت کی اسے جرات نہ تھی۔ جنگ احد  
 میں عبد اللہ ابن ابی اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر سے الگ ہو گیا تھا مگر  
 واقعات بتاتے ہیں، کئی مواقع پر اس نے خلوص سے مسلمانوں کا ساتھ بھی دیا تھا۔ جنگ احد کے بعد  
 بھی وہ لشکر اسلام میں شامل ہوا تھا۔ غالباً رسول خدا ﷺ اس کی اسی نیم دلانہ حمایت کو پیش نظر  
 رکھتے ہوئے اس سے درگزر کی پالیسی اپناتے رہے۔ اس کے جملے گستاخانہ تھے مگر ملعون رشدی کی  
 نگی گالیوں کے مقابلے میں وہ ”بے حد نرم“ کہے جاسکتے ہیں۔ اگر عبد اللہ ابن ابی وہی کلمات کہتا جو  
 ملعون رشدی نے کہے، تو پھر اس بات کا قطعاً کوئی امکان نہ تھا کہ اسے معاف کر دیا جاتا، اس کی گردن  
 اس طرح کی پہلی گستاخی پر ہی اڑادی جاتی۔ عبد اللہ ابن ابی نے قرآنی آیات کو سن کر ناگواری کا اظہار  
 کیا تھا مگر ملعون رشدی نے پورے قرآن مجید کو ”شیطانی آیات“ کا نام دے کر شدید اہانت کا  
 ارتکاب کیا۔ اور خود وحید الدین خان لکھ چکے ہیں:

”اس سے بھی زیادہ لغو بات یہ ہے کہ اس کی بنیاد پر پورے قرآن مجید کو کلام خداوندی  
 کی بجائے لعوۃ باللہ کلام شیطانی قرار دینے کی کوشش کی جائے“ (ص ۴۳)

### (۳) ہند کی گستاخی

ہند ابوسفیان کی بیوی تھی۔ فتح مکہ پر یہ ایمان لے آئی تھیں۔ مگر اس سے پہلے شاعری کے  
 ذریعے رسول اکرم ﷺ کی بھجوا کر کرتی تھی۔ وحید الدین خان نے سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے  
 ہند کے یہ بھجویہ اشعار نقل کئے ہیں: مذمما عصینا، ..... وآشذہ أبینا ..... و دینہ قلینا  
 یعنی: ”محمد مذمت کئے ہوئے ہیں ..... ہم ان کا انکار کرتے ہیں ..... ہم ان کے حکم کو  
 نہیں مانتے ..... اور ہم کو ان کے دین سے بغض ہے“ (صفحہ ۱۳۵)

نوٹ: وحید الدین خان نے ”محمد“ کے لفظ کا اپنی طرف سے ترجمہ میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہند  
 کے اشعار میں اس نے نام نہیں لیا تھا اگرچہ اس کا اشارہ آپ کی طرف ہی تھا۔

### (۴) سہیل بن عمرو کا معاملہ

سہیل بن عمرو بقول وحید الدین خان خطیب قریش تھے۔ ان کے اندر زبان آوری کی غیر  
 معمولی صلاحیت تھی۔ اپنی اس صلاحیت کو انہوں نے بھرپور طریقے سے اسلام کے خلاف استعمال  
 کیا۔ وہ شعر اور خطابت کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی بھجوا کر کرتے تھے۔ غزوہ بدر کے دوران یہ

گرفتار ہوئے مگر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ معاہدہ حدیبیہ کے دوران یہی سہیل بن عمرو تھے جو کفار کے نمائندہ کے طور پر آئے تھے۔ ۸ھ کو جب مکہ فتح ہو گیا یہ اس وقت تک حالت کفر میں تھے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کو کوئی سزا نہ دی۔ اس کے برعکس آپ نے اپنے اصحاب کو ان کے ساتھ حسن اخلاق کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

”جو شخص سہیل بن عمرو سے ملے، وہ اس کی طرف تیز نگاہوں سے نہ دیکھے  
میری جان کی قسم، بلاشبہ سہیل عقل اور شرف والا آدمی ہے اور سہیل جیسا آدمی اسلام  
سے بے خبر نہیں رہ سکتا“

غزوہ ہوازن کے بعد سہیل بن عمرو نے اسلام قبول کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مکہ کے بیشتر لوگوں نے چاہا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ سہیل بن عمرو شاندار خطیب ہونے کے ساتھ ایک بارع شخصیت والے آدمی تھے۔ انہوں نے پرزور تقریر کی۔ انہوں نے کہا سن لو، رسول اللہ ﷺ کی وفات نے اس کے سوا کچھ اور نہیں کیا ہے کہ اس کے اسلام کی قوت میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ جو شخص ہمارے خلاف کرے گا، ہم تلوار سے اس کی گردن مار دیں گے“ (صفحہ ۱۵۳-۱۵۵)

(۵) ذوالخویصرہ کی گستاخی

ہم حضرت عمرؓ کے بیان میں اس کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ وہ بنو تمیم قبیلے کا ایک شخص تھا، جنگ حنین کے بعد جب رسول خدا ﷺ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے کہا ”میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے عدل کیا ہو“ وحید الدین خان نے ذوالخویصرہ کے ان الفاظ کے جو محرکات و مضمرات بتائے ہیں وہ قطعی طور پر ان کے اپنے ذہن کے ساختہ پر داختم ہیں۔ اگرچہ ذوالخویصرہ نے جو الفاظ ادا کئے، ظاہری طور پر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ”عدل“ سے مطمئن نہ تھا۔

ذوالخویصرہ ایک سادہ لوح نو مسلم تھا۔ وہ رسالت مآبؐ کی صحبت میں زیادہ نہ رہا تھا۔ مالی غنیمت کی تقسیم کے دوران حضور اکرم ﷺ نے بعض افراد کو ان کی تالیفِ قلب کے لئے کچھ زیادہ مال عطا کیا۔ آپ اس طرح کی تالیفِ قلب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً فتح مکہ اور غزوہ ہوازن میں بھی آپ نے ایسا معاملہ فرمایا اور یہ دین کی عظیم مصلحتوں کے پیش نظر تھا اور واقعی اس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ جیسا کہ وحید الدین خان نے سہیل بن عمرو کے

ضمن میں لکھا ہے ”غزوہ ہوازن“ میں اس عطیہ کے بعد وہ گئے“ (صفحہ ۱۵۵) مگر ذوالخویصرہ مفہوم دو جمع دویا پھر ہر فرد غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، سب لوگوں کو برابر حصہ نہیں جس کا ذکر وحید الدین خان مگر وحید الدین خان اس واقعہ کے ”مذکورہ مسلمہ“ میں جو گستاخی کی، وہ رسالت پر ضرب لگانے کو اپنے خیال کے مطابق اللہ ﷺ کی حیثیت عادل بتانا گویا آپ زیادہ سخت بات ہے اس کے باوجود اس شبہ کی کوئی گنجائش عقل جرم نہیں۔ وحید الدین خان بنایا اور گھڑا گھڑ لیا (us) جاہل، نو مسلم، سادہ لوح نہیں ہے کیونکہ اپنی آفتاب سے نہیں گزرا تھا۔ اس ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے انہیں مالی غنیمت سے بر ملا اس کا اظہار بھی

چھوڑ دیا گیا۔ معاہدہ حدیبیہ کے دوران یہی سہیل بن عمرو تھے جو کفار پر آئے تھے۔ ۸ھ کو جب مکہ فتح ہو گیا یہ اس وقت تک حالت کفر میں تھے۔ ان کو کوئی سزا نہ دی۔ اس کے برعکس آپ نے اپنے حسن اخلاق کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

سہیل بن عمرو سے ملے، وہ اس کی طرف تیز نگاہوں سے نہ دیکھے بلاشبہ سہیل عقل اور شرف والا آدمی ہے اور سہیل جیسا آدمی اسلام لے سکتا۔

کے بعد سہیل بن عمرو نے اسلام قبول کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی ترلوگوں نے چاہا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ سہیل بن عمرو شاندار ایک بارعب شخصیت والے آدمی تھے۔ انہوں نے پرزور تقریریں، رسول اللہ ﷺ کی وفات نے اس کے سوا کچھ اور نہیں کیا ہے کہ اس میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ جو شخص ہمارے خلاف کرے گا، ہم تلوار سے لے کر (صفحہ ۱۵۳-۱۵۵)

گستاخی

یہ بیان میں اس کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ وہ بنو حنیملہ قبیلہ کا ایک شخص تھا۔ رسول خدا ﷺ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے آپ نے عدل کیا ہو، وحید الدین خان نے ذوالخویصرہ کے ان کلمات بتائے ہیں وہ قطعی طور پر ان کے اپنے ذہن کے ساختہ پر رہنے جو الفاظ ادا کئے، ظاہری طور پر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مطمئن نہ تھا۔

مادہ لوح نو مسلم تھا۔ وہ رسالت مآب کی صحبت میں زیادہ نہ رہا تھا۔ ان حضور اکرم ﷺ نے بعض افراد کو ان کی تالیف قلب کے سبب اس طرح کی تالیف قلب اکثر فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً فتح مکہ اور نے ایسا معاملہ فرمایا اور یہ دین کی عظیم مصلحتوں کے پیش نظر تھا۔ زبرد آمد ہوئے۔ جیسا کہ وحید الدین خان نے سہیل بن عمرو کے

ضمن میں لکھا ہے ”غزوہ ہوازن کے بعد آپ نے ان کو ایک سواونٹ تالیف قلب کے طور پر دیئے۔ اس عطیہ کے بعد وہ بالکل ڈھے پڑے اور اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی بن گئے“ (صفحہ ۱۵۵) مگر ذوالخویصرہ جیسا سادہ لوح بدودین کی ان مصلحتوں کو نہیں سمجھتا تھا۔ وہ عدل کا مفہوم دو جمع دویا پھر ہر فرد کو مال غنیمت سے مساوی حصہ کا عطا کیا جانا سمجھتا تھا۔ جب آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، وہ آپ کے پاس کھڑا ہو گیا اور دیکھتا رہا (صفحہ ۱۶۰) اس نے جب دیکھا کہ سب لوگوں کو برابر حصہ نہیں مل رہا تو اس نے مذکورہ بات کی۔ اگر اس کے ذہن میں وہ بات ہوتی جس کا ذکر وحید الدین خان نے کیا ہے تو اغلب امکان اس بات کا ہے کہ وہ یہ بات زبان سے نہ نکالتا۔

مگر وحید الدین خان اس واقعہ کو Play-up کر کے اس پر یوں تیسرہ کرتے ہیں:

”مذکورہ مسلمان (ذوالخویصرہ) کے معاملہ پر غور کیجئے۔ اس نے خدا کے رسول کی شان میں جو گستاخی کی، وہ سادہ معنوں میں صرف ایک لفظی گستاخی نہ تھی، وہ خود آپ کی حیثیت رسالت پر ضرب لگانے کے ہم معنی تھی۔ اس شخص نے آپ کی عدالت پر شبہ کیا تھا اور آپ کو اپنے خیال کے مطابق غیر عادل بتایا تھا۔ یہ بات انتہائی حد تک سنگین ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیثیت قرآن کے راوی کی ہے۔ ایسی حالت میں مذکورہ شبہی مسلمان کا آپ کو غیر عادل بتانا گویا آپ کے راوی قرآن ہونے کی حیثیت کو مشتبہ قرار دینا ہے۔ یہ بلاشبہ سب سے زیادہ سخت بات ہے جو آپ کے خلاف کہی جاسکتی ہے۔ مذکورہ شخص نے اتنی سنگین بات کہی، اس کے باوجود اس کو نہ کوئی سزا دی گئی اور نہ ہی اس کو قتل کیا گیا۔ کیا اس کے بعد بھی اس میں شبہ کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی بجائے خود کوئی واجب القتل جرم نہیں ہے“ (صفحہ ۱۶۱-۱۶۲)

وحید الدین خان نے جو نتیجہ اس واقعہ پر تبصرہ کرنے کے بعد نکالا ہے وہ محض پہلے سے بنا بنا یا اور گھڑا گھڑا لیا (Pre-postrous) ہے۔ جس غلط فہمی کا شکار ذوالخویصرہ جیسا غیر معروف، جاہل، نو مسلم، سادہ لوح بدو ہوا تھا، اس طرح کی غلط فہمی اس طرح کے آدمی سے غیر متوقع نہیں ہے کیونکہ اپنی آنکھوں سے وہ مال غنیمت کی غیر مساوی تقسیم دیکھ رہا تھا اور تربیت کے مراحل سے نہیں گزرا تھا۔ اس طرح کی غلط فہمی تو فتح مکہ کے بعد بہت سے جدید انصاری صحابہ کرام کو بھی ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے ابوسفیان اور دیگر مکہ کے سرداروں کی تالیف قلب کے لئے انہیں مال غنیمت سے بیش بہا مال دیا۔ جن کا بعض انصار نے اثر قبول کیا۔ ان میں سے بعض نے تو برملا اس کا اظہار بھی کیا۔ ایسے ہی موقع پر حضور اکرم ﷺ کا وہ مشہور ارشاد مبارک ہے جس نے

انصار صحابہ کو زلا کر رکھ دیا اور رقت قلبی سے ان کی چینیوں نکل گئیں اور انہوں نے اس بدگمانی پر توبہ کی۔ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! کیا آپ کو یہ گوارا نہیں کہ اہل مکہ تو اموال لے جائیں اور آپ کے ساتھ اللہ کا رسول چلا جائے“

تجب کا معاملہ ہے کہ وحید الدین خان نے بے چارے ذوالخویصرہ کی اس سادہ لوحی پر بنی گستاخی کو تو ”سکین ترین“ بتلا کر باقاعدہ وہ من چاہا نتیجہ بھی نکال لیا ہے جس کو درست ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ۱۹۲ صفحہ کی کتاب ”شتم رسول کا مسئلہ“ لکھ ماری۔ مگر اس کتاب میں کہیں بھی اس نے ملعون رشیدی کی گستاخی کو ”سکین ترین“ نہیں لکھا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے ”اشتمال انگیز حد تک لغو“ لکھا ہے۔

ذوالخویصرہ کی مذکورہ گستاخی اور ملعون رشیدی کی ہنوت میں کوئی مقابلہ نہیں ہے مگر وحید الدین خان مصر ہیں کہ یہ دونوں گستاخیاں ایک ہی مرتبے کی ہیں۔ علی بددیانتی کو اگر اپنا ”مذہب“ بنا لیا جائے تو پھر منطق کے نام پر ایسی یا وہ گویاں غیر متوقع نہیں رہتیں۔

(۶) عکرمہ بن ابو جہل کو معافی ملنے کی وجہ

وحید الدین خان نے رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی مخالفین میں عکرمہ بن ابو جہل کا ذکر بے حد تفصیل سے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے وہ رسول اکرم ﷺ کا سخت مخالف تھا اور اپنے باپ ابو جہل کے ساتھ تھا۔ گستاخی اور جارحیت کی کوئی قسم نہ تھی جو اس نے آپ کے خلاف اختیار نہ کی ہو۔

غزوہ احد میں وہ مشرک فوج کے میسرہ کا سردار تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ مکہ کو چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئے۔ ان کی بیوی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ وہ یمن جا کر باصرار انہیں واپس لے آئیں۔ وہ انتہائی شرمساری کے ساتھ اپنا سر جھکائے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا: کیا مجھے امان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں، تم کو امان ہے۔ آخر کار انہوں نے کلمہ شہادت ادا کر کے اسلام قبول کر لیا۔..... عکرمہ نے ہر جرم رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا تھا بظاہر وہ اس قابل تھے کہ انہیں قتل کر دیا جائے مگر رسول اللہ ﷺ قاتل نہیں تھے، داعی تھے، آپ نے انہیں یکطرفہ طور پر معاف کر دیا۔ (صفحہ ۱۵۸-۱۶۰)

وحید الدین خان کتاب کا پیٹ بھرنے کے لئے ایسے واقعات بھی لکھتے چلے گئے ہیں

جن کا موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ کفار مکہ کے سب سے بڑے سردار یعنی ابو کسی بھی طرف سے لڑی جائے۔ جنگی بہادر کسی فوج کا سپہ سالار گرفتار ہو جائے، اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جنگ بدر کے بعد ۷۰ کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان جس تھی، آپ نے اعلان فرمایا کہ جو کوئی ابو جائے گی۔ اس طرح کی وسعت ظفری کا وحید الدین خان نے لکھا ہے کہ عکرمہ کے مگر جارحیت کا پلہ بھاری تھا اور یہ عسکر اسلام لانے کے بعد انہوں نے اسلامی سر انجام دیے تھے۔ آپ کے سامنے عک ان کی بیوی انہیں واپس لائیں تو بقول اللہ ﷺ نہایت خوش ہو کر ان کی طرف گریزی“ (صفحہ ۱۵۹)

اس کے علاوہ چند اور وجوہات ان کا ذکر خود وحید الدین خان کی کتاب

(۱) عکرمہ کی بیوی ایمان لے کی امان طلب کی تھی، جو عام اصول کے (۲) عکرمہ نے سخت شرمسار توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو رہے تھے ”اسلام قبول کرنے کے طلب کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے کہا میری آپ سے درخواست رکاوٹ جو میں نے آپ کے راہ

نیا اور رقت قلبی سے ان کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے اس کو فرمایا: اے گروہ انصار! کیا آپ کو یہ گوارا نہیں کہ اہل مکہ تو اموال تمہ اللہ کا رسول چلا جائے۔

کہ وحید الدین خان نے بے چارے ذوالخوہصرہ کی اس سادہ لوحی بن "بتلا کر باقاعدہ وہ من چاہا نتیجہ بھی نکال لیا ہے جس کو درست کرنے کی کتاب "شتم رسول کا مسئلہ" لکھ ماری۔ مگر اس طرح ملعون رشیدی کی گستاخی کو "سنگین ترین" نہیں لکھا۔ بلکہ زیادہ حد تک لغو لکھا ہے۔

گستاخی اور ملعون رشیدی کی ہفوات میں کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ یہ دونوں گستاخیاں ایک ہی مرتبے کی ہیں۔ علمی بددیانتی کو اگر منطق کے نام پر ایسی یا وہ گویاں غیر متوقع نہیں رہتیں۔

کو معافی ملنے کی وجہ

رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی مخالفین میں عکرمہ بن ابوجہل ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے وہ رسول اکرم ﷺ کا سخت دشمن کے ساتھ تھا۔ گستاخی اور جارحیت کی کوئی قسم نہ تھی جو اس کو

فوج کے میسرہ کا سردار تھا۔ فتح مکہ کے بعد وہ مکہ کو چھوڑ کر بیوی جو مسلمان ہو گئی تھی۔ وہ یمن جا کر باصرار انہیں واپس کے ساتھ اپنا سر جھکائے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں، تم کو امان ہے۔ آخر کار انہوں نے کر لیا۔ عکرمہ نے ہر جرم رسول اللہ ﷺ کے خلاف کیا قتل کر دیا جائے مگر رسول اللہ ﷺ قاتل نہیں تھے، داعی پر معاف کر دیا۔ (صفحہ ۱۵۸-۱۶۰)

پیٹ بھرنے کے لئے ایسے واقعات بھی لکھتے چلے گئے ہیں

جن کا موضوع بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عکرمہ کا معاملہ درحقیقت عسکری مخالفت کا تھا۔ وہ کفار مکہ کے سب سے بڑے سردار یعنی ابوجہل کا بیٹا تھا۔ جنگ لڑنا ایک بہادرانہ فعل ہے چاہے وہ کسی بھی طرف سے لڑی جائے۔ جنگی بہادریوں کو مخالف بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آج بھی کسی فوج کا سپہ سالار گرفتار ہو جائے، اسے فوراً قتل نہیں کیا جاتا۔ بلکہ بالعموم بعض شرائط کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جنگ بدر کے بعد ۷۰ کفار کو رسول اللہ ﷺ نے گرفتار کرنے کے بعد معاف کر دیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ابوسفیان جس نے مسلمانوں کے خلاف غزوہ اُحد میں کفار کی قیادت کی تھی، آپ نے اعلان فرمایا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا، اسے امان دے دی جائے گی۔ اس طرح کی وسعت ظرفی کا اظہار ہمیشہ مخالفین کو متاثر کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ وحید الدین خان نے لکھا ہے کہ جرم میں "گستاخی اور جارحیت" دونوں چیزیں شامل تھی۔ مگر جارحیت کا پلہ بھاری تھا اور یہ عسکری جارحیت تھی۔ عکرمہ ایک انتہائی بہادر سپہ سالار تھے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بہادری کے عظیم کارنامے سر انجام دیئے تھے۔ آپ کے سامنے عکرمہ کا یہ پہلو بھی چھپا ہوا نہیں تھا۔ اسی لئے جب یمن سے ان کی بیوی انہیں واپس لائیں تو بقول وحید الدین خان "عکرمہ جب آپ کے پاس پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نہایت خوش ہو کر ان کی طرف تیزی سے بڑھے، حتیٰ کہ آپ کی چادر آپ کے اوپر سے گر پڑی" (صفحہ ۱۵۹)

اس کے علاوہ چند اور وجوہات بھی تھیں جن کی بنا پر عکرمہ کو معافی کا مستحق ٹھہرایا گیا اور ان کا ذکر خود وحید الدین خان کی کتاب میں موجود ہے۔ وہ یہ تھیں:

(۱) عکرمہ کی بیوی ایمان لے آئی تھیں اور بحیثیت مسلمان کے انہوں نے اپنے کافر شوہر کی امان طلب کی تھی، جو عام اصول کے تحت انہیں دے دی گئی۔

(۲) عکرمہ نے سخت شرمساری کا اظہار کیا۔ ان کے رویہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خالص توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ وحید الدین خان کی کتاب کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اسلام قبول کرنے کے بعد عکرمہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: "میں آپ سے ایک چیز طلب کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم طلب کرو، میں تمہیں ضرور وہ چیز دوں گا۔ عکرمہ نے کہا میری آپ سے درخواست ہے کہ ہر دشمنی جو میں نے آپ کے ساتھ کی ہے، یا پھر وہ رکاوٹ جو میں نے آپ کے راستہ میں ڈالی ہے، ہر وہ لڑائی جو میں نے آپ کے خلاف لڑی ہے،

ہر وہ بدکلامی جو میں نے آپ کے منہ پر کی ہے، آپ کے پس پشت کی ہے، ان سب کو آپ معاف کر دیں اور ان کے بارے میں اللہ سے میرے لئے استغفار فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً ہی ان کے حق میں یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہر وہ عداوت جو عکرمہ نے میرے ساتھ کی، ہر وہ سرگرمی جو انہوں نے اس ارادہ سے کی کہ تیرے نور کو بجھادیں، ان سب کو تو ان کے لئے معاف کر دے اور وہ سب کچھ جو انہوں نے میری بے آبروئی کے لئے کیا، خواہ میرے سامنے کیا ہو یا میرے پس پشت، ان سب کو تو ان سے معاف کر دے“ (صفحہ ۱۵۹)

اب بتائیے اس طرح کی شرمساری اور ندامت کے ساتھ پیش ہونے والے ایک نوجوان بہادر سردار عکرمہ اور ملعون رشدی میں کیا مماثلت ہے۔ جو اپنی حرامزدگی اور دریدہ دوہنی پر شرمسار تو کیا، التانخت، ڈھٹائی اور سرکشی میں مبتلا ہے۔ دس سال گزرنے کے بعد آج تک اس نے ایک بھی حرف ندامت ادا نہیں کیا۔ عکرمہ تو خوش قسمت تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ان کو معافی مل گئی تھی۔ اگر وہ ایک دو سال اور معافی نہ طلب کرتے تو رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ یا کسی اور مسلمان نے انہیں ہرگز معافی نہیں دینی تھی۔ ملعون رشدی جناب رسول اللہ ﷺ کا شاتم اور مجرم ہے، اسے مسلمان معافی کیسے دے سکتے ہیں۔ وہ ایک بزدل، کمینہ، گھٹیا اور پوچ انسان ہے، اس کا موازنہ عکرمہ جیسے عسکری سپہ سالار سے کرنا وحید الدین خان کا حوصلہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو ہر معاملے میں عقل پر مبنی واستدلال طلب کرنے کے عادی ہیں۔ عکرمہ کے واقعات سے جو انہوں نے نتیجہ اخذ کیا ہے اس پر خود علوم منطق کو نوحہ خواں ہونا چاہئے۔

(۷) طائف کے سفر کے دوران آپ کو ملنے والی اذیت

وحید الدین خان نے رسول اکرم ﷺ کے طائف کے سفر کا ذکر تین صفحات میں پھیلا دیا ہے اور طائف کے سرداروں نے جو آپ کے ساتھ برا سلوک اور گستاخی کی، اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور پھر بتایا ہے کہ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف سے ہی بعد میں لوگ اسلام آئے۔ بالخصوص محمد بن قاسم جس نے سندھ فتح کیا، وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اگر طائف کے روز آپ ﷺ فرشتے کی پیش کش کو قبول کر لیتے تو اہل طائف کا نام و نشان مٹ جاتا۔ یہاں وحید الدین خان ”گلی نسلوں تک انتظار“ کی سرخی جماتے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۶-۱۵۸)

طائف کا اذیت ناک واقعہ آپ کو اس وقت ہوئے تھے۔ یہ طائف کے لوگوں کی طرف۔ اس قوم کو تباہ کرنے کی اجازت دے کر ان کی مجرموں کے ساتھ بے قصور لوگ بھی پس فرق ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ گستاخی پر سزا نہیں دی گئی۔ جن جن واقعات کے واقعات تھے۔ اور ایسے افراد مسلسل اس رشدی کے ہنوت میں قطعاً کوئی مماثلت نہیں اس کی کتاب کے مسلسل ایڈیشن کا چھپنا اس کی سزا سے شتم رسول کی سزا میں موت کا مستحق ہے سزا ہے۔

(۸) رسول اکرم ﷺ کو آبتنر کے

العاص بن وائل قدیم مکہ کا ایک مشہور طعنہ دیتا تھا کیونکہ آپ کی زینہ اولاد کوئی آبتنر شخص ہیں ان کے بعد ان کا کوئی وار ہو جائے گا۔ وحید الدین خان اس پر تمبرہ کر ”یہ واضح طور پر شتم رسول کا واقعہ اسی طرح کے دوسرے لوگوں کو قتل کر

عاص بن وائل ایک کافر شخص رسول اکرم ﷺ کی زندگی کا کئی دور تھا۔ ابھی اسلام عظمت بھی واضح نہیں ہوئی تھی۔ بھلا رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے پہلے چند سال کے کرنا پرلے درجہ کی مضحکہ خیز منطق نہیں تو کیا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وحید الدین نہیں یا پھر جان بوجھ کر وہ سونے تاویل سے

نے آپ کے منہ پر کی ہے، آپ کے پس پشت کی ہے، ان سب کو اور ان کے بارے میں اللہ سے میرے لئے استغفار فرمائیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہر وہ عداوت جو عکرمہ نے ہر وہ سرگرمی جو انہوں نے اس ارادہ سے کی کہ حیرے نور کو بھجادیں، میرے لئے معاف کر دے اور وہ سب کچھ جو انہوں نے میری بے آبروئی کے لئے سامنے کیا ہو یا میرے پس پشت، ان سب کو تو ان سے معاف فرما۔

طرح کی شرمساری اور ندامت کے ساتھ پیش ہونے والے ایک اور ملعون رشدی میں کیا مماثلت ہے۔ جو اپنی حرامزدگی اور دریدہ ناسخت، ڈھٹائی اور سرکشی میں مبتلا ہے۔ دس سال گزرنے کے بعد ان کی حریف ندامت ادا نہیں کیا۔ عکرمہ تو خوش قسمت تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معافی مل گئی تھی۔ اگر وہ ایک دو سال اور معافی نہ طلب کرتے تو ان کے بعد حضرت ابو بکر صدیق یا کسی اور مسلمان نے انہیں ہرگز ہون رشدی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاتم اور مجرم ہے، اسے کتنے ہیں۔ وہ ایک بزدل، کمینہ، گھٹیا اور پوچ انسان ہے، اس کا موازنہ لار سے کرنا وحید الدین خان کا حوصلہ ہی ہو سکتا ہے۔ جو ہر معاملے میں طلب کرنے کے عادی ہیں۔ عکرمہ کے واقعات سے جو انہوں نے علوم منطق کو نوجہ خواں ہونا چاہئے۔

کے دوران آپ کو ملنے والی اذیت

نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا ذکر تین صفحات میں سرداروں نے جو آپ کے ساتھ براسلوک اور گستاخی کی، اس کا برتاؤ ہے کہ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف سے ہی بعد میں لوگ اسلام لائے جس نے سندھ فتح کیا، وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اگر طائف کے لوگ کسی کو قبول کر لیتے تو اہل طائف کا نام و نشان مٹ جاتا۔ یہاں تک انتظار کی سرنخی جماتے ہیں۔ (صفحہ ۱۵۶-۱۵۸)

طائف کا اذیت ناک واقعہ آپ کو اس وقت پیش آیا جب اسلام میں ابھی چند لوگ ہی داخل ہوئے تھے۔ یہ طائف کے لوگوں کی طرف سے اجتماعی گستاخی تھی۔ اگر آپ پسند کرتے تو فرشتہ کو اس قوم کو تباہ کرنے کی اجازت دے کر ان کی گستاخی پر سبق سکھا سکتے تھے مگر اس میں یہ خدشہ تھا کہ مجرموں کے ساتھ بے قصور لوگ بھی پس جاتے۔ اجتماعی گستاخی اور انفرادی سب و شتم میں بہت فرق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کسی بھی قوم یا قبیلے کو اجتماعی مخالفت، جارحیت یا گستاخی پر سزا نہیں دی گئی۔ جن جن واقعات میں گستاخان رسول کو قتل کیا گیا وہ انفرادی سب و شتم کے واقعات تھے۔ اور ایسے افراد مسلسل اس سب و شتم کا ارتکاب کرتے رہے۔ طائف کے واقعہ اور رشدی کے ہفوات میں قطعاً کوئی مماثلت نہیں ہے۔ رشدی انفرادی گستاخی کا مرتکب ہوا ہے اور اس کی کتاب کے مسلسل ایڈیشن کا چھپنا اس کی گستاخانہ حرکت کے تسلسل کو ظاہر کرتا ہے وہ ہر اعتبار سے شتم رسول کی سزائیں موت کا مستحق ہے ایسی گستاخی کی ملت اسلامیہ کے نزدیک متفقہ طور پر یہ سزا ہے۔

### (۸) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آبتن کہنا

الحاص بن وائل قدیم مکہ کا ایک مشرک سردار تھا، وہ آپ کو آبتن یعنی لاوارث ہونے کا طعنہ دیتا تھا کیونکہ آپ کی زریہ اولاد کوئی نہیں تھی۔ وہ لوگوں سے کہتا کہ انہیں چھوڑو وہ تو ایک آبتن شخص ہیں ان کے بعد ان کا کوئی وارث نہیں۔ جب وہ ختم ہوں گے تو ان کا ذکر بھی ختم ہو جائے گا۔ وحید الدین خان اس پر تبصرہ کرتے ہیں.....

”یہ واضح طور پر شتم رسول کا واقعہ تھا۔ اب اس کا جواب یہ نہیں تھا کہ حاص بن وائل اور اسی طرح کے دوسرے لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔“

حاص بن وائل ایک کافر شخص تھا۔ اور اس نے جس وقت یہ بات کی تھی وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کئی دور تھا۔ ابھی اسلامی نظام قائم نہیں ہوا تھا۔ لوگوں پر اسلام کی تعلیمات کی عظمت بھی واضح نہیں ہوئی تھی۔ بھلا چودہ سو سال کے بعد کے رشدانی ہفوات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے پہلے چند سال کے واقعات کو برابر قرار دے کر شتم رسول کی سزائی مخالفت کرنا پرلے درجہ کی مضحکہ خیز منطق نہیں تو اور کیا ہے۔ پھر آبتن اور رشدی کی ہفوات کا موازنہ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وحید الدین خان کو یا تو مسئلہ زیر غور کی سنگینی اور شدت کا احساس نہیں یا پھر جان بوجھ کر وہ سونے تاویل سے کام لے کر اس معاملے میں گمراہ کرنے کے مشن پر نکل

کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرض کر رکھا ہے کہ وہ لوگ جو سلمانِ رشدی کے قتل کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کی رحم دلی اور غنودہ رگزر پر یقین نہیں رکھتے۔ اسی لئے وہ ایسے واقعات کا انبوه کثیر جمع کر چکے ہیں جن کا رشدی کے معاملہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب وہ معمولی معمولی باتیں باتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بے حد واہیات طریقے سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھیں کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا مگر اس کو قتل نہیں کیا گیا۔ ہم ایک بار پھر دہراتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے پیش نظر بعض افراد کو معاف کر دیا تھا اور بعض کو معاف نہ کیا۔ جن کو معاف کیا، ان میں سے ایک کی بھی گستاخی اس درجہ میں نہیں تھی جیسا کہ سلمانِ رشدی کی ہفوائی گستاخیاں۔ لیکن جنہیں قتل کی سزا دی گئی وہ تمام کے تمام اس قبیل کے گستاخ تھے۔

(۹) علامہ اقبال اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن پر شتم رسول کا الزام؟

مولانا وحید الدین خان نے ”نا قابلِ فہم“ عنوان کے تحت واقعی بعض ”نا قابلِ فہم“ بلکہ نامعقول باتیں درج کی ہیں۔ وہ علامہ اقبال اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے دو اشعار منتخب کر کے لائے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اچھا اگر ”شتم رسول“ کی تعریف اتنی وسیع ہے تو یہ حضرات بھی ”شتم رسول“ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

”مثال کے طور پر علامہ اقبال کی نظم نظام الدین اولیاء کے بارے میں ہے۔ اس کا عنوان ”النجائے مسافر“ ہے۔ اس نظم کے وہ منسرحے یہاں نقل کئے جاتے ہیں، اس میں پیغمبر کے اوپر غیر پیغمبر کو بلند مرتبہ بتایا گیا ہے جو ہر تعریف کے مطابق شتم رسول ہے

فرشتے پڑھتے ہیں جن کو وہ نام ہے تیرا مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا  
یہ بظاہر نعتیہ اشعار ہیں۔ اس میں ظاہر ہے علامہ اقبال کی وہ نیت معاذ اللہ نہیں ہو سکتی جس کا ”فتویٰ“ وحید الدین خان نے صادر فرمایا ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں ”اسی طرح مشہور دیوبندی عالم مولانا محمود حسن صاحب کو بھی خدا نخواستہ انہیں شاتمین کی صف میں شمار کرنا پڑے گا کیونکہ ان کے فرمودات میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی تحقیر کو مستلزم ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا یہ شعر

مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا  
بظاہر اس بے ضرر سے شعر میں و  
آگئی۔ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ سلمانِ رشدی  
اشعار لکھنے والوں کو بھی شتم رسول کی سزا ملنی  
قارئین کرام! باقی خود ہی فیصلہ کر  
”حسن استدلال“ مزید تبصرے کا محتاج نہیں

نبیوں نے فرض کر رکھا ہے کہ وہ لوگ جو مسلمان رشدی کے قتل کا رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کی رحم دلی اور عفو و درگزر پر یقین نہیں واقعات کا انبوه کثیر جمع کر چکے ہیں جن کا رشدی کے معاملہ سے قطعاً اب وہ معمولی معمولی باتیں باتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر بے حد واہیات تے ہیں کہ دیکھیں کہ فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا مگر اس کو قتل پھر دہراتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر یا تھا اور بعض کو معاف نہ کیا۔ جن کو معاف کیا، ان میں سے ایک کی نہیں تھی جیسا کہ مسلمان رشدی کی ہنوائی گستاخیاں۔ لیکن جنہیں کے تمام اس قبیل کے گستاخ تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ پر شتم رسول کا الزام؟

خان نے ”نا قابل فہم“ عنوان کے تحت واقعی بعض ”نا قابل فہم“ لیا ہے۔ وہ علامہ اقبالؒ اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے دو اشعار کہہ رہے ہیں کہ اچھا اگر ”شتم رسول“ کی تعریف اتنی وسیع ہے تو ”شتم رسول“ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

ور پر علامہ اقبالؒ کی نظم نظام الدین اولیاء کے بارے میں ہے۔ اس بافر ہے۔ اس نظم کے وہ مصرعے یہاں نقل کئے جاتے ہیں، اس میں پیغمبر کو بلند مرتبہ بتایا گیا ہے جو ہر تعریف کے مطابق شتم رسول

س جن کو وہ نام ہے تیرا مسج و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا بر ہیں۔ اس میں ظاہر ہے علامہ اقبالؒ کی وہ نیت معاذ اللہ نہیں لدین خان نے صادر فرمایا ہے۔

اسی طرح مشہور دیوبندی عالم مولانا محمود حسن صاحب کو بھی صف میں شمار کرنا پڑے گا کیونکہ ان کے فرمودات میں ایسی علیہ السلام کی تحقیر کو مستلزم ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا یہ شعر

مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحاؑ کو دیکھیں ذرا ابن مریم (صفحہ ۱۰۳)

بظاہر اس بے ضرر سے شعر میں وحید الدین خان کو نجانے ”شتم رسول“ کو یو کہاں سے آئی۔ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان رشدی ملعون کے ساتھ یہ ”خصوصی سلوک“ کیوں؟ ایسے اشعار لکھنے والوں کو بھی شتم رسول کی سزا ملنی چاہئے۔

قارئین کرام! باقی خود ہی فیصلہ اس ”حسن انتخاب“ کے بارے میں کریں۔ وحید الدین کا ”حسن استدلال“ مزید تبصرے کا محتاج نہیں ہے۔



## آزادی کا ایک فریب کار اصطلاح

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

بھارت کے ایک خود رو مولانا وحید الدین خان نے ”مستم رسول ﷺ کا مسئلہ“ کے عنوان سے مضامین لکھے جن کو سال 1996ء میں شائع کیا گیا ہے جس میں ”رواداری“ آزادی“ آزادی اظہار خیال“ اور ”آزادی افکار“ کی فریب کار اصطلاحات کا سہارا لے کر گستاخان رسول ﷺ اور شیطان رشدی کی بھرپور کالت کی گئی ہے کتاب کا مقصد وحید یہ بتانا ہے کہ توہین رسالت ﷺ سرے سے کوئی جرم ہی نہیں اور لہذا رسول ﷺ پر احتجاج اور ایچی ٹیشن ان کے اپنے الفاظ میں ”احقانہ مم“ ہے۔ اپنی کتاب کے باب دور آزادی میں موصوف فرماتے ہیں: ”قدیم زمانہ میں ”اظہار خیال کی آزادی“ کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ جدید انقلاب تمام تر اسی تصور آزادی کی دین ہے جس کا ذکر ایڈورڈ ٹشر (ایک برطانوی صحافی) نے اپنے مضمون رشدی کے بارے میں کیا ہے۔“

رشدی کے خلاف احتجاج کی مذمت کرتے ہوئے صحافی مذکور لکھتا ہے:

”یہ احتجاج ہمارے مذہب پر حملہ ہے۔ مذہب سے مراد ایسا مذہب ہے جو ایران کا ہے۔ برطانیہ اور آزاد دنیا کا مذہب اپنے وسیع تر معانی میں آزادی ہے جس کی بنیاد لوک، والٹیر، برک اور امریکن دستور کے مصنفین وغیرہ نے رکھی ہے۔“

اس مضمون کا جس کا اقتباس ہم نے تو سین میں دیا ہے، حوالہ دے کر خان مذکور لکھتے ہیں:

”اس آزادی نے تاریخ میں پہلی بار ہر ایک کے لیے اپنے فکر و خیال کے اظہار کے تمام دروازے کھول دیئے ہیں۔ آزادی فکر آج ایسا مسلمہ حق بن چکا ہے جس سے انکار نہ کیا جاسکے۔“

فکر و خیال کی اسی آزادی کے حق کو رشدی نے اپنی کتاب ”شیطانی آیات“ میں استعمال کیا

ہے۔ شیطان ہر دور میں ایسی پرکشش اور دلفریب نظر آتی ثابت ہوئے ہیں۔ اٹھارویں صدی فاشی کے لیے جواز فراہم کیا۔ اسی کا نام ”آرٹ“ رکھ دیا اور اسی سے بھی جب شیطان بیگانہ کر دیا۔ اقبال کی پیغمبرانہ اس لیے اس نے ایشیادالوں کو مذہب و اخلاق و شرافت کے تازہ دم ملک بھجنا رہتا ہے۔ مسلمانوں کے مرکز قلب وہ صرف ایک خود رو مولانا۔ انہوں نے ”رواداری“ اور ان میں مذکور الصذر مضمون پڑ گئے ہیں کیونکہ ان کے ذورہ ذہن کی رسائی حقیقت کا اعلان حضور ختمی مرتبہ ملک و نسب کے سارے استوار کیا۔ اس طرح انسانا روسو جیسے انقلاب فرانس اسلامی تعلیمات کے مطا بار و لپاہند یوں کی زنجیروں قرار دے کر فرانس بدرک کو انقلاب فرانس کی انجیل ہے۔ خاص طور پر اس کا میں جکڑا ہوا ہے ”اسلام

## فکری فریب کا اصطلاح

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

ایک خود مولانا وحید الدین خان نے "مستم رسول ﷺ کا مسئلہ" کے ن کو سال 1996ء میں شائع کیا گیا ہے جس میں "رواداری" آزادی کی افکار کی فریب کارانہ اصلاحات کا سہارا لے کر گستاخان رسول ﷺ وکالت کی گئی ہے کتاب کا مقصد وحید یہ بتانا ہے کہ توہین رسالت ﷺ اور اہمیت رسول ﷺ پر احتجاج اور ایجنڈیشن ان کے اپنے الفاظ میں ب کے باب دور آزادی میں موصوف فرماتے ہیں: "قدیم زمانہ میں تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ جدید انقلاب تمام تر اسی تصور آزادی کی دین ب برطانوی صحافی نے اپنے مضمون رشدی کے بارے میں کیا ہے۔" ر مت کرتے ہوئے صحافی مذکور لکھتا ہے:

یہ مذہب پر حملہ ہے۔ مذہب سے مراد ایسا مذہب ہے جو عالمیہ اور آزاد دنیا کا مذہب اپنے وسیع تر معانی میں آزادی ک ڈالیں اور امریکن دستور کے مصنفین وغیرہ نے

نے قوسین میں دیا ہے حوالہ دے کر خان مذکور لکھتے ہیں: تاریخ میں پہلی بار ہر ایک کے لیے اپنے فکر و خیال کے اذ سے کھول دیئے ہیں۔ آزادی فکر آج ایسا مسئلہ حق بن مار نہ کیا جاسکے۔"

ادی کے حق کو رشدی نے اپنی کتاب "شیطانی آیات" میں استعمال کیا

ہے۔ شیطان ہر دور میں ایسی نت نئی ترکیب اور اصطلاحات وضع کرتا رہتا ہے جو بظاہر نہایت پرکشش اور دلنریب نظر آتی ہیں۔ لیکن یہ انسان کی ہلاکت اور جہاں کے لیے ملک ترین حربے ثابت ہوئے ہیں۔ اٹھارویں صدی میں شیطان نے "آرٹ برائے آرٹ" کے نام سے عربی اور فاشی کے لیے جواز فراہم کیا۔ جب یہ اصطلاح پرانی اور فرسودہ ہونے لگی تو ذرا سی تبدیلی کے ساتھ اسی کا نام "آرٹ" رکھ دیا اور اس کی سرپرستی میں ہر قسم کی بے راہ روی اور عربیائی کی نمائش ہوتی رہی۔ اس سے بھی جب شیطانی عزائم اور مقاصد پورے ہوتے نظر نہیں آتے تو اس نے ایک اور لفظ "آزادی افکار" ایجاد کیا جس نے انسان کے خیالات و افکار کو بے لگام کر کے اسے تمام اخلاقی حدود و قیود سے آزاد کر دیا۔ اس نے سب سے پہلے یورپ، امریکہ اور روس کو مذہب اور اخلاقی شعور سے ہٹا کر دیا۔ اقبال کی پیغمبرانہ بصیرت نے شروع ہی میں دیکھ لیا تھا کہ یہ فتنہ کہاں سے سر اٹھا رہا ہے۔ اس لیے اس نے ایسا والوں کو خبردار کیا تھا "آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد۔" یہ آزادی افکار دین و مذہب و اخلاق و شرافت کے خلاف شیطان کی کھلی جنگ ہے۔ اس کے لیے ابلیس اپنے سوراؤں کو تازہ دم تک بھیجتا رہتا ہے۔ اس کے ہر اول دستہ سے رشدی نے اپنی تمام تر خباثوں کے ساتھ مسلمانوں کے مرکز قلب و روح حضور ﷺ کی جناب میں گستاخی کی جسارت کی ہے۔ اس کی حمایت صرف ایک خود مولانا نے کی ہے جن کا پیدائشی نام وحید الدین خان ہے۔ مدہانت اور چالوسی کو انہوں نے "رواداری" اور ذہنی غلامی کو آزادی کا نام دے رکھا ہے۔ برطانوی صحافی کا نامز آف انڈیا میں مذکور الصدر مضمون پڑھنے کے بعد لوک رو س اور دانشوران مغرب کو موصوف اپنا پیشوا سمجھنے لگے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں وہی آزادی کے اولین علم بردار ہیں۔ مگر ان حضرات کے کرم خوردہ ذہن کی رسائی حقیقت کبریٰ کی ان بلند یوں تک نہیں ہو سکی جہاں سے آزادی کے اولین چارٹر کا اعلان حضور ختمی مرتبت ﷺ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع میں کرتے ہوئے رنگ و نسل زبان اور ملک و نسب کے سارے امتیازات منادیں اور توحید کے کلمہ گیتی نورد سے عالم انسانی کی وحدت کو استوار کیا۔ اس طرح انسان کو ہمیشہ کے لیے ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر دیا۔ سوئس نژاد فرانسیسی مفکر روسو جسے انقلاب فرانس کا بانی سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں تاریخی شواہد موجود ہیں کہ اس نے اسلامی تعلیمات کے مطالعہ کے بعد عیسائی مذہب کے عقائد ر سوم اور توہمات جنہوں نے انسان کو بار و لپاہ یوں کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ جس کی پاداش میں اسے مرتد قرار دے کر فرانس بدر کر دیا گیا تھا۔ اس کی کتاب معاہدہ عمرانی (Due Contract Social) کو انقلاب فرانس کی انجیل کہا جاتا ہے۔ اس میں اسلامی عقائد اور افکار کی گہری چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ خاص طور پر اس کا وہ مقبول عام جملہ "انسان تو آزاد پیدا ہوا تھا مگر ہر جگہ وہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے" اسلام ہی سے مستعار لیا ہوا ہے۔

ژاں ژاک روسو اٹھارہویں صدی عیسوی میں بھی انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ رہا ہے لیکن اس سے بارہ سو سال قبل خدا کے پیغمبر اڑیس اور آخر میں ﷺ نے انسان کو غلامی کی سہاری جکڑیوں سے آزاد کر دیا تھا جس کی خود قرآن گواہی دے رہا ہے :

”وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ كَمَا نَتَّعْتَهُمْ عَلَيْهِمْ“

”اور وہ (پیغمبر ﷺ) ان سے (باروا) بوجھ جو ان پر لدے ہوئے تھے اور ان

زنجیروں سے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے آزاد کرتا ہے۔“

آزادی کے لیے یہ پیغمبرانہ طریق کار کسی خاص گروہ، نسل یا قوم کے لیے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لیے برپا کیا گیا تھا۔ یہ تھا آزادی کا وہ دریائے بے کراں جس کی تند و تیز لہریں صحرائے عرب سے اٹھ کر افریقہ اور یورپ تک پہنچیں۔ قرآن کے اسی اعلان کی روشنی میں عمر فاروقؓ نے گورنر مصر عمرو بن العاص کو سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا :

”عمر! تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے

انہیں آزاد جتنا تھا۔“

اسلامی ریاست میں یہی وہ آزادی تھی جس نے افریقہ کے ایک قبیلے اور مصر کے عربی گورنر کے بیٹے میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ حضرت عمرؓ کا یہی وہ جملہ تھا جو یورپ نے روسو کی زبان سے اٹھا ہویں صدی میں سنا۔ پھر بھی وہ اس معنویت کو ادا نہ کر سکا جو فرمانِ پیغمبر ﷺ اور قولِ عمرؓ کے اندر پائی جاتی ہے، کیونکہ روسو اور اس کے ہم عصر اس اخلاقی اور روحانی قدر کو نہ دیکھ سکے جو آزادی کے اندر اسلام کی بدولت کار فرما تھی۔ کلیسا اور شہنشاہیت کی ظالمانہ جکڑیوں کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکانے کے لیے انہوں نے مطلق اور بے قید آزادی کا نعرہ لگایا جو عوام تک پہنچ کر آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑا۔ اس وقت وہ اس کے خطرناک انجام سے بے خبر تھے جو اب انسانیت کے لیے وبالِ جان بن گیا ہے۔ جب تک افکار و عمل کی آزادی پر اسلام کی اخلاقی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں اس وقت تک انسانیت بغیر کسی اخلاقی نصب العین کے ہلاکت اور تباہی کی مہیب وادیوں میں بھٹکتی پھرے گی اور انسانی ارتقاء کا عمل نامکمل رہے گا۔ وحید الدین دو صدی قبل کے مغربی مفکرین کے روحانی تصور کو آزادی کی نیلم پری سمجھ پٹھے ہیں، جس کا حقیقت کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ یورپ میں خونی انقلاب کی شورشیں ختم ہونے کے بعد وہاں بھی آزادی کے غیر منطقی اور منفی تصور میں کافی مثبت تبدیلیاں آچکی ہیں، کیونکہ دنیا کو بلا آخر پیغمبر ﷺ کے اسی فرمان اور اسی قولِ عمرؓ سے رجوع کرنا پڑا جس نے آزادی کے حدود کو متعین کر کے اس کو اخلاقی شعور سے سرفراز کیا تھا، جس کے بغیر انسان کی آزادی کی تکمیل ممکن نہ تھی اور نہ ہی اسے ضمیر کی آزادی نصیب ہوتی۔ اس مسئلہ حقیقت کو خان موصوف بکسر فراموش کر چکے ہیں کہ یہ اخلاق ہی کی قوت ہے جو انسان کو حیوانیت

کی پست سطح سے اٹھا کر انسانیت کے

وحید الدین خان کی کتاب

ہے کہ موصوف پو لیٹیکل سائنس

dence کی مہادیات سے بھی واقف

ہے کہ اس نے کن حالات میں آزاد

دولت مشترکہ کے آئین کو اخلاقی

خیال کرتے ہوئے اس نے دارال

برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے

اسلامی اصول ہیں۔ ہم یہاں علی

دستور خواہ وہ تحریری ہو غیر تحر

ہو جو آزادی کے حدود اور قیود

ہم یہاں صرف چند

لیکن ان میں بھی آزادی مطلق

آرٹیکل نمبر 1 میں کہا گیا ہے :

”انسان آزاد پیدا

ہوں گے لیکن سماج

اسی آئین کے آرٹیکل نمبر 4

”آزادی کا حق

دوسرے شخص کا

ذریعہ کیا جائے گا

اسی طرح جموں

(Dignity of Man)

گیا ہے۔ اس آئین کے آرٹیکل

”ہر شخص کو تحر

مگر اس کے سا

حقوق، قانون عام، قواعد و

جاسکیں گے۔

امریکہ میں آز

سواٹھارہویں صدی عیسوی میں بھی انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا سے بارہ سو سال قبل خدا کے پیغمبر اؤلیس اور آخر میں ﷺ نے انسان کو غلامی آزاد کر دیا تھا جس کی خود قرآن گواہی دے رہا ہے :

”م اصهرهم والاغلال كانت عليهم“

ﷺ (ان سے (ناروا) بوجھ جو ان پر لدے ہوئے تھے اور ان جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے آزاد کرتا ہے۔“

لیے یہ پیغمبرانہ طریق کار، کسی خاص گروہ، نسل یا قوم کے لیے نہیں بلکہ دنیا کی کیا گیا تھا۔ یہ تھا آزادی کا وہ دریائے بے کراں جس کی تند و تیز لہریں افریقہ اور یورپ تک پہنچیں۔ قرآن کے اسی اعلان کی روشنی میں عمر ن العاص کو سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا :

لوگوں کو کعب سے غلام بنالیا ہے جب کہ ان کی ماؤں نے

میں یہی وہ آزادی تھی جس نے افریقہ کے ایک قبیلے اور مصر کے عربی روا نہیں رکھا۔ حضرت عمرؓ کا یہی وہ جملہ تھا جو یورپ نے روس کی زبان پر پھر بھی وہ اس معنویت کو ادا نہ کر سکا جو فرمان پیغمبر ﷺ اور قول عمرؓ نے روس اور اس کے ہم عصر اس اخلاقی اور روحانی قدر کو نہ دیکھ سکے جو ملت کار فرما تھی۔ کلیسا اور شہنشاہیت کی ظالمانہ جکڑہندیوں کے خلاف لیے انہوں نے مطلق اور بے قید آزادی کا نعرہ لگایا جو عوام تک پہنچ کر اس وقت وہ اس کے خطرناک انجام سے بے خبر تھے جو اب انسانیت۔ جب تک افکار و عمل کی آزادی پر اسلام کی اخلاقی پابندیاں عائد نہیں ہیں کسی اخلاقی نصب العین کے ہلاکت اور تباہی کی مسبب دایوں میں کام عمل نامکمل رہے گا۔ وحید الدین دو صدی قبل کے مغربی مفکرین کیسے پر ہی سمجھ بیٹھے ہیں، جس کا حقیقت کی دنیا میں کوئی وجود نہیں۔ شیں ختم ہونے کے بعد وہاں بھی آزادی کے غیر منطقی اور منفی تصور کیا کیونکہ دنیا کو بلا آخر پیغمبر ﷺ کے اسی فرمان اور اسی قول عمرؓ سے کے حدود کو متعین کر کے اس کو اخلاقی شعور سے سرفراز کیا تھا، جس ممکن نہ تھی اور نہ ہی اسے ضمیر کی آزادی نصیب ہوتی۔ اس مسئلہ موش کرچکے ہیں کہ یہ اخلاق ہی کی قوت ہے جو انسان کو حیوانیت

کی پست سطح سے اٹھا کر انسانیت کے بلند مقام تک پہنچا دیتی ہے۔

وحید الدین خان کی کتاب ”مسئلہ شتم رسول“ کو پڑھنے کے بعد یہ تاثر یقین میں بدل جاتا ہے کہ موصوف پولیٹیکل سائنس، آئین و قانون اور اصول فقہ - Science of Jurisprudence کی مبادیات سے بھی واقف نہیں، ورنہ وہ ایسی احمقانہ غلطی نہ کرتے۔ روسو کا ذکر پہلے آپکا ہے کہ اس نے کن حالات میں آزادی مطلق کا نعرہ لگایا تھا لیکن اسی کے ہم عصر برک (Burke) نے دولت مشترکہ کے آئین کو اخلاقی قدر پر قائم کرنے کا مشورہ دیا تھا اور آزادی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے اس نے دارالعوام House of Commons میں کہا تھا ”آزادی پر قبضہ برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے حدود کو متعین کیا جائے۔ ان کا ماخذ بھی دراصل عین اسلامی اصول ہیں۔ ہم یہاں علی وجہ البصیرت بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کوئی بھی آئین یا دستور خواہ وہ تحریری ہو غیر تحریری ایسا نہیں جس کی اساس ان ہی اسلامی اصولوں پر استوار نہ ہوئی ہو جو آزادی کے حدود اور قیود متعین کرتے ہیں اور جس میں اخلاقی پابندی کو شامل نہ کیا گیا ہو۔

ہم یہاں صرف چند معروف دستوروں کا حوالہ دیں گے جو سیکولر ازم کے دعویٰ دار ہیں لیکن ان میں بھی آزادی مطلق کا حق نہیں دیا گیا سب سے پہلے فرانس کے آئین کو دیکھئے۔ اس کے آرٹیکل نمبر 1 میں کہا گیا ہے :

”انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا۔ اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔“

اسی آئین کے آرٹیکل نمبر 4 میں کہا گیا ہے :

”آزادی کا حق اسی حد تک تسلیم کیا جائے گا جب تک کہ اس سے کسی دوسرے شخص کا حق متاثر یا مجروح نہ ہو اور ان حقوق کا تعین بھی قانون کے ذریعہ کیا جائے گا۔“

اسی طرح جمہوریہ جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر 1 کی رو سے تکریم انسانی (Dignity of Man) ولقد کرمنا بنی آدم (القرآن (70:71) کو ناقابل تمسخر حق قرار دیا گیا ہے۔ اس آئین کے آرٹیکل نمبر 5 میں کہا گیا ہے :

”ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے۔“

مگر اس کے ساتھ ہی آرٹیکل نمبر 5 کے ذیلی آرٹیکل نمبر 2 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ حقوق، قانون عام، قواعد و ضوابط اور شخصی عزت و تکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جاسکیں گے۔

امریکہ میں آزادی تحریر و تقریر وہاں کے دستور میں پہلی ترمیم کے بعد حاصل ہوئے

لیکن اس میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں۔ امریکن سپریم کورٹ کے فیصلوں کے مطابق دستور بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی شخص بھی ایسی غیر ذمہ دارانہ تحریر یا تقریر کرے جو عوام میں اشتعال انگیزی کا باعث ہو اس لیے ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قاہرانہ طاقت استعمال کر کے ایسی آزادی کو سلب کر لے جو امن عامہ میں خلل انداز ہو یا اس کی وجہ سے اخلاقی نگاڑ پیدا ہو (286 US 652) امریکہ کی سپریم کورٹ نے آزادی مذہب کے بارے میں اپنے ایک معرکتہ آرائی فیصلہ میں لکھا ہے کہ آزادی مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کی اجازت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس سے پیر وان مسیح کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس فیصلہ کا اقتباس ہم نے اپنی کتاب ”ناموس رسول اور توہین رسالت“ کے باب پنجم میں دیا ہوا ہے۔“

برطانیہ میں اگرچہ تحریری دستور موجود نہیں لیکن وہاں کے غیر تحریری آئین میں بھی کسی کو آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اظہار خیال کے حق کی بناء پر ایسا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے کہ وہ برٹش لاء کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی زبان یا قلم کو استعمال کرے۔ اس بارے میں یورپ کے مسلمہ مفکر آئین و قانون ڈاؤن نے لکھا ہے:

”ایسیا بیان جو شخصی توہین یا توہین مسیح کی زد میں آئے اس کا اظہار خواہ کسی

خط یا کارڈ ہی کے ذریعہ کیوں نہ کیا جائے اس کی حیثیت کسی کتاب یا اخبار میں

شائع شدہ بیان ہی کی طرح متصور ہوگی اس لیے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ

نہیں ہوگا کہ برطانیہ میں پریس مکمل طور پر آزاد نہیں ہے۔“

(آئینی قانون۔ اے وی ڈاؤن ص 247)

البتہ برطانیہ میں آزادی تقریر کے لیے کچھ اہتمام کیا گیا ہے۔ وہاں ہائیڈ پارک میں ایک چھوٹا سا گوشہ مختص ہے جو سپیکر کارنر کے نام سے مشہور ہے۔ اس مختصر سی جگہ میں مختص اوقات کے اندر ہر شخص کو جہاں میں آئے کہنے یا بچنے کی چھوٹ دی گئی ہے لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰؑ یا برطانیہ کی ملکہ معظّمہ کی شان میں کسی قسم کی کوئی گستاخی کرے۔

خود انڈیا جہاں کے وحید الدین باشندے ہیں، کے آئین کی متعلقہ دفعات (Articles) کو پڑھ لیتے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتے تو آزادی اظہار خیال کے بارے میں اسی طرح کی نامعقول باتیں شاید نہ کرتے۔ انڈین کانسٹی ٹیوشن کا آرٹیکل نمبر 19 آزادی اظہار خیال اور آزادی تحریر و تقریر اور دیگر حقوق سے متعلق ہے۔ آرٹیکل نمبر 19 کی ذیلی دفعہ (2) میں کہا گیا ہے کہ آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اظہار خیال کے حق سے موجود قوانین متاثر نہیں ہوں گے بالفاظ دیگر یہ آزادانہ حقوق ان قوانین کے حدود سے تجاوز نہیں کر سکیں گے جو انڈیا میں نافذ العمل ہوں گے۔ ریاست کو ان آزادانہ حقوق پر معقول پابندیاں عائد کرنے کی قانون سازی کا حق حاصل ہوگا جو

انڈیا کی بالادستی اور اس کے تحفظ سے متعلق ہوں تہذیب و شائستگی اور اخلاقی اقدار سے وابستہ ہو۔ واضح طور پر موجود نہیں جس طرح کہ انڈیا کے ہم نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آ

موصوف اس کے نام سے بدک نہ جائیں کیونکہ

تحریر و تقریر اور آزادی اظہار خیال پر آئین اسلامی

وہی پابندیاں عائد کی گئی ہیں جن کا ذکر انڈیا کے

بھی تہذیب و شائستگی، نظم و ضبط اور اخلاق کی پابندی

اور دوسرے دستوروں سے ممتاز کرتی ہے اور جس

یہ ہے کہ شوکت اسلام (Glory of Islam)

صورت اجازت نہیں دی جائے گی۔

چونکہ وحید الدین خان کی ذہنی سا

آپ اسلام کے الفاظ ان کے حلق سے نیچے نہیں

کرنا چاہتے۔ البتہ بیانات ان حضرات کے گوشہ

اور اظہار خیال کی آزادی دنیا کو سب سے پہلے

شائستگی اور معقول پابندیوں کے ساتھ مشروط

تسلیم کر لیا اور اس کو اپنے آئین اور قانون کا

میں فساد اور نگاڑ پیدا ہو جاتا اور ان کے بغیر

سکتی۔ اس کم علمی کی وجہ سے جو جہالت سے

مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ دنیا کا

نہیں دیتا کہ وہ اخلاقی حدود کو پھلانگتے ہو۔

کے نام پر دشنام طرازی اور دل آزادی کر۔

موصوف سے جاپطور پر کہا گیا ہے کہ وہ لال

جو اہر لال نرویا ریشتریتی کو مغالطت سنا

تقریر کا مفہوم اچھی طرح سمجھا دے گی

(Lunatic) حضرات کو حفاظت رکھا جاتا

رشدی جیسے دریدہ ذہن شخص کی گندی

حوصلہ ہے کہ وہ اس شخص کو برداشت کر لے

کا کوئی تصور نہیں۔ امریکن سپریم کورٹ کے فیصلوں کے مطابق نہیں دیتا کہ کوئی شخص بھی ایسی غیر ذمہ دارانہ تحریر یا تقریر کرے جو اس لیے ریاست کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی قاہرانہ طاقت سلب کر لے جو ان عامہ میں خلل انداز ہو یا اس کی وجہ سے اخلاقی بگاڑ مریکہ کی سپریم کورٹ نے آزادی مذہب کے بارے میں اپنے ایک مذہب کی آزادی مذہب کے نام پر توکلن مسیح کے ارتکاب کی اجازت نہیں دینا مسیح کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس فیصلہ کا اقتباس ہم نے "پہلی رسالت" کے باب پنجم میں دیا ہوا ہے۔

تحریری دستور موجود نہیں لیکن وہاں کے غیر تحریری آئین میں بھی آزادی اظہار خیال کے حق کی بناء پر ایسا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے کرتے ہوئے اپنی زبان یا قلم کو استعمال کرے۔ اس بارے میں یورپ کی سنے لکھا ہے:

یورپین یا توکلن مسیح کی زد میں آئے اس کا اظہار خواہ کسی جہ کیوں نہ کیا جائے اس کی حیثیت کسی کتاب یا اخبار میں اس طرح متصور ہوگی اس لیے اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ میں پرہیز مکتب طور پر آزاد نہیں ہے۔

وی ڈاکی ص 247)

یہ تقریر کے لیے کچھ اہتمام کیا گیا ہے۔ وہاں ہائیڈ پارک میں ایک کارنر کے نام سے مشہور ہے۔ اس مختصر سی جگہ میں مختص اوقات کے کئے جانے کی چھوٹی دی گئی ہے لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنے عقائد کی شان میں کسی قسم کی کوئی گستاخی کرے۔

بیدالین باشندے ہیں کے آئین کی متعلقہ دفعات (Articles) پیش کرتے تو آزادی اظہار خیال کے بارے میں اسی طرح کی بین کانسٹی ٹیوٹن کا آرٹیکل نمبر 19 آزادی اظہار خیال اور آزادی متعلق ہے۔ آرٹیکل نمبر 19 کی ذیلی دفعہ (2) میں کہا گیا ہے کہ اظہار خیال کے حق سے موجود قوانین متاثر نہیں ہوں گے بالفاظ کے حدود سے تجاوز نہیں کر سکیں گے جو انڈیا میں نافذ العمل ہوں معقول پابندیاں عائد کرنے کی قانون سازی کا حق حاصل ہو گا جو

انڈیا کی بالادستی اور اس کے تحفظ سے متعلق ہوں اور جن کا تعلق ملک کے نظم و ضبط، شخصی عزت تہذیب و شائستگی اور اخلاقی اقدار سے وابستہ ہو۔ شائستگی (Decency) کا لفظ دوسرے دستاویز میں واضح طور پر موجود نہیں جس طرح کہ انڈیا کے دستور میں اسے بطور خاص استعمال کیا گیا ہے۔

ہم نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کا ذکر اس لیے مناسب خیال نہیں کیا کہ کہیں موصوف اس کے نام سے بدک نہ جائیں کیونکہ یہ لادینی (Secular) آئین نہیں ہے۔ آزادی تحریر و تقریر اور آزادی اظہار خیال پر آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آرٹیکل نمبر 19 ہی کے تحت وہی پابندیاں عائد کی گئی ہیں جن کا ذکر انڈیا کے دستور کے متعلقہ آرٹیکل کے تحت آچکا ہے۔ اس میں بھی تہذیب و شائستگی، نظم و ضبط اور اخلاق کی پابندی کا بطور خاص ذکر موجود ہے لیکن جو چیز اسے انڈیا اور دوسرے دستوروں سے ممتاز کرتی ہے اور جس کا ذکر اس آرٹیکل میں سب سے پہلے کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ شوکت اسلام (Glory of Islam) کے منافی ان آزادانہ حقوق کے استعمال کی کسی صورت اجازت نہیں دی جائے گی۔

چونکہ وحید الدین خان کی ذہنی ساخت سیکولر ہے اس لیے گمان غالب ہے کہ گوری آپ اسلام کے الفاظ ان کے حلق سے نیچے نہیں اتر سکیں گے اس لیے ہم ان کی مزید وضاحت نہیں کرنا چاہتے۔ البتہ یہ بات ان حضرات کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آزادی تحریر و تقریر اور اظہار خیال کی آزادی دنیا کو سب سے پہلے اسلام نے دی تھی بلکہ اس کو اخلاقی اقدار، شرافت اور شائستگی اور معقول پابندیوں کے ساتھ مشروط بھی اسلام ہی نے کیا تھا جس کو ساری دنیا نے بعد میں تسلیم کر لیا اور اس کو اپنے آئین اور قانون کا جزو لاینفک بنا لیا۔ وگرنہ ان پابندیوں کے بغیر معاشرے میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو جاتا اور ان کے بغیر کوئی ریاست، کوئی حکومت اپنا وجود ہی برقرار نہیں رکھ سکتی۔ اس کم علمی کی وجہ سے جو جمالت سے بھی زیادہ خطرناک چیز ہے وحید الدین آزادی کے مکمل مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ دنیا کا کوئی قانون کوئی آئین کسی کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اخلاقی حدود کو پھلانگتے ہوئے اور شرافت اور شائستگی کی لوچھی سطح سے اتر کر آزادی کے نام پر دشنام طرازی اور دل آزادی کرے اور اسے آزادی تقریر کا حق سمجھ لے۔ خان صاحب موصوف سے جا طور پر کہا گیا ہے کہ وہ لال قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر گاندھی جی، اندرا گاندھی جی، جواہر لال نہرو یا راشٹری کو مغفلت سنائیں۔ پھر انہیں پولیس اظہار خیال کی آزادی اور آزادی تقریر کا مفہوم اچھی طرح سمجھا دے گی اور انہیں اس مقام پر پہنچا دے گی جہاں مرفوع القلم (Lunatic) حضرات کو حفاظت رکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو رواداری کا سبق دینے والے اور انہیں رشدی جیسے دریدہ دہن شخص کی گندی گالیوں پر صبر کی تلقین کرنے والے ان حضرات میں کیا یہ حوصلہ ہے کہ وہ اس شخص کو برداشت کر لیں گے جو ان کی ماں، بہن، بیٹی، بہو اور بزرگوں کو وہی شائستگی

گالیاں دیتا پھرے جو شیطان رشدی نے اپنی کتاب البلیسی خرافات میں جاجادی ہوئی ہیں۔  
 وحید الدین خان کی یہ کتاب پاکستان میں ہماری تحریک ناموس رسول ﷺ جس کے  
 نتیجہ میں یہاں قانون توہین رسالت نافذ ہوا کے بعد کی پیداوار ہے۔ اس بدمعاش نے اپنی اس کتاب  
 ”ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ﷺ“ میں ان تمام طاغوتی خیالات کا جو خان صاحب  
 اور موصوف کے ممدوحین کے دماغ میں کلبار ہے تھے پہلے ہی جواب دے دیا تھا۔ اب ہماری یہ  
 کتاب ہانگ کانگ کی انٹرنیشنل اسلامک سوسائٹی انگریزی میں ترجمہ کروا کر ساری دنیا میں اس کی  
 اشاعت کا اہتمام کر رہی ہے۔ مولانا نے رشدی کے جوش حمایت میں قلابازیوں کے ایسے ایسے  
 کرتب دکھائے ہیں کہ ناطقہ سر بجز یہاں ہے اسے کیا کہئے۔ مولانا کا بدمعاشیہ ”اردو خواں“ طبقہ ہے  
 خواہ وہ یورپ میں ہو یا امریکہ میں، ہندوستان، پاکستان میں ہو، ننگہ دلش یاد دینا کے کسی حصہ میں ہو،  
 ساری شرارت اور کارستانی اسی طبقہ کی ہے جس کی وجہ سے بھول مولانا یہ ”لغو ابجی نیشن اور ہنگامہ  
 دار و گیر رشدی کے خلاف دنیا میں جگہ جگہ برپا ہوا۔ اسی لیے مغربی دنیا مسلمان رشدی کو اپنا معاملہ بنا  
 کر مسلم دنیا کے خلاف کمر بستہ ہے۔ مغربی دنیا کی طرف سے مسلمان رشدی کی حمایت کا سبب اسلام  
 دشمنی نہیں ہے، جیسا کہ مسلم رہنما سطحی طور پر اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں بلکہ یہ ان کے اپنے  
 مذہب کا دفاع ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح مسلمان اپنے مذہب کے دفاع میں متحرک ہیں۔ اس  
 بطور یہ لڑائی مسلمان مقابلہ رشدی نہیں رہی بلکہ مسلمان مقابلہ مغرب بن گئی ہے۔“

مولانا چالیس سال سے پوری قوت اور طاقت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں اور یہ مہم چلا  
 رہے ہیں کہ یہ کم نصیب ”اردو خواں“ طبقہ راہ راست پر آجائے۔ ہماری بھر کم کتابوں سے اپنی  
 تحریروں، تقریروں اور لٹریچر کے انبار سے اس ”طبقہ“ کو سمجھا رہے ہیں کہ وہ اپنے دین و مذہب پر  
 اس طرح حملہ پر مشتعل نہ ہوں۔ اسلام اور مرکز اسلام کی اہانت، توہین اور دشنام طرازیوں پر غم و  
 غصہ کا اظہار اور ابجی نیشن لغو اور بہت بری بات ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ  
 رسول رحمت ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں مگر مولانا سے یہ کون پوچھے کہ حضرت! اللہ  
 میاں بھی تو ارحم الراحمین ہیں لیکن وہ بھی اپنے منکرین اور نافرمان بندوں کو اپنے رسولوں کے منکرین  
 اور ان کی اطاعت سے انکار کرنے والوں و ران کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو سخت سزا اور عذاب  
 شدید کی وعید سنارہے ہیں۔ معلوم نہیں خدا کا اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح سلوک کے بارے  
 میں مولانا کا کیا خیال ہے؟

مولانا نے جن کا شمار بھارت کے چوٹی کے فضلاء میں ہوتا ہے، ملت کے لیے اتنے پاپڑ  
 بیٹے ہیں اس کے باوجود اس نا سمجھ ”اردو خواں طبقہ“ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ ”سوچنے کی  
 بات“ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں ”اس کام میں اگرچہ مجھے ”ملت“ کا (یہاں اردو داں طبقہ کو

ملت کہہ دیا ہے) مطلوبہ تعاون  
 جس کی وہ اتنے عمر

غلطیاں اور پتچاں ہیں مگر دلوں میں  
 نہیں آئے۔ فرماتے ہیں ”تاہم  
 سوچنے کی ایک بات

ہے۔ ”اردو خواں“ طبقہ نے اگر  
 کی اردو میں لکھی ہوئی چالیس  
 کی ”مادری زبان“ کیا ہے؟ موا  
 اظہار کا ذریعہ بناتے تو شاید انگریز  
 ہے کہ انگریزی داں طبقہ نے  
 برطانیہ کے انگریزی زبان کے  
 کیا ہے کہ رشدی کو خراب  
 رشدی کی اس کتاب کو یہ کہہ  
 مولانا کے علم میں ہیں۔ فیض  
 بارے میں یہ بصرہ ہے کہ منہ

کو برطانیہ کے ناول نگاروں نے  
 کے ترکش کا کوئی تیرا ایسا نہیں  
 زیرِ عتاب رہی ہے۔ شاتم  
 گرے بر سے ہیں مگر اس کو  
 سزا دینے کے لیے پوری قور  
 نے ملت اور ملت کے رہنما

فرد جرم

”مسلم رہنما“  
 ہے۔ یہ جرم (ابجی نیشن  
 رشدی کو کٹھنوں میں کھڑ  
 کے مجرمانہ کٹھنوں میں کھڑ  
 یعنی اجتماعی سزائے موت

رشدی نے اپنی کتاب ایلہی خرافات میں جاہادی ہوئی ہیں۔  
 نا کی یہ کتاب پاکستان میں ہماری تحریک ناموس رسول ﷺ جس کے رسالت نافذ ہوا کے بعد کی پیداوار ہے۔ اس بندہ عاجز نے اپنی اس کتاب دن تو بین رسالت ﷺ میں ان تمام طاغوتی خیالات کا جو خان صاحب کے دماغ میں کلبلا رہے تھے پہلے ہی جواب دے دیا تھا۔ اب ہماری یہ لہ اسلامک سوسائٹی انگریزی میں ترجمہ کروا کر ساری دنیا میں اس کی۔ مولانا نے رشدی کے جوش حمایت میں قلابازیوں کے ایسے ایسے سرچر بیال ہے اسے کیا کہتے۔ مولانا کا ہدف پچھراہ ”اردو خواں“ طبقہ ہے میں ہندوستان پاکستان میں ہو، بنگلہ دیش یا دینا کے کسی حصہ میں ہو، ہی طبقہ کی ہے جس کی وجہ سے بقول مولانا یہ ”لغوائی ٹیشن اور ہنگامہ پائیں جگہ جگہ برپا ہوا۔ اسی لیے مغربی دنیا مسلمان رشدی کو اپنا معاملہ بنا رہے۔ مغربی دنیا کی طرف سے مسلمان رشدی کی حمایت کا سبب اسلام رہنما سطحی طور پر اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں بلکہ یہ ان کے اپنے طرح جس طرح مسلمان اپنے مذہب کے دفاع میں متحرک ہیں۔ اس رشدی نہیں رہی بلکہ مسلمان مقابلہ مغرب بن گئی ہے۔“

سے پوری قوت اور طاقت کے ساتھ سرگرم عمل ہیں اور یہ مہم چلا دو خواں“ طبقہ راہ راست پر آجائے۔ ہماری بھر کم کتابوں سے اپنی کے انبار سے اس ”طبقہ“ کو سمجھا رہے ہیں کہ وہ اپنے دین و مذہب پر اسلام اور مرکز اسلام کی اہانت، تو بین اور دشنام طرازیوں پر غم و برہمت برپا ہوتے ہیں۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ حضور ﷺ نے وہ بھی اپنے منکرین اور نافرمان بندوں کو اپنے رسولوں کے منکرین نے والوں و دان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو سخت سزا اور عذاب لوم نہیں خدا کا اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح سلوک کے بارے

بھارت کے چوٹی کے فضلاء میں ہوتا ہے، ملت کے لیے اتنے پاپڑ ہ ”اردو خواں طبقہ“ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ ”سوچنے کی تے ہیں“ اس کام میں اگرچہ مجھے ”ملت“ کا (یہاں اردو داں طبقہ کو

ملت کہہ دیا ہے) مطلوبہ تعاون حاصل نہ ہو سکا۔“  
 جس کی وہ اتنے عرصہ دراز سے آس لگائے بیٹھے تھے اور ابھی تک اسی سوچ اور فکر میں غلطاں اور پوچھاں ہیں مگر داد دیتے ان کی ہمت پر کہ اس نامرادی کے باوجود وہ اس شوق فضول سے باز نہیں آئے۔ فرماتے ہیں ”تاہم میں نے اپنی پوری طاقت اس کام میں لگا رکھی ہے۔“  
 سوچنے کی ایک بات یہ بھی ہے کہ رشدی نے اپنی ایلہی کتاب انگریزی زبان میں لکھی ہے۔ ”اردو خواں“ طبقہ نے اس کو کیسے پڑھ لیا۔ اگر پڑھ بھی لیا تو اسے کیسے سمجھ لیا؟ جب کہ وہ مولانا کی اردو میں لکھی ہوئی چالیس سالہ تحریروں کو بھی نہیں سمجھ سکے! ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ مولانا کی ”مادری زبان“ کیا ہے؟ مولانا اردو جیسی کم مایہ زبان کی جائے رشدی کی طرح انگریزی کو آزادی اظہار کا ذریعہ بناتے تو شاید انگریزی داں طبقہ پر اس کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ ہم نے لفظ شاید اس لیے لکھا ہے کہ انگریزی داں طبقہ نے رشدی کی کتاب اور اس کے اظہار خیال پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ برطانیہ کے انگریزی زبان کے معروف نقاد اور ڈاں (Auberon Waugh) نے تو یہ مطالبہ کیا ہے کہ رشدی کو خراب انگلش لکھنے پر سزا دینا چاہیے۔ خود بھارت کے دانشور خشونت سنگھ نے رشدی کی اس کتاب کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ بطور ناول بھی یہ کتاب پڑھنے کے لائق نہیں۔ یہ باتیں مولانا کے علم میں ہیں۔ فیض احمد فیض کا جو انگریزی کے بہت بڑے رائٹر تھے رشدی کی انگریزی کے بارے میں یہ تبصرہ ہے کہ مغرب کی اس سے بڑھ کر اور کیا بد نصیبی ہو سکتی ہے کہ رشدی جیسے شخص کو برطانیہ کے ناول نگاروں میں شامل کیا گیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ ”اردو داں“ تھے۔ مولانا کے ترکش کا کوئی تیرا یا نہیں جس کی زد میں آکر کوئی بچ سکا ہو۔ ”ملت“ تو خیر شروع ہی سے ان کے زہر عتاب رہی ہے۔ شاتم رسول ﷺ رشدی کے خلاف مسلمانوں کے ”شورو غل“ پر مولانا خوب گرجے بر سے ہیں مگر اس کو انہوں نے کافی نہیں سمجھا اور ملت کو معاف نہیں کیا بلکہ وہ اس کو سخت سزا دینے کے لیے پوری قوت مجتمع کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں ”ایچی ٹیشن“ ناجائز ہے اس لیے انہوں نے ملت اور ملت کے رہنماؤں پر فرد جرم عائد کر دی ہے۔

### فرد جرم

”مسلم رہنماؤں کی یہ غلطی صحیح لفظ سرکشی ہے بلاشبہ آخری حد تک ناقابل معافی جرم ہے۔ یہ جرم (ایچی ٹیشن شورو غل) یقیناً مسلمان رشدی کے جرم سے بھی زیادہ سنگین تر ہے۔ مسلمان رشدی کو کثرت میں کھڑا کرنے کی کوشش میں مسلمان رہنماؤں نے خود اپنے آپ کو شدید تر قسم کے مجرمانہ کثرت میں کھڑا کیا ہے۔“ اس طرح جرم کو ناقابل معافی قرار دے کر سنگین ترین سزا یعنی اجتماعی سزائے موت کا فیصلہ مولانا نے سنا دیا اور دوسری طرف رشدی کو تمام جرائم سے نہ

صرف بری کر دیا بلکہ اسے اولیٰ ہیر و بنا دیا۔ فرماتے ہیں ”مسلمانوں کے اس احمقانہ اقدام کے آخری نتیجہ میں سلمان رشدی ہیر و بن کر برطانیہ کی شاہی حفاظت میں بیٹھا ہوا ہے۔“

اس کے تحفظ کے بارے میں ایک قانونی نکتہ یہ بھی ارشاد فرمایا: ”چونکہ رشدی برطانیہ کا باشندہ ہے اس پر برطانیہ کے قوانین نافذ ہوتے ہیں، ایران یا پاکستان کے نہیں۔ انعام دے کر یا جذباتی اپیل کر کے اس طرح ایک غیر ملکی کو مردانہ گویا انٹرنیشنل بد امنی کا جواز فراہم کرنا ہے۔“ یہ انتباہ ہے مسلمانوں کے لیے کہ رشدی کو مردانے کی کسی قسم کی کوئی کوشش سے بین الاقوامی قانون حرکت میں آسکتا ہے۔ اس کے بعد پچھارے مسلمانوں کو دنیا میں کہیں بھی کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔ اللہ اعلم والحفیظ!

”توہین رسالت“ اور ”توہین ریاست“ مولانا کو چونکہ ہمہ دانی کا دعویٰ ہے اس لیے برطانیہ کے قوانین توہین رسالت (Blasphemy) اور توہین ریاست (Contempt of State) کے فرق کی وضاحت بھی ناگزیر مجبوری تھی۔ اس سلسلے میں دو مثالیں پیش کرتے ہیں:

”برطانیہ میں سترھویں صدی سے ایک قانون موجود ہے جو مسیحیت کے خلاف کفریہ کلمات (Blasphemy) کو قابل سزا جرم قرار دیتا ہے مگر اس تعزیری قانون کے ہوتے ہوئے برطانیہ میں ایک فلم بنائی گئی جو سر اسر قانون کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس فلم کا نام ہے:

#### The Last Temptation of Christ.

اس فلم میں نعوذ باللہ مسیحؑ کی جنسی زندگی کے مناظر دکھائے گئے ہیں۔ یہ فلم برطانیہ میں کھلے طور پر دکھائی جا رہی ہے مگر مذکورہ قانون ہونے کے باوجود اس فلم پر آج تک کوئی پابندی نہیں لگائی گئی نہ اس کے بنانے والوں کو کوئی سزا دی گئی۔ اسی طرح برطانیہ کی ایک برعکس مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں ”پیٹر رائٹ“ (Peter Wright) ایک انگریز ہے جو ریٹائرڈ ہونے کے بعد اب آسٹریلیا میں رہتا ہے وہ برطانیہ کے محکمہ انٹیلی جنس میں اعلیٰ آفیسر تھا۔ اس نے ریٹائر ہونے کے بعد اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام ”سپائی کچر“ (Spy Catcher) ہے۔ اس کتاب میں برطانیہ کے محکمہ جاسوسی کے راز بتائے گئے ہیں۔ پیٹر رائٹ نے اپنی یہ کتاب لندن کے ایک پبلشر کے ہاتھ فروخت کی مگر اس کی اشاعت سے پہلے ہی حکومت برطانیہ کو اس کا علم ہو گیا۔ اس نے فوراً یہ کہہ کر اس پر پابندی لگا دی کہ یہ کتاب سرکاری رازوں کی پردہ داری کے خلاف ہے۔ مصنف اور پبلشر کی تمام کوششوں کے باوجود یہ کتاب چھپ نہ سکی۔ 1988ء میں یہ کتاب ایک بیرونی ملک میں چھاپی گئی تاہم برطانوی حدود میں اس کتاب کا داخلہ ممنوع ہے۔ تقابلی مثال پر غور کیجئے۔ ایک ہی ملک ہے، وہاں ”توہین مسیحؑ“ کا واقعہ ہوتا ہے مگر قاعدہ قانون کے ہوتے ہوئے اس پر پابندی نہیں لگائی جاتی۔ دوسری طرف اسی ملک میں توہین ریاست کا واقعہ ہوتا ہے تو حکومت اس

کے خلاف فوراً سرگرم ہو جاتی۔

فرق کی مولانا توجیہ کرتے ہوئے  
”اس فرق کی کیا وجہ  
ریاست“ کی اہمیت  
احساس نہیں۔“

توہین نبوت کے بارے  
ریاستوں کے اندر پیدا کرنا چاہا۔  
ہے اسے قطعی کوئی اہمیت نہ دے۔  
صرف اسی ریاست کی اہمیت کا  
(Fetish) تسلیم کر لیں۔

ایسی لغویات قرآن  
حدیث کی تفسیر کا تعلق ہے اگر  
وحید الدین کے پر آگندہ خیالات  
تبصرہ کر کے اپنا اور قارئین کا  
جہاں تک ان کی

آئین اور قانون کی اجازت سے  
کر دیا گیا ہے اور آئندہ بھی جہاں  
تاریخ پر وحید الدین  
تاریخی استقرائے  
دسترس سے باہر ہے، لیکن انہ  
انگیر ہے۔

حضرت مسیحؑ  
Christ کو اسلامی نظریہ حاکم  
نظریہ اقتدار ریاست (tate)  
ان حقائق کو جان بوجھ کر چھپ  
ہوتی ہے جو انہوں نے مسلمان  
”مستم“ (توہین مسیحؑ)

ادنی ہیر و بنا دیا۔ فرماتے ہیں ”مسلمانوں کے اس احقانہ اقدام کے آخری دن کرن برطانیہ کی شاہی حفاظت میں بیٹھا ہوا ہے۔“

کے بارے میں ایک قانونی نکتہ یہ بھی ارشاد فرمایا: ”چونکہ رشدی برطانیہ کے قوانین نافذ ہوتے ہیں، ایران یا پاکستان کے نہیں۔ انعام دے کر یا ج ایک غیر ملکی کو مردانا گویا انٹرنیشنل بدامنی کا جواز فراہم کرنا ہے۔“ یہ انتہا رشدی کو مردانے کی کسی قسم کی کوئی کوشش سے بین الاقوامی قانون کے بعد بیچارے مسلمانوں کو دنیا میں کہیں بھی کوئی جائے پناہ نہیں ملے

”اور ”توین ریاست“ مولانا کو چونکہ ہمہ دانی کا دعویٰ ہے اس لیے رسالت (Blasphemy) اور توین ریاست (Contempt of) ت بھی ناگزیر مجبوری تھی۔ اس سلسلے میں دو مثالیں پیش کرتے ہیں: زھویں صدی سے ایک قانون موجود ہے جو مسیحیت کے خلاف کفریہ نو قابل سزاجرم قرار دیتا ہے مگر اس تعزیری قانون کے ہوتے ہوئے نوسر امر قانون کے منشاء کے خلاف ہے۔ اس فلم کا نام ہے:

#### The Last Temptation of Christ

باندہ مسیح کی جنسی زندگی کے مناظر دکھلائے گئے ہیں۔ یہ فلم برطانیہ ہے مگر مذکورہ قانون ہونے کے باوجود اس فلم پر آج تک کوئی پابندی نے والوں کو کوئی سزا دی گئی۔ اسی طرح برطانیہ کی ایک برعکس مثال نٹ (Peter Wright) ایک انگریز ہے جو ریٹائرڈ ہونے کے بعد طانیہ کے محکمہ انٹیلی جنس میں اعلیٰ آفیسر تھا۔ اس نے ریٹائر ہونے کے یب کتاب لکھی جس کا نام ”سپائی کچر“ (Spy Catcher) ہے۔ اس سوی کے راز بتائے گئے ہیں۔ پیٹر رائٹ نے اپنی یہ کتاب لندن کے لی مگر اس کی اشاعت سے پہلے ہی حکومت برطانیہ کو اس کا علم ہو گیا۔ ری لگادی کہ یہ کتاب سرکاری رازوں کی پردہ داری کے خلاف ہے۔ ٹوں کے باوجود یہ کتاب چھپ نہ سکی۔ 1988ء میں یہ کتاب ایک برطانیہ حدود میں اس کتاب کا داخلہ ممنوع ہے۔ تقابلی مثال پر نور توین مسیح“ ہوا واقعہ ہوتا ہے مگر قاعدہ قانون کے ہوتے ہوئے اس ی طرف اس ملک میں توین ریاست کا واقعہ ہوتا ہے تو حکومت اس

کے خلاف فوراً سرگرم ہو جاتی ہے اور پورا ملک اس کو اپنے اندر جگہ دینے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس فرق کی مولانا توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف ایک ہے۔ برطانیہ ”توین ریاست“ کی اہمیت سے واقف ہے مگر ”توین رسالت“ کی اہمیت کا اسے احساس نہیں۔“

توین نبوت کے بارے میں وہ یہی ”بے حسی“ مسلمانوں، مسلمان رہنماؤں اور مسلمان ریاستوں کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ توین نبوت جس پر ان کے ایمان اور اعتقاد کا دارومدار ہے اسے قطعی کوئی اہمیت نہ دیں۔ اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی جس ”ریاست“ میں ہوں انہیں صرف اسی ریاست کی اہمیت کا احساس ہونا چاہیے تاکہ وہ برطانیہ کی طرح ریاست کو پوجمان شے (Fetish) تسلیم کر لیں۔

ایسی لغویات قرآن اور حدیث کی تعلیمات سے صریح انکار ہے۔ جہاں تک قرآن اور حدیث کی تفسیر کا تعلق ہے اس بارے میں مسلمہ علمائے دین کے مقابلے میں ایک خود ساختہ مولوی وحید الدین کے پر آئندہ خیالات کو مددگار کے برابر بھی وقعت نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے ہم اس پر کوئی تبصرہ کر کے اپنا اور قارئین کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔

جہاں تک ان کی قانونی معلومات کا تعلق ہے اس بارے میں عرض کر چکے ہیں کہ وہ آئین اور قانون کی اجاد سے بھی واقف نہیں جس کا ثبوت خود آئین اور قانون کی زبان میں پہلے بھی کر دیا گیا ہے اور آئندہ بھی جہاں ضرورت ہو پیش کر دیا جائے گا۔

تاریخ پر وحید الدین خان کا مجرمانہ حملہ:

تاریخی استقراء اور فلسفہ تاریخ تو بہت اونچی چیز ہے جو موصوف کے نابالغ ذہن کی دسترس سے باہر ہے، لیکن انہوں نے تاریخ اور واقعات کو مسخ کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔

حضرت مسیح کی پاکیزہ زندگی پر جس ناپاک سیکسی فلم Last Temptation of Christ کو اسلامی نظریہ حاکمیت الہی (Sovereignty of Allah) کے برخلاف اپنے سیکولر نظریہ اقتدار ریاست (Sovereignty of State) کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اس بارے میں ان حقائق کو جان بوجھ کر چھپایا گیا ہے جس سے ان کے سیکولر نظریہ ریاست اور اس الزام کی تردید ہوتی ہے جو انہوں نے مسلمانوں پر لگایا ہے۔ وہ مبینہ الزام ان ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:

”توین پیغمبر ﷺ کے معاملہ میں موجودہ زمانہ کے مسلمان ایک

عجیب تضاد میں مبتلا ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب مسئلہ بیان کرنا ہو تو وہ کہتے ہیں کہ خدا کے پیغمبروں میں سے کسی بھی پیغمبر پر سب و شتم کرنا یکساں طور پر جرم ہے۔ وہ ہر طرح ایسے شام کو واجب القتل قرار دے دیتا ہے مگر عملی اعتبار سے ان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف اپنے پیغمبر کے سب و شتم پر بھڑکتے ہیں۔ جہاں تک دوسرے پیغمبروں کا تعلق ہے ان کے خلاف خواہ کسی قسم کی بھی گستاخی کی جائے ان کے اندر کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔“

یہ بات سراسر خلاف واقعہ ہے۔ جن دنوں متذکرہ بالا فلم ’مسح‘ کی آخری ترغیب جنسی لندن کے سینما ہال میں دکھائی جانے والی تھی، میں لندن میں موجود تھا۔ ہم نے اس فلم کی نمائش کے خلاف باقاعدہ مہم چلائی۔ 22 ستمبر 1988ء کو سینما ہال کے سامنے پکٹنگ شروع ہوئی، جس میں عیسائی اور یودیوں کا ایک گروہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گیا۔ ہماری ایسوسی ایشن آف مسلم چیورٹس نے برٹش فلم انسٹیٹیوٹ کو باقاعدہ نوٹس دیا کہ اس فلم کی نمائش کو روک دیا جائے ورنہ فلمساز، سینما کے مالکان اور برٹش فلم انسٹیٹیوٹ کے خلاف بلاس فینی (Blas phemy) قانون کے تحت کارروائی کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں اس فلم کے خلاف میرے انٹرویو کے علاوہ مضامین لندن کے اخبارات میں شائع ہوئے جس کے نتیجہ میں لندن کے زیر زمین سٹیشنوں سے حضرت ’مسح‘ کے ساتھ بازار حسن کی تیم برہنہ طوائف کے قد آدم پوسٹر ہٹائے گئے اور فلم بری طرح فلاپ ہو گئی۔

مسلمان خود کو حضرت ابراہیم، موسیٰ و ہارون اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کرام کا وارث سمجھتے ہیں۔ قرآن کے فرمان کے مطابق ان میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے الہیتہ فضیلت کا معاملہ اور ہے۔ اس لیے وہ کسی بھی پیغمبر کی توہین برداشت نہیں کر سکتے اور جو کچھ بھی ان کے نس میں ہو وہ کر گزرتے ہیں۔ مسلمان تو حضرت ’مسح‘ کے خلاف فلم کی نمائش پر حرکت میں آگئے تھے۔ انہوں نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ قانونی نوٹس بھی برٹش حکومت کے متعلقہ ادارے کو دے دیا اور وہ کچھ کیا جو وہاں ان کے نس میں تھا۔ اگر وہاں کی حکومت نے اس گندی فلم کی نمائش کو روکنے کے لیے کوئی قانونی کارروائی نہیں کی تو یہ وہاں کی حکومت کی کوتاہی (Omission) ہوئی جو بذات خود جرم ہے اور وہاں کے پیر وان ’مسح‘ کی بے حسی ہے جس کی ستائش صرف وحید الدین خان جیسی ذہنیت کے لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا الزام کی بنیاد وہ عجیب و غریب تضاد بتلاتے ہیں جس میں یہ مسلمان قوم مبتلا ہے، حالانکہ خود حضرت کی ذات اور ان کی کتاب میں تضاد کے ایسے ایسے نوادرات ملتے ہیں جو اور کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکتے۔ ایک طرف تو مسلمانوں پر الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ پیغمبر ﷺ

کے سوا کسی اور پیغمبر کی اہانت پر ذمہ کی تو اس پر بھی سخت ناراض ہو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پاکستان مضمون نقل کیا گیا۔ اس کے چھپ گئی۔ اس کے بعد ڈیزھ ہنر گھیر لیا اور اس کو ساز و سامان سب

ہو رہے ہیں جہاں مسلمانوں کی ”مخرب کاری“ میں استعمال کر بلکہ سرکشی ہے اور سرکشی اللہ عن کر اس جرم کی سزا میں مسلم ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ مگر انہیں اس لیے وہ حضرت ’مسح‘ گالیوں کا اس کی خرافات کا موقع دیں۔ مگر ناصح مشفق شہیدوں اور ملت کی برتری دیدہ استعمال کرتے ہیں بلکہ ان کے لیے مسلمانوں کی طرف توبہ کے احتجاج کو ”انغو فضول“ کی وجہ سے اسلام بھی ان کی خوف کھانے جا رہا ہے کہ اسے دے گا۔ اسلام کی برتری دیدہ انہوں نے جس طرح اظہار امام ابن تیمیہ:

شیخ الاسلام محمد تمام علوم متداولہ میں جو ہیں۔ پھر میدان جہاد میں اتنے صفات عالیہ جمع کرے

تمام علوم متداولہ میں جو ہیں۔ پھر میدان جہاد میں اتنے صفات عالیہ جمع کرے

بتلا ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ جب مسئلہ بیان کرنا ہو تو وہ کے پیغمبروں میں سے کسی بھی پیغمبر پر سب و شتم کرنا یکساں وہ ہر طرح ایسے شاتم کو واجب القتل قرار دے دیتا ہے مگر ان کا حال یہ ہے کہ وہ صرف اپنے پیغمبر کے سب و شتم پر ان تک دوسرے پیغمبروں کا تعلق ہے ان کے خلاف خواہ ناجی کی جائے ان کے اندر کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔“

ف واقعہ ہے۔ جن دنوں متذکرہ بالا فلم مسیح کی آخری ترغیب جنسی نئی جانے والی تھی، میں لندن میں موجود تھا۔ ہم نے اس فلم کی نمائش 22 ستمبر 1988ء کو سینما ہال کے سامنے پکٹنگ شروع ہوئی، جس میں وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گیا۔ ہماری ایسوسی ایشن آف مسلم بوٹ کو باقاعدہ نوٹس دیا کہ اس فلم کی نمائش کو روک دیا جائے ورنہ ش فلز انٹینیٹیوٹ کے خلاف بلاس فینی (Blas phemy) قانون۔ اس سلسلہ میں اس فلم کے خلاف میرے انٹرویو کے علاوہ مضامین ہوئے جس کے نتیجے میں لندن کے زیر زمین سٹیشنوں سے حضرت علی تیم برہنہ طوائف کے قد آدم پوسٹر ہٹائے گئے اور فلم بری طرح

رت لہر اجیم، موسیٰ دہارون اور عیسیٰ اور تمام انبیاء کرام کا وارث سمجھتے ملائق ان میں کوئی فرق روا نہیں رکھتے البتہ فضیلت کا معاملہ اور ہے۔ بین برداشت نہیں کر سکتے اور جو کچھ بھی ان کے بس میں ہو وہ کر ت مسیح کے خلاف فلم کی نمائش پر حرکت میں آگئے تھے۔ انہوں نے قانونی نوٹس بھی برٹش حکومت کے متعلقہ ادارے کو دے دیا اور وہ فہا۔ اگر وہاں کی حکومت نے اس گندی فلم کی نمائش کو روکنے کے لیے وہاں کی حکومت کی کوتاہی (Omission) ہوئی جو بذات خود جرم کی بے حس ہے جس کی ستائش صرف وحید الدین خان جیسی ذہنیت

بنیاد وہ عجیب و غریب تضاد بتلاتے ہیں جس میں یہ مسلمان قوم بتلا ت اور ان کی کتاب میں تضاد کے ایسے ایسے نوادرات ملتے ہیں جو اور ایک طرف تو مسلمانوں پر الزام عائد کر رہے ہیں کہ وہ پیغمبر ﷺ

کے سوا کسی اور پیغمبر کی اہانت پر خاموش تماشائی بن جاتے ہیں لیکن اگر مسلمانوں نے ایسی کوئی حرکت کی تو اس پر بھی سخت ناراض ہو جاتے ہیں اور اس واقعہ کو ”تخریب کاری“ کے الزام کے تحت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”پاکستان کے انگریزی اخبار فرنیئر پوسٹ میں کسی مغربی پرچہ سے ایک مضمون نقل کیا گیا۔ اس کے ساتھ آدم اور حوا کی ایک تصویر بھی تھی، وہ بھی فرنیئر پوسٹ میں چھپ گئی۔ اس کے بعد ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں پتھرے ہوئے مسلمانوں نے اخبار کی وسیع عمارت کو گھیر لیا اور اس کو ساز و سامان سمیت جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس قسم کے واقعات ایک یا دوسری شکل میں ہو رہے ہیں جہاں مسلمانوں کو عمل کی آزادی حاصل ہے۔ مسلمان اپنی اسی ملی ہوئی آزادی کو ”تخریب کاری“ میں استعمال کر رہے ہیں اور اس کا نام انہوں نے اسلامی جہاد رکھا ہے۔ یہ جہاد نہیں بلکہ سرکشی ہے اور سرکشی اللہ تعالیٰ کے یہاں بدترین جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر خود ہی منصف بن کر اس جرم کی سزا میں مسلمانوں کے خلاف اجتماعی سزائے موت کا فیصلہ بھی صادر کر دیا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ مگر اس فیصلہ پر عملدرآمد ان کے یا ان کی سرپرست طاقتوں کے بس کی بات نہیں اس لیے وہ حضرت ناصح کے بہروپ میں ناسمجھ مسلمان قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ وہ رشدی کی گالیوں کا اس کی خرافات کا کوئی جواب نہ دیں۔ اس کی شرارتوں کو نظر انداز اور اسے کھل کھیلنے کا موقع دیں۔ مگر ناصح مشفق خود ”اردو داں“ طبقہ یعنی مسلمان قوم، مسلمان رہنماؤں اس کے شہیدوں اور ملت کی برگزیدہ شخصیتوں کے خلاف نہ صرف تہذیب اور شانستگی سے گرمی ہوئی زبان استعمال کرتے ہیں بلکہ ان کے خلاف گالیوں کے آزادانہ استعمال کو جائز بلکہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کی طرف تو بے محابا ”اتحق نالائق نادان لے عقل“ کے سنگ و شام بھینکتے ہیں اور ان کے احتجاج کو ”انفو فضول، شور و غل، چیخ و پکار“ کہتے ہوئے کوئی غار محسوس نہیں کرتے۔ اس احتجاج کی وجہ سے اسلام بھی ان کی نظر میں ”ہو حشت اور بربریت کا مذہب بن چکا ہے“ اس لیے انہیں یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے روئے زمین پر شاتین کی قبروں کے سوا اور کچھ نہیں دکھائی دے گا۔ اسلام کی برگزیدہ ہستیوں، مسلمانوں کی محبوب شخصیتوں اور ان کے قائدین کے بارے میں انہوں نے جس طرح اظہار خیال کیا ہے اس کے چند نادر نمونے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

امام ابن تیمیہ:

شیخ الاسلام مجدد دین امام ابن تیمیہ کو تفہیم قرآن و حدیث متفقہ فی الدین فلسفہ منطوق اور تمام علوم متداولہ میں جو مقام و مرتبہ حاصل ہے وہ ان کے بدترین مخالف بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ پھر میدان جہاد میں ان کے کارناموں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ذات میں اتنے صفات عالیہ جمع کر کے انہیں مجتہد اور مجدد کے بلند مقام کے لیے منتخب فرمایا اور ساتھ ہی ایک

ایسا مرد مجاہد بھی بنا دیا جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار کا جوش اور جذبہ سرایت کیے ہوئے تھا۔ علامہ شبلی جیسے بلند پایہ عالم اور اسلامی مورخ نے امام ابو حنیفہؒ امام غزالیؒ امام رازیؒ شاہ ولی اللہؒ جیسی ہمہ مقتدر دینی شخصیتوں میں سے صرف شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کو ہی مجدد دین و ملت کے منفرد اور ممتاز مقام پر فائز دیکھا ہے۔

مولانا ابو الکلام آزاد جیسی نابھہ روزگار شخصیت بھی صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ذات کو امامت اور مجددیت کی سزاوار سمجھتی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سات صدیاں گزرنے کے بعد بھی آج تک ان کا کوئی ہم پایہ اور ہمسر پیدا نہیں ہوا۔ مگر اس دور کا ایک قلم کار وحید الدین خاں امام ابن تیمیہؒ کی ذات گرامی اور ان کی گرامی قدر تصنیف ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ جو توہین رسالت کے موضوع پر قرآن کی آیات مہینات احادیث رسول ﷺ ائمہ فقہ کے متفقہ استنباط کی روشنی اور خود اپنی عالمانہ بصیرت اور براہین قاطعہ اور زور استدلال سے ”شتم رسول“ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے مستند ترین کتاب ہے تمام اسلامی مکاتب فکر اس کتاب کو بطور سند پیش کرتے ہیں مگر ابن تیمیہؒ کی کتابوں کے بارے میں ایک طفل کتب و منیر الدین خاں کی جرات ملاحظہ فرمائیے۔

لکھا ہے:

ابن تیمیہؒ کی کتابیں تجربہ اور استدلال کے اعتبار سے اعلیٰ معیار کی نہیں ہوتیں۔ ”الصارم المسلول“ بھی اس اعتبار سے کوئی معیاری کتاب نہیں۔ اس میں انہوں نے طفلانہ باتیں کہی ہیں اور ان کی توجیہ صحیحہ خیر حد تک بے معنی ہے۔ ”ابن تیمیہؒ کی دلیل و حماندی ہے۔“

خدا کی شان تو دیکھو کہ گل چڑی گنجی  
حضور بلبلی ہمتاں کرے سخن سنجی

ابن تیمیہؒ چونکہ امام ابن تیمیہؒ کے ہم خیال لوگوں میں سے ہیں اس لیے ابن تیمیہؒ نے شتم رسول کے مسئلہ کو حرمت رسول ﷺ کا مسئلہ بنا دیا ہے۔ اس طرح اس کو حقوق العباد کے تحت لائے ہیں مگر وہ اسے ان حضرات کی ذاتی توجیہ کہہ کر رد کرتے ہیں۔

امام خمینی اور مولانا ابو الحسن ندوی:

ایران اور ہندوستان کی ان دو بزرگ شخصیتوں کے بارے میں ایک اخباری بیان کے ذریعہ انہیں اسلامی قانون کی توہین کا مرتکب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایران کے آیت اللہ خمینی نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ شیطانی آیات کے مصنف سلمان رشدی کو قتل کر دیں۔ اسی کے ساتھ ایرانی حکومت نے

اعلان کیا کہ وہ قاتل کو آقا  
مولانا ابو الحسن ندوی نے  
میں حق بجانب ہیں۔ اسلام میں پیغمبر  
جائے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہنے  
”سلمان رشدی نے اگر  
خمینی اور مولانا ندوی جیسے  
اسی طرح کسی کو قتل کر  
پر لیس بہ یک زبان خمینی  
”ایران میں نام نهاد اسلام  
والے وحشیانہ واقعات۔  
”ایران کا انقلاب صرف  
واقعہ طور پر اسلامی انقلاب  
مولانا محمود الحسن:

پاک و ہند کی بہت بڑی  
محمود الحسن پر بھی ان کے ایک شعر  
توہین رسالت کو جرم سمجھنے والی قوم  
کا ایک شعر انہوں نے نقل کیا ہے  
مردوں  
مسیحائی  
معلوم نہیں تھا کہ خا  
کہ وہ ایک سادہ سے شعر کے معنی  
بلکہ آگے بڑھ کر اقبال پر بھی حملہ  
علامہ اقبال:

علامہ اقبال بھی ا۔  
مشرک ہیں۔ اقبال کی اپنی زندگی  
دیدار علی نے ان کے خلاف کفر

فظ مسمیٰ کردار کا جوش اور جذبہ سرایت کیے ہوئے تھا۔  
نے امام ابو حنیفہؒ امام غزالیؒ امام رازیؒ شاہ ولی اللہؒ جیسی  
اسلام امام ابن تیمیہؒ کو ہی مجدد دین و ملت کے منظر اور

کار شخصیت بھی صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی ذات کو  
مسلمہ حقیقت ہے کہ سات صدیاں گزرنے کے بعد  
س ہوا۔ مگر اس دور کا ایک قلم کار وحید الدین خاں امام  
تصنیف ”اصارم السلول علی شاتم الرسول“ جو توہین  
ت احادیث رسول ﷺ ائمہ فقہ کے متفقہ استنباط کی  
مع اور زور استدلال سے ”شتم رسول“ کے تمام پہلوؤں  
سلائی مکاتب فکر اس کتاب کو بطور منہ پیش کرتے ہیں  
س مکتب وحید الدین خاں کی جسارت ملاحظہ فرمائیے۔

کے اعتبار سے اعلیٰ معیار کی نہیں ہوتیں۔  
کوئی معیاری کتاب نہیں۔ اس میں انہوں  
جیہ مضحکہ خیز حد تک بے معنی ہے۔ ”ان

کیونکہ گل چڑی گنجی  
س کرت سخن سنجی

بال لوگوں میں سے ہیں اس لیے ان قلم نے شتم رسول  
ہ۔ اس طرح اس کو حقوق العباد کے تحت لانے ہیں  
رتے ہیں۔

شخصیتوں کے بارے میں ایک اخباری بیان کے  
اردیے ہوئے لکھتے ہیں:

انوں سے کہا ہے کہ وہ شیطانی آیات کے  
س۔ اسی کے ساتھ ایرانی حکومت نے

اعلان کیا کہ وہ قاتل کو اسی کے معاوضہ میں ایک بڑا انعام دے گی۔“  
مولانا ابو الحسن ندوی نے امام خمینی کی تائید کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام خمینی اس اعلان  
میں حق بجانب ہیں۔ اسلام میں پیغمبر اسلام کی توہین کے مجرم کی سزایہی ہے کہ اس کو قتل کیا  
جائے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”سلمان رشدی نے اگر پیغمبر اسلام کی توہین کی تھی تو میرے نزدیک امام  
خمینی اور مولانا ندوی جیسے لوگ اسلامی قانون کی توہین کر رہے ہیں، کیونکہ  
اسی طرح کسی کو قتل کروانا ہرگز اسلام کا واقعہ نہیں مگر ساری دنیا کا مسلم  
پریس بہ یک زبان خمینی کی طرف ذاری میں کھڑا ہو گیا ہے۔“

”ایران میں نام نہاد اسلامی انقلاب کے بعد انقلابیوں کے ہاتھوں پیش آنے  
والے وحشیانہ واقعات نے ساری دنیا میں لوگوں کو اسلام سے ہزار کر دیا۔“  
”ایران کا انقلاب صرف اپنی شہادت انقلاب تھا کہ کوئی اسلامی انقلاب جسے خلاف  
واقعہ طور پر اسلامی انقلاب کہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام بدنام ہو کر رہ گیا۔“

مولانا محمود الحسن:

پاک و ہند کی بہت بڑی دینی درسگاہ کے بانی اور آزادی ہند کے مجاہد رہنما شیخ السند مولانا  
محمود الحسن پر بھی ان کے ایک شعر کا حوالہ دے کر توہین مستحق کا الزام عائد کر دیا اور حیران ہیں کہ  
توہین رسالت کو جرم سمجھنے والی قوم نے انہیں زندہ کیسے اور کیوں چھوڑ دیا۔ اس سلسلہ میں ان کی نعت  
کا ایک شعر انہوں نے نقل کیا ہے:

مردوں کو کیا زندہ زندوں کو مرنے نہ دیا  
سیجائی کو دیکھیں ذرا ابن آدم

معلوم نہیں تھا کہ خان صاحب شعر و ادب کے معاملہ میں اتنے کور ذوق واقع ہوئے ہیں  
کہ وہ ایک سادہ سے شعر کے معنی و مفہوم کو بھی نہ سمجھ سکے۔ خان صاحب نے اسی پر بس نہیں کیا  
بلکہ آگے بڑھ کر اقبال پر بھی حملہ کر دیا۔

علامہ اقبال:

علامہ اقبال بھی اپنے اشعار کی وجہ سے خان صاحب کی نظر میں کافرو زندیق اور  
مشرک ہیں۔ اقبال کی اپنی زندگی ہی میں ان کی ایک نظم ”آفتاب“ پر لاہور کے ایک مولوی  
دیدار علی نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا تھا۔ اقبال اپنے دور کے مولوی اور ما حضرات سے

گدہ کرتے ہوئے لہتے ہیں :

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندگی  
اس دور کے ملا ہیں کیوں تنگ مسلمانی

مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کے بعد آنے والے دور کا ایک ”ماڈرن ما“ وحید الدین ان سب سے بازی لے جائے گا۔ حضرت مانے علامہ کے بارے میں لکھا ہے اور لکھتے وقت علامہ کا یہ ”مشرکانہ“ شعر بھی ان کے پیش نظر ہو گا جس میں وہ کہتے ہیں :

مردمہ و انجم کا محاسب ہے قلندر  
ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

اس شعر کی تشریح وہ یوں فرماتے ہیں :

یہ مسلمان جن کو ان کے نام نمار ہنماؤں نے ”مخمس کائنات“ کے منصب بلند پر بٹھا رکھا ہے، ان کے احتساب کا اگلا شاید وہ آسمانی اقدام ہو گا جس کو ان کے محبوب شاعر نے ان شاندار الفاظ میں بیان کیا ہے :

در دشت جنوں من جبریل زویں صیدے  
یزداں بکمند آور اے ہمت مردان

اقبال کا یہ شعر خان صاحب کے فتویٰ کے مطابق سراسر ”کافرانہ“ اور ”مشرکانہ“ ہے۔ اس پر اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے سخن نمئی عالم با معلوم شد۔

قائد اعظم محمد علی جناح :

”اروہاں طبقہ“ کے شاعر اقبال کے بعد خان موصوف نے اسلامیاں ہند کے قائد محمد علی جناح جو ”انگریزی داس“ تھے ان کو بھی بدفہم تنقید بنانا ضروری سمجھا۔ مسلمانوں کی آزاد مملکت کے لیے ان کی بے مثال قربانیوں کو پیک جنش قلم مستور کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ”موجودہ پاکستان محمد علی جناح کی دین نہیں بلکہ حقیقتاً وہ محمد بن القاسم ثقفی کی دین ہے۔“ قائد اعظم نے موصوف کی مضمون نویسی سے بہت پٹتے ہی یہ کہا تھا کہ پاکستان اسی وقت بن گیا جب کہ سر زمین ہند پر پہلے مسلمان نے قدم رکھا تھا۔ اپنی وفات سے ایک دن قبل انہوں نے اپنے معالج خصوصی ڈاکٹر ریاض علی شاد سے فرمایا :

”تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اکیلا اسے کبھی کر نہ سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول خدا کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان

وجود میں آیا۔  
بنائیں تاکہ وہ  
دے۔“  
(روزنامہ جنگ)  
ڈاکٹر ریاض علی شاد کی یہ ڈاکٹر  
مسلمانوں کے  
وہنے والی ذات خدا کی ہے  
والا شخص پاکستان کو اللہ کی  
شرک اور کیا ہو سکتا ہے  
بھارتی باسی کو اس کی سیاہ  
”جب وہ“  
اس کے لیے  
عبدالقادر عودہ

عبدالقادر  
تھے کہ ایک مسلمان حج  
ہو گئے اور اپنی ساری  
موجودہ و بین الاقوامی قادی  
عودہ جیسی گراں مایہ شہید  
شہید کروا یا تھا۔ ان  
اپنی بلند پایہ تصنیف  
پیش کیا ہے جو حسب  
”ہم مسلمانوں  
پذیر ہو  
اس قادی  
بھارتی مضمون نو لیکر  
”۱۳“

فرنگ نے زندگی  
کیوں تگلبِ مسلمانی

نے والے دور کا ایک "ماڈرن ملا" وحید الدین ان  
کے بارے میں لکھا ہے اور لکھتے وقت علامہ کا یہ  
کہتے ہیں۔

عاصم ہے قلندر  
راکب ہے قلندر

نے "مختصبات کائنات" کے منصب بلند پر بٹھا  
وگا جس کو ان کے محبوب شاعر نے ان شاندار

بیل زبوں صیدت

ہمت مردانہ

مطابق سراسر "کافرانہ" اور "مشرکانہ" ہے۔  
علوم شد۔

ان موصوف نے اسلامیان ہند کے قائد شہ  
نا ضروری سمجھا۔ مسلمانوں کی آزاد مملکت  
بڑھکتے ہوئے لکھتے ہیں "موجودہ پاکستان  
کی دین ہے" قائد اعظم نے موصوف کی  
وقت میں گیا جب کہ ہر زمین ہند پر پھیل  
نہوں نے اپنے معانی خصو صی و آئین ریاض

پاکستان میں چکا ہے تو میری  
م تھا اور میں کیا اسے کبھی کر  
کارو حافی فیض ہے کہ پاکستان

وجود میں آیا۔ اب پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافت راشدہ کا نمونہ  
بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت  
دے۔"

(روزنامہ جنگ کراچی 11 ستمبر 1988ء)

ڈاکٹر ریاض علی شاہ کی یہ ڈائری جو ان کے اپنے قلم کی تحریر شدہ ہے پاکستان میں چھپ چکی ہے۔  
مسلمانوں کے قائد نے اپنی وفات سے قبل یہ اعلان حق کیا تھا کہ زمین پر بادشاہت  
دینے والی ذات خدا کی ہے۔ مگر اقبال کو ان کے ایک شعر کے حوالے سے "کافر" اور "مشرک" کہنے  
والا شخص پاکستان کو اللہ کی دین کہنے کی بجائے محمد بن قاسم کی دین کہہ رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر کفر و  
شرک اور کیا ہو سکتا ہے؟ محمد بن قاسم کے اعلیٰ ترین مجاہدانہ کردار سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اس  
بھارتی باہی کو اس کی سیادت کسی اور وجہ سے پسند ہے۔ اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے:  
"جب وہ (محمد بن قاسم) ہندوستان سے واپس ہو کر دمشق گیا تو اہل ہند نے  
اس کے لیے اس کا مجسمہ بنا کر اس کی تعظیم اور تقدیس کی۔"

عبدالقادر عودہ شہید:

عبدالقادر عودہ شہید مصر کی سپریم کورٹ کے عہدہ جلیلہ سے اس لیے مستعفی ہوئے  
تھے کہ ایک مسلمان بی بی غیر اسلامی قانون نافذ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد وہ اخوان کے نائب مرشد عام  
ہو گئے اور اپنی ساری زندگی اسلامی قانون کو برپا کرنے کے لیے وقت کر دی۔ اسلامی قانون اور  
موجودہ بین الاقوامی قانون پر ان کی کتابیں مستند (Authoritative) تسلیم کی جاتی ہیں۔ عبدالقادر  
عودہ جیسی گراں مایہ شخصیت کو فرعون مصر کی اولاد جمال ناصر نے اپنے خلاف بغاوت کے الزام میں  
شہید کر دیا تھا۔ ان کے متعلق بھی وحید الدین اپنی نیش زنی سے باز نہیں رہ سکے۔ عودہ شہید نے  
اپنی بلند پایہ تصنیف "التشريع الجنای فی الاسلام" میں بین الاقوامی قانون کے اسلامی نقطہ نظر کو  
پیش کیا ہے جو حسب ذیل ہے:

"ہم مسلمان بین الاقوامیت پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارا قانون جہاں تک  
مسلمانوں کا تعلق ہے ہر مسلمان پر لاگو ہوتا ہے وہ چاہے جہاں بھی اقامت  
پذیر ہو۔"

اس قانون کی زد میں شاتم رسول ر شدی بر اور است آتا ہے اس لیے اس کی حمایت میں  
بھارتی مضمون نویس وحید الدین خاں کی رتبہ حیت پجز کا اٹھی۔ کہتے ہیں:  
"اس (اسلامی بین الاقوامی) کے حوالہ سے مضمون نگار (عبدالقادر عودہ

شہید) نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے ”قومی سرحدوں“ کو کوئی اہمیت نہیں۔ مسلمان رشدی اگر مسلم ملک سے باہر برطانیہ کا باشندہ ہے تب بھی وہاں جا کر اس کو قتل کیا جائے گا اور ایسا کرنا عین اسلامی ہوگا۔ مگر یہ ایک نعوبت ہے جس کا کوئی فقیہ قائل نہیں۔ ”اللہ رے فقہانہ بھیرت!“

غازی علم الدین شہید:

1926ء میں ایک مسلمان نوجوان نے سوامی شر دھانند کو قتل کیا جس نے رنگیلا رسول ﷺ نامی کتاب لکھی تھی۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ اس کی بیوہ ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو خوشی خوشی اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ ناموس رسول کی حفاظت کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ پر قربان ہو جائے مگر مولانا کی رائے میں: ”ہو ایہ کہ ملک کی تاریخ میں اس (شر دھانند) کو شہید کا مقام دیا گیا۔ حقیقت میں اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول ﷺ کے نام پر بے فائدہ جان دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ قربانی نہیں نادانی ہے جس کا تعلق نہ عقل سے ہے نہ اسلام سے۔“

قدرت اللہ شہاب:

قدرت اللہ شہاب حکومت پاکستان کے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں پاکستان کے ممتاز اديوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی سوانح عمری شہاب نامہ کو پاک و ہند کے اعلیٰ حلقوں میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ انہوں نے شہاب نامہ میں اپنے چچن کے ایک واقعہ کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کی نفسیات کا تجزیہ کیا ہے:

”رسول خدا ﷺ کے متعلق اگر کوئی بد زبانی کرے تو لوگ آپ سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں۔ اس میں اچھے، نیم اچھے یا برے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں بلکہ تجربہ تو یہی شہاد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم و فضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے۔ ایک عامی مسلمان کا شعور اور لا شعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شان رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے۔ خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک

جنون کی صورت  
•••••  
متعلق بیان کو درست کہتا  
عقیدت گمراہی ہے۔ پھر یہ  
”جو لوگ اس خوش عقیدہ  
جائے گا کہ یہ ایک نیا دین  
سے پہلے ہی مسلمان قوم کو  
اب قیامت۔“

کے سامنے حضرت کی شہید  
احمد دیدات اور بال

احمد دیدات  
الا قوامی مسلمان شخصیت  
ہیں۔ اسلام کے مقابلہ  
میں ایک تہلہ ”اسلام“

میں کہہ دیا کہ ”ان سب  
تالیوں جا کر خوشی کا  
احمد دیدات کا مقابلہ فر

”احمد دید

کو بہت ا

بولے تو

کہ اسلا

بھرا کر

چلنے والا

رشدی اور لیڈ

و حید

•••••  
مبارکی مکتبہ بر

یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اسلامی قانون کے لیے "قوی سرحدوں" کو کوئی اہمیت نہیں۔ مسلمان رشتہ اگر مسلم ہر برطانیہ کا باشندہ ہے جب بھی وہاں جا کر اس کو قتل کیا جائے گا عین اسلامی ہو گا۔ مگر یہ ایک لغو بات ہے جس کا کوئی فقیہ قائل نہ رہے فقہانہ بصیرت!

شہید:

ایک مسلمان نوجوان نے سوای شردھانند کو قتل کیا جس نے رنگیلا کھی تھی۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ انکو تے پنے کو خوشی خوشی اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ دو ناموس ہوئے رسول کریم ﷺ پر قربان ہو جائے مگر مولانا کی رائے میں: "ہوایہ (شردھانند) کو شہید کا مقام دیا گیا۔ حقیقت میں اس قسم کے کسی عمل کو نام پر بے فائدہ جان دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموس رسول ﷺ کی تان۔ یہ قربانی نہیں نالانی ہے جس کا تعلق نہ عقل سے ہے نہ اسلام سے۔"

ب حکومت پاکستان کے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں پاکستان کے ممتاز ہے۔ ان کی سوانح عمری شہاب نامہ کو پاک و ہند کے ادبی حلقوں میں کافی نمونوں نے شہاب نامہ میں اپنے چین کے ایک واقعہ کے حوالے سے نبی کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کی نفسیات کا تجزیہ کیا ہے:

لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھے ہیں۔ اس میں اچھے، نیم مان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں بلکہ تجربہ تو یہی شہاد ہے نے ناموس رسول ﷺ پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا وہ علم و فضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد و تقویٰ میں ممتاز سان کا شعور اور لا شعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ حق میں مضطرب ہوتا ہے اس کی جیاد عقیدہ سے زیادہ خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک

جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔"

مولوی صاحب موصوف نے قدرت اللہ شہاب کے مسلمانوں کی قومی نفسیات سے متعلق بیان کو درست کہا ہے اور ساتھ ہی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کا اس قسم کا جذبہ اور عقیدت گمراہی ہے۔ پھر یہ فتویٰ صادر کر دیا کہ قدرت اللہ شہاب اور یہ مسلمان "بے دین" ہیں: "جو لوگ اس خوش عقیدگی میں جی رہے ہیں وہ قیامت کا انتظار کریں اس وقت انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ ایک نیا دین تھا جو انہوں نے گھڑ رکھا تھا۔" مگر حضرت کی اس خبر کے بعد تو قیامت سے پہلے ہی مسلمان قوم کو اپنا انجام معلوم ہو گیا۔

اب قیامت کے انتظار کی کیا ضرورت باقی رہی خود قیامت اس "گمراہ" "بے دین" قوم کے سامنے حضرت کی شہید مبارک کی صورت میں موجود ہے۔

احمد دیدات اور بال ٹھا کرے:

احمد دیدات ہماری تحظیم ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورنلس کے لائف ممبر اور بین الاقوامی مسلمان شخصیت ہیں۔ انہوں نے مذاہب عالم کا گہرا تقابلی مطالعہ کیا ہے اور بلند پایہ خطیب بھی ہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں انہوں نے دنیا کے تمام مذاہب کو چیلنج کیا ہے۔ انہوں نے اپنے انٹرویو میں ایک جملہ "اسلام کی موجودگی میں دوسرے ادیان کی ضرورت باقی نہیں رہی" اور زور خطبات میں لگایا کہ "ان سب کو بل ڈوز کر دو" (Bulldoze Them all) اس پر مسلمان سامعین نے تالیاں جھا کر خوشی کا اظہار کیا جس پر مولوی وحید خان اپنا غصہ ضبط نہ کر سکے اور چیخ اٹھے اور احمد دیدات کا مقابلہ فریقہ پرست بھارتی لیڈر سے کرتے ہوئے لکھا ہے:

"احمد دیدات صاحب یاد دہرے مقررہوں کے اس قسم کے الفاظ مسلمانوں کو بہت اچھے لگتے ہیں۔ وہ ان پر تالیاں جھاتے ہیں۔ اگر یہی لفظ دوسرا شخص بولے تو وہ غصہ ہو جائیں گے۔ مثلاً ہندوستان میں بال ٹھا کرے اگر یہ کہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بل ڈوز کر دو تو تمام مسلمان مشتعل ہو کر ہنگامہ اٹھا کر دیں گے۔ اسی قسم کا وہ طرفہ معیار موجودہ امتحان کی دنیا میں ہرگز چلنے والا نہیں۔"

رشدی اور ایڈمی ڈیانا:

حید الدین خان اس دہرے معیار کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جو ان کی مہیاری ممکات برطانیہ اور وہاں کے آزاد پریس کے رویے سے پرنس ڈیانا کی حادثاتی موت پر

رشدی کے ریمارکس کی وجہ سے دنیا کے سامنے آیا ہے۔ سارا برطانوی پریس رشدی کی اس بات پر کہ ”بے قابو جنسی خواہشات نے لیڈی ڈیانا کو مار ڈالا۔“ سخت غیض و غضب کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ برطانیہ کے کثیر الاشاعت روزنامہ ”ٹائمز“ نے رشدی کے آرٹیکل کو شیطانی خیالات قرار دیا ہے۔ اس پر وہیں کے ایک ہفت روزہ رسالہ آؤٹ لک (Out Look) نے بواصح تبصرہ کیا ہے :

”رشدی نے جب برطانوی عوام کی محبوب شہزادی کے خلاف کوئی بات لکھی تو اس کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں حالانکہ جب اس کی تحریر کردہ کتاب میں ان کے محبوب ترین پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے تھے اس وقت یہی برطانوی عوام (اور ان کے ایک ذہنی غلام وحید الدین خان) اور پریس آزادی تحریر اور آزادی اظہار خیال کے قہقہوں سے پیٹھے تھے۔ مگر اب برطانوی عوام اور پریس کو معلوم ہوا ہے کہ رشدی واقعی شیطان ہے۔“

### تاریخی شخصیت :

مولانا کو خبر نہ تھی کہ برطانوی عوام اور برطانیہ کا آزاد پریس اتنی جلد رشدی کے بارے میں پینتر ابد لے گا۔ جب کوئی ان کی پسندیدہ شخصیت پر نس ڈیانا کے متعلق سیکس کے حوالہ سے کوئی ایسی بات کرے جو انہیں ناپسند ہو تو وہ اسے بیہوش سے شیطان بنا دیں گے۔ حالانکہ مولانا نے رشدی کے لیے برٹش لاء اور بین الاقوامی قوانین کا تحفظ فراہم کرنے اور اسے دنیائے ادب کا ہیرو بنانے کے بعد اس کو تاریخ کی بڑی ”نامور شخصیتوں“ اور ”شہیدان حق“ کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے لکھا تھا: ”تاریخ میں بہت سے سچے اور بڑے لوگ گزرے ہیں جن کو وقت کے ظالموں نے قتل کیا ہے۔ اس تاریخی پس منظر میں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مقتول کا رشتہ ان گزرے ہوئے لوگوں کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اس کو ہیرو بنا دیتے ہیں۔ اس طرح مخالفین کے ہاتھوں سے قتل ہونا اس کو ”شہیدان حق“ کی فہرست میں شامل کر دیتا ہے۔“

آگے چل کر مولانا فرماتے ہیں: ”یہ کوئی فرضی بات نہیں، مسلمان رشدی کے اعلان قتل کے بعد عملاً یہی بات پیش آئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تائید میں ٹائمز آف انڈیا کا ایک مضمون ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس مضمون میں رشدی کو تاریخ کی ان ہستیوں اور شخصیتوں کے ہم پل قرار دیا ہے جن کو ان کے مخالفوں نے قتل کر دیا تھا یا قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مثلاً ستر لاکھ مسیح“، گلیلو مارٹن لو تھر وغیرہ۔ حتیٰ کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ جن کو مکہ کے لوگوں نے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ گلیلو کو اپنی آخر عمر تک اپنے گھر کے اندر نظر بند کر دیا گیا تھا۔ یہی مقدر رشدی کا

آج ایک نئی صورت میں لکھ سکتا ہے جس میں خیر خیر اعلیٰ اور وحید الدین

”آزادی فکر“

درجہ دے کر رشدی اور آزادی کے ساتھ پیغمبر دین و ایمان کی بنیادیں م بارے میں ہم وحید الدین واضح کیا ہے کہ جس چیز انتشار اور نظم و ضبط اور قانون میں جگہ دے۔ اظہار رائے“ کی طرز

جہلت کے رجحانوں اور

اسے ڈو  
سازما  
وجود۔

نی وجہ سے دنیا کے سامنے آیا ہے۔ سارا برطانوی پریس رشیدی کی اس بات پر شہادت لے لیڈی ڈیانا کو مار ڈالا۔“ سخت غیض و غضب کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ آج روزنامہ ”ٹائمز“ نے رشیدی کے آرٹیکل کو شیطانی خیالات قرار دیا۔ ہفت روزہ رسالہ آؤٹ لک (Out Look) نے بڑا صحیح تبصرہ کیا ہے:

”جب برطانوی عوام کی محبوب شہزادی کے خلاف کوئی بات کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں حالانکہ جب اس کتاب میں ان کے محبوب ترین پیغمبر ﷺ کی شان میں گستاخی مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے تھے اس وقت یہ برطانوی کے ایک ذہنی غلام وحید الدین خان) اور پریس آزادی تحریر مار خیال کے قلمیوں سے بیٹھے تھے۔ مگر اب برطانوی عوام اور م ہوا ہے کہ رشیدی واقعی شیطان ہے۔“

تھی کہ برطانوی عوام اور برطانیہ کا آزاد پریس اتنی جلد رشیدی کے بارے کوئی ان کی پسندیدہ شخصیت پر نس ڈیانا کے متعلق سیکس کے حوالے سے میں ناپسند ہو تو وہ اسے ہیرو سے شیطان بنا دیں گے۔ حالانکہ مولانا نے اور بین الاقوامی قوانین کا تحفظ فراہم کرنے اور اسے دنیا کے ادب کا ہیرو بڑی ”نامور شخصیتوں“ اور ”شہیدان حق“ کی فہرست میں شامل کرتے ہست سے سچے اور بڑے لوگ گزرے ہیں جن کو وقت کے ظالموں نے جھڑپ میں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ مقتول کا رشتہ ان گزرے ہوئے لوگوں کو ہیرو بنا دیتے ہیں۔ اس طرح مخالفین کے ہاتھوں سے قتل ہونا اس کو شامل کر دیتا ہے۔“

انا فرماتے ہیں: ”یہ کوئی فرضی بات نہیں، مسلمان رشیدی کے اعلان آئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تائید میں ٹائمز آف انڈیا کا ایک نمونہ میں رشیدی کو تارتی کی ان ہستیوں اور شخصیتوں کے ہم پایہ قرار نے قتل کر دیا تھا یا قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مثلاً ستر اے مسیح“ کہ خود پیغمبر اسلام ﷺ جن کو مکہ کے لوگوں نے قتل کرنے کی عمر تک اپنے گھر کے اندر نظر بند کر دیا گیا تھا۔ یہی مقدر رشیدی کا

آج ایک نئی صورت میں ہو سکتا ہے۔ ”ایسی بے ہودہ احمقانہ اور شرانگیز باتیں وہی شخص کہہ سکتا اور لکھ سکتا ہے جس میں خیر اور شر کی تمیز باقی نہ رہی ہو۔“

خیر اعلیٰ اور وحید الدین..... یا للحب!

”آزادی فکر“ اور ”اظہار رائے کی آزادی“ کو اس زمانہ کی سب سے بڑی قدر اور خیر اعلیٰ کا درجہ دے کر رشیدی اور تمام گستاخان نبوت کے لئے ایسی کمین گاہیں تیار کی جا رہی ہیں جہاں سے وہ آزادی کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ اور انبیائے کرام کی شان میں بے محابا دشنام طرازی کریں تاکہ دین و ایمان کی بنیادیں منہدم اور مسمار ہو کر رہ جائیں۔ ”آزادی فکر“ اور ”آزادی اظہار رائے“ کے بارے میں ہم وحید الدین ہی کے مغربی پیشوا اور رہنماؤں کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اور واضح کیا ہے کہ جس چیز کو وہ ”آزادی فکر“ اور ”آزادی اظہار رائے“ سمجھ رہے ہیں وہ اصل میں ذہنی انتشار اور نظم و ضبط سے عاری افکار ہیں جنہیں کوئی معاشرہ کوئی جماعت اور کوئی ریاست اپنے آئین اور قانون میں جگہ دینے اور انہیں برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ”آزادی افکار“ اور ”آزادی اظہار رائے“ کی طرح انہوں نے ”خیر اعلیٰ“ کو بھی غلط معنی پہنائے ہیں۔ اسلام میں انسان کو اپنی جبلت کے رجحانوں اور اپنے فکر و عمل پر قابو پانے اور ان کو احکام الہی کے تابع نظم و ضبط کا پابند کرنے کا نام ”خیر اعلیٰ“ ہے۔ یہی زمانہ کی نہیں بلکہ زندگی کی وہ سب سے بڑی قدر جو اللہ کے رسول ﷺ کی بدولت انسانیت کو نصیب ہوئی اس لیے وہ کائنات کی ایسی محبوب ترین ہستی ہیں جن کے نام و ناموس پر مسلمان اپنی ہر عزیز اور محبوب چیز کو قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اس کے نزدیک ان کی ذات گرامی ہی اصل دین اور عین ایمان ہے۔ کفر و دین کی اس حقیقت کو اقبال نے بڑے ہی بیخیر اظہار کے ذریعے اس شعر میں نمایاں کیا ہے:

مصطفیٰ برسماں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او ز سیدی تمام بولہمی است

اور ساتھ ہی وحید الدین خان جیسے فتنہ پرور اپنا زمانہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

اے تھی از ذوق و شوق و سوز و درد

می شنای عصر ما، با ما چہ کرد

عصر ما، ما را زما، بیگانہ کرد

از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

اسے ذوق و شوق اور سوز و درد سے نا آشنا انسان تجھے خبر بھی ہے کہ اس حیلہ

ساز زمانہ نے ہمارے ساتھ کیا حرکت کی ہے۔ اس گنجنت نے ہم کو اپنے ہجر

وجود سے دور کر کے ہمیں حسن و جمال مصطفیٰ کے نور سے محروم کر دیا ہے۔

## شہد رسول ﷺ اور وحید الدین خاں

پروفیسر ظفر علی قریشی

چند دن ہوئے جناب محمد متین خالد نے بھارتی نژاد ممتاز مصنف وحید الدین خاں کی کتاب ”شہد رسول کا مسئلہ“ قرآن و حدیث اور فقہ و تاریخ کی روشنی میں ”مجھے دی اور فرمائش کی کہ میں اس پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں نے کتاب کو بغور پڑھا تو یہ نظر آیا کہ اس کے مندرجات جسور مسلمانوں کے مسلک کے قطعاً خلاف واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ مصنف نے بڑی چابک دستی سے حقائق اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اور تحقیق کی آڑ میں مغرب کی ہم نوائی میں مسلمانوں کی ایک بھونڈی تصویر پیش کی ہے۔

وحید الدین خاں نے نہ صرف جید علمائے متقدمین و متاخرین مثلاً امام ابن تیمیہؒ، مولانا نور شاہ کشمیری، امیر الی مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی، مولانا ابوالحسن علی ندوی بلکہ جملہ تمام علماء پر نہایت جارحانہ انداز میں حملہ کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ یہ حضرات اسلام کے اصولوں سے قطعاً نابلد ہیں بلکہ غلط روش پر چلے رہے ہیں اور چل رہے ہیں اور ان حضرات کا نقطہ نظر دعوت اسلامی کے سراسر متنافی واقع ہوا ہے۔

بالفاظ دیگر وحید الدین خاں نے علی الاعلان یہ دعویٰ کیا ہے کہ چودہ صدیوں میں اس مسئلہ کو اگر کوئی مسلمان سمجھ کر پرکھ پایا ہے تو وہ خاں صاحب ہیں۔ باقی علماء کرام فاش غلطی پر ہیں اور اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں اور انہوں نے دنیا میں اسلام کی جو تصویر پیش کی ہے وہ ایک ”وحشی اور غیر منہذب دین“ کی ہے اور علمائے کرام نے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کر دیا ہے اور مغرب سے براہ راست تصادم اور خطرہ مول لے لیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ خاں صاحب کچھ نہایت ضرورت سے زیادہ اپنی ہمہ جہتی علیت پر نازاں ہیں اور انہوں نے جارحانہ انداز میں علمائے متقدمین اور متاخرین پر اپنی ٹیڑھی ترچھی تحریروں سے اگرچہ خوب لے دے کی ہے اور سواد اعظم کی خوب گت بتائی ہے لیکن ان کی تحریروں کے چند صفحات پڑھنے کے بعد ہی ان کی

علمی بے بضاعتی اور اسلام کو غیر مسلموں اور بالخصوص بھونڈا اور رکیک قسم کا حملہ کہ وہ مسلمان ہیں اور وہ اب ہم ان کے ”ہوئے رقم طراز ہیں“

”موجودہ زمانہ کو بتانے کے لیے خلیفہ اللہ فی الارض اسلامی ہیں۔ قرآن کرنے والے ہو۔ لست علیہ آیت کو الٹ دیا۔ بلکہ داروغہ بن کر مسلمان کی حیثیت

کے ہیں، وہ تو قرآن حکیم کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد

انسی جساء ”میں زمین

دوسری جگہ امر

کنتم حبیہ تنہون عن

”تم ایک بہترین سمجھ میں نہیں

کی حد تک غیر اسلامی ہیں؟ اس کے برعکس

دین و دانش، ہوش و

## مولانا اور عبداللہ خاں

پروفیسر ظفر علی قریشی

ستین خالد نے بھارتی نژاد متنازعہ مصنف وحید الدین خاں کی کتاب 'بیت اور فقہ و تاریخ کی روشنی میں' مجھے دی اور فرمائش کی کہ میں اس میں نے کتاب کو بغور پڑھا تو یہ نظر آیا کہ اس کے مندرجات قطعاً خلاف واقع ہوئے ہیں۔ اگرچہ مصنف نے بڑی چابک دستی و ڈگری پیش کیا ہے اور تحقیق کی آڑ میں مغرب کی ہم نوائی میں پیش کی ہے۔

صرف جید علمائے متقدمین و متاخرین مثلاً امام ابن تیمیہ، مولانا انور اللیثی، مولانا ابوالحسن علی ندوی بلکہ جملہ تمام علماء پر نہایت ثابت کرنے کی سعی لاصحیح کی ہے کہ یہ حضرات اسلام کے طے روش پر چلتے رہے ہیں اور چل رہے ہیں اور ان حضرات کا منافی واقع ہوا ہے۔

نے علی الاعلان یہ دعویٰ کیا ہے کہ چودہ صدیوں میں اس مسئلہ ہے تو وہ خاں صاحب ہیں۔ باقی علماء کرام فاش غلطی پر ہیں اور ہیں اور انہوں نے دنیا میں اسلام کی جو تصویر پیش کی ہے وہ کی ہے اور علمائے کرام نے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کر دیا اور اور خطرہ مول لے لیا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ خاں صاحب ہمہ جہتی علیت پر نازاں ہیں اور انہوں نے جارحانہ انداز میں شیعہ ترقی تحریروں سے اگرچہ خوب لے دے کی ہے اور ان کی تحریروں کے چند صفحات پڑھنے کے بعد ہی ان کی

علمی بے بضاعتی اور اسلام کی تعلیمات سے بیزاری کا احساس ابھرا ہے اور انہوں نے پورے مسئلہ کو غیر مسلموں اور بالخصوص مغرب کی عینک سے دیکھ کر چیستان بنا ڈالا ہے اور اسلام پر نہایت ہی بھونڈا اور رکیک قسم کا حملہ کیا ہے، جس کا قطعاً کوئی جواز نہیں ہے اور وہ بھی اس ادعی کے ساتھ کہ وہ مسلمان ہیں اور وہ بھی "اصلی" اور "حقیقی"۔

اب ہم ان کے "ارشادات عالیہ" کی طرف آتے ہیں۔ پہلے باب میں خانہ فرسائی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"موجودہ زمانہ کے لکھنے اور بولنے والے مسلمانوں کے پاس مسلمان کی حیثیت کو بتانے کے لیے جو الفاظ ہیں، وہ کیا ہیں۔ وہ ہیں خدائی فوجدار، محتسب کائنات، خلیفہ اللہ فی الارض وغیرہ۔ اس قسم کے تمام الفاظ بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی ہیں۔ قرآن میں پیغمبر کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ تم صرف نصیحت کرنے والے ہو۔ تم لوگوں کے اوپر داروغہ نہیں ہو (انسانیت مذکورہ لست علیہم بمصیطر) مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے عملاً اس آیت کو الٹ دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہمارا کام نصیحت اور وعظ کتنا نہیں ہے بلکہ داروغہ بن کر لوگوں کے اوپر حکمرانی کرنا ہے۔" (مذکورہ کتاب، صفحہ ۵)

مسلمان کی حیثیت بتانے کے لیے خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف جو الفاظ منسوب کیے ہیں، وہ تو قرآن حکیم کی آیات مبارکہ کے تراجم ہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری ہے:

انسی جاعل فی الارض خلیفہ (سورہ بقرہ، ۳۰)

"میں زمین پر اپنا خلیفہ یا نائب بنا رہا ہوں۔"

دوسری جگہ امت مسلمہ کی بابت فرمایا:

کنتم خیر امہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و

تنہون عن المنکر (آل عمران، ۱۱۰)

"تم ایک بہترین امت ہو جو نیکی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔"

مجھ میں نہیں آتا کہ خاں صاحب نے کس طرح یہ کہہ ڈالا ہے کہ یہ الفاظ بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی ہیں۔ قرآن حکیم کے الفاظ کے معانی کس طور پر غیر اسلامی قرار پائے جاسکتے ہیں؟ اس کے برعکس خاں صاحب کے خود الفاظ لغویت کی حد تک غیر اسلامی کہے جاسکتے ہیں اور دین و دانش، ہوش و خرد کو خیر یاد کرنے کے مترادف ہیں۔

وحید الدین خاں کے استہزائیہ اور تکبرانہ طرز تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم کے الفاظ کی روشنی میں امت مسلمہ کا کیا یہ فریضہ نہیں بننا کہ وہ نیکی کی طرف بلائیں اور بدی کو روکیں؟ اس فریضہ کی ادائیگی پر ”خدا کی فوجدار“ اور ”مختب کائنات“ کی پھٹی کٹا کسی طور سے جائز نہیں ہے۔ ان کے تکبرانہ طرز تحریر سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خاں صاحب قرآن حکیم کی ایجیڈ سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اگرچہ بزم خود اپنے آپ کو مفسر قرآن اور علامت الہیہ قرار دے رہے ہیں۔ ان کے یہ ”ارشادات“ ان کی جمالت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

جہاں تک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت آیت (انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر) (سورۃ الفاشیہ، ۲۲-۲۳) تم نصیحت کرنے والے ہو، داروغہ نہیں ہو) کا تعلق ہے، اس کا تعلق جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں حضور علیہ السلام کی لوگوں کی بھلائی سے متعلق ایک دلی خواہش کا اظہار تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام لے آئیں اور یہ بات آپ کو پریشان کیے رکھتی تھی۔ اس کا ذکر ایک دوسری آیت میں کیا گیا ہے:

لعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین (سورۃ الشعراء، ۲)

”شاید آپ اپنے تئیں ہلاک کر لو گے کہ یہ لوگ مومنین کیوں نہیں ہوتے“

یعنی ارشاد باری ہے کہ تمہارا کام نصیحت کرنا ہے۔ ان پر داروغہ بننا نہیں ہے۔ دلوں کو پھیرنا اور حساب لینا ہماری ذمہ داری ہے۔

یہ باتیں حضور علیہ السلام ہی سے متعلق تھیں۔ اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے، ان کو داروغہ بنانے کا تک کہاں سے آگیا اور مسلمان دشمنوں کے مقابلہ میں کون سی ایسی مادی طاقت رکھتے ہیں کہ ”داروغہ“ بن سکیں۔

دوسری جگہ خاں صاحب لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانے کے مسلمان نہ صرف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ مسلسل طور پر دعوت کو قتل کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو سیاسی حریف سمجھنا، ان کے مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے کھڑے کرنا جس کے نتیجے میں داعی اور مدعو کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں، اس طرح کی تمام سرگرمیاں دعوت کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔ وہ دعوت اور نصیحت کی قاتل ہیں۔ مگر ساری دنیا کے مسلمان ہر روز انہیں دعوت کش

سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ پاتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے خلاف خائن سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی ہر جگہ جاری کیے ہوئے ہیں۔ اور کتاب ”شیطان آیت“ کی اشاعت و رشیدی ایجیڈیشن بلاشبہ لغویت کی مسلمانوں کے اصغر و اکبر کے درمیان محدودی کی بنیاد پر انہوں نے وہ کوشش کی کہ ان کی کون سی روش اسلام کے نہیں۔“ (ص ۶)

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:

”مسلمانوں کے اوپر اپنے عقبہ کی اصطلاحوں میں سوچیں وہ اپنی دعوت کو اصل معیار بنائیں۔ وہ مقدم رکھیں۔ وہ ہر نقصان کو گواہ نہ کریں۔ مسلمانوں کے اس داعی سرگرمی میں جھٹلانے ہوں جو دعوت پر یاد کرنے والی ہو۔“ (ص ۶-۷)

خاں صاحب کو سلمان رشیدی کی اس میں سرگرمی دکھانا سراسر غیر اسلامی رہے بلکہ دعوت کو قتل کرنے میں مصروف میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا اور جھگڑا خراب ہو جائیں، وہ دعوت کی قاتل چاہتے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہوا ہے وغیرہ۔

میں خاں صاحب کے یہ ”ارشاد“ ایک ایسے شخص کے ہیں جو بزم خود

استہرائیہ اور حکیمانہ طرز تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے ان سے ہٹنا حکیم کے الفاظ کی روشنی میں امت مسلمہ کا کیا یہ فریضہ نہیں بننا اور بدی کو روکیں؟ اس فریضہ کی ادائیگی پر ”خدا کی فوجدار“ اور ناسکی طور سے جائز نہیں ہے۔ ان کے حکیمانہ طرز تحریر سے یہ خاں صاحب قرآن حکیم کی ایجڈ سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اگرچہ ان اور علامہ الدھر قرار دے رہے ہیں۔ ان کے یہ ”ارشادات“

”م علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت آیت (انما انت مذکر طہرا) (سورۃ الفاشیہ، ۲۳-۲۴) تم فصیح کرنے والے ہو، داروغہ تعلق جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں حضور علیہ السلام کی لوگوں کی پیش کا اظہار تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسلام پریشان کیے رکھتی تھی۔ اس کا ذکر ایک دوسری آیت میں کیا گیا

سکتے الایکونوا مومنین (سورۃ الشعراء، ۲)

ک کرو گے کہ یہ لوگ مومنین کیوں نہیں ہوتے“

تمہارا کام فصیح کرنا ہے۔ ان پر داروغہ بننا نہیں ہے۔ دلوں کو

دی ہے۔

م ہی سے متعلق تھیں۔ اس آیت کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے سے آگیا اور مسلمان دشمنوں کے مقابلہ میں کون سی ایسی مادی

سکیں۔

لکھتے ہیں:

مسلمان نہ صرف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں بلکہ دعوت کو قتل کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے میں داعی اور مدعو کے درمیان تعلقات خراب ہو کر گریاں دعوت کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔ وہ دعوت اور ساری دنیا کے مسلمان ہر روز انہیں دعوت کش

سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اصغر تو درکنار ان کے اکابر بھی یہ سوچ نہیں پاتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے خلاف خدا کے غضب کو بھڑکار رہے ہیں۔ انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی وہ ہے، جو ”شم رسول“ کے خلاف مسلمان ہر جگہ جاری کیے ہوئے ہیں۔ اور جس کا ایک نمایاں مظاہرہ سلمان رشدی کی کتاب ”شیطانی آیات“ کی اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا ہے۔ اپنی رشدی ایجنسی ٹیشن بلاشبہ نقویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔ اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے اصغر و اکابر کے درمیان اس لیے جاری رہا کہ دعوتی شعور سے محرومی کی بنیاد پر انہوں نے وہ کسوٹی کھودی تھی، جس پر جانچ کر وہ معلوم کر سکیں کہ ان کی کون سی روش اسلام کے مطابق ہے اور کون سی روش اسلام کے مطابق نہیں۔“ (ص ۶)

پھر مزید لکھتے ہیں کہ:

”مسلمانوں کے اوپر اپنے عقیدہ کے اعتبار سے لازم ہے کہ وہ داعی اور مدعو کی اصطلاحوں میں سوچیں وہ اپنی انفرادی اور قومی سرگرمیوں کی تشکیل میں دعوت کو اصل معیار بنائیں۔ وہ دعوت کی مصلحت کو تمام دوسری مصلحتوں پر مقدم رکھیں۔ وہ ہر نقصان کو گوارا کر لیں مگر دعوت کا نقصان کسی قیمت پر گوارا نہ کریں۔ مسلمانوں کے اس داعیانہ منصب کا لازمی تقاضہ ہے کہ وہ ہرگز کسی ایسی سرگرمی میں مبتلا نہ ہوں جو دعوت کے مزاج کے خلاف ہو یا دعوت کے امکانات کو برباد کرنے والی ہو۔“ (ص ۶-۷)

خاں صاحب کو سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب کے خلاف مسلمانوں کا اضطراب اور اس میں سرگرمی دکھانا سراسر غیر اسلامی نظر آیا۔ مسلمانوں کو دعوت کا کام کرنا چاہیے جو نہیں کر رہے بلکہ دعوت کو قتل کرنے میں مصروف ہیں۔ دوسری قوموں کو حریف سمجھنا اور ان کے مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا اور جھگڑے کھڑا کرنا جس میں داعی اور مدعو کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں، وہ دعوت کی قائل ہیں۔ اور وہ ایسی سرگرمیوں سے ”خدا کے غضب کو بھڑکا رہے ہیں“ اور یہ اس دج سے ہوا ہے کہ وہ دعوتی شعور کی محرومی سے عاری ہو چکے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

میں خاں صاحب کے یہ ”ارشادات عالیہ“ پڑھ کر ایک دم سکتے میں آگیا کہ آیا یہ الفاظ ایک ایسے شخص کے ہیں جو بزعم خود علامتہ الدھر، مفسر قرآن، اسلام کی صحیح اور سچی تشریح اور

توضیح پیش کرنے کا مدعی اپنے آپ کو کہتا ہے۔

ان سے کوئی پوچھے کہ ملعون مسلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب کے مندرجات معلوم ہونے کے بعد جس میں پیغمبر اسلام علیہ الف تحیۃ والسلام، ازواج مطہرات، بیوہ اتہامات اور بے سرپا الزامات کی بے اسلام کے خلاف نہایت ہی ناپاک، توہین آمیز کلمات، بیوہ اتہامات اور بے سرپا الزامات کی بے پناہ یورش کی گئی ہو، کوئی راجح العقیدہ مسلمان خاموش رہ سکتا ہے؟ اور جب کہ یہ بھی معلوم ہو گیا ہو کہ پورے مغرب کا پریس اور میڈیا اور وہاں کی تمام حکومتیں ملعون رشدی کی پاسبانی اور حمایت میں اپنی پوری مادی قوت جھونک رہی ہوں تاکہ رشدی کی کتاب کی بے پناہ اشاعت اور دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے تراجم سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات پر کچھڑ خوب خوب اچھالا جائے اور اسلام کی دیگر مقدر ہستیوں کو بھی تضحیک و تذلیل کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے اور صلیبی جنگوں کی خون آشام یادوں کو جس میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح سے بہایا گیا تھا، از سر نو تازہ کیا جائے اور نئی صلیبی جنگ کا آغاز کیا جائے اور اپنی بد باطنی اور اسلام دشمنی کے خوابیدہ بغض و عناد کے طوطا کو پھر سے اجاگر کیا جائے، تاکہ اپنی گندی ذہنیت کی تسکین کی جائے۔

اس بھیا تک مغربی یلغار کے مقابلہ میں بے سرو سامان مسلمان اپنی طاقتور دنیاوی مادی قوت کے فقدان کے باوجود اپنے داعی اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقدر ہستیوں کی شان میں گستاخانہ تحریروں اور بے ہودہ الزامات سے بھرپور کتاب کی اشاعت اور ترویج کو رکوانے کے لیے یا پابندی لگوانے کے لیے اپنی سی کوششیں کرنے کے لیے میدان میں آ نکلیں تو ان کا یہ عمل وحید الدین کو بلاشبہ "تغویت کی حد تک غیر اسلامی" نظر آیا ہے۔

معلوم نہیں کہ ان صاحب کی خود ساختہ "دعوت اسلامی" جس کے ضد و خال ابھی واضح طور پر سامنے نہیں آئے اور جس کی تعریف و توصیف میں وہ زمین و آسمان کے فلاہے ملانے کے لیے کوشاں ہیں۔ اس "دعوت اسلامی" میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقدر ہستیوں کے تقدس اور احترام کو ملحوظ رکھنے کا کوئی مقام ہے، یا وہ اسلام کی من مانی تشریحوں، توضیحوں، حقائق اور واقعات کو توڑ مروڑ کر مسلمانوں کے سیدھے سادے موقف کو الٹی سیدھی تعبیروں کے ذریعہ اور حقیقت کی آڑ میں یورپ کے مذہب عام کی تکمیل کے لیے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر کچھڑ اچھالنے میں ان کے مدد و معاون بننے کا ناپاک فریضہ سرانجام دے سکیں۔

صحیح دعوت اسلامی جس کی بنیاد قرآن حکیم اور احادیث نبویہ ہیں۔ اس میں تو کہا گیا ہے۔

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہتہم

"نبی کریم ﷺ کی بیویاں ان کی ما

اور ارشاد نبوی۔  
والدین اولاد اور دنیا کے  
اس کے برعکس  
کے متبعین کے نقشہ  
رشدی کی ہمنوائی میں  
بے سرو سامان مسلمانان  
نقدس کو سرفراز اور  
میش "نظر آئے اور  
جائیں تاکہ مسلمانوں  
معاون بن جائیں۔

اب ان کے د  
اور مفسر قرآن ہیں۔  
میدان میں بھی کور۔  
مسلمان رشدی  
سب سے پہلے سنا  
لکھتے ہیں:

"قدیم  
اس زمانہ میں  
لوگوں نے  
البلدان  
واللغات  
العلنی  
"تسم ہے لا

اپ کو کہتا ہے۔

لعون سلمان رشدی کی رسوائے زمانہ کتاب کے مندرجات معلوم سلام علیہ الف تحیت والسلام، ازواج مطہرات، بیٹھو اور دیگر اکابرین ک، توہین آمیز کلمات، بیوہ انتہات اور بے سرو پا الزامات کی بے العقیدہ مسلمان خاموش رہ سکتا ہے؟ اور جب کہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میڈیا اور وہاں کی تمام حکومتیں ملعون رشدی کی پاسبانی اور حمایت کرتی رہی ہوں تاکہ رشدی کی کتاب کی بے پناہ اشاعت اور دنیا کی تمام سے پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات پر کچھ مہم کی دیگر مقتدر ہستیوں کو بھی تضحیک و تذلیل کا نشانہ بنانے میں صلیبی جنگوں کی خون آشام یادوں کو جس میں مسلمانوں کا خون پانی و تازہ کیا جائے اور نئی صلیبی جنگ کا آغاز کیا جائے اور اپنی بد باطنی و عناد کے طوطا کو پھر سے اجاگر کیا جائے، تاکہ اپنی گندی ذہنیت

کے مقابلہ میں بے سرو سامان مسلمان اپنی طاقتور دنیاوی مادی قوت اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقتدر ہستیوں کی شان میں الزامات سے بھرپور کتاب کی اشاعت اور ترویج کو رکوانے کے لیے کسی کوشش کرنے کے لیے میدان میں آئیں تو ان کا یہ عمل بد تک غیر اسلامی نظر آیا ہے۔

کی خود ساختہ ”دعوت اسلامی“ جس کے خدوخال ابھی واضح طور تعریف و توصیف میں وہ زمین و آسمان کے فلاہے لانے کے لیے ”میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر مقتدر ہستیوں کے تقدس نام سے، یا وہ اسلام کی من مانی تشریحوں، توہینوں، حقائق اور لے سیدھے سادے موقف کو الٹی سیدھی تعبیروں کے ذریعہ اور مہم کی تکمیل کے لیے اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر کچھ نے کا ٹپاک فریضہ سرانجام دے سکیں۔

یاد قرآن حکیم اور احادیث نبویہ ہیں۔ اس میں تو کہا گیا ہے۔

منین من انفسہم وازواجہ امہتہم

”نبی کریم ﷺ مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

(سورہ احزاب، ۶)

اور ارشاد نبوی ہے۔ ”تم صحیح طور پر مومن نہیں ہو گے جب تک کہ میں تم کو تمہارے والدین اولاد اور دنیا کے سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (بخاری و مسلم)

اس کے برعکس وحید الدین خاں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ابولہب اور عبداللہ بن ابی اور اس کے متبعین کے نقش قدم پر چل کر اپنی الٹی سیدھی منطق، تدلیس و تاویل کے ذریعہ ملعون رشدی کی ہمنوائی میں میر جعفر اور میر صادق کا رول ادا کرنے کے لیے میدان میں آدھکیں اور بے سرو سامان مسلمانان عالم جو اپنے نبی پاک ﷺ اور دیگر مقتدر ہستیوں کے واجب الاحترام تقدس کو سرفراز اور سر بلند کرنے کی کوششیں کریں تو خاں صاحب کو یہ سب کچھ ”جھوٹا ناہنجی ٹیشن“ نظر آئے اور اس طرح سے وہ دشمنان اسلام کی سب و شتم کی سازش میں ان کا آلہ کار بن جائیں تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے ”روح محمد ﷺ نکالنے کی ٹپاک کوشش میں ان کی ممدو معاون بن جائیں۔

بسوخت عقل زجرت این چہ بو العجیبی است

اب ان کے دیگر ”ارشادات عالیہ“ کی طرف آتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ بڑے محقق اور مفسر قرآن ہیں۔ لیکن ان کی تحریروں کے چند صفحات پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ تحقیق کے میدان میں بھی کورے کے کورے ہیں اور نری جہالت کے علمبردار ہیں۔

سلمان رشدی نے جس کہانی کی بنیاد پر اپنی کتاب کا نام ”شیطان آیت“ رکھا ہے، وہ کہانی سب سے پہلے سنہ ۵ نبوی میں مکہ میں وضع کی گئی ہے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خاں صاحب لکھتے ہیں:

”قدیم عرب میں تین بڑے بت تھے۔ لات، عزی اور منات۔ ان بتوں کو اس زمانہ میں بت بڑی چیز سمجھا جاتا تھا۔ ان بتوں کی بڑائی بیان کرنے کے لیے لوگوں نے طرح طرح کے کلمات وضع کر رکھے تھے۔ یا قوت الحموی نے ”مہم البلدان“ میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہا کرتے تھے۔  
واللات والعزی ومنناہ الثالثہ الاخری ہوء لاء الغرانیق  
العلی وان شفاعتہن لترتجی۔  
”تم ہے لات اور عزی کی اور تیسرے منات کی، یہ سب بلند مرتبہ دیویاں ہیں

ان کی سفارش ضرور متوقع ہے۔“

رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں سورۃ النجم کی مذکورہ آیتیں اتریں تو آپ نے حسب معمول ایک مجمع میں ان کو سنایا۔ وہاں مسلمانوں کے ساتھ کچھ مشرک بھی موجود تھے، رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جب یہ الفاظ نکلے۔

افراء يتم اللت والعزى ومنناہ الشالسه الاخرى  
تو بعض مشرکین نے اس میں اپنے الفاظ ملا دیئے، اپنے جوں کے نام سن کر وہ فوراً وہ الفاظ بول پڑے جو ان جوں کی نسبت سے پہلے سے ان کے ہاں رائج تھے اور جن کو وہ ان جوں کے نام کے ساتھ جوڑ کر کہا کرتے تھے۔ وہ الفاظ یہ تھے۔

تلک الغرائیق العلی وان شفاعتھن ترتحی  
ان دوسرے الفاظ کا کوئی بھی تعلق پیغمبر اسلام سے نہ تھا۔ آپ نے تو صرف اول الذکر الفاظ (افراء يتم اللات والعزى ومنناہ الشالسه الاخرى) فرمائے تھے۔ ثانی الذکر الفاظ تلک الغرائیق العلی وان شفاعتھن ترتحی۔ تمام تر مشرکین کے الفاظ تھے، جن کو انہوں نے آواز میں آواز ملا کر اپنی طرف سے کہہ دیا، یہی بات بعض مفسرین نے ان الفاظ میں کہی ہے:

”شیطان نے مشرکوں کے کان میں یہ الفاظ ڈال دیئے، پس مشرکوں نے گمان کر لیا کہ یہ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ایسا نہ تھا، وہ دراصل شیطان کا کلام تھا، نہ کہ رسول رحمان ﷺ کا کلام۔“  
(تفسیر ابن کثیر، الجزء الثالث، صفحہ ۲۳)

(مذکورہ کتاب، صفحہ ۴۲-۴۳)

پھر لکھتے ہیں:

”واقعہ کی سادہ شکل وہی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے مگر اسلام کے کچھ مخالفوں نے اس واقعہ کو غلط صورت دے کر ایک خود ساختہ کہانی بنائی۔ انہوں نے مشرکین کے قول کو پیغمبر کا قول قرار دے دیا اور کہا کہ پیغمبر اسلام پر سورۃ النجم اتاری جا رہی تھی، جب اس کا سلسلہ مناسۃ الشالسه الاخری تک پہنچا تو اس کے بعد شیطان نے مذکورہ الفاظ آپ پر القاء کر دیئے، آپ نے قرآن کی آیت کے ساتھ اس کو ملا کر مجمع میں پڑھ دیا۔ بعد میں آپ کو غلطی کا احساس ہوا تو آپ نے اعلان کیا کہ مذکورہ کلام خدا کا کلام نہیں تھا، وہ شیطان کا کلام تھا۔ یہ کہ

کر اس کو قرآن سے حد  
یہ ساری کہانی جیسا  
لغویات یہ ہے کہ اس کو  
بنایا جائے اور اس کی  
کلام شیطانی قرار دیئے  
خال صاحب نے ابن  
مشرکین کے کان میں یہ الفاظ  
کی زبان سے نکلا ہوا ہے۔ مگر  
مشرکین مکہ نے وضع کی تھی،  
۱۔ فرضی کہانی (کہانی کے  
۲۔ سلمان رشدی نے  
سے پہلے سنہ ۵ نبوی میں مکہ  
۳۔ بعض مشرکین نے  
۴۔ اسلام کے کچھ مخالف  
انہوں نے مشرکین کے قول  
۵۔ اس لغو قصہ کے  
خال صاحب لکھتے ہیں  
”سلمان رشدی  
کا قصہ کہا جاتا ہے  
تھے۔ اس لغو قصہ  
تو ان مشرکین کے  
فرمایا کہ یہی وہ لوگ  
کے ان سب کو چھوڑ  
اذہبوا فانہم  
خال صاحب نے  
سرے سے غلط ہے۔

کی مذکورہ آیتیں اتریں تو آپ نے حسب معمول  
تھکے کچھ مشرک بھی موجود تھے، رسول اللہ ﷺ

ہ الشالشیہ الاخری

ملا دیئے، اپنے ہتوں کے نام سن کر وہ فوراً وہ الفاظ  
ن کے ہاں رائج تھے اور جن کو وہ ان ہتوں کے نام

فما عتھن تر تھجی

اسلام سے نہ تھا۔ آپ نے تو صرف اول الذکر  
الشالشیہ الاخری۔ فرمائے تھے۔ ثانی الذکر  
فما عتھن تر تھجی۔ تمام تر مشرکین کے  
اپنی طرف سے کہہ دیا، یہی بات بعض مفسرین

الفاظ ڈال دیئے، پس مشرکوں نے گمان

ن سے نکلا ہوا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں  
نہ کہ رسول رحمان ﷺ کا کلام۔

(مذکورہ کتاب، صفحہ ۲۲-۲۳)

قل کی گئی ہے مگر اسلام کے کچھ مخالفوں  
یک خود ساختہ کمائی بنائی۔ انہوں نے  
دیا اور کہا کہ پیغمبر اسلام پر سورۃ النجم  
بأه الشالشیہ الاخری تک پہنچا تو  
پر القاء کر دیئے، آپ نے قرآن کی  
بعد میں آپ کو غلطی کا احساس ہوا تو  
نہیں تھا، وہ شیطان کا کلام تھا۔ یہ کہہ

کر اس کو قرآن سے حذف کر دیا گیا۔

یہ ساری کمائی جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ بالکل لغو ہے اور اس سے بھی زیادہ  
لغوات یہ ہے کہ اس کو تاریخی حیثیت دے کر اس کی روشنی میں ایک پورا افسانہ  
بنایا جائے اور اس کی بنیاد پر پورے قرآن کو کلام خداوندی کے بجائے لغو ذباہ  
کلام شیطانی قرار دینے کی کوشش کی جائے۔ (مذکورہ کتاب، ص ۳۳)

خاں صاحب نے ابن کثیر کی جو روایت بیان کی ہے اس میں تحریر ہے کہ شیطان نے  
مشرکین کے کان میں یہ الفاظ ڈال دیئے۔ پس مشرکین نے گمان کر لیا کہ یہ خود رسول اللہ ﷺ  
کی زبان سے نکلا ہوا ہے۔ مگر مصنف موصوف نے چار جگہ اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ یہ کمائی  
مشرکین مکہ نے وضع کی تھی۔

۱۔ فرضی کمائی (کمائی کے یہ ابتدائی مصنفین بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں) (ص ۳۵)

۲۔ سلمان رشدی نے جس کمائی کی بنیاد پر اپنی کتاب کا نام شیطانی آیات رکھا ہے، وہ سب  
سے پہلے سنہ ۵ نبوی میں مکہ میں وضع کی گئی۔ (ص ۳۶)

۳۔ بعض مشرکین نے اس میں اپنے الفاظ ملا دیئے۔ (ص ۳۲)

۴۔ اسلام کے کچھ مخالفوں نے اس واقعہ کو غلط صورت دے کر ایک خود ساختہ کمائی بنائی۔  
انہوں نے مشرکین کے قول کو پیغمبر کا قول قرار دے دیا۔ (ص ۳۳)

۵۔ اس لغو قصہ کے ابتدائی مصنف مکہ کے مشرکین تھے۔ (ص ۵۰)

خاں صاحب لکھتے ہیں:

”سلمان رشدی نے اپنا یہ نظریہ اس قصہ کی بنیاد پر کھڑا کیا ہے، جس کو غزائین  
کا قصہ کہا جاتا ہے۔ یہ اس وقت کھڑا گیا جبکہ رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ میں  
تھے۔ اس لغو قصہ کے ابتدائی مصنف مکہ کے مشرکین تھے۔ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا  
تو ان مشرکین کے اوپر آپ کو مکمل قابو حاصل ہو گیا مگر آپ نے یہ اعلان نہیں  
فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں، جنہوں نے غزائین کا جھوٹا قصہ کھڑا ہے۔ انہیں قتل کر  
کے ان سب کو جہنم رسید کر دو۔ اس کے برعکس آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ:  
اذھبوا فانتمم الطلقاء۔ ”جاؤ تم سب آزاد ہو۔“

(مذکورہ کتاب، صفحہ ۵۰-۵۱)

خاں صاحب اپنے آپ کو بڑا محقق اور مفسر گردانتے ہیں لیکن ان کی یہ تاویل اور استدلال  
سرے سے غلط ہے۔ جیسا کہ میں واضح کرتا ہوں کہ انہوں نے واقعہ کو غور سے نہیں پڑھا ہے

اور نہ پرکھا ہے اور تبصرہ کر ڈالا ہے۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں سلمان رشدی نے اپنی کتاب کا عنوان ”فٹنری واٹ کی کتاب محمد ایٹ مکہ“ کے صفحہ ۱۰۱ سے لیا ہے، جہاں وہ اسے بطور Sub Heading استعمال کرتا ہے۔ واٹ نے اپنی کتاب میں مشہور مصنف ابن جریر طبری کی تاریخ اور تفسیر کے دو حوالوں سے بحث کی ہے۔ ایک کا سلسلہ محمد بن کعب القرظی تک پہنچتا ہے۔ محمد بن کعب القرظی حضرت علیؓ کی خلافت میں ۴۰ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۱۸ یا ۱۲۰ ہجری میں انتقال کر گیا۔

(ابن حجر عسقلانی ”تہذیب التہذیب“ جلد ۹، ص ۴۲۰، بخاری ”تاریخ کبیر“ جلد اول، ص ۲۱۶-۲۱۷)

اس قصہ کا بانی یہی شخص نظر آتا ہے۔ اس کا باپ کعب بن قریظہ کی بیوی کے موقع پر کم سن تھا۔ اس لیے قتل نہیں کیا گیا۔ محمد بن کعب نے بنو قریظہ کی بیوی کا بدلہ لینے کے لیے غالباً یہ قصہ گھڑا ہے۔ کیونکہ اس قصہ کا سلسلہ نہ کسی صحابی پہنچتا ہے اور نہ اہل بیت کے کسی فرد تک جاتا ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے سو سال بعد اس کو اس واقعہ کی تفصیل کیسے معلوم ہو گئی جو اس نے بیان کر دی؟

نیز ابن جریر طبری تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور تفسیر اور تاریخ وغیرہ کی کتابیں لکھیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ طبری کا وجود تھا اور نہ محمد بن کعب القرظی کا اور نہ اس قصہ کا کوئی ذکر تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ واقعہ ہی نہیں ہوا اور نہ حضور ﷺ کو اس کا علم تھا تو اس قصے کے مندرجات پر کسی طرح کے رد عمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ واقعہ ۵ سنہ بعثت کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد ۴۰ بھی نہیں ہوتی تھی اور قریش کے مظالم سے تنگ آکر چند نفوس تو حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور چند صحابہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رہ گئے تھے۔ حضرت عمرؓ عمر پہنچے اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ آپ ۶ سنہ بعثت میں مسلمان ہوئے (”ابن ہشام“ جلد اول، ص ۳۴۲، ”صحیح بخاری“ جلد پنجم، ص ۱۳) تو پہلی مرتبہ حضرت حمزہؓ ایک طرف اور حضرت عمرؓ دوسری طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چند نفوس کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو ۵ سنہ بعثت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خانہ کعبہ میں سورہ النجم کو تلاوت کرنا اور شیطان یا مشرکین کا اس میں الفاظ کے ملا دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور سب سے زیادہ وزنی بات تو یہ ہے کہ سورہ النجم کی اندرونی شہادت بتاتی ہے کہ یہ سورت ۱۳ سنہ بعثت میں نازل ہوئی۔ یعنی ہجرت کے ایک

سال قبل۔ ایک آیت ہے کہ حضور المنتہیٰ پر اترتے دیکھا و لقد راہ جلد ششم، ص ۱۷۵-۱۷۶، باب تفسیر المنتہیٰ (تمام مفسرین، سورہ عن اور ہجرت سے ایک سال قبل وقوع المعانی، جلد ۲، ص ۵۰، ابن کثیر) صفحات ۱۷۵-۱۷۶، باب تفسیر سورہ نزلہ الاخریٰ یعنی ۱۳ سنہ بعثت میں ۵ سنہ بعثت میں نازل ہوئی ہو اور ناممکن بات ہے۔

مغرب کے تمام سیرت نگار خلاف ہمت کچھ اچھالتے ہیں کہ تسلیم کر لیتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تعلق نہیں ہے۔

میں نے اس موضوع انگریزی لکھی ہے۔

ern Critics. A  
thers. Lahore

اس کی دوسری جلد اس کا نہایت مدلل اور مسک Leone Caetani کی کتاب حضور نبی کریم ﷺ کا صحیح کرتا ہے کہ محمد بن کعب القرظی نہیں کہتے۔ اگر آپ ایسا کر خاں کا یہ کہنا کہ فتح مکہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

رو کر ڈالا ہے۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں مسلمان رشدی نے اپنی کتاب کی کتاب محمد ایٹ مکہ کے صفحہ ۱۶۱ سے لیا ہے، جہاں وہ اسے بطور عمل کرتا ہے۔ واٹ نے اپنی کتاب میں مشہور مصنف ابن جریر طبری کی باتوں سے بحث کی ہے۔ ایک کاسلسلہ محمد بن کعب القرظی تک پہنچتا ہے۔

ت علی پوینچہ کی خلافت میں ۴۰ ہجری میں پیدا ہوا اور ۱۱۸ یا ۱۲۰ ہجری میں تہذیب التہذیب "جلد ۹" ص ۳۲۰، بخاری "تاریخ کبیر" جلد اول

م (۲۱۷-۲۱۸) مخلص نظر آتا ہے۔ اس کا باپ کعب بن قریبہ کی تباہی کے موقع پر کم کیا گیا۔ محمد بن کعب نے بنو قریبہ کی تباہی کا بدلہ لینے کے لیے عتابیہ قصبہ کاسلسلہ نہ کسی صحابی پوینچہ تک پہنچتا ہے اور نہ اہل بیت کے کسی ر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے سو سال بعد اس کو اس واقعہ کی اس نے بیان کر دی؟

تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور تفسیر اور تاریخ وغیرہ کی کتابیں اسلام کے زمانہ میں نہ طبری کا وجود تھا اور نہ محمد بن کعب القرظی کا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یہ واقعہ ہی نہیں ہوا اور نہ تھا تو اس قصے کے مندرجات پر کسی طرح کے رد عمل کا سوال ہی پیدا

کا بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد ۴۰ بھی نہیں م سے نکل آ کر چند نفوس تو جسدہ ہجرت کر گئے تھے اور چند صحابہ اسلام کے پاس رہ گئے تھے۔ حضرت عمر پوینچہ اس وقت تک اسلام بخت میں مسلمان ہوئے ("ابن ہشام" جلد اول، ص ۳۲۲، "صحیح لی مرتبہ حضرت حمزہ پوینچہ ایک طرف اور حضرت عمر پوینچہ دوسری م اور چند نفوس کے ساتھ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو ۵۰ سنہ بخت خانہ کعبہ میں سورہ انجم کو تلاوت کرنا اور شیطان یا مشرکین کا اس ہی پیدا نہیں ہوتا اور سب سے زیادہ وزنی بات تو یہ ہے کہ سورہ کہ یہ سورت ۱۳ سنہ بخت میں نازل ہوئی۔ یعنی ہجرت کے ایک

سال قبل۔ ایک آیت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری بار حضرت جبرائیل کو سدورہ المنتہی پر اترتے دیکھا و لقد راہ نزلہ الاخری عند سدورہ المنتہی ("صحیح بخاری" جلد ششم، ص ۱۷۶-۱۷۵) باب تفسیر سورہ انجم، "صحیح مسلم" جلد اول، ص ۱۱۰، باب ذکر فی سدورہ المنتہی) تمام مفسرین، مورخین اور یورپ کے مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل وقوع پذیر ہوا۔ ("تفسیر طبری" جلد ۲، ص ۵۰-۵۲، "تفسیر روح المعانی" جلد ۲، ص ۵۰، ابن کثیر "السیرۃ النبویہ" جلد دوم، ص ۱۱۰، "صحیح بخاری" جلد ششم، صفحات ۱۷۶-۱۷۵) باب تفسیر سورہ انجم، "صحیح مسلم" جلد اول، ص ۱۱۰-۱۰۹، باب معانی قول لقد راہ نزلہ الاخری) یعنی ۱۳ سنہ بخت میں یہ سورہ نازل ہوئی تھی۔ سو یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ سورہ سنہ ۵ بخت میں نازل ہوئی ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو خانہ کعبہ میں پڑھا ہو؟ یہ ناممکن بات ہے۔

مغرب کے تمام سیرت نگار اور مورخین اس واقعہ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بہت کچھ اچھالتے ہیں کہ آپ ﷺ اقتدار حاصل کرنے کے لیے بتوں کی عبارت تک تسلیم کر لیتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب سراسر بہتان طرازی ہے جس کا حقیقت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

میں نے اس موضوع پر اپنی کتاب "حضور نبی کریم اور ان کے مغربی ناقدین" زبان انگریزی لکھی ہے۔

Prophet Muhammad and His Western Critics. A Critique of W. Montgomery And Others. Lahore 1992.

اس کی دوسری جلد صفحات ۶۱۵ لغایت ۶۷۲ میں ہر پہلو سے ایک محققانہ بحث کی ہے اور اس کا نہایت مدلل اور مسکت رد لکھا ہے اور اس بحث کو مشہور اطالوی مستشرق لیون کاتسانی Leone Caetani کی کتاب Annali Dell Islam کے اقتباسات پر ختم کیا ہے۔ کاتسانی حضور نبی کریم ﷺ کا سخت مخالف واقع ہوا ہے۔ مگر وہ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تسلیم کرتا ہے کہ محمد بن کعب القرظی والی سند قطعاً غلط ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو ان کی ساری دعوت کاسلسلہ ختم ہو جاتا وغیرہ۔ تو وحید الدین خاں کا یہ کہنا کہ فتح مکہ پر ان مشرکین پر غلبہ پا جانے کے بعد ان کو چھوڑ دیا، یہ سب غلط ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سنہ ۵ بخت میں یہ سورہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور سرے سے یہ

واقعہ ہی نہیں ہوا تو بحرین کو چھوڑ دینے وغیرہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

اس طرح وحید الدین کا تمام ”تحقیقی کارنامہ“ کہ مشرکین مکہ نے یہ قصہ گھڑا بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔ دوسرے حضور نبی کریم ﷺ کے الفاظ کہ اذہبوا فانتم الطلقاء فتح مکہ کے موقع پر تمام مکہ کے لوگوں کے لیے استعمال کیے تھے۔ لیکن اس وقت بھی تو مختلف جرائم کے بحرین کے قتل کا حکم دیا تھا۔ بعض قتل کیے گئے تھے اور بعض چھوڑ دیے گئے تھے۔ (”سیرۃ ابن ہشام“ جلد دوم، ص ۳۰۹، ابن کثیر ”السیرۃ النبویہ“ جلد سوئم، ص ۵۱۳-۵۱۷)

اب اور ”ارشادات عالیہ“ کی طرف توجہ مبذول کرانا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

”موجودہ زمانے کے مسلمان نہ صرف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں، بلکہ وہ مسلسل طور پر دعوت کو قتل کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو سیاسی حریف سمجھتا، ان کے مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے کھڑے کرنا، جس کے نتیجے میں دائمی اور مدعو کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں۔ اس طرح کی تمام سرگرمیاں دعوت کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔ (ص ۶)

ایک جگہ اور تحریر کرتے ہیں:

”مسلم رہنماؤں کو یہ جاننا چاہیے تھا کہ اس معاملہ میں ان کا اقدام کوئی سادہ اقدام نہیں ہے۔ یہ پوری مغربی دنیا کے ”مذہب“ پر براہ راست حملہ ہے..... اس طرح یہ لڑائی، مسلمان بمقابلہ رشدی نہیں رہی، بلکہ مسلمان بمقابلہ مغرب بن گئی ہے۔“ (مذکورہ کتاب، ص ۶۲-۶۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو لڑائی وہ چھیڑ رہے ہیں، اس میں دو سراسر فرق چھری ثابت ہو گا اور وہ خود خربوزہ کی مثال بن کر رہ جائیں گے۔“ (ص ۷)

ان سے کوئی پوچھے کہ لڑائی میں پہل مسلمانوں نے کی ہے یا ملعون رشدی نے پہل کی ہے، جس کو یورپ نے پوری تقویت سے آگے بڑھایا ہے۔

وہ خود کئی جگہ یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ رشدی نے جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر لغو ہے اور پیغمبر اسلام اور دیگر ہستیوں کے خلاف لکھا ہے۔ مسلمان دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ محمد رسول اللہ ان کے پیغمبر برحق اور روحانی پیشوا ہیں تو کیا مغرب کے ارباب اقتدار اور دیگر متعلقہ اداروں کو دنیا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو نظر انداز کر دینا زیب دیتا ہے؟ کیا مغرب کا اس شیطانی

کتاب کی ہمنوائی میں مسل  
متقنیات کے خلاف اقدام  
بھلائی کی توقع عبث ہے۔  
خان صاحب ”الناچ  
الزام نھرا رہے ہیں اور  
خربوزہ۔ یعنی مسلمان کا دہ  
لیکن پیغمبر اسلام علی  
کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو  
ہے۔

حضور نبی کریم علی  
ذمت اور توحید کی دع  
ابو طالب کے پاس آئے  
لڑنے کے لیے تیار ہو  
تھے۔ اس واقعہ قریش۔  
اتنا بوجھ نہ ڈالیں، جو  
حمایت سے ہچکچا رہے  
”چچا جان  
رکھ دیں کہ یہ  
تعالیٰ خود غلبہ“

یہ معرکتہ اللہ  
مشعل ہدایت کا کلام  
وحید الدین  
مسلمان اپنے نبی پاک  
اپنی انتہائی سعادت

اسوال ہی نہیں اٹھتا۔

رناہ "کہ مشرکین مکہ نے یہ قصہ گھڑا، بالکل غلط  
کے الفاظ کہ اذہبوا فانتم المطلقاء  
استعمل کیے تھے۔ لیکن اس وقت بھی تو مختلف  
بعض قتل کیے گئے تھے اور بعض چھوڑ دیے  
۳۰۹ء ابن کثیر "السیرة النبویة" جلد سوئم

بذول کرانا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں  
نے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو  
بھی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے  
مذہب کے درمیان تعلقات خراب ہو  
کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔ (ص ۶)

اس معاملہ میں ان کا اقدام کوئی سادہ  
مذہب پر براہ راست حملہ ہے.....  
میں رہی، بلکہ مسلمان بمقابلہ مغرب

ہے ہیں، اس میں دوسرا فریق چھری  
جائیں گے۔" (ص ۷)

نے کی ہے یا ملعون رشدی نے پہل کی  
ہے۔

جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر لغو ہے اور پیغمبر  
کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ محمد رسول  
کے ارباب اقتدار اور دیگر متعلقہ اداروں  
زیب رہتا ہے؟ کیا مغرب کا اس شیطانی

کتاب کی ہمنوائی میں مسلمانوں کا حریف بننا مقبول قسم کی منہب انسانی تہذیب و تمدن کے  
مقتضیات کے خلاف اقدام نہیں ہے؟ لیکن مغرب کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے۔ ان سے کسی قسم کی  
بھلائی کی توقع عبث ہے۔

خان صاحب "الناچور کو توال کو ڈانٹنے" پر عمل کرتے ہوئے ہر بات میں مسلمانوں کو مورد  
الزام ٹھہرا رہے ہیں اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دے رہے ہیں کہ مغرب چھری ہے اور مسلمان  
خریوزہ۔ یعنی مسلمان کا وہی حشر ہو گا جو چھری اور خریوزہ میں فریق ثانی کا ہوتا ہے۔

لیکن پیغمبر اسلام علیہ الف تحیہ والسلام نے جو تعلیم دی ہے اس میں باطل کے آگے خواہ وہ  
کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، سرنگوں ہونا نہیں سکھایا اور خود اپنے اسوہ سے اپنی عمدہ مثال پیش کی  
ہے۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکہ میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اور بتوں کی  
ذمت اور توحید کی دعوت شروع کی تو قریش مکہ، جو وہاں بہت طاقتور تھے۔ حضور کے چچا  
ابوطالب کے پاس آئے اور دھمکی دی کہ یا تو اپنے پیغمبر کو اپنی دعوت سے باز رکھو ورنہ ہم سے  
لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابوطالب بہت پامردی سے آپ ﷺ کا ساتھ دے رہے  
تھے۔ اس دفعہ قریش سے قدرے مرعوب ہو کر نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ ان پر  
اتنا بوجھ نہ ڈالیں، جو وہ خود اٹھانہ سکیں۔ جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ شفیق چچا بھی  
حمایت سے ہچکچا رہے ہیں تو آپ نے جواب دیا تھا:

"چچا جان! واللہ اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی  
رکھ دیں کہ میں اس بات کو چھوڑ دوں تو ایسا نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ  
تعالیٰ خود غلبہ عطا نہ فرمائے یا میں خود ہلاک نہ ہو جاؤں۔"

(سیرت ابن ہشام "جلد اول" ص ۲۶۶)

یہ معرکتہ الارا جواب چار دانگ عالم میں صدیوں سے گونج رہا ہے اور مسلمانوں کے لیے  
مشعل ہدایت کا کام دے رہا ہے۔

وحید الدین خاں جیسے قماش کے لوگ مسلمانوں کو یورپ کی چھری سے کیا ڈراتے ہیں۔  
مسلمان اپنے نبی پاک ﷺ کی حرمت کی حفاظت کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کو  
اپنی انتہائی سعادت مندی اور خوش بختی خیال کرتے ہیں۔

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم  
سو باد کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

(علامہ اقبال)

دوسرے وحید الدین خاں ایک سخت قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ ایک طرح کے بالیوٹیا میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”اس قسم کی سرگرمیاں (مسلمانوں کی) دعوت کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔“ (ص ۶۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”یہ حالات اس درجہ موافق تھے کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ اور امریکہ میں اسلامی دعوت کا کام اپنے آپ ہونے لگا۔“ (ص ۶۳)

پھر فرماتے ہیں:

”یہ حقیقت ہے کہ مختلف اسباب کے تحت موجودہ مغربی دنیا میں اسلامی دعوت کے نئے امکانات کھلے ہیں۔“ (ص ۶۵)

خاں صاحب کی یہ سخت غلط فہمی ہی نہیں ہے بلکہ حالات کو نہ سمجھ پانے کی سخت حماقت میں مبتلا ہو کر ”انہمقوں کی جنت“ میں رہنے کے مصداق کھلائے جاسکتے ہیں۔ روس کی شکست و ریخت کے بعد امریکہ کے ایک سابق صدر نے بیان داغ دیا تھا کہ اب مغرب کو اسلام سے نبرد آزما ہونا چاہیے۔ اسی طرح کا ایک بیان ناٹو (Nato) کے سیکرٹری جنرل نے دیا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام سے نمٹا جائے اور دونوں ملکوں کے سابق رویہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمانوں کی مخالفت میں سب سے بڑھ کر امریکہ اور انگلستان پیش پیش ہیں۔ سرینیا ہو یا کشمیر، فلسطین کا قضیہ ہو یا کوئی اور مسلمانوں کا معاملہ، یہ دونوں طاقتیں، ان کے عوام اور پریس وغیرہ سب ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کے خلاف پوری مستعدی سے نبرد آزما ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور انگلستان جیسے سخت اسلام دشمن ممالک کے مسلسل جارحانہ رویے کے پیش نظر ان کے سایہ عاطفت اور سرپرستی میں پروان چڑھنے والی ”دعوت اسلامی“ جس کے علمبردار وحید الدین خاں ہوں، ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اسلام بیزاری اور اسلام سے غداری کے مترادف نہیں ہوگی؟

اس ضمن میں، میں یہ کہوں گا کہ مسلمانوں کے سواوا عظیم، علمائے کرام اور وحید الدین خاں کے درمیان چند مزعومات کی تشریح و توضیح کے بعد المشرقیین کی وجہ سے دونوں کے نقطہ ہائے نظر مختلف ہو گئے ہیں۔

خاں صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:

”قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا اسوہ ہونا بتایا گیا

ہے۔ مگر موجودہ زمانہ کے ہونا قرار دے دیا ہے۔ اسوہ اور نمونہ سمجھیں تو آپ رسول کو اعظم و اکبر موجودہ زمانہ کے

اندر رسول اللہ ﷺ حقیقی اتباع رسول سے ا شہنشاہ کونین، سرور کائنات زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ ا تیار رہتے ہیں۔“ (ص ۶۱)

سب سے پہلے تو وحید زبان کے استعمال کو دیکھتے ہیں آخر کار ملی تھیلے سے چوراہے میں پھوٹ گیا اور وہ وقت کچھ بھی نہ سوچا جو منہ اکبر تو بنا لیا مگر اسوہ حسنه ا اسوہ حسنه (عمدہ نمونہ) ہے۔ وہ ذات والا تبار جو ہر جا اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سا نظریہ صحیح ہے اور اس موقع پر قرآن آ فان تنازعتم

النساء، ۵۹) ”اور اگر کسی بات رکھتے ہو تو اس میں کرو“ بقول خاں صاحب

(علامہ اقبال)

خال ایک سخت قسم کی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں بلکہ ایک طرح کے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "اس قسم کی سرگرمیاں (مسلمانوں کی) دعوت

درجہ موافق تھے کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ اور  
ت کا کام اپنے آپ ہونے لگا۔" (ص ۶۳)

کہ مختلف اسباب کے تحت موجودہ مغربی دنیا میں اسلامی  
ت کھلے ہیں۔" (ص ۶۵)

ت غلط فہمی ہی نہیں ہے بلکہ حالات کو نہ سمجھ پانے کی سخت حماقت  
ت میں رہنے کے مصداق کہلائے جاسکتے ہیں۔ روس کی شکست و  
ایک سابق صدر نے بیان داغ دیا تھا کہ اب مغرب کو اسلام سے  
ح کا ایک بیان ناٹو (Nato) کے سیکرٹری جنرل نے دیا تھا کہ اب وقت  
نے اور دونوں ملکوں کے سابق رویہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے  
سب سے بڑھ کر امریکہ اور انگلستان پیش پیش ہیں۔ سریا ہو یا کشمیر  
مسلمانوں کا معاملہ، یہ دونوں طاقتیں، ان کے عوام اور پریس وغیرہ  
تھ کر مسلمانوں کے خلاف پوری مستعدی سے نبرد آزما ہیں۔

یکہ اور انگلستان جیسے سخت اسلام دشمن ممالک کے مسلسل جارحانہ  
سایہ عاطفت اور سرپرستی میں پروان چڑھنے والی "دعوت اسلامی"  
ہوں، ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اسلام بیزاری اور  
نہیں ہوگی؟

وں گا کہ مسلمانوں کے سواوا عظیم، علمائے کرام اور وحید الدین خاں  
تج و توضیح کے بعد المشرقیین کی وجہ سے دونوں کے نقطہ ہائے نظر

اتے ہیں:

اللہ ﷺ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا اسوہ ہونا بتایا گیا

ہے۔ مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے آپ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا "اعظم"  
ہونا قرار دے دیا ہے۔ یہی انحراف ساری خرابیوں کی جڑ ہے، رسول کو اگر آپ  
اسوہ اور نمونہ سمجھیں تو اس سے پیروی کا ذہن پیدا ہوتا ہے۔ اس کی بجائے اگر  
آپ رسول کو اعظم و اکبر سمجھیں تو اس سے فخر کا ذہن ابھرے گا۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں یہ منظر پوری طرح دیکھا جاسکتا ہے، ان کے  
اندر رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اختیار کرنے کا جذبہ تو بالکل مفقود ہے،  
حقیقی اتباع رسول سے ان کے اکابر بھی خالی ہیں، ان کے اصغر بھی، البتہ آپ کو  
شہنشاہ کو نمین، سرور کائنات اور فخر موجودات کہہ کر اس پر فخر کرنے کا جذبہ اتنا  
زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ اس کی خاطر وہ ساری دنیا میں دھوم مچانے کے لیے ہمہ وقت  
تیار رہتے ہیں۔" (ص ۹۳)

سب سے پہلے تو وحید الدین کی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں گستاخانہ  
زبان کے استعمال کو دیکھتے ہیں تو اس میں توہین رسالت کا پہلو ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔

آخر کار بلی تھیلے سے باہر آگئی اور وحید الدین خاں کی ساری "اسلامی دعوت" کا بھانڈا  
چوراہے میں پھوٹ گیا اور وہ اپنے اصلی روپ میں نمودار ہو ہی گئے۔ لیکن یہ ہرزہ سرائی کرتے  
وقت کچھ بھی نہ سوچا، جو منہ میں آیا، بانک دیا۔ ان کا یہ کہنا کہ مسلمانوں نے رسول اللہ کو اعظم و  
اکبر تو بتایا مگر اسوہ حسنہ نہ اپنا سکا۔ بالکل لغو بات ہے۔ اس کا نہ سر ہے نہ پیر۔

اسوہ حسنہ (عمدہ نمونہ) کہتے کس کو ہیں؟ کس مقدس ہستی کی پیروی اسوہ حسنہ کہلائی جاسکتی  
ہے۔ وہ ذات والا تبار جو ہر طرح سے ہرجت سے قابل تقلید نمونہ بننے کی اہل ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں نظریات (نظریہ سواوا عظیم اور نظریہ وحید الدین خاں) میں  
کون سا نظریہ صحیح ہے اور کونسا باطل اور مردود ہے۔

اس موقع پر قرآن حکیم کی رہنمائی یہ مشکل حل کر سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی الہ والی الرسول (سورہ  
النساء، ۵۹)

"اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور آخرت پر ایمان  
رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول ﷺ (کے حکم) کی طرف رجوع  
کرو"

بقول خاں صاحب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو اعظم و اکبر بتایا ہے۔ بالفاظ دیگر

نعوذ باللہ وہ اعظم و اکبر نہیں ہیں۔ لیکن قرآن حکیم تو بہانگہ دل کہہ رہا ہے۔

وانك لعلى خلق عظیم (سورہ القلم، ۴)

”اور بے شک اے رسول تم تو اعلیٰ اخلاق کے حامل ہو۔“

آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ”عظیم“ کا لفظ ہی

آپ کی ذات والا صفات کی عظمت کو ظاہر کر رہا ہے۔

جس ذات گرامی کی بابت ارشاد الہی ہو کہ وہ ہر لمحہ ہر لحظہ اور ہر آن سبحانہ تعالیٰ کی نظروں کے سامنے ہے اور جس کا ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہے، اس کے بلند مقام اور رفیع درجات کا کیا عالم بیان ہو سکتا ہے، شیخ سعدی نے بجا طور پر ”بلغ العلیٰ بکمالہ“ کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ علم و حکمت سے آراستگی، یہ معرفت ربانی کی عظیم نوازشیں، یہ رشد و ہدایت کا مسلسل فیضان ہی تو ہے جس کے باعث آنحضرت ﷺ کی بعثت کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک احسان عظیم سے تعبیر فرمایا جو ان کی عظیم المرتبت شخصیت کو مرجع ہونے پر صریح دلالت کرتی ہے۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من

انفسہم يتلوا علیہم ایتہ و ینزکیہم و یعلمہم الکتب

والحکمہ وان کانوا من قبل لفسی ضلل مبین۔

”اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنا رہے اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے قبل صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔“ (آل عمران، ۱۶۳)

اسی مضمون کو اسی قبیل کی دوسری آیتوں میں بھی ارشاد فرمایا ہے:

”وہی ہے جس نے (عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ اور اخلاق زمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“ (الجمعة، ۲)

ان آیات میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فریضہ منصبی بیان فرمایا ہے۔

اولاً یہ کہ رسول انہیں کی قوم میں سے اور انہیں کی جنس بشریت میں سے ہے۔

دوسرے ان کا فریضہ یہ ہے تیسرے یہ کہ ان لوگوں چوتھے یہ کہ کتاب الہی قضاہات وغیرہ کی تشریح و توضیح پانچویں، اپنی دینی بصیرت ہے، دوسروں کو بہرہ ور کریں قرآن حکیم حکمت کے لفظ ہے۔ ان آیات کا حاصل یہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی تزکیہ نفس کرنا فرائض منصبی سے اکتساب ضروری ہے۔

معنوں میں معلم اور ہادی حکمت کی تعلیم کی جو تشریح بھی ہوتی ہے۔ ایک جگہ جا

یا مرہم با

الطیبیت ویب

والاغلیل التی

”وہ پیغمبر ﷺ کرتے ہیں۔ اور

(بدستور) ان پر حر

کرتے ہیں۔“ (۱۱)

اس آیت میں کہ

رک جائیں، جس کو وہ

ٹھہرے۔ اس حقیقت کو

وما انزل

اختلفوا فیہ

”اور ہم۔“

بر نہیں ہیں۔ لیکن قرآن حکیم تو بہانگ دل کہ رہا ہے۔

لسی خلق عظیم (سورہ القلم، ۴)

اے رسول تم تو اعلیٰ اخلاق کے حامل ہو۔

ماکہ اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ”عظیم“ کا لفظ ہی  
ت کی عظمت کو ظاہر کر رہا ہے۔

ی کی بابت ارشاد الہی ہو کہ وہ ہر لمحہ ہر لحظہ اور ہر آن سبحانہ تعالیٰ کی نظروں  
س کا ہر قول اور فعل اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہے، اس کے بلند مقام  
یا عالم بیان ہو سکتا ہے، شیخ سعدی نے بجا طور پر ”بلغ العلیٰ  
ک استعمال کیے ہیں۔ یہ علم و حکمت سے آراستگی، یہ معرفت ربانی کی عظیم  
ت کا مسلسل فیضان ہی تو ہے جس کے باعث آنحضرت ﷺ کی بعثت کو  
پر ایک احسان عظیم سے تعبیر فرمایا جو ان کی عظیم المرتبت شخصیت کو مرجع  
رتی ہے۔

اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من  
لوا علیہم ایتہ ویزکیہم وبعلمہم الکتب  
ان کانوا من قبل لفسی ضلل مبین۔

ان والوں پر احسان کیا ہے جو ان کے درمیان انہیں میں سے  
انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنا ہے اور انہیں سنوارتا ہے اور  
ت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے عمل صرف گمراہی میں پڑے  
(عمران، ۱۶۴)

قبیل کی دوسری آیتوں میں بھی ارشاد فرمایا ہے:

نے (عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے  
کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا ہے اور ان کو (عقائد  
م سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی  
اور یہ لوگ (آپ کی بعثت سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

یہ السلوۃ والسلام کا فریضہ منہی بیان فرمایا ہے۔

کی قوم میں سے اور انہیں کی جنس بشریت میں سے ہے۔

دوسرے ان کا فریضہ یہ ہے کہ آیات الہی پڑھ کر سنا لیں۔

تیسرے یہ کہ ان لوگوں کا تزکیہ نفس کریں۔

چوتھے یہ کہ کتاب الہی کی تعلیم دیں، اس کے اسرار و رموز، خواص اور نکات، حکمت اور  
مشابہات وغیرہ کی تشریح و توضیح کریں۔

پانچویں، اپنی دینی بصیرت اور حکمت خدا داد سے جو معرفت الہی اور فیضان باری سے منور  
ہے، دوسروں کو بہرہ ور کریں اور حکمت و دانائی کی باتیں بتائیں، اس قسم رسالت یا ملکہ نبوت کو  
قرآن حکیم حکمت کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور عرف عام میں وحی غیر مملو کے نام سے پکارا جاتا  
ہے۔ ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ کا فریضہ رسالت صرف آیات الہی کے پڑھنے سے  
ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی تشریح و توضیح کرنا بھی آپ کا فرض ہے۔ اس کے علاوہ اپنے متبعین کا  
تزکیہ نفس کرنا فرائض منہی میں شامل ہے۔ جس کی بجا آوری میں وحی الہی اور نور نبوت دونوں  
سے اکتساب ضروری ہے۔ نیز یہ کہ رسول اللہ کا فریضہ محض ایک نامہ بر کا نہیں ہے، بلکہ وہ صحیح  
معنوں میں معلم اور ہادی ہیں جو اپنے پیروؤں کی فلاح اور بہبود پر مامور من اللہ ہیں۔ کتاب اور  
حکمت کی تعلیم کی جو تشریح اوپر بیان کی گئی ہے، اس کی تائید مزید قرآن حکیم کی دیگر آیات سے  
بھی ہوتی ہے۔ ایک جگہ جناب رسالت مآب کی نسبت ارشاد ہے:

یا مرہم بالمعروف وینہم عن المنکر ویحل لہم  
الطیبیت ویحرم علیہم الخبثت ویضع عنہم اصرہم  
والاغلیل التی کانت علیہم۔

”وہ (پیغمبر ﷺ) ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع  
کرتے ہیں۔ اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو  
(بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور  
کرتے ہیں۔“ (الاعراف، ۱۵۷)

اس آیت میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ فرمائیں، وہ کیا جائے اور جس سے روکیں  
رک جائیں، جس کو وہ حلال قرار دیں، وہ حلال ٹھہرے اور جس کو وہ حرام قرار دے دیں، وہ حرام  
ٹھہرے۔ اس حقیقت کو ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمایا:

وما انزلنا علیک الكتاب الا لتبین لہم الذی  
اختلفوا فیہ وهدی ورحمتہ لقوم یؤمنون O  
”اور ہم نے آپ پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور

(دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں۔ آپ (عام لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں۔ ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے“ (النحل، ۶۳) ایک اور جگہ فرمایا:

وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا  
واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب۔  
”تو رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو“ اور جس سے وہ تمہیں روک دے، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت مزادینے میں بڑا سخت ہے۔“ (الحشر، ۷)

رسول اللہ ﷺ کی جلالت مرتبت اور صحیح مقام کو پہچاننا ان آیات سے اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے، جن میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو ذات سبحانہ سے نور بصیرت عطا ہوا ہے، اس کی روشنی میں جب وہ لوگوں کے تضایح کے فیصلے کریں تو ان کو سب و چشم مسلمانوں کو قبول کرنا چاہیے اور اگر ذرا بھی دل میں تنگی یا گرائی محسوس کی تو ایسے لوگوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ آیات کے الفاظ یہ ہیں۔

انا انزلنا البکک الکتب بالحق لتتحکم بین الناس  
بما اراک اللہ  
”یقیناً ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ اس کے مطابق کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھا دیا ہے۔“  
(النساء، ۱۰۵)  
ایک جگہ فرمایا:

انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ  
لیحکم بینہم ان یقولوا سمعنا واطعنا  
”ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔“ (النور، ۵۱)  
ایک اور جگہ فرمایا:

وما کان لمومن ولا مومنہ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا  
ان یکون لہم الخیرہ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ

فقد ضل ضل  
اور کسی مومن  
کسی امر کا حکم دے۔  
اور جو کوئی اللہ اور  
(الاحزاب، ۳۶)  
بلکہ ایک جگہ تو  
فلا وربنا  
بینہم ثم  
یسلمواتس  
”سو آپ۔“  
یہ لوگ اس جگہ  
فیصلہ آپ کر دیں  
کر لیں۔“ (التی)  
ان آیات میں  
علاوہ جو رسول اللہ  
العمل ہے جیسا کہ وحی  
کی گئی ہے۔  
اس خصوصی  
اطاعت کو اللہ تعالیٰ  
لقد کان  
اللہ والیہ  
”تمہارے۔“  
اللہ اور یوم  
ایک جگہ فرمایا  
قل ان  
”اے  
سے محبت کر

تخلف کر رہے ہیں۔ آپ (عام لوگوں پر اس کو ظاہر فرمادیں۔  
ایمت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے“ (التخل، ۶۳)

م الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا  
اللہ شدید العقاب۔

کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے وہ تمہیں  
جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سخت سزا دینے میں بڑا  
(۷)

کی جلالت مرتبت اور صحیح مقام کو پہچاننا ان آیات سے اور زیادہ واضح  
یا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو ذات سبحانہ سے نور بسیرت عطا ہوا  
پ وہ لوگوں کے فضیلت کے فیصلے کریں تو ان کو برود چشم مسلمانوں کو قبول  
نہ دل میں تنگی یا گرائی محسوس کی تو ایسے لوگوں کا اسلام سے کوئی واسطہ  
نہیں۔

لیکن الكتب بالحق لتحكم بين الناس

آپ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے تاکہ آپ لوگوں کے  
کے مطابق کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھا دیا ہے۔“

قول المومنین اذا دعوا الى الله ورسوله  
م ان يقولوا سمعنا واطعنا

قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے  
(رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے)  
یا اور مان لیا۔“ (النور، ۵۱)

ومن ولا مومنه اذا قضى الله ورسوله امرا  
لخيره من امرهم ومن يعص الله ورسوله

فقد ضل ضللاً مبيناً

اور کسی مومن یا مومنہ کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول  
کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے  
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں جا پڑا“  
(الاحزاب، ۳۶)

بلکہ ایک جگہ تو رسول اللہ کی حیثیت زیادہ واضح الفاظ میں یوں ظاہر فرمائی:  
فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر  
بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت و  
يسلموا تسليماً

”سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک  
یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو  
فیصلہ آپ کر دیں، اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم  
کر لیں۔“ (النساء، ۶۵)

ان آیات میں سارا زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو کچھ درج ہے اس کے  
علاوہ جو رسول اللہ کسی معاملہ میں فیصلہ کر دیں وہ بھی اسی طرح سے واجب اطاعت اور نافذ  
العمل ہے جیسا کہ وحی الہی کا کوئی فیصلہ جو قرآن حکیم میں مذکور ہے، ان میں اصلاً کوئی تفریق نہیں  
کی گئی ہے۔

اس خصوصی مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی ذات گرامی کو نمونہ تقلید قرار دیا اور ان کی  
اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مترادف ٹھہرایا۔

لقد كان لكم في رسول الله اسوه حسنه لمن كان يرجو  
الله واليوم الآخر

”تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہتر نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو  
اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو۔“ (الاحزاب، ۲۱)  
ایک جگہ فرمایا:

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله  
”اے نبی! کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم  
سے محبت کرے گا۔“ (آل عمران، ۳۱)

اطاعت رسول کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

من يطع الرسول فقد اطاع الله

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔“ (النساء)

(۸۰)

حقیقت امر یہ ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ کا اتباع لازمی و لا بدی ہے۔ کیونکہ بار بار قرآن حکیم ”اطيعوا الله“ کے ساتھ ”اطيعوا الرسول“ کا جملہ لاتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ کی حیثیت رسالت ایک نمایاں مقام اور درجہ رکھتی ہے اور دین میں حجت اور سند ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار آپ کے بشر ہونے کی حیثیت کا اعادہ کیا ہے کیونکہ آپ کی عظیم المرتبت شخصیت کی وجہ سے دھوکہ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا دھوکہ لگ گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکل لینا کہ وہ محض عام انسانوں جیسے انسان تھے اور ان کا وہ خاص مقام نہیں ہے، ایک دوسری طرف ہمک جانا ہے۔ وہ خالق ارض و سما کے نمائندہ ہیں، اس کے فرستادہ اور رسول ہیں، اس کی بارگاہ میں ان کا خصوصی مقام ہے، ان سب حقیقتوں سے چشم پوشی کیسے کی جاسکتی ہے؟ کیا ان ہی کی شان میں یہ آیات نہیں آئی ہیں:

ان الذين يبایعونك انما يبایعون الله

جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے

ہیں۔ (فتح، ۱۰)

ایک جگہ فرمایا:

ومارمیت اذ رمیت ولكن الله رمی

”اور آپ نے (خاک کی مٹی) نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی“

(الانفال، ۱۷)

ایک اور جگہ فرمایا:

وما ارسلنك الا رحمة اللعالمین

”اور ہم نے آپ کو دنیا جہان کے لیے (اپنی) رحمت بنا کے بھیجا ہے۔“

(الانبیاء، ۱۰۷)

ان الله وملكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا

صلوا عليه وسلموا تسليما

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اس پیغمبر پر، اے

ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجیے

(۵۶)

کیا قرآن حکیم میں نبی ﷺ کے ہیں جو ان کی عظیم شخصیت اور بلند مرتبہ کو

بایہا الذین امنوا

النسی۔ الایہ

”اے ایمان والو اپنی آواز کو

سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپہ

اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں

”النسی اولی بالم

امہتہم

”نبی کریم ﷺ مومنین کے

آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں“

کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسول

تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین یحادون ال

”بے شک جو لوگ اللہ اور

ترین ہیں۔“ (الجدالہ، ۲۰)

الم یعلموا انہ من ید

خالدا فیہا ذلک الخبز

”کیا انہیں معلوم نہیں کہ

سوا اس کے لیے دوزخ کی آگ

ہے؟“ (التوبہ، ۶۳)

ومن یعص الله ور

خالدا فیہا ولہ عذاب

”اور جو کوئی اللہ اور اس

کی حدود سے باہر نکل جائے گا“

مذ میں ارشاد فرمایا:

سول فقد اطاع الله

کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ (التساء)

قرآن کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ کا اتباع لازمی و لابدی ہے۔  
لیعوا اللہ کے ساتھ ”اطیعوا الرسول“ کا جملہ لایا ہے  
ت رسالت ایک نمایاں مقام اور درجہ رکھتی ہے اور دین میں حجت  
بار بار آپ کے بشر ہونے کی حیثیت کا اعادہ کیا ہے کیونکہ آپ کی  
سے دھوکہ لگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں کو حضرت  
یا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ محض عام انسانوں جیسے  
مقام نہیں ہے، ایک دوسری طرف ہنک جانا ہے۔ وہ خالق ارض و  
ستادہ اور رسول ہیں، اس کی بارگاہ میں ان کا خصوصی مقام ہے، ان  
کی جا سکتی ہے؟ کیا ان ہی کی شان میں یہ آیات نہیں آئی ہیں:

بعونک انما یبایعون اللہ

بیعت کر رہے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ سے بیعت کر رہے

میت ولکن اللہ رمی

ناک کی مٹھی) نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی

الارحمته اللعلمین

کو دنیا جہان کے لیے (اپنی) رحمت بنا کے بھیجا ہے۔

نه یصلون علی النبی یا بہا الذین امنو

سوا تسلیمات

ن اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اس پیغمبر پر، اے

ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (الاحزاب)

(۵۶)

کیا قرآن حکیم میں نبی ﷺ کے حفظ مراتب کی بابت تائیدی احکام نازل نہیں ہوئے  
ہیں جو ان کی عظیم شخصیت اور بلند مرتبہ کو ظاہر کرتے ہیں؟

یا بہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت

النبی۔ الایہ

”اے ایمان والو! اپنی آواز کو پیغمبر کی آوازوں سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان

سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں کھل کر بولا کرتے ہیں کہ کہیں تمہارے

اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔“ (الحجرات، ۲)

”النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ

امہتہم

”نبی کریم ﷺ مومنین کے ساتھ خود ان کی جانوں سے قریب تر ہیں اور

آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں“ (الاحزاب، ۶)

کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کی نافرمانی موجب تباہی اور بربادی نہیں ہے؟ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولہک فی الاذلین

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کی مخالفت کرتے ہیں، یہ لوگ ذلیل

ترین ہیں۔“ (المجادلہ، ۲۰)

الم یعلموا انه من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم

خالدا فیہا ذلک الخزی العظیم

”کیا انہیں معلوم نہیں کہ جو کوئی مخالفت کرے گا اللہ اور اس کے رسول کی

سوا اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے، اس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور یہ بڑی رسوائی

ہے؟“ (التوبہ، ۶۳)

ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ ناراً

خالدا فیہا ولہ عذاب مہین

”اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ضابطوں

کی حدود سے باہر نکل جائے گا، اسے وہ دوزخ کی آگ میں داخل کرے گا، اس

میں وہ ہمیشہ پزار ہے گا اور اسے ذلت دینے والا عذاب ہو گا۔" (النساء، ۱۱۳)

مندرجہ بالا آیات میں منصب رسالت کی جو تشریح اور توضیح کی گئی ہے ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ منصب رسالت ہر کس و ناکس کو نہیں دیا جاتا۔ اس کے لیے حق تعالیٰ سبحانہ مخصوص ہستیوں کا انتخاب فرماتے ہیں۔

نیز انبیاءِ مکرم السلام کی یہ برگزیدہ جماعت اپنی سرشت اور طینت میں لازماً صابر، شاکر، راست باز، نیکوکار، صالح اور امین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی علم و حکمت سے آراستگی، رشد و ہدایت کا سلسلہ فیضان ان کی پوری زندگی میں جاری اور ساری رہتا ہے۔ ان کو دینی بصیرت اور روحانی بصارت اتنی اعلیٰ اور ارفع قسم کی دی جاتی ہے کہ جس سے وہ ہر عقدہ لائچل کی گرہ کشائی کر سکیں۔

جہاں تک حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق ہے، وہ اسی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی ہیں جن کی علم و حکمت سے آراستگی، معرفت ربانی کی حکیم نوازشیں رشد و ہدایت کا مسلسل فیضان ہی تو ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کی بعثت کو مسلمانوں پر ایک احسان عظیم قرار دیا ہے۔

اس ذات گرامی کو جس کی اعلیٰ صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہونے پر ان کو "خلق عظیم" کے لقب سے نوازا گیا ہے، یعنی وہ نبی جو ہر حیثیت سے اور ہر جہت سے ایک بلند مقام پر فائز ہے۔ ان کی یہ سب عمدہ صفات اور اعلیٰ اخلاق کے حامل ہونے کے باعث مسلمانوں کے لیے ان کو ایک بہترین نمونہ (اسوۂ حسنہ) قرار دیا ہے۔

لیکن خاں صاحب اس موضوع کو بھی اپنی الٹی تاویل اور غلط منطوق سے غلط بحث کر کے من مانی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ جو سراسر لغو ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا اسوہ ہونا بتایا گیا ہے مگر موجود زمانے کے مسلمانوں نے آ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا "اعظم" ہونا قرار دیا ہے۔ یہی انحراف ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔" خاں صاحب کی یہ تاویل انتہائی نامستقول، بے ربط اور بے ہنگم ہے۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل ہونے کے باعث ہی ایک عمدہ نمونہ (اسوۂ حسنہ) قرار دیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر آپ ﷺ ایک عظیم المرتبت اور رفیع الدرجات ہستی ہیں۔

بالفاظ دیگر خاں صاحب منصب رسالت کی تشریح اور توضیح میں قرآن حکیم کی متعدد آیات جو حضور ﷺ کی عمدہ خوبیوں اور عمدہ اخلاق سے متصف ہونے سے متعلق ہیں، اور آپ کے منصب رسالت کے صحیح خدوخل کو واضح کرتی ہیں، ان سب کی نفی کرتے ہیں۔

افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض (بقرہ، ۸۵) (کیا تم کتاب کے

بعض حصوں کو ایمان رکھتے ہ  
سے قرآن حکیم کا صریحاً انکار  
جائے، کم ہے۔

لیکن وحید الدین خاں  
والسلام کو اعظم اور اکبر سمجھا  
معاملہ میں اس سے بھی آگے  
میں ایسے الفاظ استعمال کر رہے۔  
العتیدہ شخص استعمال کرنے کی

ایک جگہ لکھتے ہیں:  
"مگر موجودہ زمانہ"

ہے۔ انہوں نے خدا

ہے۔ پیغمبران کا قومی

خدا کی توہین کی جائے

بارے میں توہین کا کل

خاں صاحب اپنے جو

صفات پر طنزیہ آمیز الفاظ آ

باطل ثابت کر رہے ہیں۔

اور انہوں نے پیغمبر کو اپنا قومی

یہ الفاظ توڑ مروڑ کر غلط جو

اگر مسلمان حضور

قسم کی تضحیک و تذلیل اور

ضمن میں ہر قسم کی قربانی،

کسی قسم کی ہیرو پرستی کی اور

اقوام ہیں۔ وہ ایک ملت

قومی ہیرو بنا لیا ہے، بالکل

خاں صاحب کے

والاعذاب ہو گا۔" (الساءہ، ۱۳)

تشریح اور توضیح کی گئی ہے ان سے یہ بات  
و ناس کو نہیں دیا جاتا۔ اس کے لیے حق تعالیٰ

اپنی سرشت اور طینت میں لازماً صابر، شاکر،  
تعالیٰ کی طرف سے ان کی علم و حکمت سے  
زندگی میں جاری اور ساری رہتا ہے۔ ان کو  
قسم کی دی جاتی ہے کہ جس سے وہ ہر عقدہ

کا تعلق ہے، وہ اسی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی  
کی پیچیدہ نوازشیں رشد و ہدایت کا مسلسل فیضان  
کو مسلمانوں پر ایک احسان عظیم قرار دیا ہے۔  
اور اخلاق فاضلہ سے متصف ہونے پر ان کو  
جو ہر حیثیت سے اور ہر جہت سے ایک بلند  
مقامی اخلاق کے حامل ہونے کے باعث مسلمانوں  
کا ہے۔

لٹی تاویل اور غلط منطق سے غلط بحث کر کے  
آپ لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ کی ذات کا اصل  
کے مسلمانوں نے آئی ذات کا اصل پہلو آپ کا  
بیوں کی جز ہے۔" خاں صاحب کی یہ تاویل  
لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے  
باعث ہی ایک عمدہ نمونہ (اسوۂ حسنہ) قرار دیا گیا  
اور رفیع الدرجات ہستی ہیں۔

کی تشریح اور توضیح میں قرآن حکیم کی متعدد  
مخلاف سے متصف ہونے سے متعلق ہیں اور  
تشریح کرتی ہیں، ان سب کی نفی کرتے ہیں۔  
رون ببعض (بقرہ، ۸۵) (کیا تم کتاب کے

بعض حصوں کو ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو) پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ ایک طرح  
سے قرآن حکیم کا صریحاً انکار کر رہے ہیں۔ یہ تو کھلی منافقت ہے اور اس کی جتنی بھی مذمت کی  
جائے، کم ہے۔

لیکن وحید الدین خاں کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ سوا اعظم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کو اعظم اور اکبر سمجھیں اگرچہ وہ ہر طور اور ہر طرح سے اس کے مستحق ہیں۔ وہ تو اس  
معاملہ میں اس سے بھی آگے بڑھ رہے ہیں اور کھلم کھلا پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان  
میں ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں جو شان رسالت کے منافی نظر آتے ہیں اور جس کو کوئی صحیح  
العتقیدہ شخص استعمال کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مگر موجودہ زمانہ کے لحاظ سے مسلمانوں کا دین اسلام نہیں ہے بلکہ ہیرو پرستی  
ہے۔ انہوں نے خدا کو اپنا خدا نہیں بنایا، البتہ پیغمبر کو انہوں نے اپنا ہیرو بنا لیا  
ہے۔ پیغمبران کا قومی ہیرو ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں خدا کا رسول، یہی وجہ ہے کہ  
خدا کی توہین کی جائے تو وہ غیر جانبدار بنے رہتے ہیں اور اگر کوئی شخص رسول کے  
بارے میں توہین کا کلمہ بولے تو فوراً بھڑک اٹھتے ہیں۔" (ص ۹۶)

خاں صاحب اپنے ہی الفاظ کی رو سے خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ  
صفات پر طنزیہ آمیز الفاظ لکھنے کی صورت میں اپنے اوپر خاک ڈال رہے ہیں اور اپنے آپ کو  
باطل ثابت کر رہے ہیں۔ ان کے یہ الفاظ کہ مسلمانوں کا مذہب اسلام نہیں بلکہ ہیرو پرستی ہے  
اور انہوں نے پیغمبر کو اپنا قومی ہیرو بنا لیا ہے، نہ کہ خدا کا رسول، اس کا نہ سر ہے نہ پیر۔ ان کے  
یہ الفاظ توڑ مروڑ کر غلط بحث کرنا دروغ گوئی اور تضاد بیانی کا شاہکار کہا جاسکتا ہے۔

اگر مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں اور ان کے خلاف کسی  
قسم کی تضحیک و تذلیل اور سوء ادبی ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں اور اس  
ضمن میں ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں تو ان کے منصب رسول کی وجہ سے ہے نہ کہ  
کسی قسم کی ہیرو پرستی کی وجہ سے ہے۔ اور دنیا کے مسلمان ایک قوم نہیں ہیں، مسلمانوں کی بیشتر  
اقوام ہیں۔ وہ ایک ملت ضرور ہیں نہ کہ قوم۔ تو یہ کہنا کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو  
قومی ہیرو بنا لیا ہے، بالکل غلط تاویل ہے۔

خاں صاحب کے یہ توہین آمیز کلمات اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کے دل و دماغ

میں ایک آویزش اور کشش ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذاتی مفادات نے ان کے دل و دماغ پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ وہ ان مفادات کی خاطر ہر قسم کی دروغ گوئی، زیادہ گوئی کرنے پر تل جاتے ہیں۔ کبھی ان کا پرانا اسلامی تشخص ان کو حق بات کہنے پر اکساتا ہے تو خواہشات اور مفادات کا شیطانی غلبہ پورے طور سے ان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اور وہ اول ذول بطنے لگتے ہیں۔ ہر قسم کے اونچے چمکنڈوں پر اتر آتے ہیں۔ اور پیغمبر اسلام علیہ الف تحیت والسلام پر ریک حملے کرنے سے بھی باز نہیں آتے ہیں۔

محمد عربی کا روئے ہر دو سراست  
کے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

میں اب اس ہیرو پرستی کی بحث کو سمیٹتے ہوئے ایک مشہور فرانسیسی مورخ کے الفاظ پر ختم کرتا ہوں۔ اس کے الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی معیار سے جانچا جائے تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر کوئی اور شخص عظیم نہیں کہلایا جاسکتا۔  
آنحضرت ﷺ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرانسیسی مورخ لامارتین (La Martin) اپنی کتاب (Histoire de la Turquie, tome I, pp. 276-80) ”تاریخ ترکیہ“ جلد اول، صفحہ ۲۷۶-۲۸۰) بحوالہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب (Islam Tome II pp. 668-669) میں رقم طراز ہیں:

”دنیا میں کسی انسان نے محمد ﷺ کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھا دینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صد باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا نہیں اٹھایا، جس کے دساکل اور ذرائع اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار اور اس کی قدر سے باہر ہو..... نصب العین کی بلندی، دساکل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو کون ہے، جو اس میدان میں محمد ﷺ کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر سکے جو اکثر

اوقات خود ان کی آنکھوں کے صرف جیوش و عسائے خاندانوں کو ہی حرکت نہیں اس زمانہ کی آباد دنیا کے آنحضرت نے قربان گاہوں بلکہ روجوں تک کو ہلا دیا۔ مختلف نسلوں اور زبانوں امت اور باطل خداؤں والمانہ عشق..... اس نے

تہائی دنیا میں آگ لگادی۔  
”اس کی پاک ز طرح طرح کے مصائب ہجرت اور دعوت رشد کامیابی پر یقین محکم اور کامرانی میں تحمل و عفو، کی کامیابی کے واسطے۔

اس کی شانہ روز کی حیات، اس کی رحلت سیرت کی گواہی دیتے ہیں عظیم مفکر، بلند اذہان و قلوب پر غلبہ پا والا، بہت سی سلطنتیں اور ان تمام معیاروں کو ناپا اور پرکھا جاسکتا۔ کوئی انسان کبھی ہوا ہے اے کہ آنچہ

ہوتا ہے کہ ذاتی مفادات نے ان کے دل و دماغ پر  
یادہ گوئی یا وہ گوئی کرنے پر قتل جاتے ہیں۔ کبھی  
پر اکساتا ہے تو خواہشات اور مفادات کا شیطانی غلبہ  
اور وہ اول قول بکنے لگتے ہیں۔ ہر قسم کے اوجھے  
الف توحید و السلام پر رکیک حملے کرنے سے بھی باز

ہر دو سرا ست  
نیت خاک بر سر او

تے ہوئے ایک مشہور فرانسیسی مورخ کے الفاظ پر ختم  
کسی بھی معیار سے جانچا جائے تو حضور نبی کریم علیہ  
نہیں کھلایا جاسکتا۔

تے ہوئے فرانسیسی مورخ لمارتن (La Martin)  
(Histoire de la Turk) "تاریخ ترکیہ" جلد  
کی کتاب (Islam Tome II pp. 668-669)

پہلے کے نصب العین سے بلند نصب العین  
نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے  
انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو  
در صد باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منہ  
کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا  
اس قدر محدود ہوں اور مقصد اتنا دشوار  
لعین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج  
سان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو  
کے مقابلہ میں کسی دوسرے انسان کو پیش  
ور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلئے  
زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر کے جو اکثر

اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے رکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں۔ لیکن اس انسان  
کے صرف جیوش و عساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور  
خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو  
اس زمانہ کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے تھے، اور اس سے بھی زیادہ اس  
شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذہب و مناسک، تصورات اور معتقدات  
بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا..... اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی  
مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کر دی۔ یہ لافانی  
امت اور باطل خداؤں سے سرکشی اور تحفہ اور ایک خدائے واحد کے لیے  
والمانہ عشق..... اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اور ایک  
تہائی دنیا میں آگ لگا دی۔

"اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، کسی دور میں  
طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی  
ہجرت اور دعوت رشد و ہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی  
کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی باوقار بشر جمعیت خاطر، فتح و  
کامرانی میں تحمل و عفو، کسی سلطنت سازی کے لیے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد  
کی کامیابی کے واسطے۔

اس کی شانہ روز نمازیں، دعائیں، اپنے معبود سے راز و نیاز کی باتیں، اس  
کی حیات، اس کی رحلت اور بعد وفات اس کی مقبولیت یہ تمام حقائق کس قسم کی  
سیرت کی گواہی دیتے ہیں۔

عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، متقن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ  
اذہان و قلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو علی وجہ البصیرت قائم کرنے  
والا، بہت سی سلطنتیں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی..... یہ ہیں محمد ﷺ  
ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جس سے انسان کی عظمت اور بلندی  
کو ناپا اور پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور  
کوئی انسان بھی ہوا ہے؟"

اے کہ بر تخت سیادت از ازل جا داری  
آنچہ خویاں ہمہ دارند تو تنہا داری

اب وحید الدین خاں کی ساری تحریر کے ماحصل کی طرف آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:  
 ”اگر شتم کے اس مسئلہ کو صحیح مان لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیوں سے  
 تمام علماء اور تمام مسلم حکمران اس معاملہ میں مجرمانہ غلطی کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ  
 بار بار سب و شتم کا واقعہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس مسئلہ پر عمل نہیں کیا۔ نہ  
 علماء نے قتل کے فتوے دیے اور نہ حکمرانوں نے ایسے لوگوں کو قتل کرایا۔“  
 (ص ۱۰۱ کتاب مذکور)

خاں صاحب کی یہ دونوں باتیں قطعاً غلط ہیں۔ علماء اور فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کے  
 سب و شتم کرنے والوں کے لیے قتل کے صریح فتوے دیے ہیں اور جہاں کہیں کوئی سب و شتم کا  
 واقعہ پیش آیا ہے، اس شخص (خواہ مرد یا عورت) کو قتل کیا گیا ہے اور حکمرانوں نے بھی کوتاہی  
 نہیں برتی۔

خاں صاحب نے دریدہ دہنی سے امام ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم المسلول علی شاتم  
 الرسول“ پر بے جا لے دے کی ہے۔ وہ علم میں اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی محبت میں بہت ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

وحید الدین خاں جیسے لوگ ان کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں خاں  
 صاحب نے ایک مشہور مصنف اور ان کی کتاب کا ذکر نہیں کیا، جس کے سامنے ان کی ساری  
 جھوٹی عمارت کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے۔ میری مراد قاضی عیاض کی کتاب ”الاشفاء بتعریف  
 حقوق المصطفى“ سے ہے۔ ایک اور جگہ ان کی لن ترائی ملاحظہ ہو:

”سارے قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود ہی نہیں، جس میں یہ حکم دیا گیا کہ  
 شاتم کو قتل کر دو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تراویح خود ساختہ مسئلہ ہے۔ اس کا  
 خدا کی کتاب سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ص ۱۱۷)

لیکن وہ اپنے باطل نظریہ کی حمایت کرتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہیں  
 کہ اس قرآن میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک اسی طرح  
 واجب الاطاعت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ میں نے قرآن حکیم کی روشنی میں  
 منصب رسالت پر بحث کرتے ہوئے متعدد آیات ایک جگہ جمع کر دی ہیں کہ فرمان  
 رسول قطعاً طور پر واجب الاطاعت ہے۔ ایک آیت کا یہاں ذکر کرتا ہوں:

من يطع الرسول فقد اطاع الله

”جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی“ (النساء، ۸۰)

حج مکہ کے موقع پر حض  
 چند انسانوں کے اور ان کے  
 چھپے ہوئے ہوں تو ان کو قتل  
 نے کسی کو قتل کیا تھا، مگر ان  
 باندیاں تھیں، جو حضور کی  
 سزاوار تھے۔ عبد اللہ بن خط  
 بعد ازاں آپ نے اس کو  
 مکہ میں تھے، وہ گستاخی کیا کہ  
 آپ کے حکم کے مطابق قتل

ان سب کے قتل  
 ابراہیم الایاری اور عبد الح  
 (۳۱۰-۳۱۱)

”انساب الاشراف  
 ص ۳۵۹-۳۶۰“ طبقات  
 ابن کثیر تحقیق مصطفیٰ  
 ص ۵۶۵-۵۶۷، ”عیوان  
 (۱۷۶-۱۷۵)

وحید الدین خاں  
 اشرف کے قتل کا ذکر  
 (ص ۷۰-۷۳) مگر حقیقت  
 گیا۔ کعب بن اشرف  
 کا سبب اس کا نقض  
 خاں صاحب  
 ”الاشفاء“ میں تحریر کہ  
 اس کے شرک کی د  
 ہے کہ حضور علیہ اللہ

فغان کی ساری تحریر کے حاصل کی طرف آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:  
اس مسئلہ کو صحیح مان لیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیوں سے  
مسلم حکمران اس معاملہ میں مجرمانہ غلطی کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ  
واقفہ ہونے کے باوجود انہوں نے اس مسئلہ پر عمل نہیں کیا۔ نہ  
فتوے دیے اور نہ حکمرانوں نے ایسے لوگوں کو قتل کرایا۔“

(پور)

یہ دونوں باتیں قطعاً غلط ہیں۔ علماء اور فقہاء نے رسول اللہ ﷺ کے  
کے لیے قتل کے صریح فتوے دیے ہیں اور جہاں کہیں کوئی سب و شتم کا  
موضوع (خواہ مرد یا عورت) کو قتل کیا گیا ہے اور حکمرانوں نے بھی کوتاہی

دیکھ دینی سے امام ابن تیمیہ کی کتاب ”الصارم السلول علی شاتم  
رسولہ“ کی ہے۔ وہ علم میں اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
از مقام رکھتے ہیں۔

یہ لوگ ان کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں خاں  
مصنف اور ان کی کتاب کا ذکر نہیں کیا، جس کے سامنے ان کی ساری  
دل ہو جاتی ہے۔ میری مراد قاضی عیاض کی کتاب ”الاشفاء بتعریف  
ایک اور جگہ ان کی لہجہ ملاحظہ ہو:

میں ایسی کوئی آیت موجود ہی نہیں، جس میں یہ حکم دیا گیا کہ  
حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تر ایک خود ساختہ مسئلہ ہے۔ اس کا  
کوئی تعلق نہیں ہے۔ (ص ۱۱۷)

باطل نظریہ کی حمایت کرتے ہوئے یہ کیوں بھول جاتے ہیں  
میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک اسی طرح  
میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔ میں نے قرآن حکیم کی روشنی میں  
کرتے ہوئے متعدد آیات ایک جگہ جمع کر دی ہیں کہ فرمان  
ب الاطاعت ہے۔ ایک آیت کا یہاں ذکر کرتا ہوں:

سول فقد اطاع اللہ

ب الاطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (التساء، ۸۰)

ح مکہ کے موقع پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ سب کو ملان ہے۔ بجز  
چند انسانوں کے اور ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پرے کے پیچھے بھی  
چھپے ہوئے ہوں تو ان کو قتل کر دو۔ مختلف لوگوں کے قتل کی وجہ ان کے غلط اقدامات تھے۔ کسی  
نے کسی کو قتل کیا تھا، مگر ان میں سے عبداللہ بن ظحل کا قصور سب و شتم تھا۔ اور اس کی دو  
پانچیاں تھیں، جو حضور کی شان میں ہجو یہ اشعار گایا کرتی تھیں۔ یعنی سب و شتم کے جرم کے  
مزاوار تھے۔ عبداللہ بن ظحل اور اس کی ایک باندی قتل کر دیے گئے۔ دوسری بھاگ گئی تھی۔  
بعد ازاں آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ دوسرا شخص الحویرث بن ثقیف تھا۔ جب حضور ﷺ  
مکہ میں تھے، وہ گستاخی کیا کرتا تھا اور آپ کو ایذا دیتا کرتا تھا۔ یعنی سب و شتم کا مرتکب تھا۔ وہ بھی  
آپ کے حکم کے مطابق قتل کر دیا گیا۔

ان سب کے قتل سے متعلق حوالہ جات، السیرۃ النبویہ، ابن ہشام تحقیق مصطفیٰ السقا  
ایرانیہ الابیاری اور عبدالحفیظ اشلی مصطفیٰ البابی الحللی قاہرہ، ۱۳۷۰ ہجری ۱۹۹۰ء طبع دوم، صفحات  
۳۱۰-۳۱۱

(”انساب الاشراف“ بلبلذری، تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ”دار المعارف“ مصر، جلد اول،  
ص ۳۶۰-۳۵۹، ”طبقات ابن سعد“ بیروت، ۱۳۷۶ھ، جلد ثانی، ص ۱۳۹-۱۳۰، ”السیرۃ النبویہ“  
ابن کثیر تحقیق مصطفیٰ عبدالواحد، مطبع مصطفیٰ البابی الحللی، قاہرہ، ۱۳۸۰ھ، جلد ثالث،  
ص ۵۶۵-۵۶۷، ”عیوان الاثر لابن سید الناس“ مکتبہ القدسی قاہرہ، ۱۳۰۶ھ، جلد دوم، صفحات  
۷۶-۷۵)

وحید الدین خاں نے امام تیمیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”انہوں نے کعب بن  
اشرف کے قتل کا ذکر کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ اس کو سب و شتم کی بنا پر قتل کیا گیا تھا  
(ص ۷۰-۷۳) مگر حقیقت یہ ہے کہ کعب بن اشرف کو بار بار نقض عمد (عداری) کی بناء پر قتل کیا  
گیا۔ کعب بن اشرف دوسرے عام مخالفین کی طرح سب و شتم کے الفاظ بولتا تھا مگر اس کے قتل  
کا سبب اس کا نقض عمد تھا۔ نہ کہ سادہ طور پر صرف سب و شتم۔“ (ص ۱۱۱)

خاں صاحب کا یہ بیان بھی غلط ہے۔ مشہور مصنف قاضی عیاض نے اپنی مشہور کتاب  
”الاشفاء“ میں تحریر کیا ہے کہ کعب بن اشرف کو اس کے سب و شتم کی وجہ سے قتل کیا گیا نہ کہ  
اس کے شرک کی وجہ سے۔ کعب بن اشرف کے قتل کے سلسلہ میں ”صحیح بخاری“ میں درج  
ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

من لكعب بن اشرف قد آذى الله ورسوله فقال  
محمد بن مسلمة يا رسول الله ﷺ اتحب ان اقتله  
قال نعم

”آپ نے فرمایا کون ہے جو مجھے کعب بن اشرف سے (نجات دلائے) جس نے  
اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ  
ﷺ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔“  
(”صحیح بخاری“ جلد پنجم، ص ۱۱۵-۱۱۶، محمد علی صبیح و اولادہ، ”صحیح مسلم“ جلد پنجم،  
ص ۱۸۲، محمد علی صبیح و اولادہ)

عبدالرزاق بن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مقام اور مرتبہ سے اہل علم واقف ہیں۔ یہ امام  
بخاری کے جلیل القدر استاد اور تبع تابعی ہیں۔ ان کا دور دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور  
ہے۔ ان کے مجموعہ احادیث کا نام ”المصنف“ ہے۔ جس میں انہوں نے ”سب النبی“ کا علیحدہ باب  
قائم کیا ہے۔ یہ احادیث ۹۷۰۳ سے شروع ہو کر ۹۷۰۸ پر ختم ہوتی ہیں۔

حدیث نمبر ۹۷۰۴ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ  
کے بارے میں دشنام طرازی کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”کون ہے جو ہمارے اس دشمن کی خبر  
لے گا“ اس پر جناب زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں حاضر ہوں“۔ پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جا کر اس  
گستاخ رسول ﷺ کو واصل جہنم کیا۔

حدیث نمبر ۹۷۰۵ ایک بد بخت عورت حضور ﷺ کو گالیاں دیتی رہتی تھی۔ حضور  
ﷺ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا منہ پیشہ کے لیے بند کر دیا۔

حدیث نمبر ۹۷۰۶ ایک نصرانی شخص کے قتل کے بارے میں ہے جس نے حضور کو گالیاں  
دی تھیں جس پر اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔

حدیث نمبر ۹۷۰۷ سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی  
تکذیب کی۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”جاؤ اور اگر وہ  
مل جائے تو اسے قتل کر دو“۔

حدیث نمبر ۹۷۰۸

والسلام کی تکذیب کی، اس

والد نے سنا جسے ابن ابی

سنن ابو داؤد میں

برا بھلا کہتی اور آپ ﷺ

(یعنی اسے مار دیا گیا) جس

کا خون باطل قرار دیا۔ (۱)

قاضی عیاض نے

تھے اور گلی دینے کے ج

یہ تمام واقعات و

ترجمہ کتاب الشفا

”ہم سے ڈر

وجہ سے روانہ

گالی دے تو تم ا

مارو اور حدیث

کیا اور فرمایا کہ

ایذا دیتا ہے ا

نے اس کو برا

نے اس کے آ

ہوا کہ آپ کا

بڑا قتل ابی را

کی مخالفت پر

غلط اور اس

اور ایک

آپ نے فر

عرض کیا کہ

بن اشرف قد آذى الله ورسوله فقال  
سليمه يا رسول الله ﷺ اتحب ان اقتله

ون ہے جو مجھے کعب بن اشرف سے (نجات دلائے) جس نے  
ول کو ایذا دی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ  
ہیں کہ اس کو قتل کیا جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

ص ۱۱۶-۱۱۵، محمد علی صبیح و اولادہ، "صحیح مسلم" جلد پنجم،  
ص ۱۸۲، محمد علی صبیح و اولادہ

حضرت اللہ تعالیٰ کے مقام اور مرتبہ سے اہل علم واقف ہیں۔ یہ امام  
اور شیخ تاحی ہیں۔ ان کا دور دوسری صدی ہجری کے آغاز کا دور

م "المصنف" ہے۔ جس میں انہوں نے "سب النبی" کا علیحدہ باب  
سے شروع ہو کر ۹۷۰۸ پر ختم ہوتی ہیں۔

عباس برہنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ  
حضور ﷺ نے فرمایا "کون ہے جو ہمارے اس دشمن کی خبر  
نے کہا" میں حاضر ہوں۔ پھر حضرت زبیر برہنہ نے جا کر اس  
جہنم کیا۔

بدبخت عورت حضور ﷺ کو گالیاں دیتی رہتی تھی۔ حضور  
بن ولید برہنہ نے اس کا منہ پیش کے لیے بند کر دیا۔

برائی شخص کے قتل کے بارے میں ہے جس نے حضور کو گالیاں  
کیا تھا۔

بن حیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی  
سرت علی برہنہ اور حضرت زبیر برہنہ سے فرمایا "جاؤ اور اگر وہ

حدیث نمبر ۹۷۰۸ حضرت علی برہنہ نے حکم دیا جس نے سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ  
والسلام کی تکذیب کی، اس کی گردن مار دی جائے۔ امیر المومنین برہنہ کا یہ فرمان ابن التیمی کے  
والد نے سنا جسے ابن التیمی نے صاحب "المصنف" عبدالرزاق بن حمام سے بیان کیا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت علی برہنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ، حضور اکرم ﷺ کو  
برا بھلا کہتی اور آپ ﷺ کی جو کرتی تھی۔ ایک شخص نے پیش کے لیے اس کا منہ بند کر دیا۔  
(یعنی اسے مار دیا گیا) جب حضور ﷺ کے سامنے اس کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس  
کا خون باطل قرار دیا۔ (اس کے درمنا کو قصاص یا رت کا حق دار نہیں سمجھا گیا)

قاضی عیاض نے دیگر اور اشخاص کا بھی ذکر کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے  
تھے اور گالی دینے کے جرم کی بنا پر قتل کیے گئے تھے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

یہ تمام واقعات وحید الدین خاں کے موقف کو کلی طور سے رد کرنے کے لیے کافی ہیں۔

#### ترجمہ کتاب الشفاء

"ہم سے شیخ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن غلبون نے سند خود حضرت علی کرم اللہ

وجہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی نبی کو

گالی دے تو تم اس کو قتل کرو اور جو کوئی میرے کسی صحابی کو گالی دے، تو تم اس کو

مار دو اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے کعب بن اشرف کے قتل کا حکم

کیا اور فرمایا کہ کعب بن اشرف کے لیے کون ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو

ایذا دیتا ہے اور اس کی جانب ایک شخص (یعنی محمد بن مسلمہ) کو روانہ فرمایا جس

نے اس کو برخلاف اور مشرکوں کے بلا دعوت دھوکہ سے قتل کر ڈالا۔ اور آپ

نے اس کے قتل کو محض اپنی ایذاء کے ساتھ مغل فرمایا تھا۔ پس اس سے معلوم

ہوا کہ آپ کا اس کو قتل فرمانا شرک کے سبب نہ تھا۔ بلکہ اذا کے سبب تھا اور علی

بذات قتل ابی رافع کا براء نے کہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتا تھا اور آپ

کی مخالفت پر لوگوں کی امانت کرتا تھا اور علی بذات فتح مکہ کے روز آپ کا قتل ابن

خطل اور اس کے دونوں چھو کر یوں کا حکم کرنا جو آپ کی گالیوں کو گایا کرتی تھیں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اللہ ﷺ کو گالی دیا کرتا تھا تو

آپ نے فرمایا کہ مجھ کو میرے دشمن سے کون کفایت کرے گا؟ تو خالد برہنہ نے

عرض کیا کہ میں یا رسول اللہ، تو نبی اللہ ﷺ نے ان کو روانہ فرمایا۔ پس انہوں

نے اس کو قتل کر ڈالا اور علیؑ کا فروں میں سے بھی آپ نے بت سے کافروں کے قتل کا حکم دیا ہے جو آپ کو تکلیف پہنچاتے اور گالی دیتے تھے۔ جیسے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط اور فتح مکہ سے پہلے اور نیز اس کے بعد آپ نے بت سے لوگوں کے قتل کا عہد کیا تھا۔ چنانچہ وہ سب قتل کیے گئے، مگر وہ لوگ جنہوں نے اسلام کے قبول کرنے میں جلدی کی اور قتل اس کے کہ مسلمان ان پر قابو پائیں، وہ اسلام لے آئے۔ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آواز دی کہ اے جماعت قریش، میرا کیا حال ہے کہ میں تمہارے درمیان جبراً قتل کیا جاتا ہوں۔ تو اس پر نبی اللہ ﷺ نے اس کو جواب دیا کہ تیرے کفر اور افتراء کے سبب جو تو نے رسول اللہ ﷺ پر باندھا تھا۔

ابن قانع نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے اپنے باپ کو کو سنا کہ وہ آپ کی شان میں بت بری بات کہتا ہے تو میں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ سو یہ نبی اللہ ﷺ کو ناگوار نہیں گزرا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہوا ہے کہ ایک اندھے کی ام ولد نبی اللہ ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی اور وہ اس کو ڈانٹا رہتا تھا اور وہ باز نہ آتی تھی۔ چنانچہ ایک رات اس نے نبی اللہ ﷺ کی شان میں کچھ بکنا اور گالیاں دینا شروع کیں تو اس اندھے نے اس کو مار ڈالا اور نبی اللہ ﷺ کو اس کی خبر کی تو آپ نے اس کا خون بدر فرما دیا۔

اب ہم وحید الدین خاں کے دوسرے مفروضے کی طرف آتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں یا حکمرانوں نے توہین رسالت کے مرتکب لوگوں کو سزائیں نہیں دیں، قطعاً بے بنیاد ہے۔ ہم پہلے جناب محمد اسماعیل قریشی کی کتاب ”ناموس رسول اور قانون توہین رسالت“ کے چند صفحات کے اقتباسات پیش کرتے ہیں، جس میں بلاد شرق میں قانون توہین رسالت کے تحت جن لوگوں کو سزا دی گئی ہے، درج ہے۔

اس کے بعد مسلم سپین میں مسلمان حکمران خلیفہ عبدالرحمن ثانی کے عہد حکومت میں عیسائیوں نے توہین رسالت کا منظم طور سے ارتکاب کیا تھا اور ان کو اسلامی اصولوں کے مطابق

سزا دی گئی تھی۔

یہ سب واقعات وحید الدین کے مجرموں کو سزا نہیں دی، مسئلہ مسلمانوں کا گھڑا ہوا ہے۔

بلاد مشرق

جزیرۃ العرب میں موت برقرار رہی ہے۔ جس میں ایوب بن یحییٰ۔

کے حکمران عبدالملک نے اسی طرح بلاد شاہ تیبہ اور شیخ الحدیث علاء مطابق فیصلے ہوتے رہے اسی سزا پر متفق تھے۔

اسپین میں جب قانون حد پر عمل در آئے اپنی کتاب ”الافتاء“ گستاخی رسالت ملب دیا گیا تھا۔

ترکیہ اور سمرقند کے ذریعہ میں آج بھی یہی ق

اس میں سے بھی آپ نے بہت سے کافروں کو بچاتے اور گالی دیتے تھے۔ جیسے خضر بن سے پہلے اور نیز اس کے بعد آپ نے بہت سے لوگوں کو قتل کیے مگر وہ لوگ جنہوں نے آپ کو قتل کرنے سے باز رہا اور آپ پر قابو نہ لیا اور قتل اس کے کہ مسلمان ان پر قابو نہ لیا۔ تو اس پر نبی اللہ ﷺ نے اس سبب جو تو نے رسول اللہ ﷺ پر باندھا

مخمس نے نبی اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنے باپ کو سنا کہ وہ آپ کی شان کو قتل کر ڈالا۔ سو یہ نبی اللہ ﷺ کو

اسے کہ ایک اندھے کی ام ولد نبی اللہ ﷺ کو ڈانٹتا رہتا تھا اور وہ باز نہ آتی تھی۔ یہ نشان میں کچھ بکنا اور گایاں دینا شروع نبی اللہ ﷺ کو اس کی خبر کی تو آپ

نے اس کی طرف آتے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں یا نہیں نہیں دیں، قطعاً بے بنیاد ہے۔

ناموس رسول اور قانون توہین رسالت کے بلاد مشرق میں قانون توہین رسالت کے تحت

خلیفہ عبدالرحمن ثانی کے عہد حکومت میں کیا تھا اور ان کو اسلامی اصولوں کے مطابق

سزا دی گئی تھی۔

یہ سب واقعات وحید الدین خاں کے مزمومہ دعویٰ کہ مسلمان حکمرانوں نے توہین رسالت کے مجرموں کو سزا نہیں دی، کا پورے طور سے رد اور تردید کرتی ہے اور ان کی مذموم کوشش کہ مسئلہ مسلمانوں کا گھڑا ہوا ہے اور کسی کو ایسی سزائیں نہیں دی گئیں، کلی طور سے باطل قرار دیتی ہے۔

### بلاد مشرق میں قانون توہین رسالت ﷺ

ماخوذ از ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ﷺ  
مصنف محمد اسٹیل قریشی، ایڈووکیٹ، لاہور

جزیرۃ العرب میں قرن نبوت اور دور خلافت کے بعد بھی تنقیص رسالت کی سزا سزائے موت برقرار رہی ہے۔ جس کی تصدیق صاحب "المعنف" کے اس بیان کردہ واقعہ سے ہوتی ہے، جس میں ایوب بن یحییٰ نے عدن میں ایک نصرانی کو بطور حد یہی سزا دی۔ جس کی توثیق اس وقت کے حکمران عبدالملک نے کر دی تھی۔

اسی طرح بلاد شام میں بھی یہی قانون نافذ رہا ہے، جس کے تحت ایک نصرانی کو امام ابن تیمیہ اور شیخ الحدیث علامہ زین العابدین کے استغاثہ پر ماخوذ کیا گیا تھا۔ مصر میں بھی اسی قانون کے مطابق فیصلے ہوتے رہے ہیں کیونکہ وہاں تمام مکاتب فقہ جن کی اپنی اپنی علیحدہ عدالتیں قائم تھیں، اسی سزا پر متفق تھے۔

اسپین میں جب تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی ہے، وہاں کی تمام عدالتوں میں اسی قانون حد پر عمل در آمد ہوتا رہا ہے۔ جس کا ذکر قرطبہ کے چیف جسٹس ابو الفضل قاضی عیاض نے اپنی کتاب "الثقا" میں کیا ہے۔ اسی کتاب میں ابن حاتم کے مقدمہ کا ذکر بھی کیا ہے جس کو گستاخی رسالت ماب ﷺ کے جرم پر علمائے اندلس کے متفقہ فیصلہ کی بناء پر واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔

ترکیہ اور سرقند اور بخارا میں اسی قانون اسلامی کا ذکر ہمیں علامہ آلوسی اور علامہ ابواللیث سرقندی کے ذریعہ پہنچا ہے۔ افغانستان میں اسی قانون کے تحت مرتد کو سنگسار کیا گیا تھا۔ ایران میں آج بھی یہی قانون سزائے موت، برطانیہ اور دوسرے یورپی ملکوں سے سفارتی تعلقات کی

پردہ کیے بغیر ناز ہے اور اسی کے تحت گستاخ رسول سلمان رشدی کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے وہ بد بخت یورپ اور امریکہ کے حفاظتی خول کے اندر زندہ دو گور ہے۔

ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی ہے، اسی قانون حد کے تحت مجرموں کو سزا دی جاتی رہی ہے۔

ان میں سے مغل دور حکومت کے دو اہم مقدمات کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔ ایک مقدمہ تو اکبر کے دور سے متعلق ہے جبکہ جاہل، ان پڑھ بادشاہ کو اس کے خوشامدی اور چالیس درجہ پاروں نے، جن میں فیضی اور ابو الفضل پیش پیش تھے، اسلام سے بیگانہ کر دیا تھا اور اکبر مکمل طور پر ہندو مہارانیوں کے زیر اثر تھا۔ تمام کاروبار حکومت دین الہی کے نام سے سیکور خطوط پر چل رہے تھے۔ اس تاریخی مقدمہ کا ذکر تفصیل طور پر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی ”منتخب التواریخ“ میں کیا ہے، جو درج ذیل ہے:

”عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ (شیخ عبدالنقی قاضی القضاة) کے پاس ایک استغاثہ بھیجا، جس میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیے ہوئے تھے، لیکن ایک سرکش مالدار برہمن نے سارا عمارتی ساز و سامان اٹھوا لیا اور اس سے منم کدے کی تعمیر شروع کرادی۔ میں نے جب اس کے خلاف تادیبی کارروائی کا ارادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور مسلمانوں کی اس نے سخت توہین کی۔ شیخ موصوف نے اس کو طلب کیا لیکن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا، جس پر بادشاہ نے بیربل اور شیخ ابو الفضل کو بھجوا دیا اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابو الفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا، بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہو گئی ہے کہ اس نے گالیاں دی تھیں۔“

اس کی سزا کے معاملہ میں علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف تعزیر اور جرمانہ پر زور دے رہا تھا۔ اس معاملہ میں بحث طویل چلا گئی۔ شیخ نے بادشاہ سے اس کے قتل پر اصرار کیا۔ بادشاہ نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی اور کول مول کہہ دیا کہ شرعی سزا کا تعلق تم سے ہے۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن اس جھگڑے میں مدتوں قید میں پڑا رہا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لیے سفارشیں کرتی رہیں، لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لیے اس نے رہائی کا

حکم بھی نہیں دیا۔ شیخ نے جب ا وہی جواب دیا ہم تو تم سے پہلے اس معاملہ کا تعلق شرع سے ہے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کی تھ ملا عبدالقادر بدایونی جو اس مقدمہ بیان کرتے ہیں:

”اچانک دور سے بادشاہ کی پہنچا تو پوچھا کیا تم نے بھی یہ م روایتیں ہوں اور رہائی کے اس ایک روایت کو ترجیح دے فرماتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے بالمشبہات میں نے اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ نہایت ا نہ تھا۔“

ہندو رائیوں اور خوشامدی دربار، وہ شیخ سے اس بارے میں باز پرس کی تائید میں ہے۔

دوسرا اہم مقدمہ مغل حکمرانوں کا ذکر ایک ہندو مورخ ڈاکٹر بی۔ ایچ۔ مغل دور حکومت میں ”(ghals) (۱۷۵۹-۱۷۶۰) گورنر پنجاب تھا، اس ”حقیقت رائے باگھ مل کی شادی بنالہ کے کشن سنگھ رائے کو مسلمانوں کے اسکول دیوتاؤں کے بارے میں کچھ کہ یہ واقعہ ایک متعصب ہندوؤں کے ذہن کو مسلمان

گور اسی کے تحت گستاخ رسول سلمان رشدی کو واجب القتل قرار دیا گیا  
ت یورپ اور امریکہ کے حفاظتی خول کے اندر زندہ درگور ہے۔  
جب تک مسلمانوں کی حکومت قائم رہی ہے، اسی قانون حد کے تحت  
رہی ہے۔

ل دور حکومت کے دو اہم مقدمات کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔ ایک مقدمہ  
ق ہے جبکہ جاہل، ان پڑھ بادشاہ کو اس کے خوشامدی اور چاہلوس درباریوں  
ابوالفضل پیش پیش تھے، اسلام سے بیگانہ کر دیا تھا اور اکبر مکمل طور پر  
اثر تھا۔ تمام کاروبار حکومت دین الہی کے نام سے سیکونڈری خطوط پر چل  
مقدمہ کا ذکر تفصیلی طور پر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی ”منتخب التواریخ“  
ہے:

قاضی متھرا نے شیخ (شیخ عبدالغنی قاضی القضاة) کے پاس ایک  
میں بیان کیا گیا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیے  
ایک سرکش مالدار برہمن نے سارا عمارتی ساز و سامان اٹھوا لیا  
کہ سے کی تعمیر شروع کرادی۔ میں نے جب اس کے خلاف  
ارادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور اکرم ﷺ  
ع کیا اور مسلمانوں کی اس نے سخت توہین کی۔ شیخ موصوف نے  
ن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا، جس پر بادشاہ نے بیربل  
کو بھجوا دیا اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے جو کچھ  
’ بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہو گئی ہے کہ اس نے

معاملہ میں علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک نے اسے واجب  
مزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف تعزیر اور  
رہا تھا۔ اس معاملہ میں بحث طویل پکڑ گئی۔ شیخ نے بادشاہ سے  
ر کیا۔ بادشاہ نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی اور گول مول  
کا تعلق تم سے ہے۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن اس  
نڈ میں پڑا رہا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لیے  
’ لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لیے اس نے رہائی کا

حکم بھی نہیں دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لیے زیادہ اصرار کیا تو بادشاہ نے  
وہی جواب دیا ہم تو تم سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جانو کرو (کیونکہ  
اس معاملہ کا تعلق شرع سے ہے) جس کے بعد شیخ نے فوراً ہی اس برہمن کے قتل  
کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کی قبیل میں اس کی گردن ماری گئی۔“  
ملا عبدالقادر بدایونی جو اس مقدمہ کی ساری روداد سے واقف تھے، اس سلسلہ میں آگے  
بیان کرتے ہیں:

”اچانک دور سے بادشاہ کی نظر مجھ پر پڑی اور کہا ”آگے آؤ“ میں جب سامنے  
پہنچا تو پوچھا کیا تم نے بھی یہ مسئلہ سنا ہے کہ ”اگر ایک شخص کے قتل پر ننانوے  
روایتیں ہوں اور رہائی کے لیے صرف ایک روایت ملتی ہو تو مفتی کو چاہیے کہ وہ  
اس ایک روایت کو ترجیح دے“ میں نے کہا ”جی ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور  
فرماتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ان الحدود و العقوبات تدرؤ  
بالشبهات میں نے اس کا مطلب فارسی میں سمجھایا کہ شہادت سے سزاؤں  
میں کمی ہو جاتی ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ پوچھا ”کیا شیخ اس مسئلہ سے واقف  
نہ تھا۔“

ہندو رایتوں اور خوشامدی درباریوں کے اگسٹ کے باوجود اکبر کو بھی یہ جرات نہ ہوئی کہ  
وہ شیخ سے اس بارے میں باز پرس کر سکے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ علماء کی اکثریت شیخ موصوف کی  
تائید میں ہے۔

دوسرا اہم مقدمہ مثل حکمرانوں کے آخری دور حکومت اور اسی لاہور سے متعلق ہے جس  
کا ذکر ایک ہندو مورخ ڈاکٹر بی۔ ایس نیجار (Dr. B.S. Nijjar) نے اپنی کتاب ”پنجاب آخری  
مثل دور حکومت میں“ (Punjab Under The Later Mughals) جبکہ زکریا خان  
(۱۷۵۹-۱۷۷۰) گورنر پنجاب تھا، اس طرح کیا ہے:

”حقیقت رائے باگھ مل پوری، سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا۔ جس  
کی شادی بنالہ کے کشن سنگھ عٹھ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ حقیقت  
رائے کو مسلمانوں کے اسکول میں داخل کیا گیا تھا۔ جہاں ایک مسلمان بچے نے ہندو  
دیوتاؤں کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کہیں (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے  
کہ یہ واقعہ ایک متعصب ہندو مورخ لکھ رہا ہے، جس کا مقصد سکھوں اور  
ہندوؤں کے ذہن کو مسلمانوں کے خلاف زہر آلود کرنا ہے۔ حالانکہ جیسا کہ پہلے

عرض کیا گیا ہے، اسلام نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ کسی مذہب کے رہنماؤں کو برا بھلا نہ کہیں تاکہ انتقاماً خدا یا رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا امکان ہی پیدا نہ ہو۔ مسلمان تو حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پیغمبر ہیں اور ان کے دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے پیروان مذہب سے بڑھ کر احترام کرتے ہیں اور انہوں نے رام چند راجی یا ان کے اوتار کرشن کی تاریخی عظمت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ ہندوؤں کو ان کی رسوم و عبادات سے روکا جبکہ ان کے مذہب میں بتوں کی پرستش سب سے بڑا گناہ ہے۔ علاوہ ازیں وہ گرد ناک کو توحید کے مبلغین میں سمجھتے ہیں اس لیے مسلمان استاد پر یہ الزام کہ اس نے ہندو اوتاروں کی توہین کی، قرن قیاس نہیں بلکہ خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے۔“

پھر یہی مصنف اسی سلسلہ میں آگے لکھتا ہے:

”حقیقت رائے نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً پیغمبر اسلام ﷺ اور بی بی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے لاہور عدالتی کارروائی کے لیے بھیجا گیا۔ اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا۔ کچھ ہندو افسر زکریا خاں (جو اس وقت گورنر لاہور تھا) کے پاس پہنچے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن زکریا خاں نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا جس کے اجراء میں پہلے مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی۔ اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ سال ۱۷۳۳ء سن عیسوی کا واقعہ ہے جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی نوحہ کناں ری۔ لیکن خالصہ کیوٹی نے آخر کار اس کا انتقام مسلمانوں سے لیا اور سکموں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے، انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا۔“

جہاں تک اس واقعہ میں توہین رسالت کی سزا کا تعلق ہے، وہ درست ہے۔

مسلم ہسپانیہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب و شتم کرنے والوں کو قتل کیا گیا۔ مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ ہوں:

ہم یہاں چند مغربی مصنفین کا بھی ذکر کریں گے، جنہوں نے بیان کیا ہے کہ مسلم ہسپانیہ

میں خلیفہ عبدالرحمن دوم کے عہد حکومت میں عیسائی پادریوں کو گستاخی کرنے کا خطبہ ہو گیا تھا اور ان سب کو اسلامی قانون کے مطابق رائیل الٹیرا ”تاریخ ہسپانیہ“ میں لکھتا ہے:

”عبدالرحمن دوم کے دور حکومت میں قرطبہ کے ایک اور پادری ایولویو اور دد لڑکیوں فلورا اور ماریا کے ہمراہ، عیسائیوں کی شان میں گستاخی کرنے کے الزام میں قرطبہ میں جرم تھا، کہ جس کی سزا اسلامی قانون کے مطابق موت شہادت کی بنا پر انہیں دیوں کا درجہ دے دیا۔“

(”تاریخ ہسپانیہ“۔۔۔۔۔ پرٹنسن نیو جرسی (پانچم)

دل ڈیورانت اپنی کتاب ”عہد مذہب (Age Of Faith)

”..... پرٹیکس نامی ایک پادری نے محمد ﷺ کے

چند مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہوئے ”شہادت“ کا درجہ

نے پادری سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا راز فاش نہیں کر

اتھار بیان کی شدت سے انہیں ایسا صدمہ پہنچایا کہ

حکومت سے کر دی۔ قاضی نے کچھ مہینوں کے لیے پانچ

امید پر کہ اس کے نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا ہو، لیکن ۲۱

اسے سزائے موت دی گئی۔ مسلمانوں نے اس کی گردا

جبکہ عیسائیوں نے اسے دلی بنا کر دفن کیا۔

یولویس کی قیادت میں تشدد پسندوں (zealots)

گیا، جن کا مقصد برسرعام نبی اکرم ﷺ کی شان

جنت پر خوشی خوشی شہادت قبول کرنا تھا۔ (ڈیورانت

پادریوں کے نام لکھے ہیں جن کے توہین رسالت

ڈیورانت مزید لکھتے ہیں:

”تشدد پسند اس پر سرور ہوئے، لیکن بہت

دنیا داروں نے حصول ”شہادت“ کے اس جنون

تشدد پسندوں سے کہا: ”سلطان نے ہمیں مذہبی آ

جنون کیوں؟“ سلطان عبدالرحمن کی طلب کردہ



تشدید پسندوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں تنبیہ کی کہ اگر انہوں نے اپنی شورش جاری رکھی تو ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ یولوہیس نے اراکین کو نسل کو بزدل قرار دیا۔

(قلو اور ماریا نے تشدد پسند تحریک کے زیر اثر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور ان کے سر قلم کر دیے گئے)

یولوہیس نے جس کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے، "شہیدوں کو پکارا" اور "پادریوں، راہبوں اور عورتوں نے عدالت کی جانب مارچ کیا توہین رسالت کی موت اور سزا پائی (۶۸۵۲) خود یولوہیس نے بھی سات برس بعد "شہادت" کرائی۔ اس کی موت کے بعد یہ تحریک ختم ہو گئی۔"

(دل ڈیوراں، "عہد مذہب" (Age of faith) نیویارک، ۱۹۵۰ء صفحات ۳۰۰-۳۰۱، "کیسبرج میڈیول ہسٹری" کیسبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۲ء جلد سوم، صفحات ۳۱۶-۳۱۷) مسلم ہسپانیہ کا عظیم مورخ ڈوزی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"سب سے بڑھ کر پادری تھے جو شدید بیچ و تاب کھاتے تھے۔ جبلی طور پر وہ محمد ﷺ کے پیروکاروں سے نفرت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ

اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کی تعلیمات کے بارے میں وہ انتہائی باطل نظریات رکھتے تھے یا جس طرح وہ عربوں کے درمیان رہتے تھے، تو ان کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز آسان نہ تھی کہ وہ ان معاملات میں سچائی سے آگہی حاصل کرتے، لیکن انہوں نے اذیل انداز سے، سرچشمے کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود اس حصول آگہی سے انکار کرتے ہوئے مکہ کے پیغمبر ﷺ سے متعلق ہر قسم کے مضحکہ خیز افسانے پر اعتبار کرنے اور اس کی تفسیر کرنے کو ترجیح دی خواہ ایسے افسانے کا ماخذ کچھ بھی تھا۔"

("ہسپانوی اسلام"۔۔۔ رین ہارٹ ڈوزی، ابتداً ایسے اور نوٹس کے ہمراہ، ایف جی سٹوکس کا ترجمہ کردہ لندن، ۱۹۲۳ء، صفحہ ۲۶۸)

ایک اور جگہ ڈوزی لکھتا ہے:

"درحقیقت پادری دین اسلام کے بارے میں انتہائی باطل نظریات پر یقین رکھتے تھے۔ ان کے دیگر ہم مذہب جو زیادہ باخبر تھے، انہیں اس امر کا یقین دلانے میں ناکام رہے کہ محمد ﷺ عربی نے پاکیزہ اخلاق کا درس دیا ہے۔ یہ سنی

لا حاصل تھی کیونکہ کلیسا کے اور اسے شیطان کی تخلیق کر

ایک اور مصنف اسی انداز میں "نویں صدی کے وسط" جو ابی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی کرئی۔ مسلمانوں نے عیسائیت مد اعلت نہ کی تھی، لیکن ج طرازی اور پیغمبر اسلام ﷺ انہیں موت کی سزا نہیں دیر ("مورث کلچر ان ایٹا وحید الدین خاں نے اپنے ا

ہے اور ضرور ہے۔ اس سلسلہ میں مغرب کا مبنی بر تعصب اور جانبدار

پیغمبر اسلام ﷺ کا ممنون باز عینی چرچ کی حلقہ گوئی اور ظاہر بہت سی جہات میں مغرب کے یہ عمومی ترقی کا باعث بنے۔۔۔ عیسائیت کی ممکنہ حد تک انتہائی سے نلپ کے حتی اپنے کتاب "ماضی کی صلیبی جنگوں

جنگوں کی توقعات صدیوں مذہب کو جو بہت ہی کم چھ نہیں بنایا گیا، جتنا اسلام کو، اسلام کے بارے میں اہل روہیے کو غلط فہمی پر ڈال باطل نہیں تو مشتبہ ضرور

سے انہیں تنبیہ کی کہ اگر انہوں نے اپنی شورش  
روائی کی جائے گی۔ یولو جیس نے اراکین کو نسل

تحریک کے زیر اثر نبی اکرم ﷺ کی شان میں  
پے گئے)

طے بہت بڑھ گئے تھے، "شہیدوں کو پکارا" اور  
نے عدالت کی جانب مارچ کیا، تو چن رسالت کی  
یولو جیس نے بھی سات برس بعد "شہادت"  
یک ختم ہو گئی۔"

(Age of Faith) نیویارک، ۱۹۵۰ء صفحات ۳۰۰-۳۰۱،  
نیورسٹی پریس، ۱۹۹۲ء جلد سوم، صفحات ۳۱۶-۳۱۷،  
اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

ہو شدید بیچ و تاب کھاتے تھے۔ جبلی طور پر وہ  
رت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ

ان کی تعلیمات کے بارے میں وہ انتہائی باطل  
غروں کے درمیان رہتے تھے، تو ان کے لیے  
کہ وہ ان معاملات میں سچائی سے آگہی حاصل  
ز سے، سرچشمے کے اس قدر قریب ہونے کے  
تے ہوئے کہ کے پیغمبر ﷺ سے متعلق ہر  
رنے اور اس کی تشریح کرنے کو ترجیح دی خواہ

ن، ابتدا سے اور نوٹس کے ہمراہ، ایف جی سنوکس  
کا ترجمہ کردہ لندن، ۱۹۲۳ء، صفحہ ۲۶۸)

کے بارے میں انتہائی باطل نظریات پر یقین  
زیادہ باخبر تھے، انہیں اس امر کا یقین دلانے  
نے پاکیزہ اخلاق کا درس دیا ہے۔ یہ سہی

لا حاصل تھی کیونکہ کلیسا کے خادم اسلام کو رومی مظاہر پرستی میں شمار کرتے تھے  
اور اسے شیطان کی تخلیق کردہ صنم پرستی قرار دیتے تھے۔"

("ہسپانوی اسلام" --- آرڈوزی، صفحہ ۲۷۱)

ایک اور مصنف اسی انداز میں لکھتا ہے:

"نویں صدی کے وسط میں عبدالرحمن دوم کے عہد حکومت میں ایک بڑی  
جوابی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی، جس نے "شہادت" کی بالارادہ جستجو کی شکل اختیار  
کر لی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے صاف اور سیدھے طریق عبادت میں کبھی  
داخلت نہ کی تھی، لیکن جب بہت سے عیسائی مرد و زن نے اسلام پر دشنام  
طرازی اور پیغمبر اسلام ﷺ پر ملامت کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمان قانیوں نے  
انہیں موت کی سزا سنائی دیں"

("مورس کلچر ان اسپین" ٹائٹس برک ہارٹ، لندن، ۱۹۷۲ء، صفحات ۲۶-۲۷)

وحید الدین خاں نے اپنے اختتامیہ میں کہا ہے کہ یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ نہیں لیکن  
ہے اور ضرور ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے کردار کے بیان میں اہل  
مغرب کا مبنی بر تعصب اور جانبدارانہ رویہ ملاحظہ کریں:

پیغمبر اسلام ﷺ کا ممنون احسان ہونے کے بجائے کہ انہوں نے مشرق کے عیسائیوں کو  
بازنطینی چرچ کی حلقہ گبوشی اور ظلم و ستم سے نجات دلا کر ان کی حالت سدھاری، اقلیم فکر کی  
بہت سی جہات میں مغرب کے عیسائیوں کو تہذیبی ترقی عطا کی اور دنیا میں تہذیب اور سائنس کی  
عمومی ترقی کا باعث بنے۔۔۔۔۔ عیسائی اور مغربی مصنفین نے جواب میں شارع اسلام ﷺ کی  
شخصیت کی ممکن حد تک انتہائی مسخ شدہ تصویر پیش کی ہے:

فلپ کے حتی اپنے کتاب "اسلام اور مغرب" میں لکھتا ہے:

"ماضی کی صلیبی جنگوں کی یادیں اور آئندہ نسلوں کے لیے آنے والی صلیبی  
جنگوں کی توقعات صدیوں تک جاری و ساری رہیں۔ جو سیت، بدھ ازم اور دیگر  
مذہب کو، جو بہت ہی کم پھلے پھولے، کبھی بھی اس قدر سب شتم اور مذمت کا نشانہ  
نہیں بنایا گیا، جتنا اسلام کو۔ بنیادی طور پر یہ خوف، عناد اور تعصب تھا، جس نے  
اسلام کے بارے میں اہل مغرب کے خیالات میں رنگ آمیزی کی اور ان کے  
روسیے کو غلط بیچ پر ڈال دیا۔ اسلامی عقائد، دشمن کے عقائد تھے، اس لیے اگر  
باطل نہیں تو مشتبہ ضرور تھے۔"

”اسلام اور مغرب“۔۔۔۔۔ پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۲ء، صفحات ۳۸-۳۹) ڈبلیو کانت ویل اسمتھ اپنی تصنیف ”اسلام ان ماڈرن ہسٹری“ میں اسی طرح کا موقف اختیار کرتا ہے:

”تاریخ بتاتی ہے کہ کسی بھی دوسری تہذیب کی نسبت عالم اسلام سے اہل مغرب کے تعلقات ابتداء ہی سے بنیادی طور پر مختلف رہے ہیں۔ دونوں کی شروع ہی سے ایک مشترک حد بندی رہی ہے، جس کے معنی ہیں کہ ان میں حکیم معرکہ آرائی رہی ہے اور بسا اوقات تو ایک کھلی جنگ کی صورت رہی ہے۔ یورپ نے گزشتہ تیرہ صدیوں سے اسلام کو اپنے لیے اپنا دشمن اور خطرہ ہی سمجھا ہے..... اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ محمد ﷺ کو دنیا کے دیگر عظیم مذہبی پیشواؤں سے کہیں زیادہ مغرب میں ہمت کم اچھے طور پر پیش کیا گیا ہے اور وہاں اسلام دنیا کے کسی بھی بیرونی عقیدے کی نسبت انتہائی کم پسندیدہ رہا ہے۔ کارل مارکس اور کیونز کے آغاز تک مغربی تہذیب کو پیغمبر ﷺ ہی کا شروع کردہ اور منظم کردہ سنگین چیلنج درپیش رہا ہے، جس کا پوری تاریخ میں اہل مغرب نے سامنا کیا ہے۔“

(”اسلام ان ماڈرن ہسٹری“ اے میٹرک ۱۹۵۹ء، صفحات ۱۰۹-۱۱۰)

جے جے سائڈرس کہتے ہیں:

”اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی ﷺ کو عیسائیوں نے بھی بھی ہمدردی اور التفات کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی شہنشاہی اور معصوم ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ عیسائیت کو اسلام سے پہنچنے والے نقصانات اور وہ پروپیگنڈا جو صلیبی جنگوں کے دور میں پھیلا یا گیا، غیر جانبدارانہ رائے کے لیے مدد اور معاون نہ تھے اور اس وقت سے لے کر تقریباً آج تک محمد ﷺ کو تنازعہ لڑنے میں بطور..... پیش کیا گیا ہے۔ بے ہودہ کمائیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصے تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے۔“

(”عہد وسطیٰ کے اسلام کی تاریخ“۔۔۔۔۔ ایڈیشن دوم، لندن، ۱۹۶۶ء، صفحات ۳۳-۳۵)

ڈبلیو گلگری واٹ اپنی کتاب ”اسلام کیا ہے؟“ میں رقم طراز ہے:

”مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں، جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا

جانا چاہیے۔

تقریباً آٹھویں صدی عیسوی  
سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور  
اسی ملک خوف کے زیر اثر  
دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی  
بھی مضر تھے، بارہویں اور  
یورپ کی فکر اور سوچ پر غم  
میں بھی ان کے کچھ اثرات

ایک اور جگہ ڈاکٹر واٹ  
”اسلام کے بارے میں  
حد تک اب بھی ہم عہد  
”

خود مغربی مصنفین کے

شخصیت کے بارے میں

انہوں نے اپنے مفادات

تصویر پیش کی ہے۔ مرحوم

”..... دیگر

ہے، وہ ایک طرف

وہ پیغمبر اسلام ﷺ

اور ان کی سیرت

(خلیفہ عبدالعظیمؑ

مغربی مصنفین

قسم کا کوئی جواز باقی

کر آنحضرت ﷺ

اور کیا ان جائل

پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۲ء، صفحات ۳۸-۳۹) اسلام ان ماذن، سبزی میں اسی طرح کا موقف اختیار

دوسری تہذیب کی نسبت عالم اسلام سے اہل  
نیادی طور پر مختلف رہے ہیں۔ دونوں کی  
کی رہی ہے، جس کے معنی ہیں کہ ان میں حکیم  
ت تو ایک کھلی جنگ کی صورت رہی ہے۔  
اسلام کو اپنے لیے اپنا دشمن اور خطرہ ہی سمجھا  
نہیں ہے کہ محمد ﷺ کو دنیا کے دیگر عظیم  
پا میں بہت کم اچھے طور پر پیش کیا گیا ہے اور  
تہذیب کی نسبت انتہائی کم پسندیدہ رہا ہے۔  
مغربی تہذیب کو پیغمبر ﷺ ہی کا شروع  
رہا ہے، جس کا پوری تاریخ میں اہل مغرب

سبزی "اے منیٹر بک ۱۹۵۹ء، صفحات ۱۰۹-۱۱۰)

کہ پیغمبر عربی ﷺ کو عیسائیوں نے کبھی  
دیکھا جن کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی شفیق  
بسیائت کو اسلام سے پہنچنے والے نقصانات  
میں پھیلا یا گیا، غیر جانبدارانہ رائے کے  
سے لے کر تقریباً آج تک محمد ﷺ کو  
بے ہودہ کمائیاں پھیلائی گئیں اور طویل

ایڈیشن دوم، لندن ۱۹۶۶ء، صفحات ۳۳-۳۵)  
میں رقم طراز ہے:

پ کے وارث ہیں، جس کی جڑیں قرون  
اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا

جانا چاہیے۔

تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن  
سمجھا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقہ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔  
اسی ملک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سارا دینے کے لیے اپنے  
دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظر سے پیش کیا۔ اگرچہ اس میں چند حقائق  
بھی مضرت تھے، بارہویں اور تیرہویں صدی میں تراشا گیا۔ اسلام کا تصور اہل  
یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف  
میں بھی ان کے کچھ اثرات باقی ہیں۔"

("اسلام کیا ہے؟"۔۔۔۔۔ لندن ۱۹۶۸ء، صفحات ۲۰-۱)

ایک اور جگہ ڈاکٹرواٹ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ:

"اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ مجموعی طور پر غیر جانبدارانہ نہیں ہے۔ کسی  
حد تک اب بھی ہم عمد و سلی کے جنگی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں۔"

("ٹوٹھ ان ریلیجز" ایڈن برگ یونیورسٹی پریس، ۱۹۶۳ء، صفحہ ۱)

خود مغربی مصنفین کے ان اعتراضات سے نظر آئے گا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی

شخصیت کے بارے میں ان کا طرز عمل تعصب، نفرت اور عناد کے جذبات سے پرانہ ہے اور  
انہوں نے اپنے مفادات کی خاطر نبی اکرم ﷺ کی میرت اور تعلیمات کی ایک انتہائی مسخ شدہ  
تصویر پیش کی ہے۔ مرحوم جنس ایس۔ اے رحمان بجا طور پر ایک جگہ لکھتے ہیں:

"..... دیگر حضرات، جنہیں پختہ تعصب اور مذہبی نفرت نے اندھا کر رکھا

ہے، وہ ایک طرف جانبداری کے جذبے سے مغلوب ہو کر اس پر اتر آئے ہیں کہ

وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی شخصیت اور ان کے تاریخی مرتبے کو گھٹا کر پیش کریں،

اور ان کی میرت اور کارنامہ کو کینہ پرور تنقید کا ہدف بنائیں۔"

(خلیفہ عبدالحکیم کی کتاب "پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کا پیغام" کا پیش لفظ۔۔۔۔۔ لاہور)

مغربی مصنفین کے ان کھلے اور غیر مبہم اعتراضات کے پیش نظر کیا کسی شخص کے لیے کسی

قسم کا کوئی جواز باقی رہ جاتا ہے کہ وہ ان مشتبہ مسخ شدہ اور بدینتی پر مبنی مغربی روایتوں کا سارا لے

کر آنحضرت ﷺ کی ذات پر کچھ اچھالنے کی کوشش کرے جس کی کوئی تک ہے نہ جواز؟

اور کیا ان جاہل بزم خود "آزاد خیال" حضرات مثلاً وحید الدین خاں کے لیے اس بات کا

زور برابر جواز بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گستاخان رسول ﷺ کی وکالت کریں اور ایسا کرنے کے لیے ان کے کیا محرکات ہیں؟ وہ محسن انسانیت ﷺ کے پاکیزہ و ارفع نام اور مقام و مرتبے کے تحفظ کے بجائے، جسے بدباطن غیر مسلم آلودہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان مجرموں کی حمایت کرتے زیادہ دکھائی دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے جرم کی پاداش سے بچ سکیں۔

ایسی صورت میں کیا کوئی صحیح العقیدہ مسلمان، کسی شخص کو اس بات کی کھلی چھٹی دے سکتا ہے کہ وہ "لبرل ازم" (آزاد خیالی) کے نام پر یا غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ یا اہل مغرب کے ممکنہ رد عمل کے نام پر نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ کسی بھی صورت میں مسلمانوں کو بیرونی دباؤ کے آگے جھکنا نہیں چاہیے۔ اس بارے میں کوئی بھی بودی پالیسی مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہوگی جو اپنے پیارے نبی ﷺ کی حرمت اور ناموس کی حفاظت کے لیے ہر قسم کی قربانی دے سکتے ہیں۔



رشد

(اسٹنٹ پروفیسر)

اسلام کی تاریخ میں صراحتاً اس فرقہ کا انحراف یہ تھا کہ عقلمندی (نہ کہ مخالف عقل) اس۔ یہ اعتزال جو بنو عباس کے دور رنگ و روغن کے فرق کے فلسفے سے نہیں بلکہ جدید مغربی ایسے عقائد اور دانشور پائے گئے عقل خام کی ان حقیقتوں تک کا انکار بھی اسی قبیل کا اعتزال کڑی ہے۔

یہ سزائے قتل موافق کی طمانہ عقل نہیں، بلکہ آزادی کو "خیر اعلیٰ" کا درجہ اظہار کو برا سمجھتے ہوں، وہ معتزلہ صراط مستقیم سے منحرف خودداری عین تقاضائے اسلام

در

آبروئے

تاتخان رسول ﷺ کی وکالت کریں اور ایسا کرنے کے لیے  
یت ﷺ کے پاکیزہ و ارفع نام اور مقام و مرتبے کے تحفظ  
کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان مجرموں کی حمایت کرتے  
م کی پاداش سے بچ سکیں۔

عقیدہ مسلمان، کسی شخص کو اس بات کی کھلی چھٹی دے سکتا  
نام پر یا غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ یا اہل مغرب  
ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔ کسی بھی صورت میں  
س چاہیے۔ اس بارے میں کوئی بھی بودی پالیسی مسلمانوں  
کی جو اپنے پیارے نبی ﷺ کی حرمت اور ناموس کی  
تہ ہیں۔



## رشیدی اور حیدر الدین خاں

ڈاکٹر محسن عثمان ندوی

(اسٹنٹ پروفیسر ویٹ ایٹین اسٹڈیز، جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی)

اسلام کی تاریخ میں صراطِ مستقیم سے منحرف جو فرقے اٹھے، ان میں ایک فرقہ معتزلہ کا  
تھا۔ اس فرقہ کا انحراف یہ تھا کہ وہ فریبِ عقل کا شکار ہو گیا تھا۔ نجی حقائق پر بھی جو ماوراءِ عقل  
تھے (نہ کہ مخالف عقل) اس نے عقل کی کند چھینکی اور صرف وحی کی روشنی کو کافی نہیں سمجھا۔  
یہ اعتزال جو بنو عباس کے دور کا فتنہ تھا، اور جس میں یونانی فلسفے سے مرعوبیت پائی جاتی تھی،  
رنگ و روغن کے فرق کے ساتھ بیسویں صدی میں بھی موجود ہے۔ اب اس میں قدیم یونانی  
فلسفے سے نہیں بلکہ جدید مغربی نظریات سے مرعوبیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی بیسویں صدی میں  
ایسے عقلاء اور دانشور پائے گئے، جنہوں نے اسلام کی مسلم حقیقتوں کا انکار کر ڈالا۔ کیونکہ ان کی  
عقل خام کی ان حقیقتوں تک رسائی نہ ہو سکی۔ انہوں نے دور از کار تادیلوں سے کام لیا۔ معجزات  
کا انکار بھی اسی قبیل کا اعتزال تھا اور اب شاتمِ رسول ﷺ کے قتل کا انکار اسی سلسلے کی ایک  
کڑی ہے۔

یہ سزائے قتل موافق عقل ہے نہ کہ مخالف عقل۔ لیکن اس کے ادراک کے لیے مغرب  
کی لحدانہ عقل نہیں، بلکہ اسلام کی مومنانہ عقل درکار ہے۔ جو لوگ بے لگام اظہار خیال کی  
آزادی کو ”خیرِ اعلیٰ“ کا درجہ دیتے ہوں، اور عشقِ رسول ﷺ کو اور نغمہ و شعر میں اس کے  
اظہار کو برا سمجھتے ہوں، وہ صراطِ مستقیم سے اسی طرح منحرف ہیں جس طرح ابتدائی صدیوں کے  
معتزلہ صراطِ مستقیم سے منحرف تھے۔ محبتِ رسول ﷺ میں سرشاری اور اس سلسلے میں حمیت و  
خودداری عین تقاضائے اسلام ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است  
آبروئے آماز نام مصطفیٰ است  
(اقبال)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور حب شدید (جس کا نام عشق ہے) فریب خوردگان مغرب کے نزدیک مرصانہ جذباتیت ہے۔ لیکن اسلام میں یہی صحت مندانہ عقل کی دلیل ہے اور اہل ایمان کی پہچان قرآن میں یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ سے حب شدید رکھتے ہیں: "اور جو مومن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ نہایت شدید محبت ہے۔"

(البقرہ "۱۶۵")

اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے عاری ہونا اہل فسق کا شعار ہے اور اس پر اللہ کی طرف سے تہدید ہے:

"آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیار سے ہیں تو تم بھٹھر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاستوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبہ "۲۳")

ایمان کے زائے سے وہی شخص آشنا ہو سکتا ہے جس کے دل میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت ساری محبتوں پر غالب ہو:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں جس شخص کے اندر ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کو پالے گا۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر دوسری محبت سے زیادہ ہو اور یہ کہ خالص اللہ کے لیے کسی انسان سے محبت ہو اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹا اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالا جائے اسے ناپسند ہے۔" (بخاری و مسلم "۳")

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جائے۔" (بخاری و مسلم "۳")

محبت و عشق ایسی چیز ہے جس سے اطاعت و عبادت پر موانعت پیدا ہوتی ہے اور غیرت و حمیت بھی انسان کے اندر بیدار ہوتی ہے اور وہ محبوب کے دشمن کا دشمن بن جاتا ہے اور اسی سے قربانی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اور انسان سرفروشی کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ اور اسی سے

محبوب کے طریقوں کی نقل اور پیروی کی وجہ سے ہر مومن کے لیے اس کا آب زلال ہے۔ جس کی حضور ﷺ نے "اے اللہ اپنی محبت کو

(ادعیہ ماثورہ "حسن حصین")

اطاعت شمرہ محبت ہے۔ اسی

لو کان

ان الم

"اگر تمہاری محبت

محبت کرنے والا اپنے محبوب

عارف روی نے عشق و

شادباش اے عشق خوش

اے دوائے نخت و

اصحاب رسول ﷺ

صحابہ رضی اللہ عنہم میں رسول درجہ تھی اس کا اندازہ عروہ بن مسعود سے کیا گیا:

"آپ ﷺ

ساتھیوں میں سے کسی

لیتا۔ اور جب آپ

اور جب آپ ﷺ

ہے کہ لوگ لڑ پڑیر

پست کر لیتے اور فر

المعاد")

عروہ بن مسعود ثقفا

کے پاس آیا تو اس نے پ

پس سے محبت اور حب شدید (جس کا نام عشق ہے) فریب جذباتیت ہے۔ لیکن اسلام میں یہی صحت مندانہ عقل کی بات ہے۔ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ سے حب شدید رکھتے ہیں: اللہ کے ساتھ نہایت شدید محبت ہے۔“

(”البقرہ“ ۱۶۵)

ت سے عاری ہونا اہل فسق کا شعار ہے اور اس پر اللہ کی

سارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی شہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت نہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے اور اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو

(۲۴)

آشنا ہو سکتا ہے جس کے دل میں خدا اور رسول ﷺ

ایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہوں گی، وہ ایمان کی شیرینی کو پالے گا۔ اللہ اور محبت سے زیادہ ہو اور یہ کہ خالص اللہ کے لیے وہ کفر کی طرف لوٹنا اسی طرح ناپسند کرے جس نہ ہے۔“ (بخاری و مسلم)

ایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات سے زیادہ محبوب نہ بن جائے۔“ (بخاری)

اطاعت و عبادت پر مواظبت پیدا ہوتی ہے اور غیرت و اور وہ محبوب کے دشمن کا دشمن بن جاتا ہے اور اسی نشان سرفروشی کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ اور اسی سے

محبوب کے طریقوں کی نقل اور پیروی آسان ہو جاتی ہے۔ یہی محبت و عشق کی نفسیات ہے جس کی وجہ سے ہر مومن کے لیے اس کی آرزو اور جستجو کرنا ضروری ہے اور یہی بادیہ عشق اور محبت کا آب زلال ہے۔ جس کی حضور ﷺ نے خود دعا مانگی تھی:

”اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے آب سرد سے زیادہ محبوب بنا دے۔“

(ادعیہ ماثورہ، ”صن حصین“)

اطاعت شرم محبت ہے۔ اسی لیے عربی شاعر نے کہا ہے:

لو كان حبك صادقا لا طعته

ان المحب لمن يحب مطيع

”اگر تمہاری محبت صادق ہوتی تو تم ضرور اس کی فرمانبرداری کرتے کیونکہ

محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔“

عارف روی نے عشق و محبت کو تمام امراض کا علاج بتایا ہے۔

شادباش اے عشق خوش سودائے ما اے طیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخت و ناموس ما اے تو اللاطون و جالینوس ما

### اصحاب رسول ﷺ کا عشق رسول ﷺ

صحابہؓ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے محبت و جاں بازی، عشق اور نفاذی کس درجہ تھی، اس کا اندازہ عروہ بن مسعود ثقفی کے بیان سے ہوتا ہے۔ وہ چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں:

”آپ ﷺ جیسے ہی کھکار اور بلم تمھوکتے تو وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر آتا اور وہ اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا۔ اور جب آپ ﷺ کوئی حکم دیتے تو بجا آوری کے لیے سب دوڑ پڑتے اور جب آپ ﷺ وضو کرتے تو پانی کے قطرے کو ہاتھ پر لینے کے لیے ایسا لگتا ہے کہ لوگ لڑ پڑیں گے اور جب آپ ﷺ بات کرتے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے اور فرط تعظیم سے کوئی آپ ﷺ کو گھور کر نہ دیکھتا۔“ (”زاد العاد“)

عروہ بن مسعود ثقفی نے صحابہؓ کی محبت و جانثاری کا منظر دیکھا اور جب وہ اپنے رفقاء کے پاس آیا تو اس نے یہ بیان دیا ”لوگو! بخدا میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں“

بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں کہ جتنی محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔

### ابوسفیان کی شہادت

کافروں نے صحابی رسول ﷺ حضرت حبیب برہتر اور زید برہتر بن دغنه کے قتل کا ارادہ کیا۔ قریش کے لوگ اس ارادے سے جمع ہوئے۔ ابوسفیان بن حرب بھی ان میں موجود تھے۔ قتل سے پہلے انہوں نے پوچھا زید، بخدا بتاؤ کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے اور ہم انہیں قتل کرتے اور تم اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہوتے۔ حضرت زید برہتر نے جواب دیا ”خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی منظور نہیں کہ حضور ﷺ کو ان کے مکان میں ایک کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل و عیال میں آرام سے ہوں۔“ ابوسفیان نے شہادت دی:

”میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا، جتنی محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ سے کرتے ہیں۔“ (”حیاء الصحابہ“ ص ۵۲۳)

آج کل کے نام نماد روشن خیال اور عصرت کے دلدادہ حضرات کے نزدیک حضور ﷺ کے نام پر پروانہ دار شمار ہونا اور ان کے خلاف سب و شتم کرنے والے کو نہ برداشت کرنا جذباتیت اور مجنونانہ حرکت ہے۔ حالانکہ ایسے گستاخ اور دریدہ دهن کو برداشت نہ کرنا تقاضائے ایمان ہے۔ حکم شریعت ہے، ”اسی پر اہل دین کا اجماع ہے، یہی صحابہ کرام برہتر کی سنت ہے۔ یہی چودہ سو سال کی روایت ہے اور قرآن و حدیث اور فقہ کی کتابوں سے اسی کی تصدیق ہوتی ہے۔“

### شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل سے انکار کا فتنہ

شاتم رسول ﷺ کے لیے سزائے قتل کی مخالفت اور اہانت رسول ﷺ پر احتجاج کو خلاف اسلام قرار دینا دراصل مزاج اسلام سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور اجماع امت کی مخالفت ہے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں یہ مسئلہ متفق علیہ رہا ہے اور کسی نے بھی شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل کا انکار نہیں کیا۔ علامہ ابن تیمیہ نے تو اس موضوع پر ایک مکمل کتاب ”اصارم

المسلول علی شاتم الرسول“  
رسول ﷺ کی سزائے قتل  
خان، اسلامی مرکز کے صدر  
ساری دنیا کے مسلمان، صلہ  
اس کے قتل کا فتویٰ بھی  
شاتمین رسول ﷺ کو  
استدلال کی صلاحیتیں و فقہ  
□ ”موجودہ  
گستاخی یا اس کا  
التس بنا دیتا ہے۔  
میں اس کے لیے  
□ ”امتحان  
مجبور نہیں کر سکتے  
زمانہ میں آزاد  
□ ”رشہ  
اس نے اسلام  
کو بدنام کریں  
قتل و خون کا  
□ ”ر  
نفرت کا جذبہ  
(”الرسالہ“  
□ ”ر  
زیادہ عظیم  
(۱۹۸۹ء)  
□ ”  
نہیں ہے“  
□

کے ساتھ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں کہ جتنی محمد

ن خبیب، جبریل اور زید جبریل بن دثنہ کے قتل کا  
مخبر ہوئے۔ ابوسفیان بن حرب بھی ان میں موجود  
ہیں، کیا تم پسند نہیں کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد  
سے اہل و عیال کے ساتھ ہوتے۔

اس قسم مجھے تو یہ بھی منظور نہیں کہ حضور ﷺ کو  
اہل و عیال میں آرام سے ہوں۔

کرتے نہیں دیکھا، جتنی محمد ﷺ کے  
یاۃ الصحابہ ص ۵۲۳

ت کے دلدادہ حضرات کے نزدیک حضور ﷺ  
سب و ہشم کرنے والے کو نہ برداشت کرنا  
ناخ اور دریدہ دھن کو برداشت نہ کرنا تقاضا  
منع ہے، یہی صحابہ کرام جبریل کی سنت ہے۔  
ش اور فقہ کی کتابوں سے اسی کی تصدیق ہوتی

ئے قتل سے انکار کا فتنہ

فالت اور اہانت رسول ﷺ پر احتجاج کو  
بت کی دلیل ہے اور اجماع امت کی مخالفت  
ہے اور کسی نے بھی شاتم رسول ﷺ کی  
اس موضوع پر ایک مکمل کتاب ”اصارم

المسلون علی شاتم الرسول“ کے نام سے لکھ دی ہے۔ حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ اب شاتم  
رسول ﷺ کی سزائے قتل سے انکار کی دعوت اٹھی ہے اور اس فکر کے داعی ہیں وحید الدین  
خان، اسلامی مرکز کے صدر اور ”الرسالہ“ کے ایڈیٹر، انہیں بڑا اضطراب ہے، اس بات پر کہ  
ساری دنیا کے مسلمان، مسلمان رشیدی کی کتاب کے خلاف احتجاج کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں اور  
اس کے قتل کا فتویٰ بھی صادر کر چکے ہیں۔ نہ صرف ایک مسلمان رشیدی، بلکہ تاریخ کے تمام  
شائقین رسول ﷺ کو قتل سے بچانے میں انہوں نے وکیلانہ منطق اور غیر موزوں و غلط  
استدلال کی صلاحیتیں وقف کر رکھی ہیں۔ اس بارے میں ان کا موقف ان کے الفاظ میں یہ ہے:

□ ”موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ

گستاخی یا اس کا استہزاء ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب  
انقتل بنا دیتا ہے..... اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام  
میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں ہے“ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

□ ”استحسان کی اس دنیا میں جہاں ہر ایک کو آزادی ہے، آپ کسی کو اس پر  
مجبور نہیں کر سکتے کہ وہی الفاظ بولے جو آپ چاہتے ہیں کہ بولا جائے..... موجودہ  
زمانہ میں آزادی فکر خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے“۔ (”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء)

□ ”رشیدی کے خلاف مسلمانوں نے قتل کا فتویٰ دے کر جو ہنگامہ برپا کیا  
اس نے اسلام کے معاندین کو اس بات کا سنہری موقع دیا کہ وہ اس کو لے کر اسلام  
کو بدنام کریں۔ وہ تمام دنیا کو یہ تاثر دیں کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے۔ وہ  
قتل و خون کا دین ہے“۔ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

□ ”رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کے مسئلہ پر اٹھنے کے لیے صرف  
نفرت کا جذبہ کافی ہے جو مسلمانوں کے اندر کافی مقدار میں موجود ہے“۔  
(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

□ ”رسول ﷺ کے نام پر رسول کے طریقے کی خلاف ورزی کی اس سے  
زیادہ سنگین مثال شاید پوری اسلامی تاریخ میں نہیں ملے گی“۔ (”الرسالہ“ جون  
۱۹۸۹ء)

□ ”رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی بجائے خود مستوجب قتل جرم  
نہیں ہے“۔ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

□ ”جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی علی الاطلاق طور پر

مستوجب قتل جرم ہے، وہ ایک ایسی بات کہتے ہیں جس کے لیے ان کے پاس قرآن و سنت کی کوئی دلیل موجود نہیں۔“ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

□ ”مسلمان رشدی کے خلاف مسلمانوں کے مجنونانہ ایچی ٹیشن کا فائدہ کچھ نہیں ہوا۔“ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

وحید الدین خاں نے رشديات پر اپنے مضامین میں یہ چیلنج دیا ہے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزائے قتل قرآن و سنت سے ثابت نہیں۔ اب ہم ذیل میں اس چیلنج کا جواب پیش کریں گے۔ قرآن و سنت آسمانی کتابوں، دور صحابہ، پھر صحابہ کے نظائر، فقہاء کے اقوال سے یہ شہادتیں پیش کریں گے کہ شاتم رسول ﷺ کی سزا علی الاطلاق قتل ہے۔ اور اس میں کسی دوسرے سبب کا پایا جانا ضروری نہیں۔

### وجہ قتل:

ایک مسلمان شاتم رسول ﷺ دو سبب سے اپنی زندگی کا استحقاق کھوتا ہے۔

۱۔ شتم رسول بذاتہ مستوجب قتل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہ پھر نے کافر اور ذی کوسب و شتم رسول کے جرم میں قتل کیا ہے۔

۲۔ شاتم رسول اگر مسلمان تھا اور اس کے یہاں دو وجہ قتل جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک سبب و شتم اور دوسرے ارتداد۔ یہ ارتداد کی نہایت سنگین قسم ہے۔ مسلمان پیغمبر پر سب و شتم سے مرتد اور کافر ہو جاتا ہے:

”اگر انبیاء میں سے کسی نبی پر سب و شتم کرے یا استخفاف کرے تو وہ بالاجماع کافر ہو جاتا ہے۔“ (”الفتاویٰ المیسر فی العبادات والمعاملات“)

”حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔“ (”فتاویٰ شامی“ جلد ۳، صفحہ ۳۶۰)

”جس شخص نے اللہ یا اس کے رسول یا اس کے فرشتے پر سب و شتم کیا، وہ کافر ہوا۔“ (”مشہاج المسلم“ صفحہ ۳۵۹)

”نبی یا کسی فرشتے پر اگر سب و شتم کی تو مرتد ہو جائے گا۔“ (”موسوعہ جمال عبد الناصر فی الفقہ الاسلامی“)

شاتم رسول کو قتل سے بچانے والے وکیل کے لیے دو شکلیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو وہ یہ کہ

کہ شتم رسول سے مسلمان نہیں۔ جہاں تک پہلی شکل آ کر اور عذاب میں جو شک کہ مسلمان شاتم رسول شتم اور دوسرے ارتداد۔ گئے، جن سے کہیں تو شتم قتل کی سزا ثابت ہوگی۔

یہ

صرف اسلام میں تورات میں ہے: ”اگر تیرا بھرا

یا تیرا دوست جو کہے کہ آج دیکھ اس کی بات سننا خود قتل کرنا۔ اور تو اسے

اسی طرح عیب دانتہ

(”انسائیکلو پیڈیا انگلستان میں سے شادی کرنے جلا دیا گیا۔ (حوالہ

کہ شتم رسول سے مسلمان مرتد نہیں ہوتا یا وہ یہ ثابت کرے کہ مرتد کی سزا اسلام میں قتل نہیں۔ جہاں تک پہلی شکل کا تعلق ہے، تو محمد بن معون کا قول یہاں تک ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور عذاب میں جو شک کرے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔

مسلمان شاتم رسول کے لیے دو وجہیں جو مستوجب قتل ہیں، جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک شتم اور دوسرے ارتداد۔ اب ہم قرآن و سنت اور آثار صحابہؓ سے وہ دلیلیں پیش کریں گے، جن سے کہیں تو شتم کی وجہ سے سزائے قتل کا ثبوت ملے گا اور کہیں ارتداد کی وجہ سے قتل کی سزا ثابت ہوگی۔

### یہودیت اور عیسائیت میں ارتداد کی سزا

صرف اسلام میں نہیں بلکہ دیگر آسمانی مذاہب میں بھی ارتداد کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ تورات میں ہے:

”اگر تیرا بھائی جو تیری ماں کا بیٹا ہے، یا تیرا ہی بیٹا ہے یا تیری بیٹی یا تیری بیوی، یا تیرا دوست جو تجھے جان کے برابر عزیز ہے، اگر تجھے پوشیدہ میں پھسلادے اور کہے کہ آج دیگر معبدوں کی بندگی کر..... تو اس سے ہرگز موافق نہ ہونا اور نہ اس کی بات سننا اور اس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا۔ اس کی رعایت کرنا۔ بلکہ اسے خود قتل کرنا۔ اس کے قتل پر پہلے تیرے ہاتھ بڑھیں اور بعد اس کے قوم کے ہاتھ اور تو اسے سنگسار کرنا تاکہ وہ مرجائے۔“ (”استثناء“ ۱۳-۱۰)

اسی طرح عیسائیت میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ یہ اقتباس دیکھئے:

”دانستہ ارتداد ناقابلِ عافی گناہ ہے۔ قتل اور زنا کاری کے درجہ کا۔“

(”انسائیکلو پیڈیا ریلیجیون ایڈ ایجنکس“ ج ۱۶)

انگلستان میں ایک چھوٹے پادری نے جب تیرہویں صدی عیسوی میں ایک یہودی عورت سے شادی کرنے کے لیے دین عیسائیت کو چھوڑ دیا تھا تو اسے آکسفورڈ میں سترہ اپریل ۱۲۳۲ء میں جلا دیا گیا۔ (حوالہ سابق، صفحہ ۶۳۳)

کہتے ہیں جس کے لیے ان کے پاس  
”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

س کے مجنونانہ ایجی ٹیشن کا فائدہ کچھ

میں یہ پہنچ دیا ہے کہ شاتم رسول ﷺ  
م ذیل میں اس پہنچ کا جواب پیش کریں  
نظارہ فقہاء کے اقوال سے یہ شادتیں پیش  
قتل ہے۔ اور اس میں کسی دوسرے سبب کا

نی زندگی کا استحقاق کھوتا ہے۔

ر ﷺ نے اور صحابہؓ نے کافر اور

و وجہ قتل جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک سبب و  
م ہے۔ مسلمان پیغمبر پر سبب و شتم سے

م کرے یا استخفاف کرے تو وہ  
رات والعمالات“)

کے قتل کے درست ہونے میں  
مقول ہے۔“ (”فوائد شامی“

کے فرشتے پر سبب و شتم کیا وہ

ہو جائے گا۔“ (”موسوعہ جمال

دو شکلیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو وہ یہ کہے

## قرآن سے استدلال

صاحب "الفقد المیر" نے مرتد کی سزائے قتل پر قرآن سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"جس شخص کا ارتداد ثابت ہو جائے، اس کا خون ہدر (رایگاں) ہے۔ کیونکہ اس نے بدترین قسم کے کفر کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور مرے کافر ہو کر تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے وہ دوزخ کے لوگ ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ ("الفقد المیر فی العبادات والمعاملات")

## مذکورہ آیت کی تشریح

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"سچیہ مسلمانوں کو بھی کر دی گئی ہے کہ اگر ان کے ظلم و ستم سے مرعوب ہو کر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور اسی حالت میں مرجائے گا اس کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو جائیں گے.... اس آیت میں ایک خاص نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ اعمال کے اکارت ہونے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہو جائیں گے۔ آخرت میں مرتد ہو جانے والوں کے اعمال کا اکارت ہونا تو واضح ہے۔ البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں اس کے اعمال کے اکارت ہونے کی شکل کیا ہوگی؟ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے، وہ اسلامی ریاست میں جملہ شہری حقوق سے محروم ہو جاتا ہے۔ ریاست پر اس کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی ہے۔ چنانچہ اسی اصول پر اسلامی تعزیرات کا وہ قانون مبنی ہے جو مرتدوں کی سزا سے متعلق ہے"۔ ("تذیر القرآن" جلد اول)

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی حطبت اعمالہم فی الدنیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"پس ایسے شخص کے دنیا میں مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کا خون اور مال محفوظ نہ رہے گا، اس کو قتل کر دیا جائے گا"۔ ("تفسیر مظہری")

## قرآن سے دوسرا استدلال

ترجمہ: "لیکن اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے دین میں اور ہم آیتوں کو علم والوں کے

لیے تفصیل سے بیان آ  
توڑ ڈالیں اور تمہارے  
قسمیں باقی نہیں رہیں  
اس آیت کے رو سے  
چنانچہ علامہ سیوطی اس آیت سے  
"الا کیل میں سے  
کو قتل کیا جائے گا  
اللہ ﷻ کے بارے  
(۱۳۲)

صاحب "مدارک ا  
"اگر کوئی ذی  
درست ہے۔ اس  
نہ کرے گا اور جب  
ہو گیا"۔ ("مدارک  
ابن حبان کہتے  
تصریح اہتمام و خصوص  
سے مراد ہے قاتلو  
صاحب "روح  
"ائمہ کفایہ  
ضروری ہے۔  
المعانی")

مولانا مودودی  
"اس جگہ  
کر اسلام قبول  
کا سوال باقی  
کتابوں کی  
صاف صاف

کی سزائے قتل پر قرآن سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:  
 ہو جائے، اس کا خون بدر (رائیگاں) ہے۔ کیونکہ  
 کتاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”تم میں سے جو  
 مرے کافر ہو کر تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال  
 وہ دوزخ کے لوگ ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہیں  
 والمعلات“)

کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مٹی ہے کہ اگر ان کے ظلم و ستم سے مرعوب ہو  
 ہر جائے اور اسی حالت میں مر جائے گا اس کے  
 نہ ہو جائیں گے.... اس آیت میں ایک خاص  
 رکارت ہونے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ دنیا  
 بائیں گے۔ آخرت میں مرتد ہو جانے والوں  
 البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں اس  
 کیا ہوگی؟ ہمارے نزدیک اس کا جواب یہ ہے  
 ای ریاست میں جملہ شہری حقوق سے محروم  
 مال کی حفاظت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی  
 بات کا وہ قانون جہی ہے جو مرتدوں کی سزا  
 ملد و اول)

مسالہم فی الدنیا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
 مان ہونے کی وجہ سے اس کا خون اور مال  
 گا۔“ (”تفسیر مظہری“)

ر نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دینے  
 دین میں اور ہم آئیں کو علم والوں کے

لے تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ اپنی قسموں کو اپنے عہد کے بعد  
 توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو تم قتال کرو پشواہان کفر سے کہ ان کی  
 قسمیں باقی نہیں رہیں تاکہ یہ لوگ باز آجائیں۔“ (”التوبہ“ آیت ۱۲)  
 اس آیت کے رو سے مرتد اور طعن فی الدین اور شتم رسول کا مجرم واجب القتل ہو گا۔  
 چنانچہ علامہ سیوطی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”الا کیل میں سیوطی نے کہا اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس شخص  
 کو قتل کیا جائے گا جس نے اسلام یا قرآن کے خلاف برے کلمات کے یا رسول  
 اللہ ﷺ کے بارے میں برے الفاظ کہے۔“ (”محاسن التاویل“ جلد ۵، صفحہ  
 ۱۳۲)

صاحب ”مدارک التزیل“ کہتے ہیں:

”اگر کوئی ذمی کھل کر دین اسلام کے خلاف زبان درازی کرے تو اس کا قتل  
 درست ہے۔ اس لیے کہ اس کے ساتھ معاہدہ اس بات پر تھا کہ وہ زبان درازی  
 نہ کرے گا اور جب اس نے زبان درازی کی تو عہد ٹوٹ گیا اور اس کا ذمہ ساقط  
 ہو گیا۔“ (”مدارک التزیل“)

ابن حبان کہتے ہیں کہ آئینہ الکفر کے قل کا حکم عوام کے قتل کی نفی نہیں ہے۔ ائمہ کی  
 تصریح اہتمام و خصوصیت اور تاکید کے لیے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قاتلوا ائمتہ الکفر  
 سے مراد ہے قاتلوا الکفار (”البحر المحیط“)

صاحب ”روح المعانی“ کہتے ہیں:

”ائمہ کفار کے ذکر کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ ان کا قتل سب سے  
 ضروری ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر ائمہ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔“ (”روح  
 المعانی“)

مولانا مودودی ”آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”اس جگہ سیاق و سباق خود بتا رہا ہے کہ قسم اور عہد و پیمان سے مراد کفر چھوڑ  
 کر اسلام قبول کر لینے کا عہد ہے۔ اس لیے ان لوگوں سے اب کوئی معاہدہ کر لینے  
 کا سوال باقی ہی نہیں رہا تھا۔ پچھلے سارے معاہدے وہ توڑ چکے تھے۔ ان کی عہد  
 شکنیوں کی بنا پر ہی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے برات کا اعلان انہیں  
 صاف صاف سنایا جا چکا تھا۔ یہ بھی فرمایا دیا گیا تھا کہ آخر ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی

معادہ کیسے کیا جاسکتا ہے اور یہ فرمان بھی صادر ہو چکا تھا کہ اب انہیں صرف اسی صورت میں چھوڑا جاسکتا ہے کہ یہ کفر و شرک سے توبہ کر کے اقامت صلوٰۃ اور ایسے زکات کی پابندی قبول کر لیں۔ اس لیے یہ آیت مرتدین سے جنگ کے معاملے میں بالکل صریح ہے۔ دراصل اس میں قتل ارتداد کی طرف اشارہ ہے۔ جو ڈیڑھ سال بعد خلافت صدیقی کی ابتداء میں برپا ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس موقع پر جو ردیہ اختیار کیا، وہ ٹھیک اس ہدایت کے مطابق تھا جو اس آیت میں پہلے ہی دی جا چکی تھی۔ ("تفسیر القرآن" جلد دوم)

### احادیث سے استدلال

شامی رسول ﷺ جو جرم شتم سے پہلے مسلمان رہ چکا ہو، مرتد ہو جاتا ہے اور شتم رسول ﷺ کی بنا پر اور پھر ارتداد کی بنا پر وہ مستحق قتل ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں وہ احادیث بھی درج کی گئی ہیں، جن سے ارتداد کی وجہ سے سزائے قتل ثابت ہوتی ہے اور وہ حدیثیں بھی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شتم رسول کی بنا پر مجرم کو قتل کر دیا گیا۔

۱۔ مرتد کی سزائے قتل پر بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی یہ حدیث شاہد ہے:

□ "عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مسلمان ہو اور شہادت دیتا ہو اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین جرائم کے سوا کسی صورت میں حلال نہیں۔ ایک تو یہ کہ اس نے کسی کی جان لی ہو (اور قصاص کا مستحق ہو گیا ہو) دوسرے یہ کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے تیسرے یہ کہ اپنے دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے۔" ("بخاری"، "مسلم و ابوداؤد")

□ "ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص (مسلمان) اپنا دین بدل دے، اسے قتل کر دو۔" ("بخاری")

□ "رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر یہ کہ اس شخص کا خون جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا یا مسلمان ہونے کے بعد کفر کیا یا کسی کی جان لی۔" ("نسائی")

□ "حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ان کو یمن کا معاون کی حیثیت سے کیا کہ لوگوں میں تمہارے لیے تکیہ رکھنا پہلے یہودی تھا پھر بیٹھوں گا۔ جب یہ فیصلہ ہے۔ حضرت

حضرت معاذؓ

□ "حضرت

موقع پر مرتد ہو گیا

نہ کرے تو قتل کر

□ "حضرت

رومان مرتد ہو گیا

اگر وہ توبہ کرے

ارتداد کے بہت

کی قیادت کا جرم ثابت

رسول ﷺ خود بنا

قیادت کے جرم کا سزا

□ "حضرت

کی ایک ام واد

تھی۔ صحابی

پھاڑے سے

اللہ ﷺ

(رایگان) ہے

بلوغ الرام

ہے کہ نبی کو برا کہے

جائے گا اور اس۔

نے ان کو یمن کا حاکم مقرر کر کے بھیجا پھر اس کے بعد معاذ بن جبل کو ان کے معاون کی حیثیت سے روانہ کیا۔ جب معاذ بن جبل وہاں پہنچے تو انہوں نے اعلان کیا کہ لوگو میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں۔ ابو موسیٰ نے ان کے لیے تکیہ رکھا تاکہ اس سے ٹیک لگا کر بیٹھیں۔ اتنے میں ایک شخص پیش ہوا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا۔ معاذ پر بیٹھنے نے کہا میں ہرگز نہ بیٹھوں گا۔ جب تک یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ حضرت معاذ پر بیٹھنے نے یہ بات سنی دنگہ کسی جب وہ قتل کر دیا گیا تو حضرت معاذ پر بیٹھ بیٹھ گئے۔“ (بخاری) ”مسلم و ابو داؤد“

□ ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت جنگ احد کے موقع پر مرتد ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے توبہ کرائی جائے اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دی جائے۔“ (بیہقی)

□ ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ام رومان مرتد ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ توبہ کر لے تو بہتر ہے ورنہ قتل کر دی جائے۔“ (دار قطنی) ”بیہقی“

ارتداد کے بہت سے واقعات میں نفس ارتداد پر سزائے قتل دی گئی۔ گو کہ مخصوص بغاوت کی قیادت کا جرم ثابت نہیں ہوا کیونکہ نفس ارتداد خود ایک بغاوت ہے۔ اسی طرح سے شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود بالذات پیغمبر اور بانی دین سے بغاوت ہے۔ الگ سے کسی باغیانہ تحریک کی قیادت کے جرم کا سرزد ہونا ضروری نہیں۔ درج ذیل احادیث پر غور کیجئے:

□ ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی تھے۔ ان کی ایک ام ولد تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتی تھی اور ان پر زبان طعن دراز کرتی تھی۔ صحابی اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی۔ ایک رات وہ صحابی اٹھے اور پھاڑے سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور اس پر بیٹھ گئے پس اسے قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا لوگو، گواہ رہو کہ اس کا خون ہدر (رایگاں) ہے۔“ (ابو داؤد)

بلوغ المرام فی احادیث الاحکام (صفحہ ۱۱۳۳) میں ہے کہ نابینا صحابی والی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی کو برا کہنے والا شخص قتل کر دیا جائے گا اور مسلمان ہونے کی صورت میں وہ مرتد ہو جائے گا اور اس سے توبہ بھی طلب نہیں کی جائے گی۔“ (بلوغ المرام فی احادیث الاحکام) صفحہ

صادر ہو چکا تھا کہ اب انہیں صرف اسی ترک سے توبہ کر کے اقامت صلوة اور صلے لے یہ آیت مرتدین سے جنگ کے میں فتنہ ارتداد کی طرف اشارہ ہے۔ میں برپا ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہدایت کے مطابق تھا جو اس آیت میں (جلد دوم)

مسلمان رہ چکا ہو، مرتد ہو جاتا ہے اور شتم تحقق قتل ٹھہرتا ہے۔ ذیل میں وہ احادیث بھی نقل ثابت ہوتی ہے اور وہ حدیثیں بھی جن کو دیا گیا۔

دکی یہ حدیث شاہد ہے:

آیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہو اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی ل ہوں، اس کا خون تین جرائم کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو (اور ی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے ر جماعت سے الگ ہو جائے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دو۔“ (بخاری)

ی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر یہ نے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا یا (نسائی)

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

□ "کعب بن اشرف ایک یہودی سردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بہت اذیت پہنچاتا۔ اپنے اشعار میں صحابہ کی بیویوں کے بارے میں عشقیہ مضامین کہتا۔ جنگ بدر کے بعد وہ مکہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ جب وہ مدینہ واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کون ہے جو کعب بن اشرف سے بدلہ لے۔ اس نے خدا اور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ انصار میں سے کچھ لوگ اس غرض کے لیے روانہ ہوئے اور جا کر اسے قتل کر دیا۔ (زاد المعاد، جلد دوم، صفحہ ۲۳۸)

□ "صحیح بخاری" میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ نے ابن ظل کو اس وجہ سے کہ وہ شاتم رسول تھا، حرم میں قتل کروا دیا۔ "فتح الباری" میں اس واقعہ کی پوری تفصیلات موجود ہیں۔ ابن ظل خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑ کر لٹکا ہوا تھا۔ ایک صحابی نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ("فتح الباری" جلد ۳، صفحہ ۵۹، طبع لاہور)

□ کعب بن زہیر ایک شاعر خاندان کا چشم و چراغ تھا اور خود بھی ایک عظیم شاعر تھا۔ یہ کافر تھا اور نبی ﷺ کی جھوٹا تھا۔ یہ بھی ان بھڑکنے والوں میں شامل تھا جن کے متعلق فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑے ہوئے بھی پائے جائیں تو بھی ان کی گردن مار دی جائے۔ لیکن یہ شخص بچ نکلا۔ اوہر رسول اللہ ﷺ غزوہ حانف (۵۸ھ) سے واپس ہوئے تو کعب بن زہیر کے بھائی نے اسے خبری کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے متعدد اشخاص کو اس بنا پر قتل کر دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی جھوٹے تھے۔ اگر تمہیں اپنی جان بچانی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر معافی مانگ لو۔ کعب بن زہیر پر زمین تنگ ہونے لگی اور جان کے لالے پڑتے ہوئے نظر آئے۔ چنانچہ وہ مدینہ گیا اور اچانک حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

□ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جن بھڑکنے والوں کا خون رائیگاں قرار دیا تھا ان میں ابن ظل کی دو لوزیاں بھی تھیں جو نبی ﷺ کی جھوٹا کرتی تھیں۔ ان میں ایک کا نام قریبہ تھا جو قتل کر دی گئی تھی۔ اور اس کا جرم یہ تھا کہ وہ جو یہ اشعار اپنی آواز میں گاتی تھی۔

□ مدینہ میں ایک شخص تھا جس کا نام ابو عتک تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حارث بن موید بن صامت کو قتل کرا دیا تو اس نے منافقت کا رویہ اختیار کیا اور حضور ﷺ کی شان میں

منکوم ہجو لکھی جس کا پہلا شعر  
لقد

من  
حضور ﷺ کو جب

عمیر اٹھے اور انہوں نے جا کر  
بنو امیہ کی ایک عورت

□ قتل سے اسے ناگواری ہوئی  
مشن اور اہل اسلام کے خلاف

کے قصیدہ کا جواب دیا۔ دونوں  
اللہ ﷺ نے کہا کہ کیا کوئی

بن عدل اعظمی نے یہ کام کیا۔  
رسول اللہ ﷺ کے پاس

اللہ ورسولہ یاعمر  
جلد ۳، صفحہ ۲۸۵

صحابہ کے آثار و نظا

درج ذیل واقعہ سے  
جائے گا اور یہ قتل وہ شخص

"حضرت ابن  
تھیں جن کا گزرا یہ

دعوت دی، اس  
وہیں قتل کر دیا۔

ہمارے عہد اور ذہ  
ذمہ اس بات کا ہے

پہنچائیں۔" (حیا  
وحید الدین خاں

ششم رسول ﷺ سے

منظوم بچو لکھی جس کا پہلا شعر یہ تھا:

لقد عشت و هرا و اما آن اری  
من الناس دارا و لا محمما  
حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو اس کو قتل کر دے سالم  
میرا شے اور انہوں نے جا کر اس کو قتل کر دیا۔ ("ابن ہشام" جلد ۳، صفحہ ۲۸۵)  
□ بنو امیہ کی ایک عورت تھی جس کا نام عمماء بنت مروان تھا۔ یہ شاعرہ تھی۔ ابو عتک کے  
قتل سے اسے ناگواری ہوئی اور اس کا نفاق ظاہر ہوا۔ ذات رسول ﷺ، آپ ﷺ کے  
مشن اور اہل اسلام کے خلاف اس نے اشعار میں ہرزہ سرائی کی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس  
کے قصیدہ کا جواب دیا۔ دونوں کے قصیدوں کے اشعار سیرت بن ہشام میں بھی مذکور ہیں۔ رسول  
اللہ ﷺ نے کہا کہ کیا کوئی شخص نہیں جو انتقام لے اور اس عورت کو جا کر قتل کر دے۔ عمیر  
بن عدل اطمی نے یہ کام اپنے ذمہ لیا اور اس کے گھر جا کر اسے قتل کر دیا۔ قتل کرنے کے بعد وہ  
رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور قتل کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نصر بن  
اللہ ورسولہ یا عمیر "عمیر تم نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی۔" ("ابن ہشام"  
جلد ۳، صفحہ ۲۸۵)

### صحابہ کے آثار و نظائر سے استدلال

درج ذیل واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ذی کو بھی شتم رسول کے جرم میں قتل کیا  
جائے گا اور یہ قتل وہ شخص بھی کر سکتا ہے جو سب و شتم اپنے کان سے سنے۔  
"حضرت ابن ملجم سے روایت ہے کہ غزہ بن حارث الکندی ایک صحابیہ  
تھیں جن کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو ذی تھا۔ حضرت غزہ نے اس ذی کو اسلام کی  
دعوت دی، اس نے جواب میں نبی ﷺ کو گالی دی۔ حضرت غزہ نے اسے  
وہیں قتل کر دیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا انہیں (یعنی ذمیوں کو)  
ہمارے عہد اور ذمہ کی وجہ سے اطمینان رہتا ہے۔ کہا گیا کہ ہم نے انہیں عہد اور  
ذمہ اس بات کا نہیں دیا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے بارے میں ہمیں ایذا  
پہنچائیں۔" ("حیۃ الصحابہ" جلد دوم، ص ۳۵۱)  
وحید الدین خاں کی نظر سے مذکورہ بالا صحابہ کا واقعہ نہیں گزرا۔ ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ "شتم رسول ﷺ سے مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا تعزیرات اسلام کی کوئی دفعہ نہیں۔"

ار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بہت  
کے بارے میں عشقیہ مضامین کہتا۔  
اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو  
ﷺ نے کہا کون ہے جو کعب بن  
کے رسول کو اذیت دی ہے۔ انصار  
ہوئے اور جا کر اسے قتل کر دیا۔

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن  
رسول تھا، حرم میں قتل کروا دیا۔ "فتح  
ن غل خانہ کعبہ کا کپڑا پکڑ کر لٹکا ہوا تھا۔  
کے بارے میں اطلاع دی۔ آپ نے  
فتح الباری" جلد ۳، صفحہ ۵۹، طبع لاہور)  
اور خود بھی ایک عظیم شاعر تھا۔ یہ کافر  
ت میں شامل تھا، جن کے متعلق فتح مکہ  
کا کپڑا پکڑے ہوئے بھی پائے جائیں تو  
رسول اللہ ﷺ غزوہ طائف (۵۸)  
کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے  
کی بچو کرتے تھے۔ اگر تمہیں اپنی جان  
کعب بن زہیر پر زمین تک ہونے لگی  
باور اچانک حضور ﷺ کی خدمت

خون رائیگاں قرار دیا تھا، ان میں ابن  
فہم۔ ان میں ایک کا نام قریبہ تھا جو  
ن آواز میں گاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے جب حارث بن  
ر کیا اور حضور ﷺ کی شان میں

علماء اسلام اور ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ:

شاتم رسول ﷺ (مسلمان) مرتد ہے۔

اور مرتد واجب القتل ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے۔

اب ذیل میں وہ آثار و نظائر پیش کیے جاتے ہیں جن سے ارتداد پر سزائے قتل کا ثبوت ملتا

ہے۔

۲- حضور ﷺ کی وفات کے بعد یمن اور نجد کے علاقے میں ارتداد کا فتنہ پھیل گیا تھا۔

ہمت سے لوگوں نے سیلہ کذاب اور سجاح کی نبوت کو مان لیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما

فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور سرکوبی کے لیے انہوں نے عکرمہ رضی اللہ عنہما بن ابی

جہل کو روانہ کیا اور یہ ہدایت دی:

”عمان سے حضرموت اور یمن تک جو مرتدین ملیں، انہیں قتل کر دو۔“

۳- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایک عورت ام قرفہ نامی رہا کرتی تھی۔ وہ مسلمان

ہونے کے بعد مرتد ہو گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ اس نے انکار کر

دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے توبہ نہ کرنے پر اسے قتل کرا دیا۔ ”دار قطنی و بیہقی“

۴- عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما حاکم مصر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا

پھر کافر ہو گیا پھر اسلام لایا پھر کافر ہو گیا۔ یہ فعل وہ کئی بار کر چکا ہے۔ اب اس کا اسلام قبول کیا

جائے یا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا جب تک اللہ اس کا اسلام قبول کرتا ہے، تم بھی

کیے جاؤ اس کے سامنے اسلام پیش کرو۔ ان لے تو چھوڑ دو ورنہ گردن مار دو۔ ”کنز العمال“

۵- چند آدمی کوفہ میں سیلہ کذاب کی دعوت کو پھیلا رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو

اس کی خبر کی گئی۔ آپ نے جواب دیا کہ ان کے سامنے دین حق اور شہادت لالہ الا اللہ محمد

رسول اللہ پیش کیا جائے۔ جو اس دعوت کو قبول کر لے اور سیلہ سے اظہار برات کرے، اسے

چھوڑ دیا جائے اور جو دین سیلہ پر قائم رہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ”طحاوی“ کتاب السیر بحث

استابتہ المرتد

۶- حضرت علی رضی اللہ عنہما کے زمانے میں ایک شخص پکڑا ہوا لایا گیا جو مسلمان تھا۔ پھر کافر ہو گیا۔

آپ نے اسے ایک ماہ توبہ کی سنت دی پھر اس سے پوچھا مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آخر

آپ رضی اللہ عنہما نے اسے قتل کرا دیا۔ ”کنز العمال“ جلد ۱، صفحہ ۸۰

۷- حضرت علی رضی اللہ عنہما کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ عیسائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور اس

کے بعد دوبارہ عیسائی ہو گئے۔ حضرت

ان سے معاملہ دریافت کر لیا۔ ان

قبول کر لیا مگر اب ہماری رائے

عیسائی ہو گئے ہیں۔ حضرت علی

بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ ”طحاوی

اجماع امت سے استد

کتاب و سنت اور سیرت

ہے کہ شاتم رسول اور ارتداد

سال میں کسی مسلمان شاتم ر

قاضی عیاض نے اس پر اجماع

”مسلمانوں میں سے

تنقیص کرنے والے۔

ص ۲۱۱

قاضی عیاض نے کہ

اجماع ہے کہ جو شخص رسوا

مسک ہے امام مالک ”کا“

نزدیک شاتم رسول رضی اللہ عنہما

شاگردوں اور امام ثوری

(حوالہ بلا، صفحہ ۲۱۵)

ارتداد کے سلسلے

بہنچ جاتی ہے کہ شاتم ر

آزادی کو خیر اعلیٰ قرار د

یہ ہے کہ اسلام کی شریعت

سرے سے کوئی اختلاف

”مرتد پر حاکم

گا اور وجوہاً اور ا

کے بعد دوبارہ عیسائی ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سب لوگوں کو گرفتار کروایا اور انہیں بلا کر ان سے معاملہ دریافت کروایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم عیسائی تھے۔ پھر ہم نے اپنے اختیار سے اسلام قبول کر لیا مگر اب ہماری رائے ہے کہ عیسائیت سے افضل کوئی دین نہیں۔ اس لیے ہم پھر سے عیسائی ہو گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کے حکم سے یہ سب لوگ قتل کر دیے گئے۔ اور ان کے بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ (”طحاوی“ کتاب السیر)

### اجماع امت سے استدلال

کتاب و سنت اور سیرت و تاریخ کے واقعات اور ائمہ مجتہدین کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ شتم رسول اور ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی امت نے گزشتہ چودہ سو سال میں کسی مسلمان شاتم رسول کو زندہ نہیں چھوڑا کیونکہ گستاخی رسول ارتداد کو مستلزم ہے۔ قاضی عیاض نے اس پر اجماع نقل کیا ہے:

”مسلمانوں میں سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور تنقیص کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔“ (”الاشفاء“ جلد دوم ص ۴۱۱)

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام ابو بکر بن منذر نے فرمایا کہ علماء اسلام کا اس پر عمل اجماع ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ یہی مسلک ہے امام مالک ”کا“ امام بیہق ”کا“ امام شافعی ”کا“ امام احمد ”کا“ اور امام اسحاق ”کا۔ ان ائمہ کے نزدیک شاتم رسول ﷺ کی توبہ کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ ”اور ان کے شاگردوں اور امام ثوری“ اور کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ (حوالہ بالا، صفحہ ۳۱۵)

ارتداد کے سلسلے میں ائمہ اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال کو دیکھنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شاتم رسول مرتد ہے اور مرتد کی سزا بالافتاق قتل ہے۔ اظہار خیال کی بے قید آزادی کو خیر اعلیٰ قرار دینے اور اس کی دکالت کرنے والوں کو یہ بات پسند آئے یا نہ آئے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کی شریعت میں اس کی سزا قتل ہے اور اس بارے میں گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں سرے سے کوئی اختلاف پیش نہیں آیا۔ سب سے پہلے امام ابو حنیفہ ”کا مسلک ملاحظہ ہو:

”مرتد پر حاکم استجاباً اسلام پیش کرے گا اور اس کے شکوک کا الزام کیا جائے گا اور وجوباً اور ایک قول کے مطابق بطور استجاب تین دن تک اسے قید کیا جائے

قتل ہے۔  
ہیں جن سے ارتداد پر سزائے قتل کا ثبوت ملتا

نجد کے علاقے میں ارتداد کا فتنہ پھیل گیا تھا۔  
ت کو مان لیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ،  
مرکبئی کے لیے انہوں نے عکرمہؓ، بن ابی  
رتدینؓ میں ”انہیں قتل کر دو۔“

نورت ام قرقہ نامی رہا کرتی تھی۔ وہ مسلمان  
اس سے توبہ کا مطالبہ کیا۔ اس نے انکار کر  
کر دیا۔“ (”دار قطنی و بیہقی“)

عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا  
نیا بار کر چکا ہے۔ اب اس کا اسلام قبول کیا  
تک اللہ اس کا اسلام قبول کرتا ہے، تم بھی  
ڈورڈور نہ گردن مار دو۔“ (”کنز العمال“)  
کو پھیلا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ کو  
سے دین حق اور شہادت لالہ اللہ اللہ محمد  
لے اور سبیلہ سے اظہار برات کرے، اسے  
کر دیا جائے۔ (”طحاوی“ کتاب السیر بحث

راہ لایا گیا جو مسلمان تھا۔ پھر کافر ہو گیا۔  
چھا مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آخر  
صفحہ ۸۰)

سبیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور اس

گا اور ہر دن اس کے سامنے دین اسلام پیش کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں کہ اس نے اس سے مصلحت مانگی ہو۔ اگر اس نے مصلحت نہ مانگی تو اسی لمحہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ مگر یہ کہ اس کے اسلام کی امید ہو اور ایک قول یہ ہے کہ بلا توبہ کے اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔ (شرح "الدر المختار" جلد ۱، صفحہ ۳۸۹، "الفتاویٰ الہندیہ" جلد دوم، صفحہ ۲۵۳)

امام طحاوی نے اپنی کتاب "شرح معانی الآثار" میں لکھا ہے۔ مرتد ہونے والے شخص کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا نہیں۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اگر امام اس سے توبہ کا مطالبہ کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ پھر اگر وہ شخص توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ "امام ابو یوسف" اور امام محمد "ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے یہ راہ اختیار کی ہے" (طحاوی "کتاب السیر) شاتم رسول کی توبہ کے بارے میں حنفی فقہ کے امام علامہ سرخسی کا قول آگے نقل کیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک فقہ حنبلی کی کتاب "المغنی" میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "مردوں اور عورتوں میں سے جو شخص اسلام سے پھر جائے اور وہ بالغ و عاقل بھی ہو تو اسے تین دن تک اسلام کی طرف بلایا جائے گا اور اس پر تنگی کی جائے گی اور وہ واپس اسلام کی طرف آگیا تو اس کی توبہ قبول ہوگی ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔" ("المغنی" جلد ۱۰، صفحہ ۷۴)

امام مالک کا مسلک یہ ہے:

"و جو یا مرتد سے توبہ کرائی جائے گی..... اگر اس نے توبہ کی تو اسے چھوڑ دیا جائے گا ورنہ تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔" ("الدمسوقی" جلد ۳، صفحہ ۳۰۳)

امام شافعی کا مسلک یہ ہے:

"مرتد سے توبہ کرانے کے وجوب اور اس کے استحباب میں دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ توبہ واجب نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر توبہ کروانے سے پہلے اسے قتل کر دیا گیا تو قاتل پر کوئی ضمان نہیں۔" ("المہذب" جلد دوم، ص ۲۳۲)

نہ صرف ائمہ اربعہ مرتد کے قتل پر متفق ہیں بلکہ مختلف شیعہ مسلک کے اندر اور دیگر مذاہب فقہ کے علماء کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ زیدی فقہ یہ کہتی ہے:

"مرتد سے اسلام کی طرف رجوع کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ اسلام نہ لائے

تو قتل کر دیا جائے گا۔" ("شرح امامیہ مسلک کی فقہ کی کتاب میں "مرتد سے توبہ کرائی جائے ہونے پر اسے قتل کر دیا جائے") ("الروضة البهیة" صفحہ ۹۲)

مسلک ظاہریہ کا یہ قول نقل کیا گیا "مرتد کو اسلام کی طرف طرف رجوع نہ کرے تو اس:

(۹۲)

شاتم رسول ﷺ مسلمان رہا  
لاسلام کو قتل کرنے کی ذمہ داری  
رائے یہ ہے کہ یہ ذمہ داری امام ابو  
عام آدمی بھی مرتد کو اگر قتل کر دے  
مہدورالدم ہو چکا تھا۔

"اگر امام کی اجازت۔

نہیں کیونکہ ردت کی وجہ

الصنائع" جلد ۷، صفحہ ۱۳۳

"اگر کسی غیر امام نے

سمجھا جائے گا" ("المہذب

مذہب امامیہ میں ہے کہ:

کی باتیں سنیں، اس کے لیے جانے

"امام جعفر صادق"

ہو جائے اور رسول اللہ

مباح ہے جو اس کو سنے

پر سب و شتم کی توجا

("شرائع الاسلام" صفحہ

علامہ ابن تیمیہ نے

امام پیش کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں کہ اس نے مہلت نہ مانگی تو اسی لمحہ اسے قتل کرنا امید ہو اور ایک قول یہ ہے کہ بلا توبہ کے (شرح "الدر المختار" جلد ۱، صفحہ ۳۸۹، ۲)

الانار" میں لکھا ہے۔ مرتد ہونے والے شخص کے اس امر میں ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا سے توبہ کا مطالبہ کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ پھر اگر وہ قتل کر دیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہ "امام ابو یوسف" سے راہ اختیار کی ہے "طحاوی" کتاب السیر) شام سے سرخسی کا قول آگے نقل کیا جائے گا۔ کتاب "المعنی" میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: شخص اسلام سے پھر جائے اور وہ بالغ و بالغ کی طرف بلایا جائے گا اور اس پر تنگی کی یا تو اس کی توبہ قبول ہوگی ورنہ اسے قتل

(۷۳)

..... اگر اس نے توبہ کی تو اسے چھوڑ دیا  
"اللدسوتی" جلد ۳، صفحہ ۳۰۴

اور اس کے استنباط میں دو قول منقول کی دلیل یہ ہے کہ اگر توبہ کر دانے سے ضمان نہیں۔ ("المہذب" جلد دوم)

ہیں بلکہ مختلف شیعہ مسلک کے اندر اور دیگر فقہ یہ کہتی ہے:

ملا بہ کیا جائے گا۔ اگر وہ اسلام نہ لائے

تو قتل کر دیا جائے گا۔ ("شرح الازہار" جلد ۳، صفحہ ۵۷۸) امامیہ مسلک کی فقہ کی کتاب میں یہ ہے:

"مرتد سے توبہ کرائی جائے گی اور یہ مدت تین دن تک ہوگی اور مایوس ہونے پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔ خواہ شروع ہی میں مایوسی کیوں نہ ہو۔" ("الروضة البہیہ" صفحہ ۲۹۲)

مسلک ظاہریہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

"مرتد کو اسلام کی طرف بلانا اور توبہ کرانا واجب نہیں ہے اگر وہ اسلام کی طرف رجوع نہ کرے تو اس پر حد قائم کرنا واجب ہے۔" ("المحلی" جلد ۱، صفحہ ۹۲)

شام رسول ﷺ سلمان رشدی کے قضیے میں ایک علمی بحث یہ اٹھی ہے کہ مرتد عن الاسلام کو قتل کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے۔ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ "اور امام شافعی" کی رائے یہ ہے کہ یہ ذمہ داری امام اور اولوالامر کی ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ ایک عام آدمی بھی مرتد کو اگر قتل کر دے تو اس پر کوئی ضمان نہیں کیونکہ ارتداد کی وجہ سے وہ پہلے ہی مددور الدم ہو چکا تھا۔

"اگر امام کی اجازت کے بغیر کوئی شخص اسے قتل کر دے تو اس پر کچھ ضمان نہیں کیونکہ ردت کی وجہ سے اس کی عصمت زائل ہو چکی تھی۔" ("بدائع الصنائع" جلد ۷، صفحہ ۱۳۳)

"اگر کسی غیر امام نے اس کی اجازت کے بغیر اسے قتل کر دیا تو اسے معذور سمجھا جائے گا" ("المہذب" جلد دوم، صفحہ ۲۳۳)

مذہب امامیہ میں ہے کہ جس شخص نے شام رسول کی زبان سے رسول کی شان میں گستاخی کی باتیں سنیں، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ خود اسے قتل کر دے۔

"امام جعفر صادق" سے روایت ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ سے سرکش ہو تو اس کا خون ہر اس شخص کے لیے مباح ہے جو اس کو سننے اور ایسا ہی حکم ہے کہ اگر کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کی تو جائز ہے اس کے سننے والے کے لیے اسے قتل کر دے۔" ("شرائع الاسلام" صفحہ ۲۵۱)

علامہ ابن تیمیہ نے شتم رسول کے موضوع پر ایک مستقل کتاب "اصارم المسلمون علی

شاتم الرسولؐ لکھی ہے۔ ان کے زمانے میں ایک بد بخت عیسائی توہین رسالت کا مجرم ہوا، انہوں نے مسلمانوں کو لے کر اس کے گھر کا محاصرہ بھی کیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے جو کچھ کیا، اسے دور جدید کی اصطلاح میں ایجنی ٹیشن کہتے ہیں۔ اب وحید الدین خاں یہ فرماتے ہیں کہ شاتم رسولؐ مسلمانِ رشدی کے خلاف مسلمانوں کو کوئی ایجنی ٹیشن نہیں کرنا چاہیے تھا اور یہ سراسر مجنونانہ حرکت تھی۔

فقہ حنفی کی ممتاز شخصیت امام سرخسیؒ نے شاتم رسولؐ کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ کہیں بھی ہو، اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں:

”جس شخص نے رسول اللہ ﷺ پر شتم کیا۔ آپ کی توہین کی، دین یا شخص اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذی ہو یا حربی خواہ یہ شتم و اہانت عمداً ہو یا سوا سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق وہ دائمی طور پر کافر ہو۔ اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ نہ عند اللہ قبول ہوگی نہ عند الناس۔ اور شریعت مطہرہ میں متاخر و حقدوم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے۔“ (”خلافت القادسی“ جلد ۳، صفحہ ۲۸۶)

مذہب اربعہ کی فقہ پر مشہور کتاب ”الفتاویٰ علی المذہب الاربعہ“ کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

”ارتداد معاذ اللہ اس مسلمان کا کفر ہے جس کا اسلام ثابت ہو چکا ہو اور یہ ارتداد لازم آئے گا۔ صریح قول سے جیسے اس کا یہ کہنا میں خدا کا شریک ٹھہراتا ہوں یا کسی ایسے فعل سے جو بالکل ظاہری طور پر کفر کو مستلزم ہو یا کسی نبی پر سب و شتم سے جس کی نبوت پر امت کا اجماع ہو۔ یا نبی یا فرشتے کے بارے میں نقص کا الزام لگانے سے خواہ جسٹانی نقص ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے نکلز اپن اور مفلوج ہونا۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ معاذ اللہ جس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قتل واجب ہے اور وہ مدور الدم ہے۔“ (”الفتاویٰ علی المذہب الاربعہ“ جلد ۵، صفحہ ۴۲۲-۴۲۳)

بیسویں صدی میں ایک کتب ”تسمیاء تہ پر کاش“ نامی شائع ہوئی تھی۔ اس کے چودھویں باب میں مسلمانوں کی دلازاری کی گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہایت بے ادبی کی باتیں لکھی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں ایک استغناء کے جواب میں ہندوستان کے مسلم عالم دین

مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت  
..... وہ کتاب

ثبوت کی نہیں، اس  
حق بجانب ہے۔ جو  
انسانیت، تہذیب اور  
انبیاء ﷺ کی تو  
الافتی“ جلد اول)

### عقلی دلیل

اسلام دوسرے مذاہب  
اور نہ صرف انسان کا ذاتی  
تعلقات سے بھی ہے۔ وہ مکمل شریعت اور  
ہے۔ وہ مکمل شریعت اور  
مخبرائش ہو سکتی ہے کہ  
کرے۔ وفاداری کا عہد  
اور سب و شتم کا ہدف  
شکوہ کا بیج بونے اور پھ  
ریاست بھی۔ دنیا میں کو  
کیوں توقع کرنی جائے کہ  
معاف کر دے جس کی او  
انسان میں سب سے افضل  
کی ذات مخلوقات میں ا  
قصاں ہوتا ہے، وہاں آ  
ہے۔

اس دنیا کے بعض  
کا کوئی شہری کسی ایسے  
ہے اور یہ سزا موت بھی

ایک بد بخت عیسائی توہین رسالت کا مجرم ہوا، انہوں نے جو کچھ کیا، اسے دور اپ دحید الدین خاں یہ فرماتے ہیں کہ شاتم رسول ایچی ٹیشن نہیں کرنا چاہیے تھا اور یہ سراسر جھوٹا

نے شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کیا ہے اور یہ لے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ وہ فرماتے

پر شتم کیا۔ آپ کی توہین کی 'دین یا پ کی صفات میں کسی صفت پر کتہ چینی کی تو سلم' یودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذی یا سوا سجدگی سے ہو یا بطور مذاق وہ دائمی وہ توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ نہ عند اللہ . مطرہ میں متاخر و حقد تمام مجتہدین کے 'خلاصۃ الفتاویٰ' جلد ۳، صفحہ ۲۸۶)

تقد علی الذہاب الاربعہ" کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو: کفر ہے جس کا اسلام ثابت ہو چکا ہو اور یہ جیسے اس کا یہ کہنا میں خدا کا شریک ٹھہراتا ری طور پر کفر کو مستلزم ہو یا کسی نبی پر سب ع ہو۔ یا نبی یا فرشتے کے بارے میں نقص کا یوں نہ ہو۔ جیسے لنگڑا پن اور مفلوج ہونا۔ اللہ جس کا مرتد ہونا ثابت ہو جائے، اس کا "۔" (تقد علی الذہاب الاربعہ" جلد ۵)

پر کاش" نامی شائع ہوئی تھی۔ اس کے چودھویں رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہایت بے ادبی کی قناء کے جواب میں ہندوستان کے مسلم عالم دین

مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ نے احتجاج اور ایچی ٹیشن کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا: "..... وہ کتاب دل آزار اور اشتعال انگیز ہونے میں محتاج کسی دلیل اور ثبوت کی نہیں، اس کو ممنوع الاشاعت قرار دینے کی جس قدر جدوجہد کی جائے، حق بجانب ہے۔ جو مسلمان اور دوسرے مذہب والے اس میں سستی کریں گے، وہ انسانیت، تہذیب اور شرافت کی خدمت کریں گے اور مذہبی حیثیت سے مسلمان انبیاء ﷺ کی توقیر و تکریم کی حفاظت کا اجر و ثواب پائیں گے۔" ("کفایت المفتی" جلد اول)

### عقلی دلیل

اسلام دوسرے مذہب کی طرح مجرد مذہب اور صرف رسوم و عبادات کا مجموعہ نہیں ہے اور نہ صرف انسان کا ذاتی اور نجی معاملہ ہے بلکہ اس کا تعلق ریاستی و بین الاقوامی قوانین اور تعلقات سے بھی ہے۔ حدود کی تنفیذ اور تعزیرات کا اجراء، اس کے دائرہ احکام کے اندر داخل ہے۔ وہ مکمل شریعت اور ایک نظام زندگی ہے۔ کیا ایسے دین کے اندر اس بات کی ذرہ برابر بھی گنجائش ہو سکتی ہے کہ ایک شخص پہلے تو اس دین کے لانے والے رسول کی وفاداری اختیار کرے۔ وفاداری کا عہد کر لینے کے بعد وفاداری کا فائدہ اتار پھینکے اور رسول کو اپنی ہریان سرائی اور سب و شتم کا ہدف بنائے اور اپنے اس مکرو فریب کے رویہ سے اہل ایمان کے دلوں میں شکوک کا بیج بوئے اور پھر اپنے اس جرم کے باوجود قابل تعزیر نہ ہو۔ اسلام عبادت بھی ہے اور ریاست بھی۔ دنیا میں کوئی ریاست اپنے باغیوں کو معاف نہیں کرتی۔ پھر اسلامی ریاست سے یہ کیوں توقع کر لی جائے کہ وہ اس دینی و دنیوی سربراہ اور خدا کے رسول کے خلاف سب و شتم کو معاف کر دے جس کی اطاعت ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کا واحد ذریعہ ہے اور جو ذات بنی نوع انسان میں سب سے افضل ہے۔ اور خود خالق کائنات نے جس کی مدح و ثنا کی ہے۔ آپ ﷺ کی ذات مخلوقات میں اتنی ارفع ہے کہ جہاں ایک شخص اس دنیا میں کسی کا خون بہا کر قابل قصاص ہوتا ہے، وہاں آپ ﷺ کی شان میں بے ادبی اور توہین سے ہی قابل قصاص بن جاتا ہے۔

اس دنیا کے بعض وضعی اور خود ساختہ قوانین کو دیکھئے۔ برطانیہ میں یہ قانون ہے کہ اگر اس کا کوئی شہری کسی ایسے اسٹیٹ کی شہریت لے لے، جو برطانیہ سے برسرِ جنگ ہو تو وہ قابل سزا ہوتا ہے اور یہ سزا موت بھی ہو سکتی ہے۔ اسلام محض روحانیت اور اخلاقیات کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ

قوانین سلطنت اور سیاسی نظام کا بھی مجموعہ ہے۔ اس لیے ایسے دین میں پیغمبر اور شارع کی توہین بذات خود ایک بغاوت اور پورے نظام کو توڑنے کے ہم معنی ہے اور جس طرح سے ریاستوں کے قوانین میں بغاوت کا جرم قابل تعزیر ہے، بالکل اسی طرح نظام اسلامی میں پیغمبر اسلام کی صرف توہین ہی مستوجب قتل ہے۔

برطانوی قوانین میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ جو شخص بادشاہ کو اس کے منصب یا اس کے اعزاز یا اس کے القاب سے محروم کرنے کی کوشش کرے، وہ قاتل سزا ہے اور یہ سزا سب دوام تک ہو سکتی ہے۔ جب ایک دنیوی بادشاہ کے بارے میں یہ قانون جمہوریت کے عہد میں چل سکتا ہے، جہاں آزادی رائے "خیر اعلیٰ" کی حیثیت رکھتی ہے تو احکم الحاکمین کے فرستادہ ذات پیغمبر کی بے حرمتی کرنے والے کو موت کی سزایوں نہیں دی جاسکتی؟ ایک نظام جن عناصر سے مرکب ہوتا ہے، اس کو منتشر کرنے یا اس کو پامال کرنے کی کوشش ہر جگہ قابل تعزیر جرم ہے۔ اور ایسی تمام کوششوں کو ہر جگہ پوری طاقت سے کچل دیا جاتا ہے۔

### شیطانی آیات کے خلاف احتجاج

مسلمان رشدی تاریخ کا سب سے بڑا شاتم رسول ہے۔ اس نے اپنی بدنام زمانہ کتاب "شیطانی آیات" میں جو کچھ لکھا ہے، وہ رکاکت و ابتذال کا بدترین نمونہ ہے۔ نقل کفر اگرچہ کفر نہیں ہے لیکن اسے دہرانے کی ہمت بھی آسانی سے نہیں ہوتی ہے۔ اس نے خدا کی شان میں بھی بے ادبی کی ہے۔

اس بد بخت نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے خلاف بھی دریدہ دہنی اور گستاخی کی باتیں لکھی ہیں۔ پھر اس نے ذات رسول حضور ﷺ کو "ماہونڈ" لکھا ہے جسے پہلے قدیم مستشرقین اسم گرامی محمد ﷺ کی جگہ پر لکھتے آئے تھے۔

اس شیطان صفت انسان نے اہمات المؤمنین کو نعوذ باللہ قبحہ کا پیشہ کرنے والی عورتوں میں شامل کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت خالدؓ کے خلاف صریح بد زبانی کی ہے۔

ایسی کھلی ہوئی گستاخی رسول ﷺ سے لبریز کتاب کے خلاف مسلمانوں کا وہی رد عمل ہوا، جو اسلام کی چودہ سو سالہ روایت کے مطابق ہے۔ احادیث اور آثار صحابہؓ سے جس کی تصدیق اور اجماع امت سے جس کی توثیق ہوتی ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہد میں ایک

نصرانی حاکم نے رسول جنگ کے بعد جب اس "میں آ

آخر دور میں

بارے میں ایک کہنی

حکم دیا اور یہ کما کہ آگ

ہندوستان میں

احتجاجی جلسے ہوئے تو

تربات یہ ہے کہ مس

"اے لو

جائے) اللہ ا

اللہ ان کو محج

میں جدوجہد

گے۔")۔

غلط استدلال

وحید الدین

دلیوں کا جائزہ

کس قدر ہے

۱۔ دلیل یہ

لیکن اس قدر گم

جواب:

کا اور اس کیس

پریشان، حسان

ہے کہ ان کو ا

۲۔ قرآن

اعلان سارے

ہے۔ اس لیے ایسے دین میں پیغمبر اور شارع کی توہین کرنے کے ہم معنی ہے اور جس طرح سے ریاستوں کے کل اسی طرح نظام اسلامی میں پیغمبر اسلام کی صرف

بھی ہے کہ جو شخص بادشاہ کو اس کے منصب یا اس کی کوشش کرے، وہ قابل سزا ہے اور یہ سزا حسب ملک کے بارے میں یہ قانون جمہوریت کے عہد میں حیثیت رکھتی ہے تو حکم الحاکمین کے فرستادہ ذات راکبوں نہیں دی جاسکتی؟ ایک نظام جن عناصر سے پھل کرنے کی کوشش ہر جگہ قابل تعزیر جرم ہے۔ سے کھل دیا جاتا ہے۔

### کے خلاف احتجاج

شام رسول ہے۔ اس نے اپنی بدنام زمانہ کتاب وابتدال کا بدترین نمونہ ہے۔ نقل کفر اگرچہ کفر سے نہیں ہوتی ہے۔ اس نے خدا کی شان میں

م کے خلاف بھی دریدہ دہنی اور گستاخی کی باتیں ہیں کو "ماہوند" لکھا ہے جسے پہلے قدیم مستشرقین

میں کو نعوذ باللہ تجہ کا پیشہ کرنے والی عورتوں میں رت بلال، جہیز اور حضرت خالد جہیز کے خلاف

ہ لہرز کتاب کے خلاف مسلمانوں کا وہی رد عمل ہے۔ احادیث اور آثار صحابہ جہیز سے جس کی ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہد میں ایک

نصرانی حاکم نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے تھے۔ سلطان نے حمین کی جنگ کے بعد جب اس کو گرفتار کیا تو یہ کہتے ہوئے اسے خود اپنے ہاتھ سے قتل کیا:

"میں آج رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انتقام لے رہا ہوں۔"

آخر دور میں سلطان عبدالحمید کے زمانے میں فرانس میں جب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ایک کمپنی نے قلم بنانے کا اعلان کیا تو سلطان نے اپنے سفیر کو اس کے خلاف احتجاج کا حکم دیا اور یہ کہا کہ اگر تمہاری بات نہ مانی جائے تو سفارتی تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔

ہندوستان میں شیطانی آیت پر پابندی لگانے کا مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے شروع ہوا اور احتجاجی جلسے ہوئے تو وحید الدین خاں کا بیان اخبار میں آیا کہ "یہ سب کچھ اسلام نہیں ہے" صحیح ثابت یہ ہے کہ مسلمانوں کا موقف اسلامی تھا اور وحید الدین خاں کا موقف غیر اسلامی۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہو گا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔" (سورۃ مائدہ "آیت ۵۴")

### غلط استدلال

وحید الدین خاں نے اپنے مضامین میں اپنے موقف کی دلیلیں بھی پیش کی ہیں۔ ہم ان دلیلوں کا جائزہ لیتے ہیں جن سے قارئین کو باآسانی یہ معلوم ہو جائے گا کہ استدلال کا پائے چوبین کس قدر بے حکم ہیں۔

۱- دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ واقعہ انک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہمت لگائی گئی تھی لیکن اس قدر گھناؤنے الزامات لگانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے کسی کو قتل نہیں کیا۔

جواب یہ ہے کہ یہ فریب کار از مغالطہ ہے۔ یہ کھلا ہوا تذف کا کیس ہے نہ کہ شتم رسول کا اور اس کیس میں طوٹ پیشر لوگوں پر حد تذف جاری بھی کی گئی تھی۔ چنانچہ مسطح بن اثامہ جہیز، حسان بن ثابت جہیز، حمنہ بنت جہش جہیز کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ان کو اسی کوڑے لگائے گئے تھے۔

۲- قرآن میں پیغمبروں کے ساتھ استہزاء کا جرم بار بار آیا ہے مگر مجرم کے لیے سزائے قتل کا اعلان سارے قرآن میں کہیں موجود نہیں۔

جواب یہ ہے اصل گفتگو تو اسلامی شریعت کے بارے میں ہو رہی ہے اور احادیث کے نصوص سے قتل کی سزا ثابت ہے۔ اور نص قرآنی سے بھی مفسرین نے اس کا اثبات کیا ہے اور بالفرض اگر صرف احادیث ہی سے قتل کی سزا ثابت ہوتی ہو تو کیا وہ منکرین حدیث کی طرح احادیث کا انکار کر دیں گے۔ شراب نوشی کی حد کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں ہے۔ یہ حد صرف حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے۔ وحید الدین خاں اس حد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

۳۔ رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام کے لیے طائف تشریف لے گئے جہاں عبدیلمیل اور دوسروں نے آپ ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کیں اور آپ ﷺ کا جسم خون آلود ہو گیا۔ ملک الجبال نے آکر آپ ﷺ کو سلام کیا اور کہا کہ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اگر آپ ﷺ کہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ملا کر طائف کی بستی کو پیس دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ار جھون یخرج اللہ من اصلا بہم من یعبد اللہ ولا یشرک بد شیشا ”مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔“

جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی مکی زندگی کا واقعہ ہے جب شریعت کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ شریعت کا حکم بیان کیے جانے اور نافذ کرنے سے بہت پہلے کا واقعہ کسی بھی اعتبار سے اور کسی منطق سے شاتم رسول کی سزائے قتل سے انکار کی دلیل نہیں بن سکتا۔

۴۔ دلیل یہ دی گئی ہے کہ سلمان رشدی نے اپنا یہ نظریہ اس قصے کی بنیاد پر گھڑا ہے جس کو غزینق کا قصہ کہا جاتا ہے۔ یہ قصہ اس وقت گھڑا گیا جب آپ مکہ میں تھے اور آپ نے یہ اعلان نہیں فرمایا کہ اس واقعہ کے گھڑنے والوں کو قتل کر دو۔

جواب یہ ہے کہ وحید الدین خاں خود یہ اقرار کر رہے ہیں کہ یہ مدینے کی اسلامی حکومت قائم ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب شاتم رسول کی سزا بیان نہیں کی گئی تھی۔ علاوہ ازیں وحید الدین خاں شاتم کالغوی مضموم تو سمجھتے ہوں گے وہ یہ بتائیں کہ اس واقعہ کا شتم سے کیا تعلق ہے؟

۵۔ سل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل کو آپ ﷺ نے ان کی گستاخیوں کے باوجود معاف کر دیا اور انہیں قتل نہیں کیا۔

وحید الدین خاں نے صحیح لکھا ہے کہ سیرت میں بعض ایسے واقعات مل جاتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب و شتم کے باوجود آپ ﷺ نے معاف کر دیا اور قتل نہیں کیا۔ اور سب سے نمایاں نام تو کعب بن زہیر ﷺ کا ہے، جن کا درجہ قصیدہ ”بانت سعاد“ مشہور ہے۔

افسوس یہ ہے کہ خاں صاحب صحیح کسی شاتم رسول کو کبھی معاف نہیں مکمل اجماع ہو گیا۔ یہاں یہ بات تھی اور بذریعہ وحی غیر متلو آپ کو کہ وہ ہدایت الہی سے بہرہ یاب ہر ذات صاحب معاملہ ہے اور صاحب اسے قصاص کی مثالوں سے بخوبی چاہیں تو قاتل کا خون معاف ہو سکتا سوا اور کسی کو معاف کرنے کا یہ گستاخی کرنے والے کو معاف کر کے آپ ﷺ کی طرف سے کی تو یہ کو قاتل قبول نہیں سمجھے حقیقت کو سمجھنے کے لیے فتاویٰ سے یہ ثابت ہو گا کہ شاتم رسول ”مسلمان اگر مرتد کے جس کا کفر کسی پیغمبر کے جائے گا اور مطلقاً اس کو شتم کرے تو اس کی توبہ بندے کا حق ہے جو توبہ شخص کا بھی جو دل سے

وحید الدین خاں سزا۔ ”رسول اللہ ﷺ رحمت و قتل کی حکمت پر غور فرماتے ہیں۔“

ت کے بارے میں ہو رہی ہے اور احادیث کے  
سے بھی مفسرین نے اس کا اثبات کیا ہے اور  
بت ہوتی ہو تو کیا وہ منکرین حدیث کی طرح  
ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ یہ حد صرف  
حد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

طائف تشریف لے گئے جہاں عبدیلیل اور  
اور آپ ﷺ کا جسم خون آلود ہو گیا۔ ملک  
پھاڑوں کا فرشتہ ہوں اگر آپ ﷺ کہیں  
میں دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ارجحوان  
اللہ ولا بشر کبد شیعا ”مجھے  
لے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے

لی کا واقعہ ہے جب شریعت کے احکام نازل  
نافذ کرنے سے بت پہلے کا واقعہ کسی بھی  
ن سے انکار کی دلیل نہیں بن سکتا۔

یہ نظریہ اس قصے کی بنیاد پر گھڑا ہے جس کو  
ب آپ مکہ میں تھے اور آپ نے یہ اعلان

ر رہے ہیں کہ یہ مدینے کی اسلامی حکومت  
ہے جب شتم رسول کی مزایا بیان نہیں کی  
ہوم تو سمجھتے ہوں گے وہ یہ بتائیں کہ اس

ﷺ نے ان کی گستاخیوں کے باوجود

ض ایسے واقعات مل جاتے ہیں جن سے  
نے معاف کر دیا اور قتل نہیں کیا۔ اور  
فادحہ قصیدہ ”بانس سعاد“ مشہور ہے۔

افسوس یہ ہے کہ خاں صاحب صحیح تجزیہ نہ کر سکے کہ کیوں ایسا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد  
کسی شاتم رسول کو کبھی معاف نہیں کیا گیا اور اس کے قتل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین کا  
کھل اجتماع ہو گیا۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی آتی  
تھی اور بذریعہ وحی غیر متلو آپ کو متعلقہ شخص کے بارے میں یہ اطلاع بھی دے دی جاسکتی ہے  
کہ وہ ہدایت الہی سے ہریاب ہو گا اور اسلام قبول کر لے گا۔ مزید یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی  
ذات صاحب معاملہ ہے اور صاحب معاملہ کو یہ حق ہے کہ زیادتی کرنے والے کو معاف کر دے۔  
اسے قصاص کی مثالوں سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر خود مقتول کے ورثاء قاتل کو معاف کرنا  
چاہیں تو قاتل کا خون معاف ہو سکتا ہے اور اس کی زندگی بچ سکتی ہے۔ لیکن مقتول کے ورثاء کے  
سوا اور کسی کو معاف کرنے کا یہ حق نہیں ہے۔ اسی طرح خود پیغمبر ﷺ کو یہ حق تھا کہ کسی  
گستاخی کرنے والے کو معاف کر دے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد اب کسی کو یہ حق باقی نہیں رہا  
کہ آپ ﷺ کی طرف سے معافی کا اعلان کرے۔ اسی لیے احناف اور بیشتر ائمہ شاتم رسول  
کی توبہ کو قابل قبول نہیں سمجھتے ہیں۔ امام طحاویؒ اور امام سرخسیؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس  
حقیقت کو سمجھنے کے لیے فتاویٰ اور فقہ کی مشہور کتاب ”در مختار“ کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے جس  
سے یہ ثابت ہو گا کہ شاتم رسول کی توبہ بھی قابل قبول نہیں:

”مسلمان اگر مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ قابل قبول ہوگی سوائے اس مرتد  
کے جس کا کفر کسی پیغمبر پر سب و شتم کی وجہ سے ثابت ہو۔ بطور حد اسے قتل کیا  
جائے گا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سب و  
شتم کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی کیونکہ یہ تو حق اللہ ہے جبکہ سابق الذکر  
بندے کا حق ہے جو توبہ کر لینے سے زائل نہیں ہوتا ہے۔ اور یہی حکم ہو گا اس  
شخص کا بھی جو دل سے پیغمبر سے بغض و عداوت رکھے۔“ (”در مختار“ جلد ۳، صفحہ  
۳۱۶)

### انسانیت کی نجات

وحید الدین خاں سزائے قتل کے انکار پر اپنے موقف پر زور دینے کے لیے فرماتے ہیں کہ  
”رسول اللہ ﷺ رحمت عالم بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نہ کہ قاتل عالم“ اگر وحید الدین خاں سزائے  
قتل کی حکمت پر غور فرماتے تو شاید یہ بات ان کی سمجھ میں آجاتی کہ شاتم رسول کی سزائے قتل

عین رحمت ہے اور اس میں انسانیت کی نجات مضمحل ہے۔ قرآن میں قصاص کو زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے ولکم فی القصاص حیاہ اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔  
 قصاص کو حیات اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے کشت و خون کی بدامنی سے انسانیت کو نجات ملتی ہے۔ شاتم رسول کا قتل دراصل پیغمبر کے کردار کے قتل کی کوشش کا انتقام ہے۔ اگر یہ انتقام نہ لیا جائے تو شتم رسول کا جرم غضب الہی کے نزول کو دعوت دے گا اور جب خدا کا غضب نازل ہوتا ہے تو قہر عالم آشوب بن کر جرم اور غیر مجرم سب کو یکساں طور پر اپنا نشانہ بناتا ہے اور ایک پورا خطہ ارضی عذاب کا شکار ہو سکتا ہے۔ اسی لیے شاتم رسول کا قتل غضب الہی کو روکنے کا ذریعہ ہے۔

اس دنیا میں ایک سفیر کی بے حرمتی پورے ملک کی بے حرمتی سمجھی جاتی ہے اور حکومت کی پوری مشنری بے حرمتی کرنے والے کے خلاف حرکت میں آجاتی ہے۔ پیغمبر کی حیثیت اس دنیا میں رب ذوالجلال کے سفیر کی ہے اور اس سفیر سزا و تہذیب و ترقی کی رسالت کی بے حرمتی غضب الہی کے نزول کا سبب بنتی ہے۔ خدا کا غضب زمین پر نازل ہو کر ایک پوری آبادی کو تھمس تھمس کر دے۔ کیا اس سے ہزار درجہ بہتر یہ بات نہیں ہے کہ توہین رسول کے مجرم ہی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اس طرح انسانیت کی حفاظت کی جائے۔ لیکن اس حکمت کو سمجھنے کے لیے مومنانہ عقل درکار ہے۔ مغرب کی مادی عقل سے یہ حکمت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

شاتم رسول کی سزا اسلامی شریعت میں تنازع فیہ مسئلہ نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے کسی دور میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا گیا۔ لیکن دور جدید میں بعض اہل قلم مغربی نظریات سے اسی طرح متاثر ہو گئے۔ جس طرح پہلے فلاسفہ اور متکلمین یونانی افکار سے متاثر ہو چکے تھے۔ مغربی نظریہ ہے کہ آزادی فکر خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے اور ہر شخص کو حق ہے کہ جو چاہے لکھے اور شائع کرے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ اس مغربی نظریے کو قبول کر لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ایسے مسئلے سے اختلاف کیا گیا جس پر بیحد علماء اسلام متفق رہے ہیں۔ وحید الدین خاں نے ”الرسالہ“ میں اپنے مضامین میں شاتم رسول کی سزائے قتل کا انکار کر دیا اور سلمان رشدی کی کتاب کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو جو محبت رسول کی علامت ہے، ایک مجنونانہ حرکت قرار دیا۔

وحید الدین خاں سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ اجتماع امت کے آگے اپنا سر جھکائیں گے اور صحیح بات کو تسلیم کر لیں گے۔ ہماری اس بحث کی تمام تر بنیاد فقہ، فتاویٰ، احادیث اور علوم اسلامیہ کی اہمات الکتاب پر ہے اور خاں صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ فقہ اور علوم اسلامیہ کی اہمات الکتاب

کو دریا برد کر دینا چاہیے تصور قائم ہو سکتا ہے اور نہ دین کی تجدید کا کام مگر گیا ہو تا تو زیادہ بہتر تھا۔ ”تجدید دین“ پڑھ لے۔

مسلمان ناموس کو تاپوں کے باوجود عشق کہ جب ناموس دین کی عشق یوں تو ایک چھوٹا طوفان کے مقابلے میں قوت آفریں جذبہ ختم ہو ہم عشق رسول لیے خطرناک سمجھتے ہیں

وحید الدین خاں کی حمایت کی ہے۔ اگر وہاں پہنچ گئے، جہاں وہ اختیار کرنے کا انجام کیا ”رسول کو برا کہہ اور ہر آزادی، نتیجہ یہ نکلا کہ رسول کو برا کہہ آزادی رائے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ اور شاتم رسول کی

کو دریا برد کر دینا چاہیے۔ کیونکہ ان کے خیال میں جب تک یہ کتابیں موجود ہیں، نہ اسلام کا صحیح تصور قائم ہو سکتا ہے اور نہ اسلام کے چرے پر پڑے ہوئے گرد و غبار کو صاف کیا جاسکتا ہے اور نہ دین کی تجدید کا کام ممکن ہے۔ احادیث کا ایک معتبر ذخیرہ تیار کر کے باقی سب کو نذر آتش کر دیا گیا ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ جو شخص خاں صاحب کے ان نظریات کو جاننا چاہتا ہے، وہ ان کی کتاب ”تجدید دین“ پڑھ لے۔

مسلمان ناموس رسول ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کر سکتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں کے باوجود عشق رسول ﷺ سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ناموس دین کی حفاظت کے لیے تیغ باقی نہیں رہ جاتی تو عشق ہی حصار کا کام دیتا ہے۔ یہ عشق یوں تو ایک چھوٹا سا مختصر حریفی لفظ ہے لیکن دراصل یہ عظیم قوت کا سرچشمہ ہے اور طوفان کے مقابلے میں انسان کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں اگر مسلمانوں میں یہ قوت آفریں جذبہ ختم ہو گیا تو پھر ان کی حفاظت بہت مشکل ہے۔ ہم عشق رسول ﷺ کی حقیقت اور خودداری کو ختم کرنے والے نظریات کو ملت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں، مسلمان رشدی کی کتاب سے زیادہ خطرناک!

### غلطی کہاں ہے؟

وحید الدین خاں نے آزادی فکر و رائے کو خیر اعلیٰ قرار دیا ہے اور آزادی کے مغربی تصور کی حمایت کی ہے۔ اس غلط موقف کے اختیار کرنے کے نتیجے میں خاں صاحب غیر شعوری طور پر وہاں پہنچ گئے، جہاں وہ شعوری طور پر ہرگز جانا پسند نہیں کریں گے۔ دیکھئے اس غلط موقف کے اختیار کرنے کا انجام کیا نکلتا ہے۔

”رسول کو برا کہنا آزادی رائے ہے۔“

اور ہر آزادی رائے خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ

رسول کو برا کہنا خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آزادی رائے کو خیر اعلیٰ قرار دینا مغربی فکر و فلسفہ سے مرعوبیت کی دلیل ہے۔ جدید علم کلام کا تقاضا یہ تھا کہ وہ عقلی دلیلوں سے یہ ثابت کرتے کہ ہر آزادی رائے خیر اعلیٰ نہیں ہے۔ اور شاتم رسول کی سزا قتل ہی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ فی الواقع اسلامی شریعت میں ہے۔ عقلی

مگر ہے۔ قرآن میں قصاص کو زندگی سے تعبیر کیا تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

س سے کشت و خون کی بد امنی سے انسانیت کو لے کر دار کے قتل کی کوشش کا انتقام ہے۔ اگر یہ لے کے نزول کو دعوت دے گا اور جب خدا کا اور غیر مجرم سب کو یکساں طور پر اپنا نشانہ بناتا ہے۔ اسی لیے شاتم رسول کا قتل غضب الہی کو

ملک کی بے حرمتی سمجھی جاتی ہے اور حکومت حرکت میں آ جاتی ہے۔ پیغمبر کی حیثیت اس سزا و تہمت رسالت کی بے حرمتی ہے۔ سب پر نازل ہو کر ایک پوری آہن کو جس جس ہے کہ توہین رسول کے مجرم ہی کو صفحہ ہستی کی جائے۔ لیکن اس حکمت کو سمجھنے کے لیے حکمت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔

نہ مسئلہ نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے کسی دور اور جدید میں بعض اہل قلم مغربی نظریات و شکلیں یونانی افکار سے متاثر ہو چکے تھے۔

میں ہے اور ہر شخص کو حق ہے کہ جو چاہے چاہیے۔ اس مغربی نظریے کو قبول کر لینے کا سب پر ہمیشہ علماء اسلام متفق رہے ہیں۔ وحید شاتم رسول کی سزائے قتل کا انکار کر دیا اور باج کو جو محبت رسول کی علامت ہے، ایک

سماج امت کے آگے اپنا سر جھکانے لگے اور ترقی یافتہ، فداویٰ، احادیث اور علوم اسلامیہ کے فقہ اور علوم اسلامیہ کی اصنام الکتب

استدلال کا سلیقہ انہیں آتا ہے اور بہت سے اسلامیات پر لکھنے والوں سے زیادہ آتا ہے۔ انہوں نے یہ ہے کہ مغربی نظریے کا دوسرا ان کے اندر حلول کر گیا اور اس تھے میں وہ مسلمانوں کے مخالفین کے یکمپ میں شامل ہو گئے۔

وحید الدین خاں کے اس انحراف اور بعض دوسرے انحرافات کا سرچشمہ ان کا ناقص تصور دین ہے۔ (وحید الدین خاں کے فکری انحراف کو سمجھنے کے لیے مولانا مجیب اللہ ندوی کے مفصل مضمون بعنوان ”وحید الدین خاں اور ملی مسائل“ مطبوعہ ماہنامہ الرشاد، اعظم گڑھ اور راقم السطور کے مقالے ”ملی تشخص سے دستبردار ہونے کی دعوت“ مطبوعہ ماہنامہ الفیصل حیدر آباد ۱۹۸۹ء کا مطالعہ مفید ہوگا)

وحید الدین خاں کے اس انحراف اور بعض دوسرے انحرافات کا سرچشمہ ان کا ناقص تصور دین ہے۔ دور جدید میں ایک حلقہ سے دین کا تصور اس طرح پیش کیا گیا کہ اس کا سیاسی پہلو صحیح تناسب سے زیادہ ہو گیا۔ خاں صاحب اس پر تنقید میں رد عمل کی نفسیات کا شکار ہو گئے اور بالکل دوسری اتنا تک پہنچ گئے۔ انہوں نے دین کا ایسا تصور پیش کیا جو کلیسا کی تصور سے پورے طور ہم آہنگ ہے۔ اس طرح سواماشہ غلطی کے جواب میں وہ سوامیر کے برابر غلطی کر بیٹھے۔ انہوں نے مذہب کو انسان کا فنی معاملہ بنا دیا۔ حکومت، ریاست، اقتدار، قوت اور شوکت کی تمنا اور آرزو کو بھی انہوں نے دلوں سے نکالنے کی کوشش کی اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے کی ہر تحریک کو انہوں نے مطعون کیا۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کے جو گیانہ اور راہبانہ تصور دین میں شاتم رسول کی سزا قتل کیونکر ہو سکتی ہے۔

اسلام میں دین اور سلطنت ایک دوسرے کی تقیض نہیں بلکہ ایک دوسرے کا تکملہ ہیں۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو الہی سلطنت بھی ہے اور ایسی سلطنت ہے جو سر لہا دین ہے یہاں خدا اور ”قیصر“ کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ اسلام روحانیت بھی ہے اور سیاست بھی۔ دین بھی اور دنیا بھی۔ یہاں مذہب اور عبادتی نظام کے تحفظ کے لیے اقتدار کا حصول بھی مقصود ہے اور صحابہ کرام پر یہ امر پورے طور واضح تھا۔

مصارف زکوٰۃ کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی:

”صدقات فقراء کے لیے مساکین کے لیے اور اس کے مصلحین کے لیے اور

مولفۃ القلوب کے لیے ہے۔“ (”التوبہ“ ۶۰)

مصارف زکوٰۃ کا ایک مصرف تالیف قلب قرار پایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم خرچ کرتے تھے۔ ابوسفیان، عفرع بن حابس،

عباس بن مراد، صفحہ  
نے سوسوانہ  
”حضور  
تھے اور وہ مجھے  
پھر حضرت ابو  
آئے تو حضرت ابو بکر  
نے حضرت ابو بکر  
”اب اللہ  
ہے۔ اب اگر  
درمیان تلوار  
حضرت عمر  
لے عزت و غلبہ کا  
مصلحت مرتفع ہو گئی  
زکوٰۃ کا مصرف  
حضرت عمر  
”اللہ  
امین“ نجر اللہ  
لیکن وحید  
حکومت کا عنصر ختم  
و افکار کی روشنی میں  
”مولفۃ القلوب  
مقصد ہی نہیں ہے  
کرنا ہے۔ اصل  
لے۔ اب جسے  
اسلام کے نام پر  
جاتی ہے۔ اس  
تصویر کے بجائے

عباس بن مرداس، صفوان بن امیہ اور عیینہ بن صمم میں سے ہر ایک کو تالیف قلب کے لیے آپ ﷺ نے سو سوانٹ دیئے۔ صفوان نے ایک بار کہا کہ:

”حضور ﷺ مجھے عطا کرتے حالانکہ وہ میرے لیے سب سے زیادہ مبغوض تھے اور وہ مجھے دیتے رہے یہاں تک کہ وہ میرے لیے محبوب ترین بن گئے۔“

پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عیینہ اور عفرع دونوں زمین طلب کرنے کے لیے آئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو زمین لکھ دی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریر پھاڑ دی اور تالیف قلب کی مدد کر دی اور یہ کہا:

”اب اللہ نے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرمایا ہے اور تم سے مستغنی کر دیا ہے۔ اب اگر تم ثابت قدم رہتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کن ہوگی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مولفتہ القلوب کے لیے مصرف زکوٰۃ کی مصلحت اسلام کے لیے عزت و غلبہ کا حصول تھا۔ انہیں قرآن کا یہ فضا معلوم تھا۔ چنانچہ اسلام کے غلبہ کے بعد یہ مصلحت مرتفع ہو گئی اور انہوں نے زکوٰۃ کی مدد ختم کر دی۔ کیونکہ عزت و غلبہ کے بعد اس مدد پر زکوٰۃ کا مصرف تحصیل حاصل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

”اللہ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا اور وہ حق بولتے ہیں۔“ (احمد امین ”فجر الاسلام“)

لیکن وحید الدین خاں جن کے تصور دین میں عزت و غلبہ، قوت و شوکت، سلطنت و حکومت کا عنصر ختم ہو چکا ہے، شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اختلاف کر بیٹھے اور وہ اپنے نظریات و افکار کی روشنی میں زبان حال سے کچھ اس طرح کہتے ہوئے نظر آتے ہیں

”مولفتہ القلوب کی مدد کو ختم کرنا بالکل غلط ہو گا کیونکہ عزت و غلبہ کا حصول سرے سے مقصد ہی نہیں ہے کہ جس کے بعد یہ مدد ختم کر دی جائے مقصد تو بندگان خدا کے دین میں داخل کرنا ہے۔ اصل چیز وہ داعیانہ نگاہ ہے جو ہزاروں بندگان خدا کے ”آج“ میں چھپا ہوا ”کل“ دیکھ لے۔ اب جسے مولفتہ القلوب کی مدد کو ختم کرنا ہے، وہ اسے ذاتی سرکشی کے نام پر کر سکتا ہے۔ اسلام کے نام پر اسے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ اس طرح کے فیصلے سے اسلام کی دعوتی تصویر بالکل بگاڑ کر رہ جاتی ہے اور اگر دعوتی تصویر کے بگاڑ جانے کا اندیشہ ہو تو عزت و غلبہ کو بالکل قربان کر دینا چاہیے۔ عزت و غلبہ کا مجروح

والوں سے زیادہ آتا ہے۔ افسوس  
ر اس قصے میں وہ مسلمانوں کے

فالت کا سرچشمہ ان کا ناقص تصور  
مولانا مجیب اللہ ندوی کے مفصل  
ارشاد، اعظم گڑھ اور راقم السطور  
ماہنامہ الفیصل حیدر آباد ۱۹۸۹ء کا

ت کا سرچشمہ ان کا ناقص تصور  
کیا گیا کہ اس کا سیاسی پہلو صحیح  
نفسیات کا شکار ہو گئے اور بالکل  
لیسائی تصور سے پورے طور ہم  
برابر غلطی کر بیٹھے۔ انہوں نے  
اور شوکت کی تمنا اور آرزو کو  
نذر کرنے کی ہر تحریک کو انہوں  
ر دین میں شام رسول کی سزا

ایک دوسرے کا ٹکلا ہیں۔  
ہے جو سرپا دین ہے یہاں خدا  
ور سیاست بھی۔ دین بھی اور  
مول بھی مقصود ہے اور صحابہ

مصلحتیں کے لیے اور

اللہ ﷺ لوگوں کے دلوں  
ابو سفیان، عفرع بن حابس،

ہونا اتنا اہم نہیں جتنا کہ دعوتی مصلحت کا مجروح ہونا ہے۔“  
 وحید الدین خاں کے اس طرح کے فکری انحرافات مسلمانوں کے لیے کبھی قابل قبول نہیں  
 ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی طاقتور اسلامی حکومت موجود ہوتی تو ان خیالات کی اشاعت کی اجازت نہ  
 دیتی جو اسلام سے متصادم ہیں۔۔۔۔ اور اگر حضرت عمرؓ زندہ ہوتے تو۔۔۔۔ ممکن ہے ان کے  
 تازیانے کی مصروفیت بڑھ چکی ہوتی۔



کسی م  
 شماران عاشقان ر  
 اعزازان خوش ق  
 ہوں۔ بجز اللہ! بر  
 ہے، جنہیں اگل  
 کی ذات ستورہ  
 عزت سادات  
 کے بس کی بات  
 کا اعتراف یور  
 نعت خدائے  
 طرف قدح خو  
 کو سرفراز کر  
 کے شاعر نے

براہ  
 ماہ اس ط

## دانس تک ایشی

حافظ شفیق الرحمن

کسی مسلمان کی اس سے بڑھ کر خوش طامعی اور خوش بختی کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا شمار ان عاشقان رسول میں ہونے لگے جو فانی الرسول ہوتے ہیں۔ فانی الرسول ہونے کا یہ اعزاز ان خوش قسمتوں کا مقدر بنتا ہے، جو سیرت رسول کے آب و گل کے سانچے میں ڈھلے ہوں۔ بھگت! برادر محمد متین خالد کا شمار شیخ رسالت ماب کے ان پرسوز پروانوں میں ہوتا ہے، جنہیں اگلے وقتوں کے نغمہ گو شاعر نے عاشقان پاک طینت قرار دیا تھا۔ سید انیس و آفاق کی ذات ستوہ صفات سے عشق ہی سید العشق ہے۔ یہ عشق دنیا کا وہ واحد عشق ہے، جس میں عزت سادات میں اضافہ ہوتا ہے۔ عاشقان پاک طینت کے مقام و مرتبہ کا بیان ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔ یہی وہ مقام ہے، جہاں علامہ اقبال جیسے قادر الکلام کو بھی اپنے عجز بیان کا اعتراف یوں کرنا پڑتا ہے کہ خدا مجھے نفس جبریل دے تو کہوں۔ اس عشق کی یہ بے پایاں نعمت خدائے لم یزل ہر کہ و مہ کو عطا نہیں کرتا۔ بادہ عشق نبی دینے سے پہلے ساتی کائنات ظرف قدح خوار ضرور دیکھتا ہے۔ اس عشق کی متاع بے بہا سے وہ اپنے خاص خاص بندوں کو سرفراز کرتا ہے۔ یہی وہ لائق صد ہزار رشک اعزاز ہے جس کے بارے میں زبان پہلوی کے شاعر نے کہا تھا کہ

ع این سعادت بزور بازو نیست

برادر محمد متین خالد کی نس نس، رگ رگ اور روئیں روئیں میں عشق رسالت ماب اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، جس طرح آہوئے تاتاری کے نائفے میں مشک

س کے لیے کبھی قابل قبول نہیں  
نیالات کی اشاعت کی اجازت نہ  
ہوتے تو..... ممکن ہے ان کے

ازفر۔ بسا اوقات راقم الحروف کو اپنی خوش قسمتی پر رشک آتا ہے کہ تمام تر آلودہ دامنی اور تر دامنی کے باوجود مجھے جناب متین خالد جیسے فدائی رسالت ماب کی محبتیں اور خصوصی دعائیں حاصل ہیں۔ عاشقان رسول اور فدائیان رسول کی محبتوں اور دعاؤں کے حصول کی اس سعادت کو بھی میں اپنے والدین کی دعاؤں کا حاصل اور فیضان سمجھتا ہوں۔ ختم نبوت کے محاذ پر برادر معظم متین خالد کی حسین و جمیل کاوشوں اور کوششوں سے ایک عالم آگاہ اور ایک زمانہ واقف ہے۔ عشق رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے گفتار و کردار کے اس غازی نے اس محاذ پر جو کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، وہ نقوش جاوواں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اس ملک میں جب بھی دین دوست حلقوں کی حکومت قائم ہوئی تو تمغہ حسن کارکردگی پانے والوں میں موصوف کا نام سرفہرست ہوگا۔

”آئینہ خانہ“ میں آج متین خالد کا ذکر اس عنوان سے آیا ہے کہ گزشتہ دنوں انہوں نے مجھے ”اسلامی مرکز“ نیو دہلی کے ”مولانا“ وحید الدین خان کی ایک کتاب ششم رسول کے حوالے سے ارسال کی تاکہ اسے بلاستیعاب پڑھنے کے بعد میں سیکولر بھارت کے اس ”لبرل مولانا“ کی بدگام فکری لغزشوں کا محاکمہ کر سکوں۔ وحید الدین خان برصغیر کے ”منی سامراج“ بھارت کے تنخواہ دار اور وظیفہ خوار ترجمان ہیں۔ جو شخص منی سامراج کے ہاں فکر و نظر اور ضمیر گروی رکھ سکتا ہے، وہ عالمی سامراج کے آستانے پر کس طرح اپنی پیشانی رگڑتا ہوگا۔ جس نے یہ منظر دیکھنا ہو، وہ موصوف کی کتب کا مطالعہ کرے۔ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں برطانوی سامراج کی مدح و ثنا میں جو کچھ آنجمنائی غلام احمد قادیانی نے کہا تھا، اسی کا انعکاس بیسویں صدی کے اس آخری عشرے میں عالمی مغربی اور امریکی سامراج کے حوالے سے وحید الدین خان کے ”خرافات سلسلہ کتب“ میں دکھائی دیتا ہے۔ ششم رسول کے حوالے سے یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ موصوف کی اس کتاب کی تخلیق و تصنیف کا بنیادی مقصد یہی نظر آتا ہے کہ ملعون سلمان رشدی کی پیٹھ ٹھونک کر اسے یہ بتایا جائے کہ اے ابلیس کے چیلے! تو نے جو کام کیا ہے، یہ پہلی رتبہ نہیں ہوا بلکہ تم سے بھی پہلے ہمارے کئی بھائی بند اس سے ملتی جلتی سیاہ کاریوں کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ یہ باور کروا چکنے کے بعد اسلامی قبائیں لپٹے ہوئے اس راجپال نے ان تمام مغالطات، ہذیانات اور خرافات کو مذکورہ

کتاب میں یکجا کر دیا ہے  
وحید الدین خان  
”محتاج مسلمان رشدی“  
اپنے نام کے ساتھ ”مو  
اس کمبل سے جان نہیں  
عبقری اور فکر و دانش  
لیکن اب تو ہر حاطب ا  
نعرہ لگا کر اس لیبل کو ا  
ساتھ یہ سابقہ و لاحقہ  
اور بدیہی حقیقت ہے  
و کردار کے گہرے نقو  
کے لیے استعمال نہیں  
فی العلم والعلی ہونا۔  
کو مولانا ہی کے خطاب  
اقتیاز بھی اٹھا دیا گیا۔  
تھا کہ بے ریش علماء  
مند مولانا کہہ کر پکا  
عبدالحمید سالک، موا  
”مولانا“  
حوالے سے سادہ لو  
ہیں۔ اس لفظ کی آ  
چولا پنا اور مسلمانو  
کے ساتھ ”مولانا“  
کھل گیا اور کھلتا ہے

کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔

وحید الدین خان کی ”تحقیقی“ کاوشیں انہیں زیادہ سے زیادہ جو مقام دے رہی ہیں وہ ”مخاطب سلمان رشدی“ کا ہے لیکن ان سے گزریہ ہو چکی ہے کہ اوائل شباب سے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ ”مولانا“ کا جو مورچھل لگایا ہے ہزار فکری اور شعوری کاوشوں کے باوجود اس کسبل سے جان نہیں چھڑا سکے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ”مولانا“ کا یہ خطاب ماضی میں نا بخد، عبقری اور فکر و دانش کے حوالوں سے یکتائے روزگار قسم کے لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ لیکن اب تو ہر حاطب البیل، ذنی الطبع اور عبوسا ”قطریرا قسم کے جملانے“ پدرم مولوی بود“ کا نعرہ لگا کر اس لیبل کو اپنی پیشانی پر چپکار رکھا ہے۔ برصغیر میں اکثر جدید علماء کے اسمائے گرامی کے ساتھ یہ سابقہ و لاحقہ طغرائے امتیاز کی حیثیت سے موجود رہا ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ ایک مسلہ اور بدیہی حقیقت ہے کہ مولاناؤں نے ہماری دینی، سیاسی، سماجی، صحافتی اور ادبی زندگی پر افکار و کردار کے گہرے نقوش ثبت کیے ہیں۔ ماضی میں مولانا کا لفظ ہر ایرے غیرے اور تھو خیرے کے لیے استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اس اعزاز کے مستحق کے لیے ایک ہی سند تھی اور وہ تھی فنا فی العلم و العمل ہونا۔ رفتہ رفتہ عمل کا پلڑا ہلکا پڑتا گیا پھر بھی علم کی بنیاد پر عوامی حلقے صاحبان علم کو مولانا ہی کے خطاب سے پکارتے رہے۔ اب تو اس میں دینی اور دنیوی علم کی تخصیص اور امتیاز بھی اٹھا دیا گیا۔ مولانا کا حسین و جمیل لفظ اس حد تک باوقار اور باوجاہت تصور کیا جاتا تھا کہ بے ریش علماء و فضلاء کو ان کی علمی و ادبی اور صحافتی ثقاہت کی بنیاد پر ان کے عقیدت مند مولانا کہہ کر پکارتے تھے۔ مثلاً مولانا صلاح الدین، مولانا چراغ حسن حسرت، مولانا عبدالمجید سالک، مولانا غلام رسول مراد اور مولانا عبد السلام نیازی وغیرہم۔

”مولانا“ ایک ایسا لفظ ہے جس نام کے ساتھ یہ ”سابقہ“ لگ جائے، اس کے حوالے سے سادہ لوح مسلمانوں کے ہاں از خود ارادت اور عقیدت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لفظ کی اسی مسلہ اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض دین و دُشمن عناصر نے اسلام کا چولا پہنا اور مسلمانوں کے ناموں میں سے ملتے جلتے کسی ایک نام کا انتخاب کیا اور پھر اپنے نام کے ساتھ ”مولانا“ کے لفظ کا دم چھلا لگا کر معتبر اور موقر بن بیٹھے۔ لیکن ایسے لوگوں کا پول جلد کھل گیا اور کھلتا بھی کیوں نہ؟ دین و دُشمن اس قسم کا بہروپ دھار کر صرف مسلمانوں ہی کو

شک آتا ہے کہ تمام تر آلودہ دامن اور ترسالت ماب کی محبتیں اور خصوصی دعائیں محبتوں اور دعاؤں کے حصول کی اس ریفضان سمجھتا ہوں۔ ختم نبوت کے محاذ رکوشوں سے ایک عالم آگاہ اور ایک ہوئے گفتار و کردار کے اس غازی نے جاوداں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ قائم ہوئی تو تمغہ حسن کارکردگی پانے

وان سے آیا ہے کہ گزشتہ دنوں انہوں نے مولانا کی ایک کتاب شتم رسول کے بعد میں سیکولر بھارت کے اس ”لبرل“ وحید الدین خان برصغیر کے ”منی“ ہیں۔ جو شخص منی سامراج کے ہاں کے آستانے پر کس طرح اپنی پیشانی نب کا مطالعہ کرے۔ انیسویں صدی تو کچھ آنجمنی غلام احمد قادیانی نے کہاں عالمی مغربی اور امریکی سامراج کے میں دکھائی دیتا ہے۔ شتم رسول کے کی اس کتاب کی تخلیق و تصنیف بیٹھ ٹھونک کر اسے یہ بتایا جائے کہ ہوا بلکہ تم سے بھی پہلے تمہارے چکے ہیں۔ یہ باور کروا چکنے کے بعد تہذیبات اور خرافات کو مذکورہ

دھوکہ نہیں دے رہے تھے بلکہ وہ تو خدا کو بھی دھوکہ دینے پر تلے ہوئے تھے اور بھلا خدا جو ”خبر الما کونین“ ہے، ان کی چالوں میں آنے والا ہے۔ وہ انہیں بے نقاب کر کے رہتا ہے اور آخر وہ دن آتا ہے جب ان کا خرقہ مکدر ریا تار تار ہوتا اور وہ دنیا کے سامنے لارنس آف عربیہ کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ اسی قسم کے بہروپوں میں ایک بہروپیا وحید الدین خان بھی ہے جسے اصحاب بصیرت لارنس آف ہند یہ کا خطاب دے چکے ہیں۔ نام تو ان کا بظاہر وحید الدین ہے لیکن اپنے سیاہ اعمال کی وجہ سے وہ پلید الدنیا بن چکے ہیں۔ وحید الدین مولانا کیسے بنے؟ کس سازش کے تحت وہ کسی دینی مدرسے میں داخل ہوئے، آخر جو تا چور بھی تو نمازیوں کے روپ میں مساجد میں داخل ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی سازشی دینی مدرسہ کے طالب علم کے روپ میں مدرسہ میں داخل ہو جائے تو یہ کوئی امر استعجاب و حیرت نہیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وحید الدین خان کو یہ خطاب موروثی طور پر ملا ہو۔ ان کے آباء و اجداد میں واقف کوئی حقیقی عالم دین بھی گزرا ہو۔ علم دین کی وجاہتیں تو وہ اپنے ساتھ قبر میں لے گیا ہو اور اخلاف کے لیے ”مولانا“ کا دم پھلہ وراثت کے طور پر چھوڑ گیا ہو۔

اب ضروری تو نہیں کہ کسی عالم دین کے ہاں کوئی دین سے برگشتہ بد دین اور بھکی ہوئی روح جنم نہ لے۔ نوح کے گھر کنعان بھی تو جنم لیتا ہے۔ کیا مولانا سید مودودی کے ہاں ”مولانا“ فاروق حیدر مودودی ”جیسے آدھے تیز آدھے بیڑ“ قسم کی مخلوق نہیں پائی جاتی؟ بہر حال چھوڑیے اس قہقہے کو۔ ہمیں اس سے کیا لینا۔ قصہ مختصر! یہ یاد رکھئے کہ بڑے لوگوں کے ہاں اکثر چھوٹے لوگ جنم لیا کرتے ہیں۔ زمانہ جانتا ہے، علامہ اقبال کتنے بڑے عاشق رسول تھے اور توہین رسالت کے حوالے سے ان کے صاحبزادے کے ”لبل“ خیالات سے بھی علمی حلقے بخوبی واقف ہیں۔

ہمارے ہاں ایک تصنیفی روایت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ ”نقل کفر، کفر نباشد“ کہہ کر دنیا بھر کا کفر یک دیا جاتا ہے۔ وحید الدین خان کا کمال یہ ہے کہ اس نے اس ٹٹی کی آڑ میں خوب شکار کھیلا ہے۔

عالمی سامراج اور استعمار کے حوالے سے نیو دہلی کے نام نہاد اسلامی مرکز کے اس مدار المہام کی مفعولی ذہنیت کا عالم یہ ہے کہ ایک امریکی جوڑے نے اسلام سے برگشتہ کرنے

والے ان کے خیالات سے متاثر  
”نجات کا پروانہ“ سمجھتے ہوئے اپنی  
پرستوں اور سامراجی ایجنٹوں کو یہ  
ایک عدد مولانا بھی ہیں۔ ہائے اکبر  
بدھو میاں بھی  
گو مشت خاک

مغربی سامراج کے حضور  
کے فراہم کردہ ٹریولنگ چیکوں پر  
دیدہ۔۔۔۔۔ اپنے جماندیدہ ہونے  
ہو گئے۔ انہیں تو ”ان پڑھے اعظما  
پیازہ، بیربل اور تان سین کے ہم  
توصیف کی پل بانڈھتے اور خوب  
تاز ہیں۔ تب ہوتے تو اشرافیوں۔  
ان کے بریف کیس اب بھی ڈالر  
یہ کج فکر اور کج نماد“  
عصری تقاضوں کے تابع کرنے ا  
مصروف کار ہیں۔ وہ جذبہ جو مل  
رسالت کو جنم دیتا ہے، وہ جذبہ  
دریدہ دہن اس پاک جذبے کو لانا  
نا جائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ انٹو  
شعور سے محرومی کا نتیجہ قرار دے۔  
خلاف مسلمانوں کے احتجاج ا  
”آزادی“ پر حملہ تصور کرتے ہیں  
غم و غصے کے اظہار کو ”مغرب

والے ان کے خیالات سے متاثر ہو کر انہیں ایک عدد خط لکھ دیا۔ موصوف نے اس خط کو ”نجات کا پروانہ“ سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں اس کا عکس بھی بالالتزام شائع کیا تاکہ استعمار پرستوں اور سامراجی ایجنٹوں کو یہ جان کر خوشی ہو کہ اس میدان میں تنا مسٹری نہیں بلکہ ایک عدد مولانا بھی ہیں۔ ہائے اکبر الہ آبادی کس وقت یاد آئے۔ فرماتے ہیں

بدھو میاں بھی حضرت گاندھی کے ساتھ ہیں  
گو مشت خاک ہیں مگر آندھی کے ساتھ ہیں

مغربی سامراج کے حضور گلہائے عقیدت پیش کر کے اس نام نہاد مولانا نے مغرب کے فراہم کردہ ٹیولنگ چیکوں پر دنیا کے کئی ممالک کا سفر بھی کیا۔ یوں یہ گرگ باران دیدہ۔۔۔۔۔ اپنے جماندیدہ ہونے کی بھی بڑھانکنے سے باز نہیں آتا۔ یہ مولانا غلط دور میں پیدا ہو گئے۔ انہیں تو ”ان پڑھے اعظم“ اکبر کے دور میں پیدا ہونا چاہیے تھا تاکہ یہ بھی ملا دو پیازہ، بیربل اور تان سین کے ہمراہ ظل سبحانی کے نورتوں میں شامل ہو کر اس کی تعریف و توصیف کی پل باندھتے اور خوب خوب مال پانی بناتے۔ مال پانی بنانے میں تو خیر وہ اب بھی یکہ تاز ہیں۔ تب ہوتے تو اشرافیوں سے تجوریاں بھرتے لیکن اب بھی وہ گھانٹے میں نہیں ہیں۔ ان کے بریف کیس اب بھی ڈالروں سے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ کج فکر اور کج نماد ”مولانا“ جدید انسان کی غلط فہمی دور کرنے کے نام پر اسلام کو عصری تقاضوں کے تابع کرنے اور ان کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے گزشتہ ۴۰ سال سے مصروف کار ہیں۔ وہ جذبہ جو ملت اسلامیہ میں غازی علم الدین شہید جیسے سرفروش فدائیان رسالت کو جنم دیتا ہے، وہ جذبہ جس سے مغلوب ہو کر راجپال کو اصل جہنم کر دیا جاتا ہے، یہ دریدہ دہن اس پاک جذبے کو لغویت قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ مولانا کے لائحے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنی رشدی ایجنسی ٹیشن کو لغویت کی حد تک غیر اسلامی اور دعوتی شعور سے محرومی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے رتی بھر حیا محسوس نہیں کرتے۔ توہین رسالت کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو وہ ان کے چھوٹے پن، سرکشی اور مغرب کے مذہب ”آزادی“ پر حملہ تصور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سلمان رشدی کے خلاف مسلمانوں کے غم و غصے کے اظہار کو ”مغرب کے خلاف ناقابل فہم حد تک غیر عاقلانہ تحریک“ چلانے کے

دینے پر تلے ہوئے تھے اور بھلا خدا جو ہے۔ وہ انہیں بے نقاب کر کے رہتا ہے رہتا اور وہ دنیا کے سامنے لارنس آف ہندوستان میں ایک ہرویہا وحید الدین کا خطاب دے چکے ہیں۔ نام تو ان کا بظاہر یہ دنیا بن چکے ہیں۔ وحید الدین، مولانا میں داخل ہوئے، آخر جو تا چور بھی تو اس اور اگر کوئی سازشی، دینی مدرسہ کے ذمہ دار کوئی امر استعجاب و حیرت نہیں۔ ایسا ہی طور پر ملا ہو۔ ان کے آباء و اجداد میں ایسا ہی تھا تو وہ اپنے ساتھ قبر میں لے گیا ہو اور پر چھوڑ گیا ہو۔

کوئی دین سے برگشتہ، بد دین اور بھکی جاتا ہے۔ کیا مولانا سید مودودی کے ہاں بھگت کی قسم کی تعلق نہیں پائی جاتی؟ قصہ مختصر! یہ یاد رکھئے کہ بڑے لوگوں کا نام ہے، علامہ اقبال کتنے بڑے عاشق صاحبزادے کے ”لب لب“ خیالات سے

جاتی ہے کہ ”نقل کفر، کفر نباشد“ کہہ

یہ ہے کہ اس نے اس ٹٹی کی آڑ میں

وہی کے نام نہاد اسلامی مرکز کے اس جوڑے نے اسلام سے برگشتہ کرنے

متضاد گردانتے ہوئے فرماتے ہیں "اس نے سارے مغرب میں اسلام کے خلاف سوئی ہوئی نفرتوں کو دوبارہ نئے عنوان سے جگا دیا ہے" سبحان اللہ! "اسلام کے خلاف مغرب کی سوئی ہوئی نفرتوں" کی ترکیب بھی خوب رہی۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ مزید درنظنیاں چھوڑتے ہوئے عصر حاضر کا یہ بیریل یوں حزل سرا ہوتا ہے "مسلم رہنماؤں کی یہ سرگرمیاں مجرمانہ سرگرمیاں ہیں" مغرب کے اس سرپھرے دیوانے کو جو مغرب کے عشق میں اس حد تک اندھا ہو چکا ہے کہ انہیں شررور فکر اور عقرب انگیز تحریروں کے دامن کی ہوا دے کر عشق چراغ مصطفویٰ کی لوؤں کو گل کر دینا چاہتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مسلمان کے لبائے میں لارنس آف عربیہ نے جو کردار ادا کیا تھا، آج بھارتی ہندو اور مغربی یہود کے سرمائے پر پلنے والا یہ عفریت عالم دین کے روپ میں کر رہا ہے۔ وہ لارنس آف عربیہ تھا تو یہ لارنس آف ہندیہ ہے۔ اس کا پیشیان برطانوی سامراج تھا، تو اس کا پیشیان امریکی سامراج ہے۔



لاہور سے برا  
کتاب "شتم رسول  
تاثرات سپرد قلم کردار  
مذکورہ تصنیف  
جو بھی انداز اختیار کرے  
میں رشدی کی کتاب  
سلمان رشدی  
"پیگمکین" نے شا  
سانے آیا کہ ٹول  
پیش کیا تھا۔ اور  
کے صحابہ اور اہل  
اور دل آزار ہے  
نہیں۔ رشدی کا  
کتب میں "نظر  
ہیں۔ وہ اقتباسات  
قابو نہیں رکھ سکا  
مولانا ود  
انتہائی بے ہودا  
مولانا ساتھ اثر

سارے مغرب میں اسلام کے خلاف سوئی ہے۔ "سبحان اللہ!" اسلام کے خلاف مغرب کی سی پر اکتفا نہیں۔ مزید در فتنہاں چھوڑتے ہے "مسلم رہنماؤں کی یہ سرگرمیاں مجرمانہ لے کر جو مغرب کے عشق میں اس حد تک انگیز تحریروں کے دامن کی ہوا دے کر عشق۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران مسلمان کے کیا تھا، آج بھارتی ہنود اور مغربی یہود کے میں کر رہا ہے۔ وہ لارنس آف عربیہ تھا تو یہ سامراج تھا، تو اس کا پشیمان امر کی سامراج

## بازارِ اسلام کا شمار

جمیل احمد عدیل

لاہور سے برادر محمد تین خالد نے بھارتی نژاد مصنف مولانا وحید الدین خان کی ایک کتاب "فہم رسول ﷺ کا مسئلہ" بھجوائی ہے اور اس عاجز کو حکم دیا ہے کہ اس پر اپنے تاثرات سپرد قلم کروں۔

مذکورہ تصنیف کا مرکزہ یہ نظریہ ہے کہ مسلمان رشدی نے اپنے ناول "شیطانی آیات" میں جو بھی انداز اختیار کیا ہے، آزادی تحریر کے بنیادی حق سے استفادہ کرتے ہوئے کیا ہے۔ مسلم دنیا میں رشدی کی کتاب پر جو رد عمل سامنے آیا ہے، وہ بے جا ہے۔

مسلمان رشدی کی "شیطانی آیات" ستمبر ۱۹۸۸ء میں برطانیہ کے معروف اشاعتی ادارے "پیگمین" نے شائع کی تھی۔ جب اس کتاب کے مندرجات مسلمانوں تک پہنچے تو شدید رد عمل سامنے آیا کہ ناول نگار نے انسانی فضا میں ایک خاص زمانے، ماحول، کرداروں اور واقعات کو پیٹ کیا تھا۔ اور وہ عمدہ تھا عمدہ رسالت، شہر تھا مکہ اور کردار تھے حضور ختمی مرتبت ﷺ، ان کے صحابہ اور اہل بیت۔ اب اس میں جو کچھ لفظوں کی صورت بیان کیا گیا، وہ اس درجہ مبتذل اور دل آزار ہے کہ ان میں سے کوئی ایک لفظ بھی یہاں QUOTE کرنا کم از کم میرے لیے ممکن نہیں۔ رشدی کی تخلیق کا جن اصحاب علم نے حاکم کیا ہے، جی کڑا کر کے اپنے مضامین اور کتب میں "نقل کفر کفر نباشد" کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض حوالے انہوں نے نقل کیے ہیں۔ وہ اقتباسات اس حد تک خیز ہیں کہ انہیں پڑھ کر گیا گزرا مسلمان بھی اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

مولانا وحید الدین خان خود تسلیم کرتے ہیں "یہ کتاب اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ایک انتہائی بے ہودہ اور فحش قسم کا ناول ہے جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔" (ص ۳۸) لیکن مولانا ساتھ اس خیال بلکہ اس نظریے کو بھی بڑی شد و مد سے بیان فرماتے ہیں "ایشی رشدی ایچی

نیشن بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔“ (ص ۶) ”مسلمان رشدی کی کتاب بلاشبہ لغو ہے، مگر شیعہ اور سنی علماء کا مذکورہ رد عمل بلاشبہ اس سے بھی زیادہ لغو ہے۔“..... مسلمان رشدی نے اگر پیغمبر اسلام کی توہین کی تھی تو آیت اللہ خمینی اور ان کے ہم نوا علماء، اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا کی نظر میں اسلام کی یہ تصویر پیش کی ہے کہ وہ ایک وحشی اور غیر منہذب دین ہے۔“ (ص ۳۳)

مولانا وحید الدین خان نے زیر نظر کتاب میں دلائل عقلیہ و عقلیہ کی رو سے ثابت کیا ہے کہ شریعت میں توہین رسالت ﷺ کی کوئی سزا مقرر نہیں بلکہ یہ قابل تعزیر جرم ہی نہیں۔ اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے متعدد احادیث پیش کی ہیں، جن میں حضور نبی اکرم ﷺ اپنے گستاخوں کو معاف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ واقعہ طائف سے لے کر فتح مکہ تک لا تعداد مواقع ایسے آئے، جب حضور ﷺ معاندین پر اختیار رکھتے تھے، لیکن انہوں نے اعراض، غصہ اور درگزر سے کام لیا۔ مولانا ان روایات کو پیش کرنے کے بعد استنباط کرتے ہیں کہ دشمن کو معاف کرنا ہی سنت نبوی ﷺ ہے۔ یہی قابل تقلید اسوۂ رسول ﷺ ہے۔

لاریب حضور ﷺ رحمتہ للعالمین ہیں۔ انہوں نے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کیا ہے لیکن جہاں تک روایات کا تعلق ہے، بہت سی ایسی روایات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، جن میں بڑی وضاحت سے مرقوم ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے گستاخوں کے قاتلوں کو نہ صرف کوئی سزا نہیں دی بلکہ ان کے اقدام کو پسند کیا اور بعض روایات تو ایسی بھی ملتی ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم پر ان کے شاموں کو قتل کیا گیا۔

آگے چلے فقہاء اور علماء کے فیصلے بھی خاصے متضاد ہیں۔ وحید الدین صاحب نے ایسے اکابرین کے اقوال پیش کیے ہیں، جو معاف کر دینے یا نظر انداز کر دینے کے حق میں ہیں۔ جبکہ جناب محمد اسماعیل قریشی کی تصنیف ”ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ﷺ“ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کے رسالے ”توہین رسالت ﷺ اور اس کی سزا“ مولانا رعایت اللہ فاروقی کی کتاب ”گستاخ رسول ﷺ کی سزا“ اور ایچ ساجد اعوان کی تالیف ”تحفظ ناموس رسالت ﷺ اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا“ میں صلحائے امت کے بہت سے تاریخی فیصلے گواہی دے رہے ہیں کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

اب فیصلہ کیسے ہو؟ صحیح نتیجے تک پہنچنے کے لیے دو تین پہلوؤں کو خاص طور پر مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ شاتم رسول ﷺ کی سزا کے متعلق جتنی بھی روایات ہیں، ان کا از سر نو تجزیہ کیا جائے، راویان کے تشخص اور صحت کو معروضی تاثر میں دیکھا جائے۔ جب ”یقینی سیاق و

سباق کا تعین ہو جائے گا تو،

غور ہے کہ اگر حضور ﷺ نہیں ہو گئی۔ آج بھی اس پر اچھی بات اور کیا ہوگی۔ لیکن چاہتے ہیں اور عدد رسول ﷺ حلالانکہ کون نہیں جانتا کہ ایسے

غرض ہر شے سے بڑھ کر دستبردار ہونے کا مظاہرہ کر۔ اگر م ﷺ کی اہانت کا آتا قارئین اب ضرور سے ہمارے تعلق کی محبتیں یہ ہے کہ ہماری زندگیوں؛

سلسلہ انہی کی رہبری میں د ﷺ کائنات کی ہر چیز بد بخت کے لیے کوئی نرم انداز کرنے کا تب ہم میں

مولانا وحید الدین مسلمانوں کو جذباتی نہیں

کرتا ہے کہ زندگی میں ہ سے جذبہ منما ہو جائے تو

ہے جس سے سسٹم چل رہا کہ مولانا جذبات کے قائل

اس کی جذباتی وابستگی ہو اور جہاں اس کے جذبات

اسے اپنی ذات محبوب۔ محبوب ہیں۔ کاش مولانا

گزریں اور انہیں مطلوب

سابق کا تعین ہو جائے گا تو بہت سی پیچیدگیاں بالیقین حل ہو جائیں گی۔ تاہم یہ بہت بھی قابل غور ہے کہ اگر حضور ﷺ نے دکھ پہنچانے والوں کو معاف کیا ہے تو خاتمِ بدہن یہ سنت معطل نہیں ہو گئی۔ آج بھی اس پر عمل ہو سکتا ہے۔ آپ بھی اپنے دشمن کو معاف کر دیجئے۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہوگی۔ لیکن یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ہم اپنے دشمن کو تو پارہ پارہ کر دینا چاہتے ہیں اور عدو رسول ﷺ کے سلسلہ میں رواداری، برداشت اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ حالانکہ کون نہیں جانتا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ مومن اپنی ذات، اولاد، ماں باپ غرض ہر شے سے بڑھ کر نبی ﷺ سے محبت کرے۔ اس زندگی میں ہم اپنے کس حق سے دستبردار ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ اپنا معمولی سا حق بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، معاملہ نبی اکرم ﷺ کی اہانت کا آتا ہے تو اسے سہہ جانے کی تعلیم دیتے ہیں۔

قارئین! اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک امتی کی حیثیت سے رسولِ عربی ﷺ سے ہمارے تعلق کی محسوس ہونی چاہیے۔ مضبوط ترین، توانا ترین اور پائیدار ترین تعلق کی نوعیت یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں حضور ﷺ محور کے مقام پر ہوں۔ ہمارے جملہ اعمال و افعال کا سلسلہ انہی کی رہبری میں وجود پذیر ہو۔ پھر محبت اور عشق کی سچی اساس استوار ہوگی۔ ہمیں حضور ﷺ کائنات کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہوں گے، تو پھر یہ کب ممکن ہے کہ ہم دل میں اس بدبخت کے لیے کوئی نرم گوشہ رکھ سکیں جو آپ ﷺ سے بغض اور کینہ رکھتا ہو۔ اسے نظر انداز کرنے کا تب ہم میں یقیناً حوصلہ نہیں ہوگا۔

مولانا وحید الدین صاحب نے بار بار اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ مسئلہ سب و شتم پر مسلمانوں کو جذباتی نہیں ہونا چاہیے۔ مولانا اور ان کے ہم خیالوں سے بڑے ادب سے استفسار کرنا ہے کہ زندگی میں جذبہ و احساس، کیا مسترد کر دیے جانے کے لائق روئیے ہیں؟ اگر زندگی سے جذبہ منہا ہو جائے تو باقی کیا رہ جائے گا؟ ہمارے تمام سماجی رشتوں کے بیچ جذبہ ہی تو وہ دھماکہ ہے جس سے سسٹم چل رہا ہے۔ بلکہ یہ ساری کائنات ”جذب باہم“ سے قائم ہے۔ بات یہ نہیں کہ مولانا جذبات کے قائل نہیں ہیں، مگر ترجیح کا فرق ہے۔ انسان جذباتی ہوتا ہے، وہاں جہاں اس کی جذباتی وابستگی ہوتی ہے۔ ماں، دولت، شہرت، جائیداد، اولاد، کہاں کہاں وہ جذباتی نہیں ہوتا اور جہاں اس کے جذبات کے نازک آگینے کو ٹھیس لگتی ہے، وہاں پھلک اٹھتا ہے۔ اسی لیے کہ اسے اپنی ذات محبوب ہے۔ افسوس کا یہی مقام ہے کہ آج محبوب خدا سے اپنی ذات سے بھی کم محبوب ہیں۔ کاش مولانا صاحب کو کبھی ذلت کی اذیت کا زہریلا کٹنا چھبے تاکہ وہ شدید کرب سے گزریں اور انہیں معلوم ہو، جذبات کیا ہوتے ہیں؟ اور ان کا اظہار کیا ہوتا ہے؟

مسلمانِ رشدی کی کتاب بلاشبہ لغو ہے، مگر لغو ہے۔۔۔۔۔۔ مسلمانِ رشدی نے اگر ہم نوا علماء، اسلام کی توہین کے مرتکب پیش کی ہے کہ وہ ایک وحشی اور غیر

ماعتقلہ و عقلیہ کی رو سے ثابت کیا ہے نہیں بلکہ یہ قابلِ تعزیر جرم ہی نہیں۔ ہیں، جن میں حضور نبی اکرم ﷺ طائف سے لے کر فتح مکہ تک لاتعداد کتے تھے، لیکن انہوں نے اعراض، غصہ کے بعد استنباط کرتے ہیں کہ دشمن کو

وہ رسول ﷺ ہے۔ نے اپنے بدترین دشمنوں کو معاف کیا بات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں، اپنے گستاخوں کے قاتلوں کو نہ صرف روایات تو ایسی بھی ملتی ہیں کہ حضور

ہیں۔ وحید الدین صاحب نے ایسے راز کر دینے کے حق میں ہیں۔ جبکہ اور قانون توہین رسالت ﷺ اور اس کی سزا“ مولانا اور ایچ ساجد اموان کی تالیف ”تحفظ صلحائے امت کے بہت سے تاریخی

پلوؤں کو خاص طور پر نظر رکھنے کی بھی روایات ہیں، ان کا از سر نو میں دیکھا جائے۔ جب حقیقی سیاق و

یہ سارے آئین، قوانین، ضابطے، اصول۔۔۔۔۔ یہ سب فرد کو تحفظ دینے کی ضمانت دیتے ہیں۔ تو اگر وہ قانون جو اس کے جذبات کا احترام کرائے، اسے دھیانہ قرار دینا انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر ایک مسلمان کی دل آزاری کرنے والے کو قانون کا ہاتھ روکتا ہے تو یہ کہاں کی بربریت ہے؟ یہ بات فہم سے کس درجہ بالا اور معقولیت سے کتنی دور ہے کہ قانون کسی شخص کو یہ ”فطری آزادی“ مہیا کرے کہ تم جس طرح چاہو، دوسرے کی واجب العقیدت شخصیت کو دشنام کے مسوم تیروں سے گھائل کر دو، کیونکہ یہ ہیومن رائٹس کے مطابق ہے۔ اسے ”ہیومن رائٹس“ کا جزد قرار دینا تو پرلے درجے کی بیہیت ہے۔ فرد کے احترام میں یہ شامل ہے کہ اس سے متعلق ہر اس چیز کا احترام کیا جائے جو اس کی نظر میں محترم ہے۔

آئیے اب مسئلے کو ایک اور تجربے کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ آخر توہین رسالت ﷺ کی اجازت کے کون لوگ متنی ہیں؟ مسلم یا غیر مسلم؟ بھلا آپ سوچنے کا ایک مسلمان، قلب و نگاہ کے نماں خانوں میں توہین کا تصور بھی لا سکتا ہے؟ جب وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو گویا وہ اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتا اور یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس کے بعد توہین کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟ توہین کا تو ایک ہی مطلب ہے کہ اس نے خود کو دامن نبوی ﷺ سے علیحدہ کر لیا ہے۔ لہذا یہ طے ہوا کہ کوئی مسلم توہین رسول ﷺ کر ہی نہیں سکتا۔ اب رہ گئے غیر مسلم، تو ذرا بتائیے غیر مسلم ہونے کا یہ مفہوم کہاں درج ہے کہ وہ بدتمذیب اور ناشائستہ ہوتا ہے۔ اگر اسلام اس کی سمجھ میں نہیں آتا تو ٹھیک ہے وہ اپنے آبائی دین پر قائم رہے، کون اسے تلوار کے زور پر مسلمان بنا رہا ہے؟ کوئی نہیں۔ لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دے۔ اسلام کے سواجبت مذاہب ہیں، ان سے وابستہ اربوں لوگ موجود ہیں۔ ہم انہیں کب گستاخ رسول ﷺ قرار دیتے ہیں؟ ان کے قتل کے فتوے دیتے پھرتے ہیں، ہم ان سب کا احترام کرتے ہیں، اس لیے بھی کہ کسی مذہب نے انہیں یہ تبلیغ نہیں کی کہ جاؤ اور پیغمبر اسلام کی (معاذ اللہ) توہین کرو۔ ہر مذہب کا رشتہ کسی نہ کسی نبی سے ہی وابستہ ہے اور سبھی انبیاء نے بھلائی، بھائی چارے اور اخلاق و آداب ہی کی تعلیم عام کی ہے۔ پھر ہماری نظر میں ان غیر مسلمانوں کا حد سے زیادہ احترام ہے جنہوں نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا انتہائی بے تعصبی سے اعتراف کیا ہے۔ زمانہ نبوی ﷺ سے لے کر لحد موجود تک ہزاروں غیر مسلم دانشوروں نے حضور ﷺ کی صداقت کی گواہی دی ہے۔ ہم انہیں کب شاتمیں کی فہرست میں شامل سمجھتے ہیں۔ غیر مسلم ہونے کا ہرگز مطلب گستاخ ہونا نہیں۔

ایسے میں اگر کوئی باغی صفت اذیت رساں ہوتے ہیں تو درحقیقت میں زہر گھولتا ہے۔ بس اسے سزا ہے، اس سے بڑھ کر بھلا مفید اور منفی اور کون ہوگا؟ کیونکہ رسول ہے۔ اسے جان و دل سے عزیز، ایک شخص کی عزت نفس مجروح، کروڑوں نفوس کے دلوں کو زخمی

توہین رسالت ﷺ کو فیصد درست کیا ہے۔ اس لیے اسے قلب کو چر کے لگانا بدتمذیبی اور اس مثال کو اپنی کتاب میں کئی ضرورت نہیں کہ وہ کتے کی بھکتوں کو تلف کرنا انسانیت پر کرتے رہتے ہیں وگرنہ باؤلے پھینچتا ہے۔

مکرم قارئین! ہمارا البتہ لیکن یہ کامل قرآنی معاشرہ نہیں کتاب میں رہنمائی کا کون سا آیات قرآنی کا حوالہ دیا جائے

□ ”اے لوگو جو ایمان اور نہ نبی ﷺ کے آپس میں ایک دوسرے عمارت جائے اور تمہیں

□ ”بلاشبہ جو لوگ اور آخرت میں اللہ

ایسے میں اگر کوئی باغی صفت فرد اٹھتا ہے، جو قلم یا زبان سے ایسے کلمات کو عام کرتا ہے جو اذیت رساں ہوتے ہیں تو درحقیقت وہ سماج میں فساد کو فروغ دینے کا اہتمام کرتا ہے۔ پراسن فضا میں زہر گھولتا ہے۔ بس اسے سزا "فساد فی الارض" کے جرم پر دی جاتی ہے۔ جو نفعی کو ہوا دیتا ہے، اس سے بڑھ کر بھلا مفسد اور کون ہوگا؟ اور شاتم رسول ﷺ سے بڑھ کر بھلا مفسد اور متغنی اور کون ہوگا؟ کیونکہ رسول ﷺ کی ذات ایک فرد کی حیثیت سے بہت بڑھ کر ہوتی ہے۔ اسے جان و دل سے عزیز جاننے والے ان گنت لوگ ہوتے ہیں۔ مغرب کی عدالتیں بھی ایک شخص کی عزت نفس مجروح کرنے والے کو تو "ہنگ عزت" کے جرم میں سزا سناتی ہیں اور کروڑوں نفوس کے دلوں کو زخمی کرنے والے کے لیے تحفظ، یہ کیسی دورنگی ہے؟

توہین رسالت ﷺ کو اگر قانون نے جرم قرار دیا ہے اور اس پر سزا جاری کی ہے تو سو فیصد درست کیا ہے۔ اس لیے کہ جسے ابھی اتنی تمیز، عقل اور شعور نصیب نہیں کہ دوسرے کے قلب کو چرکے لگانا بدتمیزی اور اجڈ پن ہے، اسے واقعی سزا ملنی چاہیے۔ مولانا وحید صاحب نے اس مثل کو اپنی کتاب میں کئی بار دہرایا ہے کہ "کتا اگر ہاتھی کے اوپر بھونکے تو ہاتھی کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ کتے کی بھونک کی تردید کرے"۔ وحید صاحب شاید جانتے ہیں کہ آوارہ کتوں کو تلف کرنا انسانیت پر احسان ہوتا ہے اور بلدیہ والے اسے فرض سمجھ کر وقتاً فوقتاً ادا بھی کرتے رہتے ہیں مگر نہ باؤلے کتوں کو اگر کھلا چھوڑ دیا جائے تو ناقابل حلانی نقصان انسان کو ہی پہنچتا ہے۔

سکرم قارئین! ہمارا المیہ کوئی ایک نہیں، ہم اسلامی معاشرے میں تو زندگی کر رہے ہیں، لیکن یہ کال قرآنی معاشرہ نہیں ہے۔ قرآن مجید لہدی اصولوں کی سردی کتاب ہے۔ اس آخری کتاب میں رہنمائی کا کون سا گوشہ خالی ہے؟ کوئی بھی نہیں۔ اس مقام پر ازبس ناگزیر ہے کہ ان آیات قرآنی کا حوالہ دیا جائے جو بحسن انسانیت ﷺ کے ارفع و اعلیٰ مقام کا تعین کر رہی ہیں۔

□ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا غارت جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

(سورۃ الحجرات، آیت ۲-۳)

□ "بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھینکار ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا

ہے سب فرد کو تحفظ دینے کی ضمانت دیتے اسے وحشیانہ قرار دینا انسانی نہیں تو اور کو قانون کا ہاتھ روکتا ہے تو یہ کہاں کی سے کتنی دور ہے کہ قانون کسی شخص کو دوسرے کی واجب العقیدت شخصیت کو رائس کے مطابق ہے۔ اسے "بیومن فرد کے احترام میں یہ شامل ہے کہ اس محترم ہے۔"

دیکھتے ہیں۔ آخر توہین رسالت ﷺ بلا آپ سوچنے کہ ایک مسلمان، قلب و وہ خود کو مسلمان کہتا ہے تو گویا وہ اقرار کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے ہوا جاتی ہے؟ توہین کا تو ایک ہی مطلب لیا ہے۔ لہذا یہ طے ہوا کہ کوئی مسلم "طلم" تو ذرا اجائے غیر مسلم ہونے کا یہ اگر اسلام اس کی سمجھ میں نہیں آتا تو ر زور پر مسلمان بنا رہا ہے؟ کوئی ر خاتم الانبیاء ﷺ کے خلاف ہرزہ سے وابستہ اربوں لوگ موجود ہیں۔ ہم کے فتوے دیتے پھرتے ہیں، ہم ان میں یہ تبلیغ نہیں کی کہ جاؤ اور پیغمبر نبی سے ہی وابستہ ہے اور سبھی انبیاء کی ہے۔ پھر ہماری نظر میں ان غیر سے نبی ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا ہ لے کر لہجہ موجود تک ہزاروں غیر ی ہے۔ ہم انہیں کب شامین کی ستا ہونا نہیں۔

کیا گیا ہے۔“

(سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)

□ ”اور جو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے“

(سورۃ توبہ، آیت ۶۱)

□ ”اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔ پھر جو کچھ تم حکم فرمادو، اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔“

(سورۃ النساء، آیت ۶۵)

□ ”بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، ان کو ذلیل کیا جائے گا جس طرح ان لوگوں کو ذلیل کیا گیا، جو ان سے پہلے تھے۔“

(سورۃ المجادلہ، آیت ۵)

□ ”لعنت کیے ہوئے جہاں کہیں ملیں پکڑ لے جائیں اور قتل کیے جائیں، اچھی طرح قتل کرنا، یہ اللہ کا طریقہ ہے، ان لوگوں کے لیے جو ان سے پہلے گزر گئے اور اللہ کا طریقہ ہرگز نہیں تبدیل ہوا کرتا“

(سورۃ الاحزاب، آیت ۶۱-۶۲)

(حضور ﷺ کے شاتم سے بڑا ملعون کون ہو سکتا ہے؟)

□ ”اے لوگو! جو ایمان لائے ہوئے ہو، نہ مرد، مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ کرو، نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔“

(سورۃ الحجرات، آیت ۱۱)

قارئین! آپ نے دیکھا کس قدر مربوط فکر، مبسوط لائحہ عمل اور جامع پروگرام ہے۔ ادب آداب کے قوانین کے باب میں ان قوانین کو حرف آخر کا مقام حاصل ہے۔ عزت نفس کو کتنا اونچا درجہ ملا ہے۔ جب کسی کو استہزاء کے ساتھ چلانے کے لیے غلط نام و القاب سے پکارا جاتا ہے تو اس کی شخصیت مسخ ہونے لگتی ہے۔ اپنی نظر میں اس کا اپنا وجود حقیر ہو جاتا ہے۔ اس کا اعتماد، وضع داری، رکھ رکھاؤ، سب کچھ، اڑ پر لگ جاتا ہے۔ یہ فرد کو اندر سے قتل کرنے کی

سازش ہے۔ تدرت نے دیکھے انسانی ان قوانین اس نے بنا دیے ہیں۔ اب ان جنگ کرنی اور لڑنی پڑتی ہے کہ یہی نظام لڑا کرتے ہیں کہ یہی نظام تدرت ہے۔ اڑاتا ہے اور اپنی اس اوجھی حرکت۔ طوق تو ضرور ڈالے گا تاکہ وہ عبرت کی کا انتظام ہے، جو خدا کے رسول ﷺ منجائش نہیں ہے کہ اس نے ایک مذموم حرکت کی ہے۔ اسے اس دنیا میں

آخر میں مولانا وحید الدین صاحب

سے بڑے اخلاص سے اس نقطہ نظر

کرتے تھے۔ ہمیں بھی انہیں نظر انداز

سے ضرور غور کیجئے گا کہ اگر رشدی

پہچانیں اچھالتے پھریں گے۔ ہر مرفض

پر در لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ اگر

فاصل قائم رہے۔ غیرت کا تحفظ تاکہ

مغربی اقوام کو یہ نکتہ سمجھایا جائے کہ

ہے کہ ایک طرف یہ معمولی سے

یہاں تک کہ کوئی کسی کی طرف گھو

کرتا ہے اور دوسری طرف اس

راہ گم کردہ انسانیت کو فوز و فلاح کی

مولانا صاحب ایورپ والوں

صرف مسلمانوں کا ہادی نہیں، کل

فرمودہ سورج کی کرنوں جیسے تاباں

ارمغان دیا ہے، وہ صادق ہے، وہ

اتنی تربیت تو حاصل کر لیں کہ

ع ”اور“

سازش ہے۔ قدرت نے دیکھے انسانی نفسیات کی نبض پر کس حکیمانہ انداز میں ہاتھ رکھا ہے۔ قوانین اس نے بنا دیے ہیں۔ اب ان کا نفاذ تو نظام نے کرنا ہے اور نظام کو قیام امن کے لیے جنگ کرنی اور لڑنی پڑتی ہے کہ یہی نظام فطرت ہے اور اللہ کے لیے یہ جنگ اس کے بندے ہی لڑا کرتے ہیں کہ یہی نظام قدرت ہے۔ وہ شخص جو دوسرے کو برے القاب سے پکارتا ہے، تسخر اڑاتا ہے اور اپنی اس اوجھی حرکت سے باز نہیں آتا، نظام پھر اس بے حیا کے گلے میں لعنت کا طوق تو ضرور ڈالے گا تاکہ وہ عبرت کی مثال بن جائے۔۔۔۔۔ اور یہ تو عام فرد کی عزت کی حفاظت کا انتظام ہے، جو خدا کے رسول ﷺ کی حرمت کو ایذا کا نشانہ بناتا ہے، اس کے لیے تو کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اس نے ایک انسان کو نہیں، لاتعداد انسانوں کی روجوں کو زخمی کرنے کی مذموم حرکت کی ہے۔ اسے اس دنیا میں رسوا کن عذاب کے گڑھے میں ضرور گرایا جائے گا۔

آخر میں مولانا وحید الدین صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے اپنی طرف سے بڑے اخلاص سے اس نقطہ نظر کی تبلیغ کی ہے کہ حضور ﷺ معاندین سے اعراض برتا کرتے تھے۔ ہمیں بھی انہیں نظر انداز کرنے کی پالیسی اپنانی چاہیے۔ لیکن آپ کبھی ٹھنڈے دل سے ضرور غور کیجئے گا کہ اگر رشدی جیسے بدباطنوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی تو یہ اکابرین کی یونسی پگڑیاں اچھالتے پھریں گے۔ ہر مرض کا اپنا علاج اور ہر علاج کا اپنا طریق کار ہوتا ہے۔ ایسے فتنہ پرور لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ ان سے سختی سے نمٹا جائے تاکہ رداواری اور بے ہمتی میں حد فاصل قائم رہے۔ غیرت کا تحفظ ناگزیر ہے وگرنہ بے حسی کی لعنت مقدر بن جایا کرتی ہے۔ اور مغربی اقوام کو یہ نکتہ سمجھایا جائے کہ تم نے ”آزادی اظہار“ کے قانون اور حق کو اتنا پابند بنا لیا ہے کہ ایک طرف یہ معمولی سے معمولی فرد کی عصمت اور آبرو کا پوری توانائی سے محافظ ہے، یہاں تک کہ کوئی کسی کی طرف گھور کر بھی دیکھے تو اسے بے جا مداخلت قرار دے کر فوری گرفت کرتا ہے اور دوسری طرف اس عظیم شخصیت کے مرتبے کی پروا نہیں کرتا، جس نے صدیوں کی راہ گم کردہ انسانیت کو نوز و فلاح کی منزل کی طرف گامزن کیا ہے۔

مولانا صاحب! یورپ والوں کا آپ کے دل میں بڑا درد ہے، انہیں بتائیے ہمارا نبی ﷺ صرف مسلمانوں کا ہادی نہیں، کل جہانوں کا رہنما ہے۔ وہ وقت دور نہیں، جب اس کے عطا فرمودہ سورج کی کرنوں جیسے تاباں اصول تم اس اقرار کے ساتھ قبول کرو گے ”ہاں جس نے یہ ارمان دیا ہے، وہ صادق ہے، وہ صادق ہے، وہ صادق ہے۔۔۔۔۔“ لیکن وہ وقت آنے سے پہلے اتنی تربیت تو حاصل کر لیں کہ

ع ”ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں“

(سورۃ الاحزاب، آیت ۵۷)  
بچتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب

(سورۃ توبہ، آیت ۶۱)  
مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے پھر جو کچھ تم حکم فرما دو، اپنے دلوں میں۔۔۔

(سورۃ النساء، آیت ۶۵)  
رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں، لیکن کیا کیا، جو ان سے پہلے تھے۔۔۔

(سورۃ المجادلہ، آیت ۵)  
ہے جائیں اور قتل کیے جائیں، اچھی کے لیے جو ان سے پہلے گزر گئے اور

(سورۃ الاحزاب، آیت ۶۱-۶۲)  
کون ہو سکتا ہے؟

دو مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا  
کا مذاق اڑائیں۔ ہو سکتا ہے کہ  
لو وطن نہ کر دے، نہ ایک دوسرے کو

(سورۃ الحجرات، آیت ۱۱)

لا لائحہ عمل اور جامع پروگرام ہے۔ ادب  
ترک کا مقام حاصل ہے۔ عزت نفس کو کتنا  
کے لیے، غلط نام و القاب سے پکارا جاتا  
اس کا اپنا وجود حقیر ہو جاتا ہے۔ اس کا  
ہے۔ یہ فرد کو اندر سے قتل کرنے کی

باقی حضور ﷺ نے مخصوص حالات و واقعات میں اگر کسی کو سزا دی ہے یا معاف کیا ہے تو ان کے پاس یوں خاص اختیار تھا کہ معاملہ ان کی اپنی ذات کا تھا۔ آپ کوئی ایسی مثال دیجئے جس میں حضور ﷺ نے محض اپنی مرضی سے کسی پر حد جاری کی ہو اور کسی کو چھوڑ دیا ہو۔ جب معاملہ کسی اور کا ہو؟ ایک جج اپنے بیٹے کے قاتل کو چاہے تو معاف کر سکتا ہے، لیکن وہ کسی کے بیٹے کے قاتل کو اپنی مرضی سے بری نہیں کر سکتا کہ جج قانون کا پابند ہے۔

معافی کا دروازہ حضور ﷺ کے وسعہ مبارک کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اب مولانا وحید صاحب! آپ اپنے ذاتی دشمن کو تو معاف کر سکتے ہیں، لیکن نبی ﷺ کے دشمن کو معاف کرنے کا اختیار آپ سمیت دنیا کے کسی فرد بشر کے پاس نہیں۔

اوب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر  
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا



رحمۃ اللہ علیہ

تفکیل عالم کے آقا  
خاص حیثیت حاصل ری  
منزلت کو آج نہ آنے دی  
کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا  
بت سی قوموں نے جھٹلا  
غضب کی شکار ہوئیں لیکر  
اسلام نے اس کے  
کیا۔ اسی بنا پر رسول اکرم  
دیا۔ حدیث شریف میں ا  
”تم میں سے  
اس کے والدین“

یہ عقیدہ اور ایما  
محبت اور شیفتگی کے وا  
ہوا کہ اگر کوئی صحابی ا  
کے رسول ﷺ کے  
شامل سمجھا۔ اور اس با  
فاروقؓ کا واقعہ  
اسلام کے اس

## رحمہ اللہ علیہما، ایک گمراہ دانشور

ڈاکٹر سید محمد اجتیباء ندوی

(پروفیسر و صدر شعبہ عربی، کشمیر یونیورسٹی، سری نگر)

تفکیلی عالم کے آغاز سے قاصد اور پیغام رساں کو اہمیت، احترام اور اس کے اعزاز کی ایک خاص حیثیت حاصل رہی ہے۔ خواہ پیغام بر مزاج و رتبہ کے مطابق ہو یا مخالف، پیغام بر کی قدر و منزلت کو آج نہ آنے دی گئی۔ اگر کبھی کسی نے اس رسم و ریت کے برعکس کوئی اقدام کیا تو اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا اور اگر کوئی پیغام الٹی لے کر مبعوث کیا گیا تو وہ نبی و رسول کہلایا۔ بہت سی قوموں نے جھٹلایا، ایذا پہنچایا، قتل کا ارتکاب جرم بھی کیا جس کی پاداش میں عذاب و غضب کی شکار ہوئیں لیکن نبوت اور پیغام رساں کی اہمیت اور قدر و قیمت مسلم رہی۔

اسلام نے اس کے احترام اور قدر افزائی میں اضافہ کیا اور اس کے جائز و اہم مقام کو اجاگر کیا۔ اسی بنا پر رسول اکرم ﷺ کی محبت، احترام اور ان سے والہانہ وارتنگی کو ضروری قرار دیا۔ حدیث شریف میں اس کی صاف لفظوں میں وضاحت کر دی گئی:

”تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی ذات، اس کے والدین، اولاد اور ہر عزیز چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔“

(بخاری و مسلم)

یہ عقیدہ اور ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ ان کی محبت اور شینگی کے واقعات و مناظر سیرت و سوانح کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں کبھی ایسا بھی ہوا کہ اگر کوئی صحابی اپنے کاروبار، تجارت اور باغبانی و کاشت میں منہمک ہو کر لحد بھر خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خیال سے غافل ہو گئے تو انہوں نے اپنے آپ ﷺ کو منافقین میں شامل سمجھا۔ اور اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی جانب فوری طور پر رجوع کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

اسلام کے اس واضح اور بین حکم و طرز عمل کے بعد اگر امت کا کوئی ایک فرد اس حکم اور

ت میں اگر کسی کو مزادی ہے یا معاف کیا  
اپنی ذات کا تھا۔ آپ کوئی ایسی مثال دیتے  
پر حد جاری کی ہو اور کسی کو چھوڑ دیا ہو۔  
کو چاہے تو معاف کر سکتا ہے، لیکن وہ کسی  
سج قانون کا پابند ہے۔

کے بعد بند ہو چکا ہے۔ اب مولانا وحید  
لیکن نبی ﷺ کے دشمن کو معاف کرنے

عرش نازک تر  
د بازیہ این جا

اجماع امت کے برخلاف اظہار خیال کر کے اس کو حقیقت کا جامہ پہنانا چاہتا ہے تو یہ اس کی ناواقفیت اور فکری و ذہنی پراندگی اور علمی بے راہ روی کے سوا اور کیا ہوگی؟

ہمارا یہ دور علمی، ثقافتی، سائنسی اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں کا دور ہے۔ بحث و تحقیق کے میدان میں بہت بلند درجہ پر فائز ہے لیکن اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے اہل قلم، آزادانہ تحقیق اور حریت رائے کے زعم میں حقائق کو دانستہ یا نادانستہ طور پر نظر انداز کرنے لگتے ہیں جس سے انحراف و کج روی اور حقائق و مسلمات سے انکار کا رجحان پیدا ہونے لگا ہے اور جمہور علماء و محققین کی رائے سے اختلاف کو بحث و تحقیق کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ اس کی روشن دلیل مشہور صاحب قلم وحید الدین خاں ہیں۔ وہ اپنی بیشتر کتابوں اور تحریروں کو بحث و تحقیق کا اعلیٰ معیار اور حقیقت پر مبنی سمجھتے ہیں اور اسے حرف آخر بھی قرار دیتے ہیں۔ عام مسلک اور علمی موقف سے اختلاف ان کی امتیازی خصوصیت بن گئی ہے، حال میں انہوں نے ”شائم رسول ﷺ“ کے بارے میں جو موقف اختیار کیا ہے، اس سے انہوں نے اسلام کے سلسلہ حقائق سے نہ صرف انحراف کیا ہے، بلکہ ایک ایسا باب کھول دیا ہے کہ جس سے تحریف اور گمراہ کن خیالات کے در آنے کے اندیشے بڑھ گئے ہیں۔ وحید الدین خاں کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی، یا اس کا استہزاء ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب القتل بنا دیتا ہے.... اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں ہے۔“ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

وحید الدین خاں پیغمبر کے ساتھ گستاخی، مسلمانوں کی دلآزاری اور عقیدہ کے استہزاء کو آزادی رائے کہتے ہیں اور اس طرح وہ یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن عناصر کی صفوں میں کمرے ہو کر ان کے حامی و ہمنوا نظر آتے ہیں۔ آزادی رائے کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

”امتحان کی اس دنیا میں جہاں ہر ایک کو آزادی ہے آپ کسی کو اس پر مجبور نہیں کر سکتے کہ وہی الفاظ بولے جو آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ بولا جائے.... موجودہ زمانہ میں آزادی فکر خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔“ (”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء)

وحید الدین خاں کی یہ دلیل کتنی گمراہ کن اور آزادی رائے کے بنیادی تصور سے مختلف ہے کہ وہ ایسی آزادی فکر کو ”خیر اعلیٰ“ کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ پیغمبروں، عقیدوں اور صلح

افکار و اقدار کی تضحیک و ذلیل کاری دیا ہے، اس میں مطلق آزادی کا کدین پر تنقید کی ایسی مطلق تہوں میں لپیٹ کر کرتے ہیں۔ اور خبر محسوس ہوتے ہیں۔ انسانیت کے لیے بڑے شر کا مطالعہ مرعوبانہ و طالبانہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ وہ حقیقت ہے اور ان پر خد نظریات اور قانون و عمل ہو گا۔ خود برطانیہ میں جو تصور کرتا ہے، ایسا قانون پھر آزادی رائے

کوئی شخص وحید الدین خاں یا ان کی زندگی کے بارے اعتبار سے حملے ہوں تو میں خود وحید الدین خاں میری ان سے دیں۔ جو بھی حرف از اس سے ان کی آخرت

سار خیال کر کے اس کو حقیقت کا جامہ پہنانا چاہتا ہے تو یہ اس کی زندگی اور علمی بے راہ روی کے سوا اور کیا ہوگی؟

فنی، سائنسی اور ٹیکنالوجی کی ترقیوں کا دور ہے۔ بحث و تحقیق کے فائز ہے لیکن اس کا ایک افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے رستے رائے کے زعم میں حقائق کو دانستہ یا نادانستہ طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور حقائق و مسلمات سے انکار کا رجحان پیدا ہونے لگا ہے۔ رائے سے اختلاف کو بحث و تحقیق کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ جب قلم وحید الدین خاں ہیں۔ وہ اپنی بیشتر کتابوں اور تحریروں کو حقیقت پر مبنی سمجھتے ہیں اور اسے حرف آخر بھی قرار دیتے ہیں۔ اختلاف ان کی امتیازی خصوصیت بن گئی ہے، حال میں انہوں نے اسے جو موقف اختیار کیا ہے، اس سے انہوں نے اسلام کے خلاف کیا ہے، بلکہ ایک ایسا باب کھول دیا ہے کہ جس سے تحریف کرنے کے اندیشے بڑھ گئے ہیں۔ وحید الدین خاں کے الفاظ ملاحظہ

مسلمانوں کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب تم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام دلیل موجود نہیں ہے۔“ (”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء)

ساتھ گستاخی، مسلمانوں کی دلازاری اور عقیدہ کے استہزاء کو روح وہ یہود و نصاریٰ اور اسلام دشمن عناصر کی صفوں میں گھڑے ہیں۔ آزادی رائے کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں: جہاں ہر ایک کو آزادی ہے آپ کسی کو اس پر مجبور یوں جو آپ چاہتے ہیں کہ بولا جائے..... لہذا خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔“ (”الرسالہ“ جولائی

کتنی گمراہ کن اور آزادی رائے کے بنیادی تصور سے مختلف علی“ کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ پیغمبروں، عقیدوں اور صلح

انکار و انکار کی تضحیک و استہزاء اور ابطال کیا جائے جبکہ آزادی رائے کا تصور جس تہذیب نے دیا ہے، اس میں مطلق آزادی کا وجود نہیں ہے اور پیغمبر و مصلحین تو درکنار قومی اور سیاسی قائدین پر تنقید کی ایسی مطلق آزادی کا تصور نہیں پایا جاتا۔ وہ ان خیالات کا اظہار اپنی تحریروں کی تہوں میں لپیٹ کر کرتے ہیں کہ بھولے بھالے اور خوش عقیدہ مسلمانوں اور عام قاری کو حقائق اور خبر محسوس ہوتے ہیں۔ خاں صاحب کے مقاصد کچھ بھی ہوں، لیکن یہ خیالات مسلمانوں اور انسانیت کے لیے بڑے شر اور فتنہ کا سبب بن سکتے ہیں۔ وحید الدین خاں کو مغربی نظریات و افکار کا مطالعہ مرعوبانہ و طالب علمانہ ذہن کے بجائے محققانہ اور نڈر انداز سے کرنا چاہیے۔ ان کو یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ وہ جن افکار و نظریات کی تلقین کرتے ہیں، ان کی مغربی ممالک میں کیا حقیقت ہے اور ان پر خود اس کے پیش کرنے والے کتنا عمل کرتے ہیں۔ سیاسی اور فکری نظریات اور قانون و عمل کے درمیان اگر وہ موازنہ کریں تو ان کو اس کا فرق عیاں طور پر محسوس ہو گا۔ خود برطانیہ میں جو سب سے زیادہ اس مسئلہ میں چراغ پاب ہے اور اس کو آزادی رائے پر حملہ تصور کرتا ہے، ایسا قانون موجود ہے جس کے رو سے بعض امور میں تنقید کی اجازت نہیں ہے۔

پھر آزادی رائے اور آزادی سب و فتنہ میں فرق کرنا ہر ذی شعور آدمی کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص وحید الدین خاں کے گھر کے سامنے کھڑا ہو کر ان کو اور ان کے خاندان کو گالیاں دے یا ان کی زندگی کے بارے میں کوئی ایسی کہانی لکھے، جس میں ان پر اور ان کے خاندان پر اخلاقی اعتبار سے حملے ہوں تو کیا اس کو آزادی رائے کہہ کر نظر انداز کر دینا مناسب ہو گا۔ ایسی صورت میں خود وحید الدین خاں کا کیا موقف ہو گا؟

میری ان سے صرف یہ گزارش ہے کہ وہ آخرت کے تصور کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ جو بھی حرف ان کے قلم سے صفحہ قرطاس پر ثبت ہو، اس میں یہ فکر ضرور کار فرما رہے کہ اس سے ان کی آخرت سنورتی ہے یا بگڑتی ہے۔



## ہمس والیہ محمد حید الدین علی کی یادگار

محمد طاہر رزاق

خاک قادیان کے گندے خمیر سے اٹھنے والے مدعی نبوت مرزا قادیانی کا فرنگی سے ”دعوی نبوت“ کا معاہدہ طے پا گیا۔ اب مرزا قادیانی نے پروگرام کے تحت دعوی نبوت کرنا تھا۔ لیکن فرنگی نے اسے حکم دیا کہ ابھی تم نے دعوی نبوت نہیں کرتا۔ ”ابھی تم کچھ کتابیں لکھو اور مسلمانوں میں اپنا ایک حلقہ پیدا کرو۔ ابھی تم مختلف مقامات پر کچھ لیکچرز دو اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنی جگہ بناؤ، ابھی تم کچھ مناظرے کرو اور مناظرانہ تحریریں لکھو تاکہ مسلمان تمہیں اپنا نمکسار سمجھیں۔ ابھی تم عیسائیوں اور ہندوؤں کے خلاف مضامین لکھو تاکہ مسلمان تمہیں اسلام کا وکیل سمجھیں۔“

جب تم یہ تمام مراحل طے کر لو تو پھر دعوی نبوت کرنا۔۔۔۔۔ کیونکہ اس عرصہ میں لوگوں پر تمہارا اعتبار بیٹھ جائے گا۔ پھر جب یہ لوگ تمہارے قریب آ جائیں۔۔۔۔۔ تو ان لوگوں کے دلوں سے ”محمد ﷺ“ کو نکال دو۔۔۔۔۔ ”محمد ﷺ کے جہاد“ کو نکال دو۔۔۔۔۔ کیونکہ ہمیں صرف وہ نام نداد مسلمان چاہئیں۔۔۔۔۔ جن کے دلوں میں نہ ”محمد ﷺ“ اور نہ ”محمد ﷺ کا جہاد“ ہو۔۔۔۔۔ ظالم فرنگی نے کہا۔۔۔۔۔ کہ ہمیں ایسے نام نداد مسلمانوں کی کیپ چاہیے، جن کی محمد ﷺ سے جذباتی وابستگی نہ ہو۔۔۔۔۔

○ جن میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ نہ ہو۔

○ جن میں عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت رسول ﷺ نہ ہو۔

○ جن میں عثمان رضی اللہ عنہ کی نمکساری رسول ﷺ نہ ہو۔

○ جن میں علی رضی اللہ عنہ  
○ جن میں اویس رضی اللہ عنہ  
○ جو رسول ﷺ  
○ جو رسول ﷺ  
○ رسول ﷺ کی  
○ رسول ﷺ کی  
○ رسول ﷺ  
فرنگی نے مرزا قادیانی سے  
بے غیرت مسلمانوں کے  
مسئلہ اس ریوڑ میں منتظر  
مرزا قادیانی سے

مرزا قادیانی کے جنم  
ایمان فروش اور خدا  
کہ ہمیں تم سے دعویٰ  
اور اس کی اولاد اس  
بنیادی کام سوچنا ہے  
محمد ﷺ کے جہاد“ کو  
بلکہ ”ابھی تم کچھ  
مختلف مقامات پر  
کچھ مناظرے  
سمجھیں۔ ابھی  
تمہیں اسلام کا

وحید الدین  
پیدا کر لیا۔ جب  
زہریلے تیر چلانے



اعت کے طریقہ ہائے واردات میں مطابقت اور نہ کار ایک ہے، دونوں کا مشن ایک ہے، دونوں کی

اور بد طینت عیسائی ڈاکٹر احمد شاہ نے ایک ولازار لیرت مند مسلمانوں میں ایک کرام چنگ گیا۔ امہات اسلام نے حکومت کو ایک زبردست میموریل بھیجا نی نے غیور مسلمانوں کے برخلاف حکومت کو جو رزا قادیانی عشق رسول ﷺ اور غیرت رسول

میں مبرا اور اخلاق سے کام لینا چاہیے، کتاب امہات المؤمنین کے سزا دینے، گورنمنٹ کو میموریل بھیجے تو میں نے میوریل بھیجا اور صاف طور پر لکھا کہ تو اسلام کا اصول غلو و درگزر ہے۔ یہی گفتگو میں سخت لفظوں سے تمہیں حد التوں تک مت پہنچو اور مبرا اور

ص ۱۸۶، ج ۱۳، مصنف مرزا قادیانی کتے ہوئے مرزا قادیانی کی مزید ہرزاسرائی سنئے: لتاس ہے کہ جو انجمن حمایت اسلام روانہ کیا ہے، وہ ہمارے مشورہ اور نے جلدی سے یہ جرات کی ہے چاہتے کہ ہم تو جواب نہ دیں اور بازا پرس کرے، یا ان کتابوں کو می کے ساتھ اس کتاب کا رد شائع کر جائے گی، اور اس طرح پر وہ ہیں کہ اس میوریل کی طرف جو

انجمن مذکور کی طرف سے بھیجا گیا ہے، گورنمنٹ عالیہ ابھی کچھ توجہ نہ فرمائے۔“ (الراقم مرزا غلام احمد قادیانی، ضلع گورداسپور، مورخہ ۳ مئی ۱۸۹۸، "تبلیغ رسالت" جلد ۷، ص ۳۶، "مجموعہ اشتہارات" ۳۳-۳۰ تا ۳۰، ج ۳، از مرزا غلام احمد قادیانی)

کتاب بھی گورنمنٹ نے لکھوائی تھی اور تمہیں "نبوت" بھی گورنمنٹ نے دی تھی۔ اس لیے تمہیں ایسی ہی باتیں زیب دیتی تھیں (مولف)

○ اس المناک حادثے پر مرزا قادیانی پھر زہر فشاں ہوتا ہے:

"ہم گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم دردناک دل سے ان تمام گندے اور سخت الفاظ پر صبر کرتے ہیں جو صاحب کتاب امہات المؤمنین نے استعمال کیے ہیں اور ہم اس مولف اور اس کے گردہ کو ہرگز کسی قانونی مواخذہ کا نشانہ بنانا نہیں چاہتے۔"

(الراقم مرزا غلام احمد قادیانی، ضلع گورداسپور، مورخہ ۳ مئی ۱۸۹۸، "تبلیغ رسالت" جلد ۷، ص ۳۶، "مجموعہ اشتہارات" ۳۳-۳۰ تا ۳۰، ج ۳، از مرزا غلام احمد قادیانی)

(چوٹ تو مسلمانوں کے قلب و جگر پہ گئی تھی اور تم مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے کون ہوتے ہو؟ اے مرتد مرزا قادیانی! تم تو خود شاتم رسول تھے (مولف)

بھارتی نژاد مصنف ملعون رشدی نے جب سرور کوئین ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کرتے ہوئے اپنی کتاب "شیطان آیت" لکھی تو پوری دنیا کا مسلمان مانی بے آب کی طرح تڑپ اٹھا۔ اپنے پیارے آقا ﷺ کے غم میں مسلمان خون کے آنسو روئے۔ پوری دنیا کے مسلمان اپنے اپنے ممالک کی سڑکوں پہ نکل آئے۔ ملت اسلامیہ کے نوجوان پھرے ہوئے شیروں کی طرح رشدی کو ڈھونڈنے لگے۔ پورے عالم اسلام نے رشدی پر قتل کا فتویٰ دیا۔ سلطان نور الدین زنگی اور غازی علم الدین شہید کے وارثوں نے رشدی کے قتل کی قسمیں کھائیں لیکن عالمی کفر نے رشدی کو اپنے زبردست حصار میں چھپا لیا اور ابھی تک کفر اس کی حفاظت پر کروڑوں ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ لیکن ملعون کب تک چھپے گا۔ اس لعین و ملعون کی حفاظت کرتے ہوئے عصر حاضر کا مرزا قادیانی وحید الدین خاں یوں گویا ہوتا ہے:

"انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی وہ ہے جو "شم رسول" کے خلاف مسلمان ہر جگہ جاری کیے ہوئے ہیں اور جس کا ایک نمایاں مظاہرہ

مسلمان رشدی کی کتاب (شیطانی آیات) کی اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا ہے۔ اینٹی رشدی ایجی ٹیشن بلاشبہ لغویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔ اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے اصغر و اکبر کے درمیان اس لیے جاری رہا کہ دعوتی شعور سے محرومی کی بنا پر انہوں نے وہ کسوٹی کھودی تھی جس پر جانچ کر وہ معلوم کر سکیں کہ ان کی کون سی روش اسلام کے مطابق ہے، اور کون سی روش اسلام کے مطابق نہیں۔“

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۶، از وحید الدین خاں)

برادران اسلام! دیکھئے کفر کا وکیل وحید الدین خاں، رشدی کے خلاف احتجاج کو غیر اسلامی قرار دیتا ہے۔ اور مسلمانوں کو کوستا ہوا انہیں اس کا حل یہ بتاتا ہے:

”رسول اور اصحاب کا یہ نمونہ ہمیں بتاتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہمیں صرف یہ کرنا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے حق میں اصلاح اور ہدایت کی دعا کریں۔ ان سے ملاقات کر کے پروقار طریقہ سے ان کی غلط فہمی کو دور کریں۔ سنجیدہ اور علمی انداز میں وضاحتی مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع کرائیں۔ یہی واحد کام ہے جو مسلمانوں کو کرنا ہے۔ اس کے سوا مسلمان جو کچھ کر رہے ہیں، وہ خدا کے غضب کو دعوت دینے والا ہے نہ کہ خدا کی رحمت کو کھینچنے والا۔“

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۲۲، از وحید الدین خاں)

ہوتا ہے اک پل میں کھنڈر دل بسا ہوا  
پانی بھی مانگتا نہیں تیرا ڈسا ہوا

(مولف)

ملعون رشدی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے جب پورے یورپ کی سڑکیں شمع ختم نبوت کے پر دانوں سے بھر گئیں، عورتیں، بچے، بوڑھے اور لپانج بھی اپنے عشق رسول ﷺ کا ثبوت دینے کے لیے سڑکوں پر آگئے اور پورے یورپ کو بتا دیا کہ ابھی محمد عربی ﷺ کے غلام زندہ ہیں۔ یورپ میں ملعون رشدی کے خلاف احتجاجی جلوس اس شان سے نکلے کہ یورپ کو خوابوں میں طارق بن زیاد نظر آنے لگا۔ ان ایمانی جلوسوں پر تنقید کرتا ہوا وحید الدین خاں صفحہ قرطاس پر اپنا زہریوں بکھیرتا ہے:

”اگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا تو یقینی طور پر وہ خدا کے یہاں مجرم قرار پائیں گے، خواہ انہوں نے اپنے دعوت کش جلوس کا نام شوکت اسلام جلوس رکھ لیا ہو“

اور خواہ اس کی

نے

مرشد اقبال نے

وہ مسلمان جن

حاصل ہے، جنہوں نے

متاع حیات ہے، ان تو

”ناگوار با

وہ ہے جس کو

الفاظ میں بیان

بعد مسلمان

کہ اسلام تو

محترم قارئین

مطابقت دیکھئے۔

○ ۱۹۱۳ء میں

سڑک سیدھی کرنے

اور پورے ہندوستان

اس احتجاجی جلوس

کر دیا۔ بیسیوں

گیا۔ یہ روح فرسا

کے سربراہ مرزا محمد

برساری ہے:

اور خواہ اس کی قیادت کے لیے ان کے تمام اعظم و اکابر اکٹھے ہو گئے ہوں۔“  
 (”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۷، از وحید الدین خاں)

نئے صنم کدوں میں آگے نئے نئے بت  
 نئے بتوں کی نئی گھات سے خدا کی پناہ  
 (مولف)

مرشد اقبال نے کہا تھا:

ترپے پھرنے کی توفیق دے  
 دل مرتضیٰ، سوز صدیق دے

وہ مسلمان جن کو نبی اکرم ﷺ سے جذباتی وابستگی ہے، جنہیں ترپے پھرنے کی توفیق حاصل ہے، جنہوں نے اپنے آقا ﷺ کی عزت کے تحفظ کی قسم کھائی ہے، نبی ﷺ کا غم جن کی متاع حیات ہے، ان لوگوں پر تنقید کے شتر چلا تاہو وحید الدین اپنی تنخواہ یوں حلال کرتا ہے:

”ناگوار باتوں پر مشتمل ہو جانے کی اس فرصت میں سب سے زیادہ نمایاں چیز وہ ہے جس کو ”ناموس رسول پر حملہ“ یا ”رسول کی شان میں گستاخی“ جیسے جذباتی الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس نوعیت کی اگر کوئی افواہ بھی پھیل جائے تو اس کے بعد مسلمان اس طرح بھڑک کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلام تو درکنار، عقل و ہوش سے بھی ان کا دور کا کوئی تعلق نہیں۔“

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۷، از وحید الدین خاں)

محترم قارئین! ساری بحث کے بعد مرزا قادیانی اور وحید الدین خاں کے طریقہ واردات میں مطابقت دیکھئے۔

○ ۱۹۱۳ء میں اسلام دشمن، مسلمان دشمن، فرنگی نے پھلی بازار کانپور کی ایک مسجد کا ایک حصہ سڑک سیدھی کرنے کے لیے شہید کر دیا۔ کعبہ کی بیٹی کی اس بے رحمی پر مسلمان سرگیاں احتجاج بن گئے اور پورے ہندوستان میں غم و غصہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس غم و غصہ نے ایک جلوس کا روپ دھارا۔ اس احتجاجی جلوس پر عالم حکومت نے فائرنگ کر دی اور پہلے سے ہی زخمی سینوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ بیسیوں مسلمان شہادت کے جام نوش کر گئے۔ سینکڑوں کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈال دیا گیا۔ یہ روح فرسا حادثہ جو مسلمانوں پر ایک قیامت ڈھا گیا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا محمود نے جو بے ایمان بیان جاری کیا، انسانیت آج بھی اس پر لعنتوں کے ڈونگرے برسا رہی ہے:

اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا  
 کی حد تک غیر اسلامی تھا۔ اس کے  
 درمیان اس لیے جاری رہا کہ دعوتی  
 ٹی کھودی تھی جس پر جانچ کر وہ معلوم  
 مطابق ہے، اور کون سی روش اسلام

کا مسئلہ“ ص ۶، از وحید الدین خاں)  
 اور رشدی کے خلاف احتجاج کو غیر اسلامی قرار  
 دیتا ہے:

آتا ہے کہ اس طرح کے معاملات میں  
 ہم ایسے لوگوں کے حق میں اصلاح  
 کے پروتار طریقہ سے ان کی غلط فہمی  
 حتی مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع  
 ہے۔ اس کے سوا مسلمان جو کچھ کر  
 والا ہے نہ کہ خدا کی رحمت کو کھینچنے

مسئلہ“ ص ۲۲، از وحید الدین خاں)  
 کھنڈر دل بنا ہوا  
 تیرا ڈسا ہوا  
 (مولف)

پورے یورپ کی سڑکیں شیخ ختم نبوت کے  
 ہی اپنے عشق رسول ﷺ کا ثبوت دینے  
 محمد عربی ﷺ کے غلام زندہ ہیں۔ یورپ  
 نکلے کہ یورپ کو خوابوں میں طارق بن زیاد  
 خاں صفحہ قرطاس پر اپنا زہر یوں بکھیرتا ہے:  
 پر وہ خدا کے یہاں مجرم قرار پائیں  
 م شوکت اسلام جلوس رکھ لیا ہو

”ایک حصہ مسجد کو گرائے بغیر گزارہ نہ تھا اور اسے منہدم نہ کرنا رفاہ عامہ کے کام میں رخنہ اندازی تھی۔ اس بارہ میں مسلمانوں نے بہت ناواقفیت اندیشی سے کام لیا۔“

(”الفضل“ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء)

○ ۱۹۱۳ء کے کانپور کے حادثہ کے بعد پاکستان کے ایک انگریزی اخبار میں ساری انسانیت کے باپ ابوالانبیاء حضرت آدم علیہ السلام اور پوری انسانیت کی ماں، اہل حوا کی تصویریں بنا کر ان کی تضحیک کی گئی تو آدم و حوا کے بیٹوں نے اپنے ماں باپ کی توہین کا سخت نوٹس لیا۔ اس پر اپنے وقت کے مرزا بشیر الدین قاریانی وحید الدین خاں نے جو زہرا گلا، اسے ملاحظہ فرمائیے اور پھر غور کیجئے کہ کانپور اور انگریزی اخبار کے واقعات پر مرزا بشیر الدین اور وحید الدین میں کتنی مطابقت ہے۔

”پاکستان کے انگریزی اخبار فرنیئر پوسٹ (۹ جنوری ۱۹۸۷ء) میں کسی مغربی پرچہ سے ایک مضمون نقل کیا گیا۔ اس کے ساتھ آدم اور حوا کی ایک تصویر تھی وہ بھی فرنیئر میل میں چھپ گئی۔ اس کے بعد ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں پھرے ہوئے مسلمانوں نے اخبار کی وسیع عمارت کو گھیر لیا اور اس کو ساز و سامان سمیت جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس قسم کے واقعات ایک یا دو سری شکل میں ہر اس ملک میں ہو رہے ہیں جہاں مسلمانوں کو عمل کی آزادی حاصل ہے۔ مسلمان اپنی ملی ہوئی آزادی کو اسی قسم کی تخریب کاری میں استعمال کر رہے ہیں اور اس کا نام انہوں نے اسلامی جہاد رکھا ہے۔ اس قسم کا ہر عمل بلاشبہ غیر اسلامی عمل ہے۔ یہ جہاد نہیں بلکہ سرکشی ہے اور سرکشی اللہ تعالیٰ کے یہاں بدترین جرم کی حیثیت رکھتی ہے۔“

(”شتم رسول کا مسئلہ“ ص ۲۳، از وحید الدین خاں)

تعب ہے کہ اخبار کے نقصان پر تو آنسو بہا رہے ہو، لیکن اپنے ماں باپ کی بے حرمتی پر کوئی افسوس نہیں۔ ہاں! تالاق اولاد ایسا ہی کیا کرتی ہے۔ (مولف)

○ ۱۹۲۷ء میں ایک خبیث الفطرت ہندو مہاشے راجپال نے محسن انسانیت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخوں کا سمندر بہاتے ہوئے رسوائے زمانہ کتاب ”رنگیلا رسول“ شائع کی تو یہ کتاب روئے زمین پر بسنے والے محمد عربی ﷺ کے پر دانوں کے قلب و جگر پر بجلی بن کر گری اور انہیں تڑپا کر رکھ دیا۔ راجپال کی تکذہ بونی کرنے کے لیے عالم اسلام بھر گیا۔ ہر مسلمان راجپال کے لیے شعلہ جوالہ بن گیا۔ آخر قرعہ قسمت کے دھنی غازی علم الدین شہید کے نام نکلا جو شیر کی طرح راجپال پر

حملہ آور ہوا اور اس موذی کا ایک انوکھا باب رقم کر کے نبی

لیکن یہاں بھی آگاہی بن غدار قاریانی جماعت کا قلبی کاثبت دے گیا۔

”وہ نبی بھی پڑیں۔ جس کے کی عزت کے وہ لوگ جو

ہیں اور جو ان شخص (راج پال) سکتا ہے جو اسرہا گیا ہی لیکن خیر خواہی اسی

(خطبہ جمعہ میاں ○ ۱۹۲۷ء کے

کے مسلمانوں نے پہنا۔ اس ایمانی رد دیا کہ ”قادیانیت“ بگھو

۱۹۸۶ء میں (نقل کفر) یہ عنوان

ہ نہ تھا اور اسے مندم نہ کرنا راہ عامہ  
ہ میں مسلمانوں نے بہت ناواقفیت اندیشی

(”الفضل“ مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء)  
کے ایک انگریزی اخبار میں ساری انسانیت کے باپ  
کی ماں، اہل حوا کی تصویریں بنا کر ان کی تضحیک  
پہن کا سخت نوٹس لیا۔ اس پر اپنے وقت کے مرزا  
سے ملاحظہ فرمائیے اور پھر غور کیجئے کہ کانپور اور  
لدین میں کتنی مطابقت ہے۔

ت (۹ جنوری ۱۹۸۷ء) میں کسی مغربی  
ساتھ آدم اور حوا کی ایک تصویر تھی  
بعد ڈیڑھ ہزار کی تعداد میں پھرے  
گھیر لیا اور اس کو ساز و سامان سمیت  
یا دوسری شکل میں ہر اس ملک میں  
ی حاصل ہے۔ مسلمان اپنی ملی ہوئی  
ل کر رہے ہیں اور اس کا نام انہوں  
بلاشبہ غیر اسلامی عمل ہے۔ یہ جہاد  
یہاں بدترین جرم کی حیثیت رکھتی

ت (ص ۲۳) از وحید الدین خاں  
ہو، لیکن اپنے ماں باپ کی بے حرمتی پر کوئی

(۱)  
اچال نے حسن انسانیت ﷺ کی شان  
کتاب ”مرغیلا رسول“ شائع کی تو یہ کتاب  
قلب و جگر پر بجلی بن کر گری اور انہیں تڑپا  
پھر گیا۔ ہر مسلمان راجپال کے لیے شعلہ  
شہید کے نام نکلا جو شیر کی طرح راجپال پر

حملہ آور ہوا اور اس موذی کو خنجر مار کر واصل جہنم کر دیا اور خود سولی چڑھ کر عشق رسالت ﷺ کا  
ایک انوکھا باب رقم کر کے آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کی عزت و حرمت پر ثار ہو گیا۔

نبی کی عزت و حرمت پہ مرنا عین ایمان ہے  
سر مقتل بھی ان کا ذکر کرنا عین ایمان ہے

لیکن یہاں بھی انگریزی حکومت کا ساتھ دیتے ہوئے اور راجپال کی وکالت کرتے ہوئے خدار  
بن خدار قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا محمود اپنی فطرتِ رذیلہ کے مطابق یہ ذلیل تبصرہ کر کے اپنی خباثت  
قلبی کا ثبوت دے گیا:

”وہ نبی بھی کیسا نبی ہے جس کی عزت کو بچانے کے لیے خون سے ہاتھ رنگنے  
پڑیں۔ جس کے بچانے کے لیے اپنا دین تباہ کرنا پڑے۔ یہ سمجھنا کہ محمد رسول اللہ  
کی عزت کے لیے قتل کرنا جائز ہے، سخت نادانی ہے.....“

وہ لوگ جو قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مجرم ہیں اور اپنی قوم کے دشمن  
ہیں اور جو ان کی پیٹھ ٹھونکتا ہے، وہ بھی قوم کا دشمن ہے۔ میرے نزدیک تو اگر یہی  
شخص (راج پال کا) قاتل ہے، جو گرفتار ہوا ہے تو اس کا سب سے بڑا خیر خواہ وہی ہو  
سکتا ہے جو اس کے پاس جائے اور اسے سمجھائے کہ دنیاوی سزا تو تمہیں اب ملے  
گی ہی لیکن قبل اس کے کہ وہ ملے، تمہیں چاہیے خدا سے صلح کر لو۔ اس کی  
خیر خواہی اسی میں ہے کہ اسے بتایا جائے کہ تم سے غلطی ہوئی۔“

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد، ابن مرزا قادیانی، خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار ”الفضل“  
قادیان، جلد ۱۶، نمبر ۸۲، ص ۷-۸، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۲۹ء)

○ ۱۹۲۷ء کے بعد جب ۱۹۸۶ء میں ہندوستان میں ایک ایسا ہی روح فرسا واقعہ ہوا تو ہندوستان  
کے مسلمانوں نے اس پر اپنا تاریخی رد عمل دکھایا اور دنیا کو بتا دیا کہ ابھی ہماری غیرت نے کفن نہیں  
پہنا۔ اس ایمانی رد عمل پہ اپنے وقت کے مرزا بشیر الدین قادیانی نے یوں زہر ناک تبصرہ کیا اور ثابت کر  
دیا کہ ”قادیانیت“ اور ”وحیدیت“ ایک ہی درخت کے پھل ہیں۔

”بنگور کے انگریزی اخبار ”دکن ہیرالڈ“ نے اپنے سنڈے ایڈیشن ۷ دسمبر  
۱۹۸۶ء میں پی۔ کے این نمبوری کے نام سے ایک کمائی چھاپی۔ اس کا عنوان  
(نقل کفر کفر نباشد) یہ تھا:

Mohammad The Idiot

یہ عنوان بلاشبہ لغو ہے۔ مگر اس کے جواب میں مسلمانوں نے جو کچھ کیا، وہ بھی

یکساں طور پر لغو ہے۔ وہ اس مضمون کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے اخبار مذکور کے دفتر پر دھاوا بول دیا اور اس کے گودام کو جلا ڈالا جس میں ایک کروڑ روپیہ کا کاغذ رکھا ہوا تھا۔ ان مسلمانوں نے اپنے اس عمل کو اسلامی جہاد کا نام دیا ہے۔ مگر یہ غلطی پر سرکشی کا اضافہ ہے۔ اس قسم کا ہر فعل مسلمانوں کی قوی اودھم بازی ہے نہ کہ وہ مقدس عمل جس کو قرآن و حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۲۱، از وحید الدین خاں)

خوف خدائے پاک دلوں سے نکل گیا  
آنکھوں سے شرم سرور کون و مکمل گئی  
(مولف)

شاطر فرنگی نے مسلمانوں کو جذبہ جہاد سے قسی دامن کرنے کے لیے مرزا قادیانی کو کھڑا کیا تھا۔ فرنگی سمجھتا تھا کہ جذبہ جہاد سے ایسے مسلمان ہمارے لیے دوہاری تلوار ہیں اور جذبہ جہاد سے عاری مسلمان ہمارے لیے بھیڑ بکریاں ہیں۔ اسی لیے مرزا قادیانی ساری زندگی مسلمانوں کو بھیڑ بکریاں بنانے کی کوشش میں رہا۔ منسوخی جہاد پر مرزا قادیانی کی تحریریں ملاحظہ فرمائیے:

”اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے دشمن ہے، خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد“  
(ضمیمہ ”تخت گولڑیہ“ ص ۳۹، مصنف مرزا قادیانی)

○ ”آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے، وہ اپنا نام عازی رکھتا ہے، وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے“

(”خطبہ الہامیہ“ مترجم، ص ۲۸-۲۹، مصنف مرزا قادیانی)

○ ”گورنمنٹ انگریز خدائی نعمتوں سے ایک نعمت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان رحمت ہے۔ یہ سلطنت مسلمانوں کے لیے برکت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم نے اس سلطنت کو مسلمانوں کے لیے باران رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔“

○ ”اب سے زمینی جہاد

○ ”سو آج سے دین

○ ”اور میں نے با

کتابیں جن میں جہاد کی کتاب  
اسی وجہ سے میری عربی کتاب  
(تحریر مرزا قادیانی، مورخہ ۱۸۸۸ء)  
○ ”میں نے یہ کتاب

شائع کی ہیں۔ اس کے  
افغانستان کے متفرق شہروں  
ہوا کہ لاکھوں انسانوں  
تعلیم سے ان کے دلوں  
مسلمانوں میں سے اس

○ ”جیسے جیسے  
جائیں گے۔ کیونکہ

آج کی دنیا میں اب  
سوڈان، فلسطین، وغیرہ  
نکل دی ہے۔ ان مسلمانوں  
وحید الدین خاں کو دے دو  
تعمیر کر رہا ہے:

”چونکہ موجود  
لے ان کا پورا غ  
کرتے ہیں جن کا

(”شہادت القرآن“ ضمیمہ، ص ۱۱-۱۲، مصنف مرزا قادیانی)  
 ○ ”اب سے زمینی جہاد بند کیے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔“

(ضمیمہ ”خطبہ الہامیہ“ ص ۱۷، مصنف مرزا قادیانی)  
 ○ ”سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا“

(ضمیمہ ”خطبہ الہامیہ“ ص ۱۷، مصنف مرزا قادیانی)  
 ○ ”اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی شہرت پائی ہیں۔“

(تحریر مرزا قادیانی، مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱، مندرجہ ”تبلیغ رسالت“ جلد ۱، ص ۲۶)  
 ○ ”میں نے یہ کتابیں اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ اور مدینہ میں بخوبی شائع کی ہیں۔ اس کے علاوہ روم کے پایہ تخت، قسطنطنیہ، بلاد شام، مصر اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، ان کی اشاعت کی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیے جو نافرمانیوں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ مجھے اس خدمت پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی کوئی نظیر کوئی مسلمان نہیں دکھلا سکتا۔“

(”تبلیغ رسالت“ جلد ہفتم، مصنف مرزا قادیانی)  
 ○ ”جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے، ویسے ویسے جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح و مدی ان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(”تبلیغ رسالت“ جلد ہفتم، ص ۱۷، مصنف مرزا قادیانی)  
 آج کی دنیا میں ابھرتی ہوئی اسلامی جہادی تحریکوں (افغانستان، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا، البجرائز، سوڈان، فلسطین، وغیرہم) کو دیکھ کر کفریہ لڑاٹاری ہے۔ ری سی کسر پاکستان کے ایٹم بم نے نکال دی ہے۔ ان مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنے کے لیے عالمی کفر نے مرزا قادیانی کی ڈیوٹی وحید الدین خاں کو دے دی ہے۔ دیکھئے وحید الدین اپنے کن کن کرتیوں سے مسلمانوں کو برف میں منجمد کر رہا ہے:

”چونکہ موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے دعوت کے شعور کو کھو دیا ہے، اس لیے ان کا پورا خارجی رویہ بگاڑ کر رہ گیا ہے۔ وہ اسلام کے نام پر ایسی حرکتیں کرتے ہیں جن کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔“

کچھ کر مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے اخبار کے گودام کو جلا ڈالا جس میں ایک کروڑ نے اپنے اس عمل کو اسلامی جہاد کا نام دیا۔ اس قسم کا ہر فعل مسلمانوں کی قوی کو قرآن و حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ

مول کا مسئلہ ”ص ۲۱، از وحید الدین خاں) وں سے نکل گیا کون و مکاں گئی (مولف)

دامن کرنے کے لیے مرزا قادیانی کو کھڑا کیا تھا۔ لیے دو دھاری تلوار ہیں اور جذبہ جہاد سے عاری بیانی ساری زندگی مسلمانوں کو بھیڑ بکریاں بنانے میں ملاحظہ فرمائیے:

ین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال ین کے لیے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے مگر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد“ ہ گولڈویہ ”ص ۳۹، مصنف مرزا قادیانی) یا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند ار اٹھاتا ہے، وہ اپنا نام غازی رکھتا ہے“

(ص ۲۸-۲۹، مصنف مرزا قادیانی) یک نعت ہے۔ یہ ایک عظیم الشان ت کا حکم رکھتی ہے۔ خداوند رحیم مت بنا کر بھیجا ہے۔ ایسی سلطنت

”موجودہ زمانہ کے مسلمان نہ صرف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہ مسلسل طور پر دعوت کو قتل کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو سیاسی حریف سمجھنا، ان کے مقابلہ میں احتجاجی اور مطالباتی مہم چلانا، ایسے جھگڑے کھڑے کرنا جس کے نتیجے میں داعی اور مدعو کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں۔ اس طرح کی تمام سرگرمیاں دعوت کی فضا کو بگاڑتی ہیں۔ وہ دعوت و نصیحت کی قاتل ہیں۔ مگر ساری دنیا کے مسلمان ہر روز انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ اساعتراف درکنار، ان کے اکابر بھی یہ سوچ نہیں پاتے کہ ایسا کر کے وہ اپنے خلاف خدا کے غضب کو بھڑکار رہے ہیں۔“

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۶، از وحید الدین خاں)

وہ اک دجہ ہیں علم و آگہی کے نام پر  
تیرگی پھیلا رہے ہیں روشنی کے نام پر  
(مولف)

○ ”فرض کیجئے کہ ایک شخص آپ کے خلاف ایک بے ہودہ جھوٹ گزرتا ہے اور اس کو کتاب کی صورت میں چھاپ کر بازار میں لے آتا ہے۔ اب آپ کی کامیابی کس چیز پر ہوگی۔ آپ کی کامیابی اس میں ہوگی کہ یہ کتاب لوگوں کے درمیان غیر مقبول ہو کر رہ جائے۔ کوئی اس کو حاصل کر کے پڑھنے کی ضرورت نہ سمجھے۔“

یہ مقصد سب سے زیادہ خاموشی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کتاب کے خلاف شور و غل کریں تو اس کا اشتہار ہوگا۔ لوگ غیر ضروری طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر آپ اس کی طرف سے خاموشی اختیار کر لیں تو اس کو شہرت حاصل نہ ہو سکے گی۔ اس کی کتاب اپنے آپ مری جائے گی۔“

(”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۱۸۰، از وحید الدین خاں)

کاروانوں کو لوٹنے کے لیے  
رہزنیوں نے دیے جائے ہیں  
(مولف)

○ ”ایک شخص آپ کے اوپر کچھ پھینکتا ہے، آپ کے گھر میں گندگی ڈال دیتا

ہے۔ اب اگر آپ پورا کیا۔ آپ کی ساتھیوں کو جمع کر کے کی اشتعال انگیزی ہے

حسین  
نگاہ

اور آخر میں بے شرم

○ ”اس جہ سے مسلمانوں کے

لینا چاہیے کہ کس

نہیں۔ یہ شریعت

باتوں کا حوالہ دے۔

یہ اسلام کی حدود

ہے جس کا کسی بے

موجودہ حال

قسم کی ناخوشگوار

پہنچائیں۔ اس

جرم میں اضافہ

اسلامی ذمہ دار

ہاں

عبار

رف یہ کہ دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں، بلکہ  
نے میں مشغول ہیں۔ دوسری قوموں کو سیاسی  
جی اور مطالباتی مہم چلانا ایسے جھگڑے کھڑے  
کے درمیان تعلقات خراب ہو جائیں۔ اس  
نا کو بگاڑتی ہیں۔ وہ دعوت و نصیحت کی قاتل  
ز انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں مشغول  
اکابر بھی یہ سوچ نہیں پاتے کہ ایسا کر کے وہ  
ہے ہیں۔“

رسول کا مسئلہ ”ص ۶“ از وحید الدین خاں  
لم و آگہی کے نام پر  
س روشنی کے نام پر  
(مولف)

پ کے خلاف ایک بے ہودہ جھوٹ گھڑنا  
پ کر بازار میں لے آتا ہے۔ اب آپ کی  
بی اس میں ہوگی کہ یہ کتاب لوگوں کے  
اس کو حاصل کر کے پڑھنے کی ضرورت نہ

ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ اس  
کا اشتہار ہوگا۔ لوگ غیر ضروری طور پر  
کے برعکس اگر آپ اس کی طرف سے  
س نہ ہو سکے گی۔ اس کی کتاب اپنے آپ

کا مسئلہ ”ص ۱۸۰“ از وحید الدین خاں  
نے کے لیے  
جائے ہیں  
(مولف)

آپ کے گھر میں گندگی ڈال دیتا

ہے۔ اب اگر آپ مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگیں تو آپ نے اس کے مقصد کو  
پورا کیا۔ آپ کی اشتعال انگیز کارروائی اس کو مزید موقع دے گی۔ وہ اپنے  
ساتھیوں کو جمع کر کے آپ کے خلاف مکمل فساد برپا کر دے گا۔ لیکن اگر آپ اس  
کی اشتعال انگیزی پر مشتعل نہ ہوں تو گویا آپ نے اس کے ہم کو ناکارہ کر دیا۔“  
”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۱۷۹، از وحید الدین خاں

حسین سانپ کے نقش و نگار خوب سہی  
نگاہ زہر پہ رکھ خوشنما بدن پہ نہ جا  
(مولف)

اور آخر میں بے شرمی کی تمام حدود پھلانگ کر وحید الدین خاں لکھتا ہے:

○ ”اس طرح کے مواقع پر عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس  
سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے مگر مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ  
لینا چاہیے کہ کسی قوم کے جذبات کا مجروح ہونا شریعت میں ہرگز معتبر  
نہیں۔ یہ شریعت کے حدود و تعزیرات کی کوئی دفعہ نہیں۔ اس قسم کی  
باتوں کا حوالہ دے کر کسی کو مارنا یا کسی کی جائیداد کو جلانا ہر اسرکشی ہی۔  
یہ اسلام کی حدود و تعزیرات کی فرست میں ایک نئے حکم کا اضافہ کرنا  
ہے جس کا کسی بھی شخص کو کوئی اختیار نہیں۔“

موجودہ حالات میں مسلمانوں کی شرعی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس  
قسم کی ناخوشگوار باتوں پر صبر کرتے ہوئے لوگوں تک اسلام کی دعوت  
پہنچائیں۔ اس کے سوا وہ جو کچھ بھی کریں گے، وہ صرف ان کے اپنے  
جرم میں اضافہ کرنے والا ثابت ہوگا نہ کہ دوسروں کے حق میں اپنی  
اسلامی ذمہ داریوں کو ادا کرنا۔“

”شم رسول کا مسئلہ“ ص ۲۶، از وحید الدین خاں

ہلاکت آفریں ہے اس کی ہر بات  
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا  
(مولف)

اگر وحید الدین خاں پہلے زبانوں میں ہوتا۔۔۔۔۔

تو وہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیتا کہ سیلہ کذاب کے خلاف لشکر روانہ نہ کیجئے بلکہ ”لیکچر“ روانہ کیجئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فاروق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو قتل کرنے سے روکتا اور انہیں کہتا کہ اسے بیٹھا بیٹھا واعظ سنائیے۔ وہ معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ ابو جہل ”بزرگ“ ہے اور تم بچے ہو۔ لہذا بزرگ کو قتل نہ کرو بلکہ ادب کے لہجے میں اسے دعوت دو۔ وہ حضرت خالد بن ولید سے کہتا کہ جنگ یمامہ میں مرتدین کو قتل نہ کرو بلکہ ان کے لیے درس و تدریس کا انتظام کرو۔ وہ حضرت فیروز دہلی رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ مدعی نبوت اسود منسی کو قتل نہ کرو بلکہ اسے نصیحت کی لوریاں دو۔ وہ سلطان نور الدین زندگی سے کہتا کہ روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرنگ لگانے والے سفاک کافروں کو قتل نہ کرو بلکہ ان کی خدمت میں واعظ و تلقین کے گجرے پیش کرو۔ وہ صلاح الدین ایوبی سے شمشیر بہاد چھین لیتا اور قرآن و صلیب میں صلح کرانے کی کوشش کرتا۔ وہ محمد بن قاسم کو مشورہ دیتا کہ راجہ واہر کو برداشت کرو۔۔۔۔۔ وہ سلطان محمود غزنوی کو سومات پر حملہ نہ کرنے کے بارے میں خطوط لکھتا۔۔۔۔۔ وہ طارق بن زیاد سے کہتا کہ کشتیاں نہ جلاؤ بلکہ انہیں کشتیوں میں عیسائیوں کے ساتھ بیٹھ کر دریا کی سیر کرو۔ تم قرآن پڑھو اور وہ انجیل پڑھیں۔ وہ سلطان شہاب الدین غوری اور پرتھوی راج کو کسی ڈنر پہ اکٹھا کرنا اور کفر و اسلام کے درمیان بیان محبت باندھنا۔ وہ غازی علم الدین شہید اور راجپال کو انارکلی کے کسی ہوٹل میں کھانا کھلاتا اور غازی علم الدین سے کہتا کہ راج پال کو برداشت کرو کیونکہ صبر بڑا اجر ہے۔

اس کے جواب میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تلوار چمکتی اور وحید الدین کا سر گیند کی طرح لڑھکتا ہوا نالی میں جا گرتا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کوڑا لہراتا اور وحید الدین کے گوشت و خون کو چاٹ جاتا۔ معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کی چھوٹی چھوٹی تلواریں وحید الدین کے منہ کی طرف لپکتیں اور ابو جہل کے ساتھ اس کا لاش پڑا ہوتا۔ خالد بن ولید کی شمشیر اک رقص کرتی اور وحید الدین خاک و خون میں تڑپ رہا ہوتا۔ فیروز دہلی رضی اللہ عنہ کی تلوار وحید الدین کو گلہوں میں باٹ دیتی۔ سلطان نور الدین زنگی کا حکم ہوتا اور وحید الدین کی نجس لاش بھی سفاک مجرموں کے ساتھ پڑی ہوتی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی وحید الدین کو قبر میں اتار دیتا اور اس کی قبر صلیب لگا دیتا۔ محمد بن قاسم اسے سولی چڑھا دیتا اور چیلوں اور گدھوں کو اس کا گوشت کھلا دیتا۔ سلطان محمود غزنوی اس کا نجس خون سومات کے سب سے بڑے بت پہ چھڑک دیتا۔ طارق بن زیاد کشتیوں کے ساتھ اسے بھی جلا دیتا۔ شہاب الدین غوری اس کا بند بند کٹ کر اس کی موت کا رقص دیکھتا اور پھر اسے پرتھوی راج کی لاش پر رکھ دیتا۔ غازی علم الدین شہید راجپال کے ساتھ وحید الدین کو بھی چیر پھاڑ دیتا اور راجپال کی چتا میں وحید

الدین کی لاش بھی جلا میرے پیار۔  
الدین خاں کی صورت  
○ ہمارے آقا  
○ ہمارے آقا  
○ ہمارے دلورے  
سکے۔

اس کام کے  
پاکستان میں تقسیم  
کرے اور پاکستان

وحید الدین  
تو قوم رسوا  
تو عشق نبی  
تو امت محمد  
تو دنیا میں  
تو دنیا میں  
تو شامان  
تو محاطان  
لیکن وحید  
تاریخ بڑی درخشا  
عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نبی ہماری قبر کی ذ  
ہے۔

اگر وحید الدین خاں پہلے زمانوں میں ہوتا۔۔۔۔۔

تو وہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر ؓ کو مشورہ دیتا کہ میلہ کذاب کے خلاف لشکر روانہ نہ کیجئے بلکہ ”یکپجر“ روانہ کیجئے۔ سیدنا عمر ؓ فاروق کو رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے منافق کو قتل کرنے سے روکتا اور انہیں کہتا کہ اسے بیٹھا بیٹھا داعظ سنائیے۔ وہ معاذ ؓ اور معوذ ؓ سے کہتا کہ ابو جہل ”بزرگ“ ہے اور تم بچے ہو۔ لہذا بزرگ کو قتل نہ کرو بلکہ اوب کے لیے میں اسے دعوت دو۔ وہ حضرت خالد بن ولید سے کہتا کہ جنگ یمامہ میں مرتدین کو قتل نہ کرو بلکہ ان کے لیے درس و تدریس کا انتظام کرو۔ وہ حضرت فیروز دہلی ؓ سے کہتا کہ مدنی نبوت اسود منی کو قتل نہ کرو بلکہ اسے نصیحت کی لو ریاں دو۔ وہ سلطان نور الدین زندگی سے کہتا کہ روضہ رسول اکرم ﷺ کو سرنگ لگانے والے سفاک کافروں کو قتل نہ کرو بلکہ ان کی خدمت میں داعظ و تلقین کے گجرے پیش کرو۔ وہ صلاح الدین ایوبی سے ششیر جہاد چمین لیتا اور قرآن و صلیب میں صلح کرانے کی کوشش کرتا۔ وہ محمد بن قاسم کو مشورہ دیتا کہ راجہ داہر کو برداشت کرو۔۔۔۔۔ وہ سلطان محمود غزنوی کو سومات پر حملہ نہ کرنے کے بارے میں خطوط لکھتا۔۔۔۔۔ وہ طارق بن زیاد سے کہتا کہ کشتیاں نہ جلاؤ بلکہ انہیں کشتیوں میں عیسائیوں کے ساتھ بیٹھ کر دریا کی سیر کرو۔ تم قرآن پڑھو اور وہ انجیل پڑھیں۔ وہ سلطان شہاب الدین غوری اور پرتھوی راج کو کسی ڈنر پہ اکٹھا کرنا اور کفر و اسلام کے درمیان بیان محبت باندھنا۔ وہ غازی علم الدین شہید اور راجپال کو انارکلی کے کسی ہوٹل میں کھانا کھلانا اور غازی علم الدین سے کہتا کہ راج پال کو برداشت کرو کیونکہ صبر بڑا اجر ہے۔

اس کے جواب میں صدیق اکبر ؓ کی تلوار چمکتی اور وحید الدین کا سرگیند کی طرح لڑھکتا ہوا تلی میں جاگرتا۔ عمر فاروق ؓ کا کوڑا لہراتا اور وحید الدین کے گوشت و خون کو چاٹ جاتا۔ معاذ ؓ اور معوذ ؓ کی چھوٹی چھوٹی تلواریں وحید الدین کے منہ کی طرف لپکتیں اور ابو جہل کے ساتھ اس کا لاشہ پڑا ہوتا۔ خالد بن ولید کی ششیر اک رقص کرتی اور وحید الدین خاک و خون میں تڑپ رہا ہوتا۔ فیروز دہلی ؓ کی تلوار وحید الدین کو نکلوں میں بانٹ دیتی۔ سلطان نور الدین زندگی کا حکم ہوتا اور وحید الدین کی نجس لاش بھی سفاک مجرموں کے ساتھ پڑی ہوتی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی وحید الدین کو قبر میں اتار دیتا اور اس کی قبر پہ صلیب لگا دیتا۔ محمد بن قاسم اسے سولی چڑھا دیتا اور چیلوں اور گدھوں کو اس کا گوشت کھلا دیتا۔ سلطان محمود غزنوی اس کا نجس خون سومات کے سب سے بڑے بت پہ چھڑک دیتا۔ طارق بن زیاد کشتیوں کے ساتھ اسے بھی جلا دیتا۔ شہاب الدین غوری اس کا ہند بند کاٹ کر اس کی موت کا رقص دیکھتا اور پھر اسے پرتھوی راج کی لاش پر رکھ دیتا۔ غازی علم الدین شہید راجپال کے ساتھ وحید الدین کو بھی چیر پھاڑ دیتا اور راجپال کی چتا میں وحید

الدین کی لاش بھی جل رہی ہوتی۔

میرے پیارے نبی ﷺ

الدین خاں کی صورت میں ناموس

○ ہمارے آقا ﷺ سے

○ ہمارے آقا ﷺ سے

○ ہمارے دلوں کی دلیویوں

سکے۔

اس کام کے لیے بھارتی

پاکستان میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔

کرے اور پاکستان میں اس کی کتا

صدائے ؟

کہ تیرے

وحید الدین اتو ملت اسلام،

تو قوم رسول ﷺ ہاشم

تو عشق نبی ﷺ میں

تو امت محمدیہ ﷺ کی

تو دنیا میں مسلمانوں کو۔

تو دنیا میں توہین رسالت

تو شامان رسول کو حوسے

تو مخالفان ناموس رسالہ

لیکن وحید الدین اسلہ

تاریخ بڑی درخشاں ہے۔ عشق

عشق نبی ﷺ ہماری آنکھ

نبی ہماری قبر کی ضیاء ہے۔۔۔۔۔

ہے۔

محمد ﷺ

اس میر

الدین کی لاش بھی جل رہی ہوتی۔

میرے پیارے نبی ﷺ کے پیارے امتیوا بین الاقوامی شاتمان رسول کی کمیٹی نے ”وحید الدین خاں“ کی صورت میں ناموس رسول ﷺ پر ایک نیا خطرناک حملہ کیا ہے۔۔۔۔۔ تاکہ۔۔۔۔۔

○ ہمارے آقا ﷺ سے ہمارا تعلق کمزور کیا جاسکے۔

○ ہمارے آقا ﷺ سے ہمارا تعلق توڑا جاسکے۔

○ ہمارے دلوں کی وادیوں میں لہراتے ہوئے عظمت رسول ﷺ کے پرچم کو سرنگوں کیا جاسکے۔

اس کام کے لیے بھارتی مصنف وحید الدین خاں کی کتب کو شائع کر کے پوری دنیا بالخصوص پاکستان میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ فتنہ وحید الدین کے خلاف آواز جملہ بلند کرے اور پاکستان میں اس کی کتابوں پر پابندی لگوائے۔

صدائے حق کی جرات سے تو زندہ کر زمانے کو

کہ تیرے ساتھ دنیا میں ہزاروں دل دھڑکتے ہیں

وحید الدین اتو ملت اسلامیہ کو بے غیرت بنانا چاہتا ہے۔

تو قوم رسول ﷺ ہاشمی کو بے محبتی کے سانچوں میں ڈھالنا چاہتا ہے

تو عشق نبی ﷺ میں دھڑکتے ہوئے دلوں کو بے آواز کرنا چاہتا ہے

تو امت محمدیہ ﷺ کی رگوں سے عشق محمد ﷺ کا خون نچوڑنا چاہتا ہے

تو دنیا میں مسلمانوں کو بے حسی کے مجتھے بنانا چاہتا ہے

تو دنیا میں توہین رسالت ﷺ کو عام کرنا چاہتا ہے

تو شاتمان رسول کو حوصلے عطا کر رہا ہے

تو مخالفان ناموس رسالت ﷺ کو غفلت اور نیند کا درس دے رہا ہے

لیکن وحید الدین مسلمان ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ نبی کے دیوانے ابھی زندہ ہیں۔۔۔۔۔ ہماری

تاریخ بڑی درخشاں ہے۔ عشق نبی ﷺ ہماری حیات ہے۔ عشق نبی ﷺ ہماری کائنات ہے۔۔۔۔۔

عشق نبی ﷺ ہماری آنکھوں کا نور ہے۔۔۔۔۔ عشق نبی ﷺ ہمارے دل کا سرور ہے۔۔۔۔۔ عشق

نبی ہماری قبر کی ضیاء ہے۔۔۔۔۔ عشق نبی ہماری جنت کی بہار ہے اور ہمارا سب کچھ نام محمد ﷺ پہ شمار

ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

اس میں ہو اگر خالی تو سب کچھ نامکمل ہے

مسیح کذاب کے خلاف لشکر روانہ نہ  
ل اللہ ﷺ کا فیصلہ نہ ماننے والے  
اعظ سنائے۔ وہ معاذ اللہ ﷺ اور معوذ  
مذا بزرگ کو قتل نہ کرو بلکہ ادب کے  
کے پیامہ میں مرتدین کو قتل نہ کرو بلکہ  
ن اللہ ﷺ سے کتنا کہ مدعی نبوت اسود  
الدین زندگی سے کتنا کہ روضہ رسول  
بلکہ ان کی خدمت میں واعظ و تلقین  
لیتا اور قرآن و صلیب میں صلح کرانے  
اشت کرو۔۔۔۔۔ وہ سلطان محمود غزنوی  
اراق بن زیاد سے کتنا کہ کشتیاں نہ جلاؤ  
۔ تم قرآن پڑھو اور وہ انجیل پڑھیں۔  
ما کرتا اور کفر و اسلام کے درمیان بیان  
کسی ہوئل میں کھانا کھلاتا اور غازی علم

روحیہ الدین کا سرگیند کی طرح لڑھکتا  
دین کے گوشت و خون کو چاٹ جاتا۔  
الدین کے منہ کی طرف لپکتیں اور  
۔ رقص کرتی اور وحید الدین خاک و  
کو گلہوں میں بانٹ دیتی۔ سلطان نور  
جرموں کے ساتھ پڑی ہوتی۔ سلطان  
صلیب لگارتا۔ محمد بن قاسم اسے سولی  
محمود غزنوی اس کا نجس خون سومات  
کے ساتھ اسے بھی جلا دیتا۔ شہاب  
پھر اسے پرتھوی راج کی لاش پر رکھ  
یزھاڑ دیتا اور راجپال کی چٹامیں وحید

محمد ﷺ کی محبت، آن ملت شان ملت ہے  
 محمد ﷺ کی محبت روح ملت جان ملت ہے  
 محمد ﷺ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے  
 یہ رشتہ دنیاوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے  
 محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا  
 پدر، مادر، برادر، مال، جان اولاد سے پیارا

اور

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا، زکوہ اچھی  
 مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا  
 نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی حرمت پر  
 خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا



حرمت رسول .  
 مسلمانان عالم اپنے ایمان  
 نام لیواؤں نے ہمیشہ اور  
 پہنایا اور سرخرو ہوئے .  
 قانون منظور ہو چکا ہے  
 تحت سزائے موت کا فریضہ  
 اس فکر کا داعی اور مہر  
 عظیم کردار اور آپ  
 اچھالنے کی دانستہ کوشش  
 اجازت ہونی چاہیے۔  
 ﷺ کی اتباع میں  
 کی کوشش کرتا ہے تو  
 کرنے والا ہے۔ گستاخ  
 ﷺ کو تحفظ فراہم  
 الدین خان ہے۔

مولانا وحید الدین  
 قریبی دوست خیال کیے  
 انہیں یہ راہ دکھائی کہ  
 فروغ دیا جائے کہ انڈیا

آن ملت شان ملت ہے  
روح ملت جان ملت ہے  
ن کے رشتوں سے بلا ہے  
کے رشتوں سے بلا ہے  
ع عالم ایجاد سے پیارا  
جان اولاد سے پیارا

روزہ اچھا زکوہ اچھی  
کے مسلمان ہو نہیں سکتا  
میں خواجہ بٹھا کی حرمت پر  
میرا ایمان ہو نہیں سکتا

## گستاخی اس بونگستاخ کا منہ پر

تنویر قیصر شاہد

حرمت رسول ﷺ پر کٹ مرنا اور گستاخان رسول ﷺ کو جہنم واصل کرنے کی تمنا کو مسلمان عالم اپنے ایمان کا جزو قرار دیتے ہیں۔ چشم عالم نے یہ منظر بار بار دیکھا ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں نے بیٹھ اور بروقت اس تمنا اور خواہش کو ایمان کی مبادیات سمجھتے ہوئے عمل کا جامہ پہنایا اور سرخرو ہوئے۔ آج جبکہ مملکت خداداد میں گستاخ رسول ﷺ کو سزائے موت دینے کا قانون منظور ہو چکا ہے اور ساہیوال جیل میں ایک لڑم ایوب مسیح کے خلاف ایسے ہی مقدمے کے تحت سزائے موت کا فیصلہ سامنے آچکا ہے، مسلمانوں کے اندر ہی سے ایک گروہ ایسا اٹھا ہے جو اس فکر کا داعی اور مبلغ ہے کہ اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات، ان کے عظیم کردار اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین پر کچھ اچھالتا ہے، زبان طعن دراز کرتا ہے، گند اچھالنے کی دانستہ کوشش کرتا ہے، اسے یہ گندی حرکتیں کرنے اور ایسے ناپاک اقدامات کی کھلی اجازت ہونی چاہیے۔ اس گروہ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنے دینی جذبات اور محبت رسول ﷺ کی اتباع میں گستاخان رسول ﷺ کی سرکوبی کے لیے باہر نکلتا ہے، اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا شخص انارکسٹ ہے، فسادی ہے اور انسان کے بنیادی حقوق کو پامال کرنے والا ہے۔ گستاخی رسول ﷺ کو بنیادی انسانی حقوق کا جزو قرار دینے اور گستاخان رسول ﷺ کو تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کرنے والے اس گروہ کے سرخیل اور سردار کا نام مولانا وحید الدین خان ہے۔

مولانا وحید الدین خان کا تعلق بھارت سے ہے۔ وہ کانگریس اور اندرا گاندھی خاندان کے قریبی دوست خیال کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنی طرز کے منفرد محقق ہیں۔ ان کی مخصوص تحقیق نے انہیں یہ راہ دکھائی کہ اعراض کی پالیسی اختیار کی جائے اور بھارت بھر میں اس فکر اور سوچ کو فروغ دیا جائے کہ انڈیا میں جتنے بھی ہندو مسلم فسادات معرض عمل میں آتے ہیں یا باہری مسجد کی

شہادت ایسا سانحہ جنم لیتا ہے تو اس کی ساری ذمہ داری بھارت کے مسلمانوں پر تھوپی جائے۔ مولانا وحید الدین خان قرآن کریم کے مفسر بھی ہیں۔ ان کی تفسیر ”تذکیر القرآن“ بہت سے نئے مباحث کا باعث بنی ہے۔ مجھے متعدد بار ان سے ملنے اور مکالمہ کرنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔ اپنے افکار اور نظریات کا تعارف کرواتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ ”میں نے اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ جدید علوم کو اس کے مختلف پہلوؤں کے اعتبار سے گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد میں نے عصری تقاضوں کے تحت ایسا اسلامی لٹریچر تیار کرنا شروع کیا جو آج کے انسان کے ذہن پر اسلام کی عظمت قائم کر سکے۔“

مولانا موصوف آج کے انسان کے ذہن پر ”اسلام کی عظمت“ کس طرح قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان سطور میں ہم اسی بات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔ مولانا وحید الدین خان اپنی تحریروں میں واضح طور پر محبت رسول ﷺ کو لغو اور بھونڈا قرار دیتے ہیں۔ ان کا ارشاد گرامی ہے۔۔۔۔۔ ”مسلمان رشیدی ایسے لوگوں کے خلاف جن لوگوں نے مہم شروع کی، یہ مہم سارے عالم اسلام کی نہیں تھی اور نہ ہے۔ یہ ایک محدود اقلیت کی مہم کا شاخسانہ ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکے دار سمجھ لیا ہے۔ یہ ہندوستان اور پاکستان کے اردو خواں مسلمان ہیں جنہوں نے اسلام کے معاملے میں پرشور حصہ لیا۔ اصل میں اسلام کے دونوں بڑے فرقوں نے اسلام کو ساری دنیا میں بدنام کر دیا ہے۔“

آیت اللہ خمینی کو جنہوں نے مسلمان رشیدی کے خلاف قتل کا فتویٰ دیا اور وہ سب لوگ جو مسلمان رشیدی کی قبیل کے افراد کو گردن زدنی قرار دیتے ہیں، مولانا وحید الدین خان کے نزدیک گمراہ اور باطل ہیں۔ مولانا صاحب لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ”آیت اللہ خمینی کو اسلامی معاملے میں سنجیدہ نہیں کہا جاسکتا۔ آیت اللہ خمینی اور ان کے ہم نوا علماء، اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔“ شاتم رسول ﷺ کے خلاف اقدام کرنے والے جمہور مسلمانوں کو مولانا وحید الدین خان گمراہ، جاہل اور تخریب کار قرار دیتے ہیں۔ وہ ان کوششوں کو نام نہاد اسلامی جذبے سے معنون کرتے ہیں اور پھر ایک مثال دیتے ہوئے کہتے ہیں۔۔۔۔۔ ”سوائی شردھانند ہندوستان میں شدمی تحریک کے بانی تھے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ”رنگیلا رسول“ تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس کتاب کے خلاف زبردست احتجاج کیا کیونکہ ان کے نزدیک یہ کتاب پیغمبر اسلام کی شان اور عظمت کے خلاف نہایت توہین آمیز تھی۔ آخر کار یہ واقعہ پیش آیا کہ ۱۹۲۶ء کی آخری تاریخوں میں ایک مسلم نوجوان نے سوائی شردھانند کو قتل کر دیا، اس نوجوان کا نام عبدالرشید تھا۔ اس کی ماں نے اپنے اکلوتے بیٹے کو خوشی خوشی اس کی اجازت دے دی تھی کہ وہ ناموس رسول

ﷺ کی حفاظت کے بلکہ ناولی ہے۔ اس کا مسلمان رشیدی اسلامیہ کے ہر غیرت ٹھنڈے دل و دماغ۔ عاشقان رسول ﷺ شاتمان رسول ﷺ دھاندلی اور ذہنی کج ”ناموس رسول ﷺ“ ہووے اور غیر اسلامی قرار والوں کے خلاف قدم اور اودھم باز ٹھہرتے کے نزدیک ہر وہ سرور کائنات اور فخر نے لکھا۔۔۔۔۔ ”موجود ہونا قرار دے لیا ہے گویا ملت امر کے مقام کو کی جملہ خرابیاں اور ہیں اور سرخروئی کا پردہ کے اس نے کی خدمت انجام دے علامہ اقبال متعصب ہندوؤں کو کرنے والے مولانا حدیث میں ایک رسول ﷺ کو

ﷺ کی حفاظت کے لیے قربان ہو جائے۔ میں واضح لفظوں میں کہتا ہوں کہ یہ قربانی نہیں ہے بلکہ ناوانی ہے۔ اس کا تعلق نہ عقل سے ہے نہ ہی اسلام سے۔“

مسلمان رشدی نے ”شیطان آیت“ اور سوامی شردهاند نے ”رنگیلا رسول“ لکھ کر ملت اسلامیہ کے ہر غیرت مند فرد کا دل دکھایا ہے۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جنہیں کوئی بھی ایمان والا ٹھنڈے دل و دماغ سے نہیں پڑھ سکتا۔ مگر مولانا وحید صاحب کا فتویٰ ہے کہ وہ سب علمائے دین، عاشقان رسول ﷺ اور فقہاء جنہوں نے مسلمان رشدی، راجپال اور سوامی شردهاند ایسے شاتمہ رسول ﷺ کے خلاف کسی بھی عمل اور فکری جدوجہد میں حصہ لیا، ان سب نے فکری دھاندلی اور ذہنی کج روی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ وہ ایٹمی رشدی ایجنسی ٹیشن ایسے اقدامات اور ”ناموس رسول ﷺ پر حملہ“ اور ”رسول ﷺ کی شان میں گستاخی“ جیسے الفاظ کو لغو، بے ہودہ اور غیر اسلامی قرار دیتے ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی ذات بابرکات پر کچھ اچھالنے والوں کے خلاف قدم اور قلم اٹھانے والے مسلمان، مولانا وحید الدین صاحب کے نزدیک سرکش اور اودھم باز ٹھہرتے ہیں۔ مولانا موصوف اپنی تحقیقی جساتوں میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ ان کے نزدیک ہر وہ مسلمان بے ہودہ اور جاہل ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کو شہنشاہ کونین، سرور کائنات اور فخر موجودات کے اسمائے گرامی سے یاد کرتا، لکھتا اور پکارتا ہے۔ ایک جگہ انہوں نے لکھا۔۔۔۔۔ ”موجودہ مسلمانوں نے آپ ﷺ کی ذات کا اصل پہلو آپ ﷺ کا ”عظیم“ ہونا قرار دے لیا ہے۔ یہی انحراف ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔“

گویا ملت اسلامیہ میں حضور ﷺ کا نام لینے والے اگر آج ہی سے (نمود بانند) آپ ﷺ کے مقام کو اس سے کم سمجھنا شروع کر دیں تو مولانا وحید الدین خاں کے نزدیک مسلمانوں کی جملہ خرابیاں درست ہو سکتی ہیں اور وہ عظمت اور ترقی کے ایک نئے راستے پر گامزن ہو سکتے ہیں اور سرخروئی کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں۔ سوال کیا جاتا ہے کہ مولانا وحید الدین خاں فتنہ پردری کے اس نئے بیج کی کاشت اور اپنی ”تحقیق“ کی بنیاد پر نئی فکری مسلسل آبیاری سے کس کی خدمت انجام دے رہے ہیں؟ کن لوگوں کے مقاصد کی تکمیل میں مدد فراہم کر رہے ہیں؟

علامہ اقبالؒ اور قائد اعظمؒ کے مقابلے میں نہرو، گاندھی اور سردار ولیم بھائی پٹیل ایسے متعصب ہندوؤں کو ”عظیم“ لیڈر ثابت کرنے اور تشکیل پاکستان کے مقابل اٹھنڈ بھارت کی تبلیغ کرنے والے مولانا وحید الدین خاں بڑے تین کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں کہ پورے ذخیرہ حدیث میں ایک بھی معتبر روایت ایسی موجود نہیں ہے جس کی عبارت میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ رسول ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کرو اور اسے پھانسی کی سزا دے دو۔ شاتمہ رسول کو کھلی

سہ داری بھارت کے مسلمانوں پر تھوپی جائے۔ ان کی تفسیر ”تذکیر القرآن“ بہت سے نئے نئے اور مکالمہ کرنے کے مواقع میسر آئے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ ”میں نے اسلام کا تفصیلی نوڈوں کے اعتبار سے گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی سوں کے تحت ایسا اسلامی لٹریچر تیار کرنا شروع کیا کر سکے۔“

”اسلام کی عظمت“ کس طرح قائم کرنے کی کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے۔ مولانا وحید رسول ﷺ کو لغو اور بھونڈا قرار دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے خلاف جن لوگوں نے مہم شروع کی، یہ یہ ایک محدود اقلیت کی مہم کا شاخسانہ ہے جنہوں نے ہندوستان اور پاکستان کے اردو خواں مسلمان لیا۔ اصل میں اسلام کے دونوں بڑے فرقوں

کے خلاف قتل کا فتویٰ دیا اور وہ سب لوگ جو ر دیتے ہیں، مولانا وحید الدین خاں کے نزدیک - ”آیت اللہ خمینی کو اسلامی معاملے میں سنجیدہ علماء، اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔“ جمہور مسلمانوں کو مولانا وحید الدین خاں گمراہ ٹوں کو نام نہاد اسلامی جذبے سے معنون کرتے ”سوامی شردهاند ہندوستان میں شدھی تحریک کا نام ”رنگیلا رسول“ تھا۔ برصغیر کے مسلمانوں تکہ ان کے نزدیک یہ کتاب پیغمبر اسلام کی شان آخرکار یہ واقعہ پیش آیا کہ ۱۹۳۶ء کی آخری ر کو قتل کر دیا اس نوجوان کا نام عبدالرشید تھا۔ اس کی اجازت دے دی تھی کہ وہ ناموس رسول

چھٹی اور انہیں دریدہ وہنی کی اجازت دینے کے حوالے سے مولانا عجب انداز کا استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ "سب و شتم کے جرم کا تعلق یکساں طور پر تمام پیغمبروں سے ہے اور اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اشارہ اور کنایہ کے درجہ میں بھی اگر کسی کے کلام سے کسی پیغمبر کی تحقیر ظاہر ہو تو وہ شاتمِ رسول قرار پاتا ہے۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو کتنے ہی صلحاء اور علماء بھی اسی مسند میں کھڑے کرنے پڑیں گے۔"

مولانا وحید الدین خاں تاریخ کی گمراہیوں میں ڈکی لگاتے ہوئے دور کی یہ کوڑی لاتے ہیں کہ دانے، تھیو فین، ابن اسحاق الکندی، ایولوگیس، ایڈورڈ پاک، ولیم آف تریپول، جوزف وائٹ، سائمن اوگلے اور واٹنیز آج کے مسلمانوں کے پیانے کے لہجے سے سوائی، شردمانند، راجپال اور سلمان رشدی سے بڑے شاتمِ رسول تھے۔ پھر آخر ان لوگوں کے بارے میں فتویٰ دینے والے حضرات کیوں خاموش ہیں؟ مولانا صاحب نے مذکورہ بالا مغربی لکھاریوں کے وہ جملے بھی لکھ دیئے ہیں جو کوئی بھی غیرت مند مسلمان حضور ﷺ کے بارے میں نہ تو لکھ سکتا ہے اور نہ ہی پڑھنے کی ہمت رکھتا ہے۔ مولانا وحید الدین خاں صاحب ایسی حرکتیں مدت دراز سے کرتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ یہ حرکات کرنے پر خود کو کیوں مجبور یا تے ہیں، اس کا جواب پاکستان اور بھارت میں بسنے والے جملہ علمائے دین کے پاس شاید نہیں ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سوال کا شافی جواب مولانا جاوید احمد غامدی صاحب کے پاس ہے۔ حضرت مولانا جاوید غامدی صاحب کے چند ایک شاگردان عزیز لاہور میں بیٹھ کر نہ صرف مولانا وحید کی کتابیں شائع کر کے ان کی فکر کی اشاعت میں معاونت کر رہے ہیں، بلکہ یہی لوگ مولانا وحید الدین خاں کا ایک ماہنامہ "الرسالہ" بھی باقاعدگی سے شائع کر رہے ہیں جس میں پاکستان کے خلاف انتہائی زہریلا مواد شامل ہوتا ہے۔



وحید الدین

ڈاکٹر

شرار بولسی ازل کے سیاسی زوال کے بعد اسلام آباد جو ابھی تک پر حرارت ہے ہو جانے کا احتمال ہے تو اس مضبوط گرفت میں لانا چاہیے اس مقصد کے لیے ان مطلق، مغضوب قدرت اور تنقیص کریں۔ تحقیق کے نام مغرب کی نقالی میں بے اصل زہر سے جراثیم داخل کریں قادیانی، راجپال اور سلمان بخش، اشتعال انگیز اور وائٹ بھارتی نژاد معصوم وحید الدین مند نے بڑا فروغ پایا بلکہ بڑی حد تک پہنچا۔ ان کی ان طاقتوں کا فرمایا ہوا ان یہی قوتیں ان کی فکری مائی یا تک پہنچانے کے لیے وہ "آ" کی اخلاقی اقدار کو مسح کر رہے۔

## وحید الدین خان، ایک اسلام دشمن شخصیت

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری

شرار بولسی ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے ستیزہ کار رہا ہے۔ بالخصوص ۱۸۵۷ء کے سیاسی زوال کے بعد اسلام دشمن طاقتوں نے جب دیکھا کہ مسلمان سرسرا رکھ رہے ہیں تو باوجود ابھی تک پر حرارت ہے اور خدشہ ہے کہ آئندہ کسی وقت بھی اس حرارت کے شعلہ سامان ہو جانے کا احتمال ہے تو اس نے ایک بھیانک منصوبہ بنایا کہ مسلمان کی پھڑکنے والی تمام رگوں کو مضبوط گرفت میں لانا چاہیے۔

اس مقصد کے لیے انہوں نے مختلف ادوار میں اپنی سرپرستی میں ایسے شوریدہ سر، جموں مطلق، مغضوب قدرت اور ملعون خلقت اشخاص کو تیار کیا جو حضور نبی کریم علیہ السلام کی توہین و تنقیص کریں۔ تحقیق کے نام پر اپنی کتابوں میں زہر افشانی کریں۔ دانش کے نام پر یکڑ ماریں۔ مغرب کی نقالی میں بے اصل روایات کا سہارا لے کر مسلمانوں کے ذہن میں شکوک و شبہات کے زہر سے جراثیم داخل کریں۔ ان ستودہ شیطنت اور تنگ انسانیت لوگوں میں مرزا غلام احمد قادیانی، راجپال اور سلمان رشدی شامل ہیں۔ اور اب ان رسوائے زمانہ گستاخان رسول کی فحش، اشتعال انگیز اور دائرہ تمذیب سے خارج تحریروں کے دفاع کے لیے اسلام دشمن قوتیں بھارتی نژاد مصنف وحید الدین خان کو میدان میں لائی ہیں۔ ان قوتوں کے زیر سایہ اس ”ہنرمند“ نے بڑا فروغ پایا بلکہ جی بات یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کے ”تدبیر“ نے اس پودے کو بڑی حد تک سینچا۔ ان کی ”دانش“ کے سوتے، اسلام دشمن طاقتوں کے لہز پچڑ سے پھونٹے ہیں۔ ان طاقتوں کا فرمایا ہوا ان کے لیے مستند ہے۔ خواہ یہ قرآن و سنت کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو۔ یہی قوتیں ان کی فکری مائی باپ اور سرپرست ہیں۔ انہی اسلام دشمن قوتوں کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وہ ”آزادی تقریر و تحریر“ اور ”حقوق انسانی“ کے دلکش نعروں سے اسلام کی اخلاقی اقدار کو مسح کر رہے ہیں۔

لے سے مولانا عجب انداز کا استدلال کرتے  
ساں طور پر تمام پیغمبروں سے ہے اور اس کا  
کر کسی کے کام سے کسی پیغمبر کی تحقیر ظاہر  
ر لیا جائے تو کتنے ہی صلحاء اور علماء بھی اسی

کئی لگاتے ہوئے دور کی یہ کوڑی لاتے ہیں  
روڈ پاک، ولیم آف تریپوٹی، جوزف وائٹ،  
کے ناطت سوانی، شردھانند، راجپال اور  
ان رگوں کے بارے میں فتویٰ دینے والے  
مغربی محاکموں کے وہ جٹلے بھی لکھ دیے  
سے میں نہ تو لکھ سکتا ہے اور نہ ہی پڑھنے  
حرکتیں مدت ورازت کرتے چلے آ رہے  
اس کا جواب پاکستان اور بھارت میں بسنے  
گ کہتے ہیں کہ اس سوال کا شافی جواب  
مولانا جاوید غامدی صاحب کے چند ایک  
مقالاتیں شائع کر کے ان کی فکر کی اشاعت  
رین خان کا ایک ماہنامہ ”الرسالہ“ بھی  
انتہائی زہریلا مواد شامل ہوتا ہے۔

کے خبر تھی لے کے چراغ مصطفوی

جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بولسی

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کے دسترواں سے بچے کچے ٹکڑوں پر پلنے اور مسلمانوں پر غرانے والے وحید الدین خان اسلام دشمن طاقتوں کے کھونٹے سے بندھ چکے ہیں۔ وہ آج کل مرزا قادیانی، سلمان رشدی، تسلیم نسرین وغیرہ کے دفاع میں سب سے پیش پیش ہیں۔ وہ توہین رسالت کے واقعات پر مسلمانوں کے رد عمل کو مجنونانہ فعل قرار دیتے ہیں، جو ان کی ثقافت قلبی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ وہ اسلامی اقدار پر بالکل بچہ پوچ اور لچر اعتراضات کرتے ہوئے مسلمانوں کی دل آزاری کا کوئی دقیقہ اٹھانیں رکھتے جس سے مسلمانوں کے دل پاش پاش ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو کم کیا جاسکے اور ان کی غیرت و حمیت کا جنازہ نکال دیا جائے۔

اے کشتہ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا؟

امت کافر ہے کہ اپنے نبی کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے جس طرح ایک بھائی اپنی بہن کی بے حرمتی پر خاموش رہے تو بے غیرت کہلاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان اپنے نبی کی عزت کی حفاظت نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں کہلواتا۔

حضور نبی کریمؐ کی شان میں ذرا اسی لفظی گستاخی بھی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و احترام کے متعلق ارشاد فرمایا:

”اے ایمان والو! ”راعنا“ نہ کہا کرو (بلکہ) ”کو“ ”انظرننا“ اور غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

جمالت جدیدہ کے ترجمان وحید الدین خان نے دعوت اسلامی ایسے زہریلے درخت کی آبیاری شروع کی جو آریہ سماجیوں کی سرپرستی میں پھلا پھولا۔ اس درخت کا کڑوا پھل ”ستم رسول کا مسئلہ“ کی شکل میں بازار میں آیا۔

یہ کتاب دل آزاری، دروغ بیانی، تعصب و عناد، کذب و دروغ، دریدہ دہنی، ہنوات، احساس محرومی اور اندھے تعصب کا ایک مکمل نمونہ ہے، جس میں وہ پنڈت کالی چرن (وچتر جیون) پنڈت چپوتی لال، راج پال، سلمان رشدی، تسلیم نسرین، سوامی دیانند سرسوتی (شدھی اور سنگھن کے بانی) اور مرزا قادیانی کے ہمنوا اور وکیل بن کر مولانا وحید الدین خان کی بجائے مہاشے پنڈت لالہ وحید الدین خان نظر آ رہے ہیں۔ جس کتاب کو میڈیا جیسی طاقتوں نے پسندیدہ قرار دے دیا، وحید الدین خان اسے ”آزادی فکر“ اور ”حقوق انسانی“ کے نام پر پسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

وحید الدین  
راے ہر شخص  
جناب

ہیں:  
انسانی  
کے نام کی بے  
انہیں سب  
مذہب کی توہین  
فاضل وکیل۔

جلد ۱۱، ستمبر ۲۰۰۹ء  
”دین“  
پر حملہ کرنے  
نہیں ہے۔“

”)“  
وحید  
اکازیب، ابا

”پازند“ بن  
تشریح پڑھ  
گوہر نامراد  
قرآن و سنت  
ہے۔ وہ سفیر  
بقول شاعر:

اور  
انداز کرنے

وہ بے حیا تھا اس قدر میں شرمسار ہو گیا۔  
وحید الدین خان کو اپنے مزخرفات کی حقیقت جمالت معلوم ہونی چاہیے کہ اختلاف  
رائے ہر شخص کا بنیادی حق ہے بشرطیکہ یہ دوسرے کے لیے باعث آزار نہ ہو۔  
جناب جسٹس ظلیل الرحمن خاں توہین رسالت کے ایک کیس میں اپنے ایک فیصلہ میں لکھتے  
ہیں:

انسانی حقوق کی وہ نام نہاد تنظیمیں عوام کی نمائندہ نہیں ہیں جو یہ کہتی ہیں کہ رسول اکرم  
کے نام کی بے حرمتی کو قابل تعزیر جرم قرار دینا انسان حقوق کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں  
انہیں سب سے پہلے عیسائی ممالک میں آواز اٹھانی چاہیے۔ جہاں قانون عامہ کی رو سے کسی  
مذہب کی توہین کرنے کی صورت میں صرف عیسائیت پر حملہ کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔  
فاضل وکیل نے اس سلسلے میں ہالبرگی کی کتاب "Laws of England" (چوتھا ایڈیشن)  
جلد 11 (پیرا 1009) کا حوالہ دیا جس میں لکھا ہے کہ:

"دین کی تکفیر قانون عامہ کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے جو صرف عیسائیوں کے مذہب  
پر حملہ کرنے والے الفاظ کی اشاعت پر مبنی ہو۔ عیسائیت کے علاوہ کسی مذہب پر حملہ کرنا تکفیر دین  
نہیں ہے۔"

(تادیانیوں کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے "از فیاض اختر ملک" ص ۶۰۸)  
وحید الدین خان نے تذکرہ القرآن کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے جو  
اکاذیب، اباطیل اور تاویلات کا مجموعہ ہے۔ جس سے تفسیر قرآن (علامہ اقبال کے الفاظ میں)  
"پازند" بن کر رہ گئی ہے۔ "تذکرہ القرآن" کے بعض مقامات پر قرآنی آیات کی خود ساختہ  
تشریح پڑھ کر بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ جمالت کے بحرا و قیانوس کی تہ میں چمکتا ہوا ہفت رنگ  
گوہر نامراد جاہل خشی وحید الدین خان اپنے بے ہمار قلم سے انٹ شدت خیالات کے ذریعے  
قرآن و سنت کا تسخر اڑاتا ہے۔ اور مختلف مسالک کے درمیان مناقشت کی وسیع طبع پیدا کرتا  
ہے۔ وہ سفینہ ملت کے تختوں میں اپنی ذاتی انا، ہوس کاری اور مکاری سے چمیدے ڈالتا ہے اور  
بقول شاعر:

علم شے پر ہے جمل شے غالب  
ہر انازی ہے اپنے فن کا لام

اور وحید الدین خان اس حقیقت پر سو فیصد پورے اترتے ہیں۔ وہ مطلق آیات کو نظر  
انداز کرتے ہوئے ایسی ناخ آیات اور بے اصل اور بے بنیاد ضعیف احادیث ڈھونڈ کر لاتے ہیں

دراغ مصطفوی

کی بولسی

س سے بچے کچھ کلکوں پر پلنے اور  
توں کے کھونٹے سے بندھ چکے ہیں۔  
وہ کے دفاع میں سب سے پیش پیش  
کو بچو تانہ فعل قرار دیتے ہیں جو ان  
س بچو، پوچ اور لچر اعتراضات کرتے  
س سے مسلمانوں کے دل پاش پاش  
کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
ئے۔

یا ہوا؟

ت کرے جس طرح ایک بھائی اپنی  
نکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان اپنے

تفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی  
کے مطلق ارشاد فرمایا:

انظرونا" اور غور سے سنا کرو اور

ت اسلامی ایسے زہریلے درخت کی  
لا۔ اس درخت کا کڑوا پھل "شتم

ب و دروغ، دریدہ دہنی، ہفوات،  
میں وہ پنڈت کالی چرن (دچتر جیون)

سوامی دیانند سرسوتی (شدھی اور  
ناوحید الدین خان کی بجائے ہماشے

و نا جیسی خاتون ناپسندیدہ قرار دے،  
نام پر پسندیدہ قرار دیتے ہیں۔

جو باطل نظریات کی تصدیق کرتی ہیں۔

وحید الدین خان اپنے رسالہ میں ایک جگہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

”جماز میں ایک شخص نے میرے چہرے پر داڑھی اور پگڑی دیکھ کر کہا کہ کیا آپ سکھ ہیں:

Are you a Sikh?

میں نے کہا، میں مسلم ہوں۔ اگر وہ زیادہ غور کرتا تو ایسا سوال نہ کرتا۔ کیونکہ میری داڑھی سکھوں کی داڑھی سے مختلف تھی۔“

(ماہنامہ ”الرسالہ“ ص ۷، ستمبر ۱۹۹۷ء)

۔ ان میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہیں بد کام بھی ہیں

وحید الدین خان سلمان رشدی کے خلاف ”مسلمانوں کے رد عمل“ کے بارے میں لکھتے ہیں:

□ ”انہیں دعوت کش سرگرمیوں میں سے ایک سرگرمی وہ ہے جو ”شم رسول“ کے خلاف مسلمان ہر جگہ جاری کیے ہوئے ہیں اور جس کا ایک نمایاں مظاہرہ سلمان رشدی کی کتاب (شیطانی آیات) کی اشاعت کے بعد ۱۹۸۹ء میں سامنے آیا ہے۔ انہی رشدی ایجنسی ٹیشن بلاشبہ تقویت کی حد تک غیر اسلامی تھا۔“ (ص نمبر ۶)

□ ”سلمان رشدی کے سلسلہ میں مسلم رہنماؤں کی طرف سے جو بیانات شائع ہوئے ہیں، ان میں عام طور پر ”جنم رسید“ کرنے کی بات کہی گئی ہے۔ ہریان بازیڈر جوش و خروش کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہے کہ سلمان رشدی کے جرم کے نتیجے میں اس کو جلد از جلد جنم رسید کیا جائے۔ مسلم رہنماؤں کے یہ الفاظ سرکشی اور بغاوت کے ہم معنی ہیں کیونکہ جنم رسید کرنے کا اختیار صرف خدا کو ہے نہ کہ کسی انسان کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے کافروں اور مشرکوں اور منافقوں نے آپ کے خلاف بدترین قسم کے جرائم کیے۔ مگر ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ بولیں کہ فلاں شخص کو قتل کر کے اس کو جنم رسید کرو۔ ایسے الفاظ بولنا گویا اپنے آپ کو خدا کی سیٹ پر بٹھانا ہے۔ رشدی نے اگر پیغمبر کی ذات پر حملہ کیا ہے تو ایسے جملے خود خدا کی ذات پر حملہ کرنے کے ہم معنی ہے۔ اب ایسے لوگ خود یہ سوچیں کہ دونوں میں سے کون سا جرم زیادہ بڑا ہے۔“ (ص ۱۳۳)

□ ”موجودہ زمانہ:

ایک ایسا جرم ہے

ایسے الفاظ بولے

فورا قتل کر دیا جا

لیے کوئی حقیقی دلیل

وحید الدین خان

ہیں:

□ ”اگر ناموس

مقصد حاصل نہیں

قومی ہیرو کی حیثیت

ہندوستان آزاد

شاہراہ پر نصب

حقیقت

تو کہہ سکتے ہیں

ہے، جس کا تعلق

وہ مزید

□ ”ایک

فائدہ ہے کہ

کا تاثر یہ ہو جا

اس لیے مجھنو

□ ”واقعہ

ہے اور جو

بات کو دلیل

اعتراض کو

اور زیادہ کار

□ ”انگلیز

□ ”موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی یا اس کا استہزاء ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب القتل بنا دیتا ہے۔ یعنی جیسے ہی کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نظر آئے، اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے، اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں۔“ (ص ۱۵۲)

وحید الدین خان، غازی علم الدین شہید کی توہین و تضحیک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

□ ”اگر ناموس رسول کی حفاظت کا طریقہ یہی ہو جو غازی علم الدین شہید نے اختیار کیا تو یقیناً یہ مقصد حاصل نہیں ہوا، کیونکہ اس قتل کے بعد شردھانند نے اس ملک کی اکثریت کے درمیان قومی ہیرو کی حیثیت اختیار کر لی۔ ملک کی تاریخ میں ان کو ”شہید“ کا مقام دیا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا تو راجدھانی دہلی کے ممتاز مقام (چاندنی چوک) پر ان کا بلند و بالا مجسمہ عین شاہراہ پر نصب کر دیا گیا وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے کسی عمل کو ناموس رسول کے نام پر بے فائدہ جان دے دینا تو کہہ سکتے ہیں مگر اس کو ناموس رسول کی حفاظت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہ قربانی نہیں بلکہ نادانی ہے، جس کا تعلق نہ عقل سے ہے اور نہ اسلام سے۔“ (ص ۷۱، ۷۲)

وہ مزید لکھتے ہیں:

□ ”ایک شخص جو پیغمبر اسلام کا مذاق اڑائے یا آپ پر اعتراض کرے، اس کی یہ سزا بالکل بے فائدہ ہے کہ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا جائے۔ اس قسم کا قتل مقبول کی بات کو رد نہیں کرتا بلکہ لوگوں کا تاثر یہ ہو جاتا ہے کہ اس نے ایک طاقتور بات کہی تھی۔ چونکہ اس کی بات کا علمی رد ممکن نہ تھا۔ اس لیے مجنونوں نے اس کو مار کر اس کے وجود کو ختم کر دیا۔“ (ص ۷۷)

□ ”واقعہ یہ ہے کہ سب دہشم اپنی حقیقت کے اعتبار سے اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایک اعتراض ہے اور جو شخص اسلام اور پیغمبر اسلام پر اعتراض کرے، اس کی زیادہ بڑی سزا یہ ہے کہ اس کی بات کو دلیل کے ذریعہ رد کر دیا جائے۔ اس کو گولی مارنا اگر اس کا جسمانی قتل ہے تو اس کے اعتراض کو رد کرنا اس کا ذہنی قتل۔ اور جسمانی قتل کے مقابلہ میں ذہنی قتل بلاشبہ زیادہ سخت ہے، اور زیادہ کارگر بھی۔“ (ص ۷۸)

□ ”انگلینڈ میں قدیم زمانہ سے ایک قانون ہے جو مذہبی بے حرمتی (Blasphemy) سے

سے میں لکھتے ہیں:

بڑی دیکھ کر کہا کیا آپ سکھ ہیں:

ایسا سوال نہ کرتا۔ کیونکہ میری

”الرسالہ“ ص ۷، ستمبر ۱۹۹۷ء

بد کام بھی ہیں

س کے رد عمل کے بارے

ہے جو ”شم رسول“ کے خلاف

وہ مسلمان رشدی کی کتاب (شیطان

وی ایچی ٹیشن بلاشبہ لغویت کی حد

سے جو بیانات شائع ہوئے ہیں، ان

باز لیڈر جو ش و خروش کے ساتھ

جلد از جلد جنم رسید کیا جائے۔

تھی ہیں کیونکہ جنم رسید کرنے کا

علیہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے

م کے جرائم کیے۔ مگر ایک بار بھی

س شخص کو قتل کر کے اس کو جنم

نہا ہے۔ رشدی نے اگر پیغمبر کی

م معنی ہے۔ اب ایسے لوگ خود

تعلق رکھتا ہے۔ یہ قانون سترہویں صدی میں بنایا گیا۔ عیسائیت (انٹیکسٹن چرچ کی تشریح کے مطابق) انگلینڈ کا سرکاری مذہب ہے۔ اس قانون سازی کی وجہ بنیادی طور پر یہ تھی کہ یہ سمجھا گیا کہ مذہب پر حملہ لازمی طور پر خود ریاست پر حملہ ہے:

An Attack on religion is necessarily an attack on the state. (11 75)

موجودہ حالت میں اس قانون کا تعلق صرف عیسائی مذہب سے ہے۔ برطانیہ کے مسلمان (زیادہ صحیح الفاظ میں 'برطانیہ میں مقیم کچھ ہندوستانی مسلمان) وہاں یہ مہم چلا رہے ہیں کہ مذکورہ قانون میں وسعت پیدا کر کے اس کو مسلم مذہب تک وسیع کیا جائے۔ تاکہ اس کے تحت مسلمان رشتہ کی کتاب کے خلاف عدالت میں مقدمہ چلایا جاسکے۔

میرے نزدیک یہ مطالبہ بالکل لغو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف جمہورٹی لیڈری ہے۔ ورنہ خود مطالبہ کرنے والے بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس طرح کے قوانین کا عملی طور پر مطلق کوئی فائدہ نہیں۔" (ص ۸۳)

وحید الدین خان نبی کریم کے بارے میں اپنے بغض و عناد کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا اصل پہلو آپ کا "اسوہ" ہونا بتایا گیا ہے مگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے آپ کی ذات کا اصل پہلو آپ کا "اعظم" ہونا قرار دے لیا ہے۔ یہی انحراف ساری خرابیوں کی جڑ ہے۔ رسول کو اگر آپ اسوہ اور نمونہ سمجھیں تو اس سے بیرونی کا ذہن پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بجائے اگر آپ رسول کو اعظم و اکبر سمجھیں تو اس سے فخر کا ذہن ابھرے گا۔" (ص ۹۳)

گستاخ رسول کی سزا قتل نہیں؟

□ "یہ مسئلہ دین میں ایک ایسا اضافہ ہے جس کے لیے نہ قرآن و حدیث میں کوئی صریح نص موجود ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس کی تصدیق ملتی ہے۔ مزید یہ کہ اس مسئلہ کو بھنسنے کی صورت میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پوری اسلامی تاریخ میں تمام علماء اور سلاطین مسلسل اس شرعی حکم کی خلاف ورزی کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خلاف ورزی کرنے

والوں کو اس کی لمبی  
(۱۳۰)

ڈاکٹر مظاہر

رد عمل کے

"انسانی

منعطف کرا کے خوش  
میں گامزن کرتا ہے

جو لوگ ذہن

اپنی طرف متوجہ

کرتے ہیں مگر اہل

ذرائع سے لوگوں

اللہ علیہ وسلم

کرنے کی کوشش

لوگوں کو ان کی

سلمان

کے حصول کے

اخبارات و جرائد

خاتون سے عدالت

جائے کہ زوجہ

لہذا عدالت کے

گویا وہ دینی لحاظ

مذہب

میں جتلا کر دیتا

بنایا گیا۔ عیسائیت (۱)۔ ٹیلیسکن چرچ کی تشریح کے  
ن سازی کی وجہ بنیادی طور پر یہ تھی کہ یہ سمجھا گیا  
ہے:

An Attack on religion  
on the state. (II 75)

برف عیسائی مذہب سے ہے۔ برطانیہ کے مسلمان  
ستانی مسلمان) وہاں یہ ہم چلا رہے ہیں کہ مذکورہ  
نک وسیع کیا جائے۔ تاکہ اس کے تحت مسلمان  
لایا جاسکے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف جھوٹی لیڈری ہے۔  
بانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس طرح کے  
(۸۳)

اپنے بغض و عناد کا مظاہرہ کرتے

کی ذات کا اصل پہلو آپ کا "اسوہ" ہونا بتایا گیا  
ن کا اصل پہلو آپ کا "اعظم" ہونا قرار دے لیا  
ل کو اگر آپ اسوہ اور نمونہ سمجھیں تو اس سے  
پ رسول کو اعظم و اکبر سمجھیں تو اس سے فخر کا

کے لیے نہ قرآن و حدیث میں کوئی صریح نص  
عمل سے اس کی تصدیق ملتی ہے۔ مزید یہ کہ  
ے گا کہ پوری اسلامی تاریخ میں تمام علماء اور  
تے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خلاف ورزی کرنے

والوں کو اس کی لمبی فہرست میں، نعوذ باللہ، خود رسول اور اصحاب رسول بھی شامل ہیں۔ (ص نمبر  
۱۳۰)

ڈاکٹر مظفر حسن ملک "مسلمان رشدی کی شیطانی حرکات اور اس پر  
رد عمل" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"انسانی نفسیات کا خاصہ یہ ہے کہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ افراد کی توجہ اپنی طرف  
منعطف کرا کے خوش ہوتا ہے۔ اس عمل سے جو اسے قلبی سکون ملتا ہے، وہ اسے مزید عمل کی راہ  
میں گامزن کرتا ہے، جیسا کہ مرزا غالب نے کہا تھا۔

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا  
نہ ہو مرنا تو چینی کا مزا کیا

جو لوگ ذہنی طور پر بالغ ہو چکے ہیں، وہ بچوں کی طرح رو کر یا مزاحیہ حرکات کر کے لوگوں کو  
اپنی طرف متوجہ نہیں کرتے بلکہ صحیح معنوں میں کوئی کارنامہ انجام دے کر داد تحسین وصول  
کرتے ہیں مگر ایسے لوگ جو نفسیاتی طور پر غیر معتدل اور غیر متوازن ہوتے ہیں۔ وہ بعض علمی  
ذرائع سے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ خدا، رسول صلی  
اللہ علیہ وسلم، اہل بیت، اصحاب مکرم، اور دیگر دینی ہستیوں کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے یہ ثابت  
کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ کوئی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک اور دانشور انسان ہیں اور  
لوگوں کو ان کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بڑی شخصیتوں پر تنقید کر سکتے ہیں۔

مسلمان رشدی بھی ایک ایسی ہی شخصیت ہے جو کسی نفسیاتی الجھن کا شکار ہے اور شہرت  
کے حصول کے لیے دامن بڑاں کو چاک کرنے پر تیار نظر آتا ہے۔ اس کے جو حالات مختلف  
اخبارات و جرائد کے ذریعے معلوم ہوئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے کسی برطانوی  
خاتون سے عدالتی شادی کر رکھی ہے، جس کے لیے ضروری ہے کہ عدالت میں بیان حلفی داخل کیا  
جائے کہ زوجین کا کوئی مذہب نہیں، اس لیے وہ مذہبی شعائر کے تحت شادی کرنے سے قاصر ہیں۔  
لہذا عدالت کے روبرو وہ ایک دوسرے سے شادی کے بندھن میں بندھ جانے کا اقرار کرتے ہیں  
گو یا وہ دینی لحاظ سے اسلام کا انکار باضابطہ طور پر کر چکا ہے۔

تقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

مذہب انسان کو روحانی سکون مہیا کرتا ہے اور اس سے انکار، اسے ایک ایسے ذہنی خلجان  
میں مبتلا کر دیتا ہے، جس میں سوائے چنگیزی اور ہوس کاری کے عذاب کے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

کیونکہ انسانی زندگی کے مقاصد معدوم ہو جاتے ہیں اور اس پر حیوانیت کے اوصاف کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان سوائے اس کے کچھ سوچ نہیں سکتا کہ ہر جائز و ناجائز ذرائع سے دولت، شہرت اور اقتدار حاصل کر سکے۔ اس کے اعمال میں نہ کوئی اصول باقی رہ جاتا ہے اور نہ کوئی اخلاقی معیار۔ اس کا ضمیر مردہ اور نفس امارہ طاقتور ہو کر اسے ایسے اعمال میں مبتلا کر دیتا ہے جن سے بنی نوع انسان کی دل آزاری ہو۔ یہی صورت مسلمانِ رشدی کی ہے۔“

(روزنامہ ”جنگ“ لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء)

”مسلمانِ رشدی کا پہلا ناول ۱۹۷۵ء میں ”Grimus“ کے عنوان سے چھپا تو اسے خریداروں اور نقادوں نے مسترد کر دیا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری۔ ۱۹۷۹ء میں اس کا دوسرا ناول طباعت کے لیے تیار تھا، جس پر اس نے کئی سال محنت کی تھی۔ یہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ پاکستان، بھارت اور برطانیہ کے پس منظر میں لکھی گئی یہ کتاب ”Shame“ اس نسل سے بحث کرتی ہے، جنہیں ہجرت کرنا پڑی۔ وہ خاندان جو جھے جڑے نہ رہ سکے۔ رشدی نے پاکستان اور بھارت، دونوں کا مضحکہ اڑایا۔ اس کتاب میں اندرا گاندھی کا تذکرہ بھی تھا اور جیسا کہ رشدی کی خصوصیت ہے کہ وہ حال یا ماضی کے کسی کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی توہین کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے اندرا گاندھی کی کردار کشی کی تھی۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے پبلشر اور مصنف کو ہر جانے کا نوٹس دیا۔ قانونی ماہرین نے ادارے کو بتایا کہ اندرا کا مقدمہ مضبوط ہے، چنانچہ انہوں نے کھلے عام معافی مانگی اور بھارتی وزیر اعظم کو ہر جانہ ادا کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ہر جانے کی رقم کیا تھی۔

مسلمان کی تیسری کتاب ”Midnight Children“ تھی۔ یہ پاکستان کی ثقافتی، سیاسی اور مذہبی فضا کے حوالے سے لکھا جانے والا ناول ہے۔ وہی تمسخر آمیز انداز۔ اس ناول پر اسلامی ثقافت کا مذاق اڑانے والے رشدی کو بیکرا یو اور ڈیلا، جو برطانیہ کا سب سے بڑا ادبی انعام سمجھا جاتا ہے۔ رشدی کو اس کے ساتھ ۱۰ ہزار پاؤنڈ کی رقم بھی ملی لیکن اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس کی اصل کامیابی یہ تھی کہ اب پنگوئن والے اسے بلا تکلف چھاپنے پر آمادہ تھے۔ انہوں نے ”شیطانی ہنوت“ کے لیے اس سے معاہدہ کر لیا اور اسے ساڑھے آٹھ لاکھ پاؤنڈ کی رقم ادا کی۔ اس عرصے میں ایک آسٹریلین ادیبہ روین ڈیوڈسن سے مراسم استوار کرنے کے بعد اس سے علیحدگی اختیار کر چکا تھا۔ شہرت اور کامیابی کے میدان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے ارد گرد کے کئی لوگوں سے نجات حاصل کر لی، جو اس کے لیے ادبی اداروں سے رابطہ رکھتے تھے۔ جلد ہی اس نے امریکی ادیبہ میری اینی ڈکنز سے شادی کر لی۔ وہ اب بھی ایک مضطرب اور بے

قرار آ رہی تھی۔ ایک انٹرویو کے دو کرداروں کا حوالہ دے دوسری صلاح الدین بچھے کی دیکھتا ہوں تو اپنی ایک شخصیت

### شیطانی ہنوت

”رشدی ایک عرصے تک ایک اچھوتے موضوع پر لکھ رہے تھے۔ سماجی مسائل پر لکھنے کا اسے آئے گا۔۔۔۔۔ اس کتاب کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہیں۔ مشرکین کی گھڑی کہ یہ الفاظ شیطان کی مدعا بعض عیسائی مصنفین معصوم نہیں ہوتے۔ علماء زندگیوں کا جواز تلاش کر قارئین کی تسکین کا ذریعہ مسلمانِ رشدی کی پر تباہ ہونے والے ایک ہے۔ ان میں سے جبریل، ایک ثانوی (ایکسٹرا) ادارہ اللہین شیطان کا روپ دھ کتاب میں جاہلیہ میں مکہ کی طرح ہے، جہاں موہند (Mahound) مغرب میں یہ نام حضور

قرار آدمی تھا۔ ایک انٹرویو میں اس نے کہا ”میرے اندر دو شخصیتیں کار فرما ہیں۔“ اپنے ناول کے دو کرداروں کا حوالہ دیتے ہوئے اس نے کہا ”ان میں سے ایک جبریل کی طرح ہے اور دوسری صلاح الدین چچے کی طرح“ میں سڑک پر چلتے ہوئے جب کسی شخص کو اپنی طرف آتے دیکھتا ہوں تو اپنی ایک شخصیت کو چھپا لیتا ہوں۔“

### شیطانی ہفوات

”رشدی ایک عرصے سے اپنے اہل خاندان، دوستوں اور بالخصوص اپنی ماں کو تیار ہاتھاکہ وہ ایک اچھوتے موضوع پر لکھ رہا ہے۔ مغرب میں جہاں کسی چوکاڑے والے موضوع کے پس منظر میں سماجی مسائل پر لکھنے کا اسلوب مقبول ہو چکا ہے، یہ کوئی عجیب بات نہیں لیکن کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایک ایسے موضوع پر لکھے گا اور اس میں اتنی غیر ذمہ داری اور سفاکانہ گندگی پراثر آئے گا۔۔۔۔۔ اس کتاب کا عنوان ایک مضحکہ خیز روایت سے ماخوذ ہے۔ جب مکہ کے مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ بہتان تراشا کہ انہوں نے سورہ نجم کی بعض آیات حذف کر دی ہیں۔ مشرکین کی گھڑی ہوئی کہانی کے مطابق حضور نے یہ کہتے ہوئے یہ آیات حذف کی تھیں کہ یہ الفاظ شیطان کی مداخلت کے سبب ان کی زبان سے نکل گئے تھے۔

بعض عیسائی مصنفین کا نظریہ یہ ہے کہ پیغمبر بھی دوسرے جیسے عام لوگ ہوتے ہیں اور وہ معصوم نہیں ہوتے۔ علماء کا کہنا ہے کہ لذت پرست معاشرے کے اور دورے دانشور بھدی زندگیوں کا جواز تلاش کرنے کے لیے یہ موقف اختیار کرتے ہیں۔ ایسی تحریریں ذہنی طور پر بیمار قارئین کی تسکین کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

مسلمان رشدی کی کتاب کے مرکزی کردار دو بھارتی اداکار ہیں، جو ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر تباہ ہونے والے ایک جمبو جیٹ سے برطانوی ساحلوں پر گرتے ہیں تو انہیں نئی زندگی مل جاتی ہے۔ ان میں سے جبریل بھارتی فلموں میں دیوتاؤں کا کردار ادا کرتا رہا ہے جبکہ صلاح الدین چچے ایک ثانوی (ایکسٹرا) اداکار ہے۔ اپنی نئی زندگی میں انہیں نئی شخصیتیں عطا ہوتی ہیں۔ صلاح الدین شیطان کا روپ دھار لیتا ہے۔

کتاب میں جاہلیہ کے نام سے ایک فرضی شہر دکھایا گیا ہے۔ یہ شہر اپنی عمارتوں اور ماحول میں مکہ کی طرح ہے، جہاں ایک شخص پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔۔۔۔۔ کتاب میں اس کردار کا نام موہند (Mahound) رکھا گیا ہے۔ قرون وسطیٰ کے اسلام کی مزاحمت کرنے والے تاریک مغرب میں یہ نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ نئی اور پرانی ڈکشنریوں

اس پر جو انیت کے اوصاف کاغلبہ ہو جاتا ہر جائز و ناجائز ذرائع سے دولت، شہرت، مصلحت باقی رہ جاتا ہے اور وہ کوئی اخلاقی لیے اعمال میں مبتلا کر دیتا ہے جن سے بنی کی ہے۔“

زنامہ ”جنگ“ لاہور، ۲۹ مارچ ۱۹۸۹ء) Grim کے عنوان سے چھپا تو اسے ست نہ ہاری۔ ۱۹۷۹ء میں اس کا دوسرا منعت کی تھی۔ یہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ نام ”Shame“ اس نسل سے بحث سے نہ رہ سکے۔ رشدی نے پاکستان اور کی کا تذکرہ بھی تھا اور جیسا کہ رشدی کی تے ہوئے اس کی توہین کیے بغیر نہیں رہے۔ عظیم اندر اگانہ می نے پبلشر اور مصنف یا کہ اندر کا مقدمہ مضبوط ہے، چنانچہ رجانہ ادا کیا۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ

Midnight تھی۔ یہ پاکستان کی ثقافتی، دی سنسز آمیز انداز۔ اس ناول پر لاجو برطانیہ کا سب سے بڑا ادبی انعام بھی ملی لیکن اس کتاب کی اشاعت کے بلا تکلف چھاپنے پر آمادہ تھے۔ انہوں نے ساڑھے آٹھ لاکھ پاؤنڈ کی رقم ادا سے مراسم استوار کرنے کے بعد اس ن میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے بے ادبی اداروں سے رابطہ رکھتے تھے۔ وہ اب بھی ایک مضطرب اور بے

میں بھی یہ لفظ اسی حوالے سے درج ہے۔ یہ لفظ جو جاوید کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، نیم خواندہ اور مشرک مغرب کی اس نفسیات کی عکاسی کرتا ہے، جو اسلام سے خوف کی پیداوار تھی۔ کتاب میں کئی جلیل القدر پیغمبروں کا تذکرہ بازاری زبان میں کیا گیا ہے۔ وہ مکہ کے اس عہد کی تصویر دکھاتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہت کردار ہیں۔ خود اپنے بارے میں وہ کتا ہے ”خدا نے میرے اندر غلا پیدا کر دیا ہے اور میں مذہب کی ان ہدایات سے یہ غلا نہیں کر سکتا جو حتمی نوعیت رکھتی ہیں، میں یہ غلا لڑ پکڑ سے پر کرتا ہوں۔ میں لڑ پکڑ سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں جتنا کہ آپ میری کتاب جلانے والے اسلام سے۔ ادب ہی میں، میں انسانی معاشرے اور روح کے بلند ترین اور پست ترین مقامات تلاش کرتا ہوں۔ میں ادب میں نہ صرف کمال صداقت بلکہ انسانی روح کی کمائی کی سچائی بھی ڈھونڈتا ہوں۔۔۔۔۔ لہذا ایک اعتبار سے یہ عقائد کا تصادم ہے، جس طرح میری کمائی کا کردار سلیمان موہند (محمد) سے متصادم ہے۔“

انسانیت، روشن خیالی اور رواداری کے علمبردار مصنف کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ اس کی کتاب سے انڈونیشیا سے لے کر امریکہ تک کروڑوں مسلمانوں کو اذیت پہنچی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ پبلشر کوئی منٹ ۵۰ احتجاجی ٹیلی فون کالیں اور روزانہ ہزاروں ٹیلی گرام مل رہے ہیں۔ لیکن وہ اس کا حوالہ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ صرف چند انتہا پسند اور تھلید پرست مسلمان اس کے خلاف ہیں۔ وہ مکہ کو ایک قبضہ خانہ بنا کر پیش کرتا ہے اور اس پر ہرگز شرمندہ نہیں۔ اس نے پیغمبروں اور ان کے تربیت کردہ کرداروں کی توہین کی ہے لیکن وہ ان لوگوں کو قصور وار قرار دیتا ہے، جنہوں نے برطانیہ اور بھارت میں اس کے جواب میں پراسن اور پروتار مظاہرے کیے اور جن کا مطالبہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ یہ کتاب مارکیٹ سے واپس لی جائے اور جن لوگوں کی دل آزاری کی گئی ہے، ان سے معذرت طلب کی جائے۔ وہ مسلمانوں سے اہل مغرب کے سے رویے کا مطالبہ کرتا ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ناروا افعال منسوب کرنے پر بڑبڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ اس کی تمام تر قوت متحیلہ اور ذہانت اسے یہ بات سمجھانے میں ناکام رہتی ہے کہ مسلمان دوسروں سے مختلف ہیں اور وہ خواہ کتنے ہی بے عمل کیوں نہ ہو جائیں، اپنے عقائد اور محترم شخصیتوں کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے جو ملک کی مسلمان آبادی کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے ایک نیا قانون بنانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، وہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ تاریخی کی قوتوں کے سامنے نہ جھکیں۔۔۔۔۔ اس کا رویہ یہ ہے کہ تمام تر شائستہ احتجاج کے باوجود وہ کتاب کی فروخت بڑھانے کے لیے امریکہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

پیگنوں کا رویہ

”پیگنوں کے ادا اس مشورے کے باوجود سبھی۔۔۔۔۔؟ خوشنیت۔۔۔۔۔ ٹھنڈے دل سے برداش سیاست و دانش کا مسئلہ کتاب جلانے کے واقعہ ”ٹائمز“ لندن میں لکھا کہ استدلال یہ ہے کہ اگر اجازت نہیں دیتا لیکن کتاب سے مسلمانوں کو سے پیش نہیں کیا گیا۔ وہ ہیں تو انہیں بھی سخت آحق میں نہیں۔ وہ کہتے دلائل پیش کرنے چاہیے گئی ہے۔ مشربیکر کا کہنا موجود ہے۔ لیکن اب مشربیکر کا استہدید برطانیہ کے ہیرو برطانوی شائستگی کی ایک کرتی رہی، ماؤنٹ بیٹا ہوئے۔۔۔۔۔ مزاحمت شاید یہ بات کبھی نہیں ہے۔

مسلمان رشد میں چھرا گھونپنے کا مسئلہ آج ہم ان کی

لفظ جو جادوگر کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، لی عکاسی کرتا ہے، جو اسلام سے خوف کی پیداوار رہ بازاری زبان میں کیا گیا ہے۔ وہ مکہ کے اس عمدہ مسلم مثبت کردار ہیں۔ خود اپنے بارے میں وہ کہتا رہیں مذہب کی ان ہدایات سے یہ غلا پر نہیں کر سکتا پر کرتا ہوں۔ میں لڑیچر سے اتنی ہی محبت کرتا ہوں سے۔ ادب ہی میں، میں انسانی معاشرے اور روح تاہوں۔ میں ادب میں نہ صرف عمل صداقت بلکہ۔۔۔۔۔ لہذا ایک اعتبار سے یہ عقائد کا تضاد ہے، (م) سے تضاد ہے۔“

کے ظہور دار مصنف کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ تک کروڑوں مسلمانوں کو اذیت پہنچی ہے۔ اسے ذہن کالیں اور روزانہ ہزاروں ٹیلی گرام مل رہے کہ صرف چند انتہا پسند اور تقلید پرست مسلمان اس کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اس پر ہرگز شرمندہ نہیں۔ اس نے ذہن کی ہے لیکن وہ ان لوگوں کو تصور واد قرار دیتا ہے جو اب میں پر امن اور پروقاہ مظاہرے کیے اور مارکیٹ سے واپس لی جائے اور جن لوگوں کی دل کی جائے۔ وہ مسلمانوں سے اہل مغرب کے سے اسلام سے ناروا افعال منسوب کرنے پر بڑبڑانے غیظ اور ذہانت اسے یہ بات سمجھانے میں ناکام رہتی وہ خواہ کتنے ہی بے عمل کیوں نہ ہو جائیں، اپنے کر سکتے۔ برطانوی ارکان پارلیمنٹ سے جو ملک کی ہے ایک نیا قانون بنانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، وہ نہ جھکیں۔۔۔۔۔ اس کا رویہ یہ ہے کہ تمام تر شائستہ کے لیے امریکہ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

### پیٹنگوئن کاروبار

”پیٹنگوئن کے ادارتی مشیر، بھارتی صحافی، رکن پارلیمنٹ اور دانشور خوشونت سنگھ کے اس مشورے کے باوجود کہ کتاب شائع نہ کی جائے، پیٹنگوئن نے اس کی اشاعت کیوں ضروری سمجھی۔۔۔۔۔؟ خوشونت سنگھ نے کہا تھا کہ اگر مصنف کے خیال میں بھارتی مسلمان اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیں تو وہ ان کے مزاج سے آشنا نہیں لیکن غالباً یہ مغرب کے اہل سیاست و دانش کا مسئلہ نہیں۔ ان کے نزدیک فرد کی آزادی کا مفہوم کچھ اور ہے۔ جیسا کہ احتجاجاً کتاب جلانے کے واقعہ کے بعد برطانیہ کے وزیر تعلیم مسٹر کیٹس بیکر نے ۳۰ جنوری ۱۹۸۹ء کے ”مانٹز“ لندن میں لکھا کہ مسلمان مسٹر کے بغیر مسٹر لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا دلچسپ استدلال یہ ہے کہ اگرچہ برطانوی قانون، ذہنی غلاقت پیدا کرنے والا فحش مواد شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن لوگوں کو آزادی ہے کہ وہ جو چاہیں، لکھیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کتاب سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی ہے۔ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کردار کو انصاف سے پیش نہیں کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح کے بارے میں اس انداز کی باتیں لکھی جاتی ہیں تو انہیں بھی سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک سچے عیسائی ہیں مگر اس کے باوجود وہ مسٹر کے حق میں نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کتاب جلانے کی بجائے مصنف کے خلاف قرآن سے دلائل پیش کرنے چاہیں کیونکہ اس طرح تو ان کا مصنف کو فائدہ پہنچ رہا ہے، جس کی کتاب زیادہ بکنے لگی ہے۔ مسٹر بیکر کا کہنا ہے کہ برطانیہ میں حضرت مسیح کے خلاف مواد کی اشاعت روکنے کا قانون موجود ہے۔ لیکن اب یہ بیکار ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسے کبھی بر تانی نہیں گیا۔

مسٹر بیکر کا استدلال ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی یاد دلاتا ہے، جو جدید برطانیہ کے ہیروز میں شامل ہیں۔ وہ بہترین قوت فیصلہ اور انگریزی شان و شکوہ کے ساتھ برطانوی شائستگی کی ایک علامت سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی خوبصورت بیوی کئی سال نہرو سے معاشرت کرتی رہی، ماؤنٹ بیٹن کو یہ سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ نہرو اور اپنی بیوی کی راہ میں مزاحم نہ ہوئے۔۔۔۔۔ مزاحمت کیا معنی، نہرو کے ساتھ ان کے مراسم حد درجہ خوشگوار تھے۔۔۔۔۔ مسٹر بیکر شاید یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی صورت حال میں ایک مسلمان کی حمیت کیا نتیجہ پیدا کر سکتی ہے۔

مسلمان رشیدی کو وائٹ بریڈ ۳۶۰۰۰ کا انعام یونہی نہیں ملا۔ یہ اسے مسلمانان عالم کے سینے میں چھرا گھونٹنے کا صلہ دیا گیا ہے۔ ”(ہفت روزہ ”ندا“ لاہور ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء)

آج ہم ان کی کتاب شیطانی آیات کے کچھ حصوں کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ اس کا ترجمہ

کرتے ہوئے کیسی ذہنی اذیت ہو رہی ہے، اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہاں پیش کرنے کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ قارئین کو اندازہ ہو کہ ”مذہب“ مغرب اسلام کے خلاف کیسی نیچی حرکتوں پر اتر آیا ہے۔

□ ”ابراہیم اس وادی میں حاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل کے ساتھ آیا۔ اس بے آب و گیاہ وادی میں اس نے اسے ”حاجرہ“ چھوڑ دیا۔ حاجرہ نے پوچھا کیا یہ اللہ کی مرضی ہے؟ ہاں اس نے جواب دیا۔ ہاں! اور وہ حرامزادہ واپس چلا گیا۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۵۵)

□ ”پانی ڈھونڈنے والا خالد، مسلمان، جیسے ناموں سے نام والا ایرانی نکلا اور اس غلیظ مثلث کی تکمیل کے لیے غلام بلال بھی وہاں موجود تھا۔ اس بھارے سے کالے دیو کو موہاؤنڈ (Mohound) نے آزاد کیا تھا۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۱۰۱)

□ ”موہاؤنڈ کے تین حواری زم زم کے کنویں پر نمار ہو رہے تھے۔ دھو ہر وقت دھو پاؤں گھٹنوں سے اوپر کھینچوں سے نیچے، سرگردن تک، سرگردن کا مسح، انگلیوں کا خال، گیلہ سر، چھینٹے اڑتے، پانی بہاتے، نہاتے دھوتے اور نماز پڑھتے یہ کیسے مہنگے خیر گتے ہیں۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۳)

□ ”یثرب کے نخلستان میں نئے مذہب اسلام کے ماننے والے اپنے گھروں سے نکالے ہوئے تھے، لہذا بہت غریب تھے۔ وہ کئی سالوں تک ذکیقتی اور لوٹ مار پر گزر بسر کرتے رہے۔ موہاؤنڈ کے لیے انہیں روکنے کا وقت نہ تھا۔ مسلمان نے بلال سے کہا کہ نتائج حاصل کرنے کے لیے ضمیر کی آواز پر کان مت دھرو۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۳)

□ ”یہ مومنین لا قانونیت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر ان دنوں موہاؤنڈ یا سید الملائک جبرئیل بلکہ اللہ کو ضابطوں کا ضبط ہو گیا تھا۔ جبرئیل رسول کے پاس آتے اور ضابطوں کی لڑی چھوڑ دیتے۔ حتیٰ کہ مومنین کو بھی مزید وحی کی تاب نہ رہی۔ مسلمان نے بتایا کہ ہر چیز کے لیے ضابطہ ہے۔ اگر ایک آدمی کی ریح خارج ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا رخ ہوا کی طرف کر لے۔ آب دست کے لیے کون سا ہاتھ استعمال ہونا چاہیے۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۳)

□ ”سید الملائک جبرئیل نے بتایا کہ مردہ کو کس طرح دفن کیا جائے؟ اور کس طرح میراث تقسیم ہو۔ ایرانی مسلمان فکر میں پڑ گیا کہ اللہ کی جانب سے (تقسیم کا) یہ انداز تو تاجروں جیسا ہے۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۳)

□ ”مسلمان نے کہا کہ فرشتہ ہمیشہ بروقت وحی لے کر آتا ہے۔ جب بھی مومنین موہاؤنڈ کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں۔ خواہ وہ خلائی سفر (معراج) سے متعلق ہو یا جہنم کے بارے میں۔

اسی لمحے فرشتے ایک جواب ہوتی ہے۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۱)

□ ”خواتین کے معاملے

بھوٹ نہیں بولتا۔ اپنی بیوی

مسلمان نے نشے میں چور لیے

صرف ایک سال میں اس کی

□ ”جیسے ہی جاہلیہ میں

ہے، شر کے مردوں کے جذب

میں سب سے زیادہ مقبول

□ ”سب سے بوڑھی

کی کمی نہ تھی۔ یہ لوگ اس

گاہوں کو بتاتی کہ موہاؤنڈ

وقت چھوٹی سی پکی تھی۔“

□ ”طوائف حنفیہ

اور قحبہ خانے کی جوڑ توڑ

نے دو خود سر مغرور طوائف

داخل انداز کی کے لیے

سلسلہ اور سب سے شاطر

تھی۔ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۸)

□ ”اس کے علاوہ

اور صفیہ اور میمونہ۔

تھی۔ اسے سارے گھر

طوائفوں میں سب سے

عجمی۔“ (نعوذ باللہ) (صفحہ ۱)

نعوذ باللہ۔ ثم نہ

کیا یہ سارے کردار فر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ

اسی لمحے فرشتے ایک جواب لے کر حاضر ہوتا ہے اور یہ وحی ہمیشہ موبہاؤنڈ کی رائے کے حق میں ہوتی ہے۔" (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۳)

□ "خواتین کے معاملے اور شیطانی آیات نے مسلمان کو موبہاؤنڈ سے بالکل الگ کر دیا۔ سنو میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اپنی بیوی کے انتقال کے بعد موبہاؤنڈ فرشتہ نہیں رہا تھا۔ تم میرا مطلب سمجھے؟ مسلمان نے نشے میں چور لہجے میں کہا۔ لیکن یرب میں برابر کی چوٹ ری۔ وہاں کی عورتوں نے صرف ایک سال میں اس کی آدمی داڑھی سفید کر دی۔" (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۶۶)

□ "جیسے ہی جالبیہ میں یہ خبر عام ہوئی کہ باپردہ طوائفوں نے موبہاؤنڈ کی زوجیت اختیار کر لی ہے، شہر کے مردوں کے جذبات اپنے عروج کو پہنچ گئے۔ پندرہ سالہ طوائف عانکہ اپنے گاہکوں میں سب سے زیادہ مقبول تھی اور موبہاؤنڈ کو بھی پیاری تھی۔" (نعوذ باللہ) (ص ۳۷۰)

□ "سب سے بوڑھی اور موٹی طوائف کا نام سودہ تھا۔ جالبیہ کے مردوں میں اس کے گاہکوں کی کمی نہ تھی۔ یہ لوگ اس کے پاس مادرانہ شفقت اور جمال کی وجہ سے آتے تھے۔ (سودہ) اپنے گاہکوں کو بتاتی کہ موبہاؤنڈ نے اس سے اور عانکہ سے ایک ہی دن شادی کی تھی، جبکہ عانکہ اس وقت چھوٹی سی بچی تھی۔" (نعوذ باللہ) (ص ۳۷۴)

□ "طوائف حنفہ اپنے نام کی طرح مزاج کی بہت تیز تھی۔۔۔۔۔ ان طوائفوں کی جنتہ بندی اور قحبہ خانے کی جوڑ توڑ یرب کے سیاسی اسٹیج سے چھپی نہ رہی۔ مثال کے طور پر عانکہ اور حنفہ نے دو خود سر مغرور طوائفوں کے خلاف مشترکہ محاذ بنالیا۔ یہ دونوں، دوسروں کے معاملات میں دخل اندازی کے لیے مشہور تھیں اور ان کا انداز بے حد آمرانہ تھا۔ ایک تو مخدول قبیلے کی ام سلمہ اور سب سے شاطر ملکہ جو موبہاؤنڈ کی نام نماد گیارہویں بیوی تھی، ابو سمبل اور ہند کی بیٹی تھی۔" (نعوذ باللہ) (ص ۳۷۸)

□ "اس کے علاوہ زینب بنت جحش اور جویریہ، جو جنگ میں پکڑی گئی تھیں، یہود نہیں رہ جانے اور صفیہ اور میمونہ۔ ان طوائفوں میں سب سے زیادہ جاذب نظر اور حسین و جمیل مار یہ قبیلہ تھی۔ اسے سارے گر آتے تھے۔ اس نے عانکہ کو یہ ترکیبیں سکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ ان طوائفوں میں سب سے مختلف زینب بنت خدیجہ تھی۔ موبہاؤنڈ کی یہ بیوی حال ہی میں انتقال کر گئی۔" (نعوذ باللہ) (صفحہ ۳۸۲)

نعوذ باللہ۔ ثم نعوذ باللہ۔ کیا غلاطت کی یہ ٹوکری کسی بھی اعتبار سے ناول معلوم ہوتی ہے۔ کیا یہ سارے کردار فرضی ہیں؟ مسٹر شدی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں لیا گیا، لیکن لفظ موبہاؤنڈ کی بھی ایک تاریخی اہمیت ہے۔

اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا ترجمہ یہاں پیش کرنا اندازہ ہو کہ "مذہب" مغرب اسلام کے

اسٹیل کے ساتھ آیا۔ اس بے آب و گیاہ نے پوچھا کیا یہ اللہ کی مرضی ہے؟ ہاں اس نے (نعوذ باللہ) (صفحہ ۵۵)

سے نام والا ایرانی کنگلا اور اس غلیظ مثلث کی اس بھارے سے کالے دیو کو موبہاؤنڈ (۱۰۱)

نما دھور ہے تھے۔ وضو ہر وقت وضو پاؤں لرون کا مسح، انگلیوں کا خلال، گیلیا سر، چھیننے کیسے مضحکہ خیز لگتے ہیں۔" (نعوذ باللہ) (صفحہ

ماننے والے اپنے گھروں سے نکالے ہوئے رلوٹ مار پر گزر بسر کرتے رہے۔ موبہاؤنڈ سے کما کما نتائج حاصل کرنے کے لیے ضمیر کی

مکان دونوں موبہاؤنڈ یا سید الملائک جرنیل اس آتے اور ضابطوں کی لڑی چھوڑ دیتے۔ نے بتایا کہ ہر چیز کے لیے ضابطہ ہے۔ اگر ہوا کی طرف کر لے۔ آپ دست کے لیے (۳۶)

رج دفن کیا جائے؟ اور کس طرح میراث سے (تقسیم کا) یہ انداز تو تاجروں جیسا

ر آتا ہے۔ جب بھی مومنین موبہاؤنڈ کی سے متعلق ہو یا جہنم کے بارے میں۔

جہاں یہ لفظ مسٹر رشدی کے لیے پردے کا سبب بنا ہے، وہیں اس سے قدیم اور نیکل تحریک کی یاد بھی تازہ ہو گئی ہے۔ یورپ کے اور نیکل مصنفین حضور اکرم کے ساتھیوں کے لیے موہاؤنڈ کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اس میں لفظ ”مو“ محمد کا مخفف ہے، جبکہ ہاؤنڈ جرمن کتے کی ایک نسل کا نام ہے۔ گویا صحابہ کرام کو ”محمد کے کتے“ کا خطاب دیا گیا۔

چاند کا تھو کا اپنے ہی منہ کی طرف راجس ہوتا ہے۔ لہذا ان حرکتوں سے حضور اکرم اور ان کے ساتھیوں کی توہین تو خیر کیا ہوتی، مغرب کا اپنا ہی چہرہ داغدار ہوا اور آج اسلام خود ان کے قلعوں میں انہیں شکست دے رہا ہے۔ امریکہ کے ہر شہر میں دل و دماغ فوج ہو رہے ہیں۔ رشدی کی کتاب کے خلاف تحریک کا آغاز بھی لندن اور امریکہ سے ہوا اور امریکی دیورپی مسلمانوں کی کوششوں سے پاکستان، ہندوستان، ایران، خلیج کی ریاستوں نے کتاب پر پابندی لگادی۔ (ہفت روزہ ”بکبیر“ کراچی، ۹ فروری ۱۹۸۹ء)

خود وحید الدین خان اعتراف کرتے ہیں کہ:

□ ”مسلمان رشدی نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک توہین آمیز نام محاونڈ (Mahoubd) استعمال کیا ہے۔ یہ نام بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک لغو ہے۔ انگریزی میں ہاؤنڈ کا لفظ کتے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ”م“ انگریزی لفظ مائی (my) کا مخفف ہے۔ اس طرح محاونڈ کا دوسرا مطلب (نعوذ باللہ، نقل کفر کفر نباشد) ہے۔ میرا کتا۔“ (ص نمبر ۳۵ تا ۳۶)

□ ”مسلمان رشدی نے اپنی کتاب میں ایک اور نہایت بے ہودہ حرکت یہ کی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ کو نعوذ باللہ ایک بد کردار خاتون کے روپ میں دکھایا ہے۔ یہ بلاشبہ اشتعال انگیز حد تک ایک بے ہودہ بات ہے۔ کوئی مسلمان کتاب کے اس حصہ کو ٹھنڈے ذہن کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا۔“ (ص نمبر ۵۲)

یہاں تک تو پہنچے، یہاں تک تو آئے

دنیا کے بڑے بڑے شیطان گزرے، سو سوائے زمانہ رشدی نے مال و دنیا کے بدلے اپنا سب کچھ غیر مسلموں کے ہاتھوں فروخت کر کے اپنا نام بھی شیاطین کی فہرست میں داخل کرالیا ہے۔ اس نے اپنی چوتھی اور تازہ ترین کتاب ”شیطانک ورسز“ (Satanic Verses) کے ۵۴ سے ۸۰ صفحات میں محسن انسانیت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صحابہ کرام خصوصاً حضرت سلمان فارسی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اسلام کے بارے میں دریدہ دہنی کی

ہے۔ یہ کتاب کیا ہے؟ گندم  
جناب احمد دیدات  
نے ہفت روزہ ”بکبیر“ کے  
قائل نہیں ہوں۔ انگریز  
اردو میں ”بازی الٹ دیو  
کیے بغیر اس کو صاف نہیں  
انتخاب کیا ہے اور مغرب  
ڈالو اور تم اسے ہضم کر  
شرم دنیا میں کوئی نہیں  
ہمارا اس مردود سے کوئی  
ہے:

”شیطان کی کتاب

کرنے والے ہیں۔۔۔۔۔

ہے۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۲۲ پر

گالی دی گئی ہے۔ لہذا

برطانیہ الزبتھ کے ساتھ

مذاق اڑاتے ہوئے کہ

ہو وہ لفظ استعمال کیا

(Bitch) کہا گیا اور

ایک اور انگریز عورت

استعمال کرتا ہوں۔

سفید قام عورت کو

انگریزی کا چار حرفی

احمد دیدات

”رشدی

شریف آدمی کی کتہ

سکتا ہے۔ میرے

ہے۔ یہ کتاب کیا ہے؟ گندگی اور غلاطت کا ڈھیر ہے۔

جناب احمد دیدات (ڈربن، جنوبی افریقہ) عالم اسلام کے مشہور مبلغ اور مناظر ہیں۔ انہوں نے ہفت روزہ ”تجلیہ“ کراچی کے ایڈیٹر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں ہلکی پھلکی ضربوں کا قائل نہیں ہوں۔ انگریزی محاورے کے مطابق ٹیبل ٹرن کرنے پر یقین رکھتا ہوں، جسے آپ اردو میں ”بازی الٹ دینا“ کہتے ہیں۔ رشدی نے غلاطت پھیلانی ہے۔ آپ اپنے ہاتھ گندے کیے بغیر اس کو صاف نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رشدی کی کتاب سے کچھ اقتباسات کا انتخاب کیا ہے اور مغرب کے دانشوروں سے کہا ہے کہ لو! *Best of Rushdi* پر نظر ڈالو اور تم اسے ہضم کر کے دکھاؤ۔ اگر تم اسے ہضم کر لیتے ہو تو تم سے زیادہ بے غیرت اور بے شرم دنیا میں کوئی نہیں اور اگر تم سے یہ ”لذیذ مواد“ ہضم نہیں ہوتا تو رشدی تمہارے حوالے ہمارا اس مردود سے کوئی واسطہ نہیں۔ ان اقتباسات کا اشارے اور کنائے کی زبان میں خلاصہ یہ ہے:

”شیطانی کتاب میں صفحہ ۸۰ پر امریکیوں کے لیے کہا گیا ہے کہ یہ سب اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے والے ہیں۔۔۔۔۔ صفحہ ۸۵ پر ماں کے ساتھ منہ کالا کرنے والا اپنا لطف و سرور بیان کرتا ہے۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۲۲ پر ماں کے ساتھ جنسی تعلقات کے خواب بیان کیے ہیں۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۰۹ پر بہن کی گالی دی گئی ہے۔ لندن کے انگریزوں کو ۲۹ مقامات پر حرامی (Basters) کہا گیا ہے۔ ملکہ برطانیہ الزبتھ کے ساتھ اپنی جنسی ملاقات کا خواب بیان کیا گیا ہے۔ وزیر اعظم تھیچر کی پالیسیوں کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا گیا کہ یہ تو (.....policies) یہاں غلطی کی جگہ انگریزی کا چار حرفی بے ہودہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اپنی بیوی کو، جو کسی باقاعدہ شادی کے بغیر رشدی کے ساتھ رہی۔ کتیا (Bitch) کہا گیا اور مزے لے لے کر بتایا گیا کہ میں تو پانچ پانچ بار اس کتیا کو استعمال کرتا ہوں۔ ایک اور انگریز عورت سبکی راک کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ میں تو ہفتے میں ۵۲ مرتبہ اسے استعمال کرتا ہوں۔ اس نے راما اور بیتا کے بارے میں بھی اس بے ہودگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ سفید فام عورت کو ماں، بہن، ملکہ اور داشتہ کی صورت میں خوب ذلیل کرتا ہے اور جگہ جگہ انگریزی کا چار حرفی لفظ استعمال کرتا ہے۔“ (ہفت روزہ ”تجلیہ“ کراچی، شمارہ ۲۱، ستمبر ۱۹۸۱ء)

احمد دیدات نے رشدی کے اخلاق بانگشی کے نمونے دکھانے کے بعد کہا:

”رشدی کی تحریروں کو ادب عالیہ قرار دینے والے ہمیں بتائیں کہ کیا ایسی کتابیں کسی شریف آدمی کی کتابوں والی الماری میں رکھی جاسکتی ہیں؟ یا انہیں کوئی ہاتھ میں تھامنا بھی گوارا کر سکتا ہے۔ پیرے نزدیک تو یہ شخص جنسی جنون کا نفسیاتی مریض ہے۔

۱  
ہے، دہیں اس سے قدیم اور نیشنل تحریک کی یاد  
حضور اکرم کے ساتھیوں کے لیے موہاؤنڈ کالفظ  
ہے، جبکہ ہاؤنڈ جرمن کتے کی ایک نسل کا نام  
یا۔

آ ہے۔ لہذا ان حرکتوں سے حضور اکرم اور  
ی چہرہ داند ار ہو اور آج اسلام خود ان کے  
شر میں دل و دماغ فتح ہو رہے ہیں۔ رشدی  
یکہ سے ہو اور امریکی دیورپی مسلمانوں کی  
ستوں نے کتاب پر پابندی لگادی۔ (ہفت

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک توہین آمیز  
شہ اشتعال انگیز حد تک لغو ہے۔ انگریزی  
گریزی لفظ مائی (my) کا مخفف ہے۔ اس  
ہے۔ میرا کتا۔“ (ص ۳۵ تا ۳۶)

یت بے ہودہ حرکت یہ کی ہے کہ اس نے  
ایک بد کردار خاتون کے روپ میں دکھایا  
ہے۔ کوئی مسلمان کتاب کے اس حصہ کو

ک تو آئے

مانہ رشدی نے مال دنیا کے بدلے اپنا  
بھی شیطان کی فرست میں داخل کر لیا  
ور سز“ (Satanic Verses)  
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علی وسلم، جد الانبیاء  
ازواج مطہرات اور صحابہ کرام خصوصاً  
اور اسلام کے بارے میں دریدہ وہابی کی

اب میں اہل مغرب کو دعوت دوں گا کہ لور شدی کو پڑھو، خوب پڑھو۔ دیکھو یہ تمہاری ملکہ کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ تمہاری دُزیرِ اعظم کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے؟ اپنی ماؤں بہنوں کے ساتھ اس کی لطف اندوزی کے مناظر دیکھو، اسے سفید فام عورت اور سفید فام قوموں کے وطن کے لیے انگریزی زبان کا چار حنی لفظ استعمال کرتے ہوئے کیسی مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ وہ برطانیہ، امریکہ، فرانس اور دوسرے مغربی ملکوں کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ چھ کالوں کے ہاتھوں ایک سفید عورت ازبیتیں دے دے کر ماری جاتی ہے تو اسے کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے؟ (ہفت روزہ ”تجربہ“ کراچی، شمارہ ۳۱، ستمبر ۱۹۸۹ء)

حقیقت یہ ہے کہ آغاز اسلام سے لے کر آج تک کوئی شیطان صفت، پیغمبر اسلام اور ازواجِ مطہرات کی شان میں اتنی دریدہ دہنی اور اہانت کا مرتکب نہ ہوا تھا، اور کسی غیر مسلم کو بھی اسلام اور قرآن مجید کے بارے میں ایسی کمرہ ہرزہ سرائی کی جسارت نہ تھی۔

جناب سید ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ لکھتے ہیں:

”اسلام میں صرف ایک منصب اور عمدہ تقید سے بالا ہے اور اس کی تقید توہین اور بدترین جرم ہے، وہ منصب رسالت کا منصب ہے۔ رسول معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ اس سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ اس پر تقید کی ہرگز اجازت نہیں۔ وہاں صرف ادب اور اتباع ہے۔ توہین رسالت وہ سنگین جرم ہے جس کی سزا موت ہے اور اس کے لیے ایک مسلمان قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے جس طرح کہ ایک انسان اپنی ذات یا جائیداد کے دفاع کے لیے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔ اس موضوع پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی تصنیف ”الصارم المسلول“ ایک خوبصورت اور نہایت مدلل کتاب ہے۔ رسول کے بعد ہر عہدیدار غلطی کر سکتا ہے اور اس پر تقید نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے۔ تقید سے کسی عہدے کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی تطہیر ہوتی ہے۔ عمدہ خواہ امیر المؤمنین کا ہو، پبلک کی تقید سے بالا نہیں ہے اور اس کی تقید توہین نہیں ہے بلکہ جس کو تقید ناگوار ہو اس کے منہ پر تقید کرنا جہاد ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام عہدیدار انسان ہیں اور عہدوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے ہرگز ممتاز نہیں بلکہ صرف پرہیزگاری کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ ایک بڑے عہدیدار کی توہین اور چھوٹے عہدیدار کی توہین قانون کی نظروں میں یکساں ہیں۔ صرف رسالت کا عمدہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ پبلک کا دیا ہوا عمدہ نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے اور وہی اس کی حفاظت و عصمت کا نگران ہے اور صرف وہی اس پر ہدایت بھیجتا ہے۔ لہذا رسول پر کسی انسان کی طرف سے تقید توہین ہے اور

بدترین جرم، لیکن  
بالا ہیں اور نہ انسان  
رکھے والا آدمی اللہ  
جہاں طعن و تنقید  
یکسانیت سے بیان  
ان ال  
الانحر  
المومنہ  
ابہتاند  
”جو  
خدا، دنیا  
عذاب تیا  
کی قسمت  
اپنے سر  
مذکورہ  
جاتا ہے۔ دوسر  
صرف اس الزا  
اس  
□ ”اہانت  
جاتے ہیں، ار  
مجروح ہوئے  
مواقع پر کبھی  
نہیں ہے جس  
موت کی سزا  
مجروح ہونے  
سے پہلے بیار

اور شدی کو پڑھو، خوب پڑھو۔ دیکھو یہ تمہاری بارے میں کیا کہہ رہا ہے؟ اپنی ماؤں بہنوں کے سفید فام عورت اور سفید فام قوموں کے وطن تے ہوئے کیسی مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ وہ کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ چھ کالوں کے ہاتھوں ہے تو اسے کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے؟ (ہفت

آج تک کوئی شیطان صفت، پیغمبر اسلام اور سنت کا مرتکب نہ ہوا تھا اور کسی غیر مسلم کو بھی سرائی کی جسارت نہ تھی۔

لکھتے ہیں:

تقدیر سے بالا ہے اور اس کی تقدیر توہین اور رسول معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔ اس سے نہیں۔ وہاں صرف ادب اور اتباع ہے۔ اور اس کے لیے ایک مسلمان قانون کو اپنے یا جائیداد کے دفاع کے لیے قانون کو اپنے تمسیر کی تصنیف "اصارم المسلمون" ایک بعد ہر عہدیدار غلطی کر سکتا ہے اور اس پر کسی عہدے کی توہین نہیں ہوتی بلکہ اس کی تقدیر سے بالا نہیں ہے اور اس کی تقدیر کرنا جہاد ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام دوسرے سے ہرگز ممتاز نہیں بلکہ صرف رک توہین اور چھوٹے عہدیدار کی توہین وہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ پبلک کاویا اس کی حفاظت و عصمت کا نگران ہے اور انسان کی طرف سے تقدیر توہین ہے اور

بدترین جرم، لیکن باقی تمام عہدے پبلک کی ملکیت ہیں اور اس لحاظ سے نہ تو وہ پبلک کی تقدیر سے بالا ہیں اور نہ انسانوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک معمولی عہدہ رکھنے والا آدمی اللہ کے نزدیک حاکم سے بھی زیادہ مقرب اور مقبول ہو۔ اسی لیے قرآن مجید نے جہاں طعن و تنقید کے ذریعہ ایذا رسانی کو جرم قرار دیا ہے۔ وہاں رسالت کے بعد تمام مسلمانوں کو یکسانیت سے بیان فرمایا ہے۔ سورہ احزاب میں ہے:

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا و  
الآخر و اعدلہم عذابا مہینا والذین یوذون  
المومنین المومنات بغیر ما اکتسبو افقد احتملو  
ابہتانا واثمامینا

”جو لوگ اللہ اور رسول کو رنج (malign) کرتے، پہنچاتے ہیں، ان پر خدا، دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تمہت سے جو ان میں نہ ہو، ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔“ (الاحزاب: ۵۷، ۵۸)

مذکورہ بالا آیت میں ایک توہین رسالت کے بعد فوراً مومنین پر بہتان کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے رسالت کی ہر قسم کی توہین کو جرم قرار دے دیا گیا ہے جبکہ دیگر انسانوں پر صرف اس الزام کو گناہ کہا گیا ہے، جو جبری برحق نہ ہوں۔ اسے بہتان کہا گیا ہے۔

(”اسلام میں توہین عدالت کا تصور“ از سید ریاض الحسن ایڈووکیٹ)

اس کے برعکس وحید الدین خان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

□ ”اہانت رسول کے اس طرح کے واقعات پر مسلم رہنماؤں کی طرف سے جو بیانات دیے جاتے ہیں، ان میں عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ اس سے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں۔ یہ سراسر ایک غیر اسلامی جملہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع پر کبھی یہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ مزید یہ کہ اسلام کے ”کر عمل کوڈ“ میں ایسی کوئی دفعہ نہیں ہے جس میں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کو فوجداری جرم قرار دیا گیا ہو اور اس پر موت کی سزا مقرر کی جائے۔ یہ بلاشبہ شریعت اسلامی میں ایک اضافہ ہے کہ مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کو ایک قابل دست اندازی پولیس جرم قرار دیا جائے۔ اس قسم کے بیانات دینا سب سے پہلے بیان دینے والے کو مجرم ثابت کرتا ہے نہ کہ گستاخی کرنے والے کو۔“ (ص ۱۳۳)

□ ”اس طرح کے مواقع پر عام طور پر یہ بات کہی جاتی کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے مگر مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کسی قوم کے جذبات کا مجروح ہونا شریعت میں ہرگز معتبر نہیں۔ یہ شریعت کے حدود و تعزیرات کی کوئی دفعہ نہیں“ (صفحہ ۲۶)

□ ”اگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ سلمان رشدی کی کتاب سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور ہم تو اس کو قتل کر کے رہیں گے تو میں کہوں گا کہ ”مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا“ اسلام کے قانون جرائم کی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ مسلمان اگر اس قسم کی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس کو اپنی قومی سرکشی کے نام پر کر سکتے ہیں۔ مگر اسلام کے نام پر انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔“ (صفحہ ۵۳)

□ ”مسلم رہنماؤں کو یہ جاننا چاہیے تھا کہ اس معاملہ میں ان کا اقدام کوئی سادہ اقدام نہیں ہے۔ یہ پوری مغربی دنیا کے ”مذہب“ پر براہ راست حملہ ہے۔ مسٹر ایڈورڈ مارٹمر (Edward Mortimer) نے بجا طور پر لکھا ہے کہ جس طرح مسلمانوں کا مذہب اسلام ہے اسی طرح ہمارا مذہب آزادی (Freedom) ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کی توہین یا اس پر حملہ سے جس طرح بھراٹھتے ہیں، ہم کو بھی اسی طرح سخت تکلیف پہنچتی ہے جبکہ ہمارے مذہب (آزادی) پر حملہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے نزدیک اگر رسول کی بے حرمتی کلمہ کفر (Blasphemy) ہے تو ہمارے نزدیک آزادی کی بے حرمتی اتنی ہی شدت سے کلمہ کفر کی حیثیت رکھتی ہے۔“ (ٹائمز آف انڈیا، ۲۸ فروری ۱۹۸۹ء) (ص ۶۲، ۶۳)

□ ”ہمیں اس حقیقت کو جاننا چاہیے کہ موجودہ زمانہ آزادی فکر کا زمانہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی فکر کو سب سے بڑی قدر کا درجہ دیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی غیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج کا انسان کسی ایسے مذہب یا نظام کو غیر مذہب اور وحشیانہ سمجھتا ہے جو آزادی فکر کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ ایسی حالت میں باعتبار نتیجہ سب سے بڑی اسلام دشمنی یہ ہوگی کہ کوئی ایسا عمل کیا جائے جو دنیا والوں کو یہ کہنے کا موقع دے کہ اسلام آزادی فکر کا قاتل ہے۔ اور اس لیے وہ ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ اس معاملہ میں سنت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کو اس ”بدنامی“ سے بچایا جائے، خواہ اس کی جو بھی قیمت دینی ہو، خواہ اس کے لیے کتنی ہی بڑی چیز کو برداشت کرنا پڑے۔“ (ص ۱۳۹)

سوال: ایران کے مذہبی رہنماؤں نے برطانوی مصنف سلمان رشدی کے خلاف موت کی سزا کا فیصلہ دے دیا ہے۔ اس کے بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: کچھ لوگ جذباتی طور پر اس قسم کی تجویزیں منظور کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ

آج ہمیں انسان حقوق کو چاہیے جو قتل کا جرم کرنے

(۱۸۹)

□ ”امریکہ میں پہلے آ انفرادی آزادی فرد کی میں تبدیل ہوتی جا رہی۔ مگر اسی کے ساتھ اس کی کرے گی۔“

جناب جسٹس عہد  
”جان شوٹ  
متعلق افکار و نظریات کا  
اور وزن رکھنے والے  
جو ”Liberty“ اور  
کا اطلاق کرنا بڑا مشکل  
کام کرنے کی کھلی چھٹی  
امن و امان غارت  
آزادی کی حدود کے  
لیے انسانوں کو انفرادی  
آزادی میں مداخلت  
اسی صفحہ پر مزید  
”ایسے معمول  
رکھنے کے عین مطابق  
وجود کے لیے ضرور

طاہرہ انجم اپنی  
”جان شوٹ

ت کی جاتی کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح  
ہے کہ کسی قوم کے جذبات کا مجروح ہونا شریعت میں  
ت کی کوئی دفعہ نہیں (صفحہ ۲۶)

ی کی کتاب سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں  
گا کہ ”مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا“ اسلام  
ن اگر اس قسم کی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو وہ اس  
لام کے نام پر انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔“

اس معاملہ میں ان کا اقدام کوئی سادہ اقدام نہیں  
براہ راست حملہ ہے۔ مشراڈورڈ مارٹن  
کہا ہے کہ جس طرح مسلمانوں کا مذہب اسلام  
(Fr) ہے۔ مسلمان اپنے مذہب کی توہین یا اس پر  
رح سخت تکلیف پہنچتی ہے جب کہ ہمارے مذہب  
نزدیک اگر رسول کی بے حرمتی کلمہ کفر  
دی کی بے حرمتی اتنی ہی شدت سے کلمہ کفری  
ی (۱۹۸۹ء) (ص ۶۲، ۶۳)

وہ زمانہ آزادی فکر کا زمانہ ہے۔ موجودہ زمانہ  
یا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی غیر اعلیٰ کی  
یا نظام کو غیر مذہب اور وحیانا سمجھتا ہے جو  
نہا نتیجہ سب سے بڑی اسلام دشمنی یہ ہوگی کہ  
قع دے کہ اسلام آزادی فکر کا قاتل ہے۔ اور  
میں سنت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کو اس  
ت دینی ہو، خواہ اس کے لیے کتنی ہی بڑی چیز کو

وی مصنف سلمان رشدی کے خلاف موت کی  
ائے کیا ہے؟

تجویزیں منظور کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ

آج ہمیں انسان حقوق کو فروغ دینا چاہیے۔ موت کی سزا کو صرف ان مجرموں کے لیے ہونا  
چاہیے جو قتل کا جرم کرتے ہیں۔ بصورت دیگر ہر ایک کو انسانی حقوق دیا جانا ضروری ہے۔ (ص  
۱۸۹)

□ ”امریکہ میں پہلے آزادی کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ لوگوں کو یہ یقین کرایا گیا کہ مکمل  
انفرادی آزادی فرد کی شخصیت کے مکمل ارتقاء کے لیے ضروری ہے۔ مگر اب یہ آزادی انارکی  
میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آزادی شخصی ارتقاء کے لیے نہایت ضروری ہے  
مگر اسی کے ساتھ اس کی ایک حد بھی ہے۔ آزادی اگر حد سے باہر ہو جائے تو وہ الٹا نتیجہ پیدا  
کرے گی۔“

(ص ۴۰ ”الرسالہ“ ستمبر ۱۹۹۸ء)

جناب جسٹس عبدالقادر چودھری قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلہ میں لکھتے ہیں:  
”جان سٹوارٹ مل نے اپنی کتاب ”Essay on Liberty“ میں آزادی سے  
متعلق انکار و نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور اس موضوع پر اس کی بحث کو اصول کے وسیع  
اور وزن رکھنے والے اظہار کے طور پر بڑے پیمانہ پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مصنف کو وہ امتیاز کرنا پڑا  
جو ”Liberty“ اور ”Licence“ کے الفاظ کے مابین اکثر کیا جاتا ہے، لیکن عملی طور پر اس  
کا اطلاق کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ آزادی سے یہ مراد نہیں کہ خود کو ہر وہ  
کام کرنے کی کھلی چھٹی ہے جو اس کے دل میں آئے، کیونکہ ایسی آزادی کے معنی ہوں گے کہ  
امن و امان غارت ہو جائے گا اور آخر کار خود آزادی کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ اس نے  
آزادی کی حدود کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”وہ واحد غرض جس کے  
لیے انسانوں کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے کسی فرد کے عمل کی  
آزادی میں مداخلت کرنے کی اجازت دی گئی ہے، وہ ذاتی تحفظ ہے۔“  
اسی صفحہ پر مزید کہا گیا ہے کہ:

”ایسے معمولات اور طرز عمل پر پابندی لگانا ریاست کی طرف سے مذہبی آزادی قائم  
رکھنے کے عین مطابق ہے جو سول حکومت کے قیام سے مطابقت نہ رکھتے ہوں یا معاشرہ مسلسل  
وجود کے لیے ضرور رساں ہوں۔“

(S. C. M. R August 1993)

طاہرہ انجم اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

”جان سٹوارٹ مل کے خیال میں ہر فرد کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ انفرادی پہلو کا

تعلق صرف اس کی ذات سے ہوتا ہے اور معاشرتی پہلو کا دوسرے لوگوں سے۔ اس کے خیال میں اپنی ذات سے تعلق رکھنے والے اعمال میں فرد کو کامل آزادی ہونی چاہیے۔ آزادی ضمیر، آزادی خیال، آزادی انجمن سازی اور آزادی مذہب و اخلاق فرد کی زندگی میں اتنی اہمیت کی حامل ہیں کہ ان کے بغیر فرد اپنی شخصیت کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کے بارے میں حکومت کو بالکل مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ الایہ کہ کوئی انفرادی عمل دوسرے کے لیے خطرے کا باعث بنے۔ (قاضی، پیر و زبخت، جدید سیاسی تصورات، "جدید بک ڈپو" لاہور ۱۹۶۸ء، صفحہ ۵۱)

ہندو، مسلمانوں کے جذبات کو زخمی کرنے اور فرقہ وارانہ احساسات ابھارنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ برطانوی دور میں بھی کئی ہندو مصنفین نے اسلام کے خلاف تعصب کی بناء پر مسلمانوں کے لیے دل آزار اور شراغیز کتب لکھیں جن پر مسلمانوں کا اشتعال فطری تھا۔ آزادی کے بعد اکثر و بیشتر ہندو مسلم تضاد کی وجہ کتب اور مضامین بنے جن میں اسلام یا رسول پاک صلعم کے بارے میں اشتعال انگیز اور گمراہ کن مواد موجود تھا۔ مثال کے طور پر ستمبر ۱۹۵۶ء میں ہندو پریس نے ایک کتاب "مذہبی لیڈر" چھاپی۔ جس میں رسول پاک صلعم کے بارے میں قابل اعتراض مواد موجود تھا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تو بھارت کے مختلف شہروں میں ہندو مسلم فسادات کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہو گیا۔ گوالیار میں ۲۱ ستمبر کو ایک جلسہ عام میں قرآن پاک کا ایک نسخہ جلایا گیا۔ انہی دنوں لکھنؤ کے ایک اخبار نے اشتہار دیا جس میں رسول صلعم کی (نعوذ باللہ) توہین کی گئی۔

(Mujahid Sharif al., India Secularism,

(Karachi University,) 1970) P. 14

کلکتہ کے ایک اخبار کے ایک کارٹون میں دکھایا گیا کہ قریباً ایک درجن مسلمان، گیتا کو ٹھڈے اور جوتے مار رہے ہیں اور ایک ہجوم ان کو دیکھ کر ہنس رہا ہے۔ "کئی روز کی اشاعت کے باوجود اس پر کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

ستمبر ۱۹۵۶ء میں پارلیمنٹ کے گیارہ ارکان نے ایک یادداشت پیش کی جس میں کہا گیا کہ کئی دفعہ ایسی کتابیں شائع کی جاتی ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، لیکن حکومت ان کا کوئی نوٹس نہیں لیتی۔

تہران کے ایک اخبار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"قابل اعتراض کتاب پر مسلمانوں کے غیر مسلح احتجاج نے بھارت میں مسلمانوں کی حالت بہت تکلیف دہ بنا دی ہے حالانکہ بھارت جیسے جمہوری اور سیکولر ملک میں یہ کوئی جرم نہیں ہونا

چاہیے لیکن ایسا  
اس تشدد کا نشانہ بنا  
اس کے بعد  
بھی اپنی ذمہ داری  
وارانہ فسادات کا  
ہے۔

آئین کے  
دستور نے یہ مسئلہ  
پابندی عائد ہے۔  
پہلے پانچ  
لیے گمشالے تو  
کہا:

"آکر  
خرچ نہیں کر  
کیا جواز ہے؟"

بھارتی  
محرک کیا ہے  
جواز بنایا گیا۔  
معاشی مسئلہ۔  
سے زیادہ دو  
گائیوں کی د  
نہیں۔ ہندو  
دیتے ہیں اور  
ہیں۔ اس س  
کار گائیوں  
سکتا۔"

معاشرتی پہلو کا دوسرے لوگوں سے۔ اس کے خیال میں فرد کو کامل آزادی ہونی چاہیے۔ آزادی ضمیر، آزادی مذہب و اخلاق فرد کی زندگی میں اتنی اہمیت کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کے بارے میں حکومت کوئی انفرادی عمل دوسرے کے لیے خطرے کا باعث

ت۔ ”جدید بک ڈپو“ لاہور ۱۹۶۸ء ”صفحہ ۵۱“

کرنے اور فرقہ وارانہ احساسات ابھارنے کا کوئی بھی کئی ہندو مصنفین نے اسلام کے خلاف تعصب کی لیرکتب لکھیں جن پر مسلمانوں کا اشتعال فطری تھا۔ وچوہ کتب اور مضامین بنے جن میں اسلام یا رسول راہ کن مواد موجود تھا۔ مثال کے طور پر ستمبر ۱۹۵۶ء ”چھاپی۔ جس میں رسول پاک صلعم کے بارے میں مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا تو بھارت کے مختلف سلسلہ شروع ہو گیا۔ گوالیار میں ۲۱ ستمبر کو ایک جلسہ دنوں لکھنؤ کے ایک اخبار نے اشتہار دیا جس میں

(Mujahid Sharif al.

(Karachi University.) 1970

ن میں دکھایا گیا کہ قریباً ایک درجن مسلمان، گیتا کو ان کو دیکھ کر ہنس رہا ہے۔ ”کئی روز کی اشاعت کے

کان نے ایک یادداشت پیش کی جس میں کہا گیا کہ کئی مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں، لیکن حکومت

رتے ہوئے لکھا:

غیر مسلح احتجاج نے بھارت میں مسلمانوں کی حالت جمہوری اور سیکولر ملک میں یہ کوئی جرم نہیں ہونا

چاہیے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی مسلمان کوئی ایسا گناہ کر بیٹھے ہیں جس کے نتیجے میں انہیں اس تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔“

اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ہندو پریس ایسی شرارتیں کرتا رہتا ہے۔ لیکن حکومت نے کبھی بھی اپنی ذمہ داری پوری کرنے کا احساس نہیں کیا۔ اگر مسلمان احتجاج کرتے ہیں تو قہقہے فرقتہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ان فسادات کا مجرم بھی ہمیشہ مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔

آئین کے (۱۷) حصہ میں دفعہ ۴۸ کے تحت معاشی بنیادوں پر گاوٹھی ممنوع قرار دی گئی۔ دستور نے یہ مسئلہ ریاستوں کے سپرد کیا ہے۔ سولہ میں سے گیارہ ریاستوں میں گائے کے ذبیحہ پر پابندی عائد ہے۔

پہلے پانچ سالہ منصوبے میں ۹۷۰۰۰۰ روپے کی خطیر رقم، بوڑھی گائیوں کے تحفظ کے لیے گنوٹھالے تعمیر کرنے کے لیے مختص کی گئی۔ اس کے بارے میں ۱۹۵۸ء میں سپریم کورٹ نے کہا:

”اگر حکومت اپنے شہریوں کی تعلیم کے لیے فی کس سالانہ آمدنی پانچ روپے سے زیادہ خرچ نہیں کر سکتی تو اس کے لیے بے کار موشیوں پر ۱۹ یا ۱۸ روپے فی موشی سالانہ خرچ کرنے کا کیا جواز ہے؟“

(Mujahid, Sharif al., Op. Cit., P. 22)

بھارتی آئین میں گائے پر معاشی وجہ سے پابندی ظاہر کی گئی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا محرک کیا ہے؟ اس کا محرک وہ مذہب ہے جو بھارت کی اکثریت کا ہے جس کے لیے معاشی بنیاد کو جواز بنایا گیا ہے، لیکن ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس کی بنیاد مذہبی جذبات ہیں۔ لیکن یہ اگر صرف معاشی مسئلہ ہے تو پھر بھینس کی حفاظت کیوں نہیں کی جاتی؟ کیونکہ شمالی بھارت میں بھینس، گائیوں سے زیادہ دودھ فراہم کرتی ہیں۔ بھارت میں خوراک کی بے انتہا کمی کے باوجود ان بے کار گائیوں کی دیکھ بھال اور خوراک پر سرکاری اخراجات مذہبی جذبے اور رجحان کے سوا کچھ نہیں۔ ہندو طبقے، یہاں تک کہ تعلیم یافتہ افراد بھی گنوٹھالوں کے قیام اور گائے کے تحفظ پر زور دیتے ہیں اور اس ضمن میں سیکولر اقدار اپنانے کے بجائے صدیوں پرانی ہندو اقدار پر زور دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہندو اکثریت کو جدیدیت کا خیال نہیں آتا۔ ایک بھارتی سکالر کے مطابق ”بے کار گائیوں کے تحفظ پر ہونے والے خرچ کو کسی طرح معاشیات کی بنا پر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔“

مسلمان اور عیسائی معاشی بنیاد پر گاؤں کشی پر پابندی سے مطمئن نہیں۔ ۱۹۸۹ء میں آئین ساز اسمبلی میں ایک مسلمان ممبر نے کہا کہ ”میں چاہتا ہوں کہ میرے ہندو بھائی واضح طور پر کہیں کہ گائے کا تحفظ ہمارے مذہب کا تحفظ ہے۔ اس لیے ہم اس کا تحفظ چاہتے ہیں۔“ اسی طرح ۱۹۵۱ء میں بھارتی پارلیمنٹ میں ایک اینگلو انڈین ممبر نے بے کار مویشیوں کے تحفظ کے بل پر تقریر کرتے ہوئے کہا:

”میں گاؤں کشی پر پابندی کے خلاف نہیں لیکن کیا اس مسئلے کو دیاننداری سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ آپ گاؤں کشی پر پابندی اس لیے لگائیں کہ یہ اکثریت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتی ہے۔ میں اور میری کمیونٹی کے دوسرے لوگ ان مذہبی جذبات کا احساس رکھیں گے۔“ اس بل پر تقریر کرتے ہوئے ۱۹۵۳ء میں ایک نیشنلسٹ مسلمان وزیر نے پارلیمنٹ میں کہا کہ ”اگر تمام دلائل کے مقابلے میں واضح طور پر یہ کہا جائے کہ ہمارے ملک کی ایک بڑی اکثریت کے جذبات اس سے مجروح ہوتے ہیں تو یہ بل ضرور پاس ہو جائے گا۔“

(”بھارتی سیکولر ازم اور اقلیتیں“ از طاہرہ انجم)

”بین الاقوامی رویہ“ کے عنوان سے محترم چودھری غلام جیلانی لکھتے ہیں:

”یورپ کی ظاہری آزاد خیالی کے ذرا باطن میں جھانک کر دیکھئے سو آپ کو سوائے تنگ نظری، تاریک خیالی اور اندھے تعصب کے سو اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔ یہ لوگ ملاکی سمجھتی کتے ہیں لیکن خود ملا سے بھی گزرے ہیں۔“

اہل مغرب اس سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے نزدیک مذہب معاشرے کی بنیادی صفت آزادی ہے۔ جس سے پسماندہ مشرق ابھی تک محروم ہے۔ لیکن اگر وہ آزادی اظہار کو بین الاقوامی رویہ تسلیم نہیں کرے گا تو اس معاملے میں اس سے کوئی مصالحت نہیں کی جائے گی۔ یہاں ہم ان سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ براہ کرم واضح کریں کہ آزادی اظہار سے ان کا کیا مفہوم ہے اور بین الاقوامی رویہ کیا ہے؟ آزادی اظہار کا اگر مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کو اظہار کی آزادی ہے تو کیا اس میں کسی کو گالی دینے اور توہین کرنے کی آزادی بھی شامل ہے؟ بلاشبہ اظہار کی آزادی انسانی زندگی کی نشوونما کے لیے ضروری ہے لیکن ہر آزادی کی طرح اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ مثلاً آپ کا بی چاہتا ہے کہ آپ زور زور سے بولیں تو آپ کی آزادی میں یہ اجازت تو شامل نہیں کہ آپ مجھے سونے نہ دیں۔ انگریز محاورے کے مطابق آپ کے ہاتھ کے حرکت میری ناک کی پھٹنگ تک ہے، آپ کا ہاتھ اس سے پرے جائے گا تو مدخلت ہوگی۔ جس کا

نتیجہ تصادم ہو گا اور یہ مدخلت کے الفاظ سے روشنی نے جو کچھ لکھا اشارہ کرنا بھی ہمارے ہیں۔

۱۔ ناول میں دنیا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ۲۔ پیغمبر اسلام و سلم کے بارے میں؟ آزادی کا جائز استعمال ہم ثبوت میں کس کو تحفظ دے رہے۔

خارجہ سے دریافت نہیں لگ سکتی تو پھر تو ہمارے جس کو نامعلوم اور نا حدود برطانیہ میں پچھلے دنوں کیوں؟ کیا آزادی اصل حقیقت

سے عاری ہو چکا ہے پچھلے دنوں کہا تھا کہ آج کا زمانہ میں زیادہ حساس ہے اہل یورپ نے مذہب مسلمان بھی مذہب مسلمانوں کو بھی سمیت یورپ والوں کی

نتیجہ تصادم ہو گا اور یہی بین الاقوامی رویے کی روح ہے۔ جسے اقوام متحدہ کے منشور میں عدم مداخلت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہم دانشوران مغرب سے سوال کرتے ہیں کہ مسلمان رشتہی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ آزادی اظہار کی حدود میں آتا ہے؟ اس ناول کی گندگی کی جانب اشارہ کرنا بھی ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔ پھر ہم برطانیہ کے ذمہ داروں سے دریافت کرتے ہیں۔

۱۔ ناول میں دنیا کے تین مذہب یودیت، عیسائیت اور اسلام کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، کیا وہ آزادی ہے؟  
۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، وحی، اہمات المؤمنین اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو فقرے کسے گئے اور جو دریدہ وہی کی گئی ہے، کیا وہ ادب یا اظہار رائے کی آزادی کا جائز استعمال ہے؟

ہم ثبوت میں وہ تمام جھٹلے اور الفاظ درج کر دیتے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جاتا کہ اہل مغرب کس کو تحفظ دے رہے ہیں لیکن ہمارا قلم بھی اس کے نقل کرنے سے کانپتا ہے۔ ہم برطانوی وزیر خارجہ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر آزادی کا یہی مفہوم ہے کہ جس پر کسی حالت میں بھی پابندی نہیں لگ سکتی تو پھر تو بین عدالت کا برطانوی قانون کیوں ہے؟ پھر اجازت دیجئے کہ عدالت کا فیصلہ جس کو نامنظور اور ناگوار ہو، وہ سر عدالت جج کو گالی سنادے، اگر اظہار کی آزادی مطلق ہے تو حدود برطانیہ میں حضرت مسیح کے بارے میں سوء ادب کیوں خلاف قانون ہے؟

پچھلے دنوں برطانیہ میں ایک برطانوی انٹیلی جنس افسر کی کتاب پر پابندی لگائی گئی تھی، کیوں؟ کیا آزادی اظہار اس کے لیے نہیں تھی؟

اصل حقیقت یہ ہے کہ مغرب اپنی بے راہ و معاشرت کے سبب تمام اعلیٰ انسان صفات سے عاری ہو چکا ہے۔

پچھلے دنوں ماہنامہ ہیرالڈ کراچی میں مسلمان رشتہی کا انٹرویو شائع ہوا تھا۔ اس میں اس نے کہا تھا کہ آج کا زمانہ سیکولرازم (لاادینیت) کا زمانہ ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو مذہب کے بارے میں زیادہ حساس نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ٹھیکہ مغربی نقطہ نظر ہے، مفہوم اس کا یہ ہے کہ جس طرح اہل یورپ نے مذہب کے بارے میں غیر جانبداری اور بے حسی اختیار کر لی ہے، اسی طرح مسلمان بھی مذہب کے معاملے میں غیر جانبدار اور بے حس ہو جائیں۔ دوسرے الفاظ میں مسلمانوں کو بھی اس طرح بے غیرت ہو جانا چاہیے جس طرح یورپ والے ہیں لیکن خود رشتہی سمیت یورپ والوں پر حقیقت واضح ہو گئی کہ مسلمان باغیرت قوم ہے اور اپنے رسول صلی اللہ

ذی سے مطمئن نہیں۔ ۱۹۸۹ء میں آئینوں کو میرے ہندو بھائی واضح طور پر کہیں اس کا تحفظ چاہتے ہیں۔

اینگلو انڈین ممبر نے بے کار موشیوں کے

اس مسئلے کو دیا ننداری سے حل نہیں کیا جاوے گا۔ یہ مذہبی جذبات کو مجروح کرتی ہے۔

تاکا احساس رکھیں گے۔

شیخ مسلمان وزیر نے پارلیمنٹ میں کہا جائے کہ ہمارے ملک کی ایک بڑی اکثریت ہو جائے گا۔

سیکولرازم اور اقلیتیں "از ظاہر انجم)

دھری غلام جیلانی لکھتے ہیں:

جھانک کر دیکھئے سو آپ کو سوائے تنگ دکھائی نہ دے گا۔ یہ لوگ ملاکی پھتی کتے

کے نزدیک مذہب معاشرے کی بنیادی

مردم ہے۔ لیکن اگر وہ آزادی اظہار کو

سے کوئی مصلحت نہیں کی جائے گی۔

اگر وہ واضح کریں کہ آزادی اظہار سے

اظہار کا اگر مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص کو

توہین کرنے کی آزادی بھی شامل ہے؟

روری ہے لیکن ہر آزادی کی طرح اس

رور سے بولیں تو آپ کی آزادی میں

بمجاورے کے مطابق آپ کے ہاتھ کے

پرے جائے گا تو مداخلت ہوگی۔ جس کا

علیہ وسلم کے بارے میں ذرا سی گستاخی بھی اس کے لیے قابل برداشت ہے، یہ مسلمان قوم کا مزاج ہے جس کو دنیا کو سمجھ لینا چاہیے۔

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہو شیار

مسلمان کتنا ہی بے عمل اور دین سے دور ہو۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوء ادب برداشت نہیں کر سکتا۔

ٹرائسکی کو اسٹالن سے شدید نظریاتی اختلاف تھا۔ جب اسٹالن برسر اقتدار آیا تو ٹرائسکی روس سے نکل کر میکسیکو میں پناہ گزین ہو گیا۔ میکسیکو اسٹالن کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا اس لیے اسٹالن نے اپنے ایجنٹ بھیجے اور انہوں نے ٹرائسکی کو میکسیکو میں اس کے گھر میں قتل کر دیا۔ سولہ سترہ برس کی بات ہے، اسرائیل کے ایجنٹ ایک نازی جرنیل ایلیم کو لاطینی امریکہ سے پکڑ کر اسرائیل لے آئے۔ معلوم ہوا کہ یہ جرنیل ان کی ہٹ لسٹ پر تھا۔ یہودیوں کا کہنا تھا کہ یہ نازی جرنیل ہزاروں یہودیوں کا قاتل تھا۔ لاطینی امریکہ کا وہ ملک جہاں یہ جنگ عظیم دوم کے بعد پناہ گزین تھا احتجاج ہی کرتا رہا گیا۔ لیکن نہ اسرائیل نے پرواہ کی نہ امریکہ اور برطانیہ نے اسے غیر بین الاقوامی رویہ قرار دے کر اس کی مخالفت کی۔ اسرائیل نے دھڑلے سے اس کے خلاف اپنی عدالت میں مقدمہ چلایا اور اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد یہ پچھلے برس کی بات ہے کہ اسرائیلی کمانڈوز نے تیونس میں داخل ہو کر تنظیم آزادی فلسطین کے لیڈر ابو جہاد کو قتل کیا۔ کیا اسرائیل کی یہ غنڈہ گردی بین الاقوامی رویے کے مطابق تھی؟

اور اسرائیل تو ایسے اغوا بطور کاروبار کرتا ہے۔ تین چار برس کی بات ہے ناٹھریا کی حکومت کو اپنے ملک کا ایک سابق وزیر درکار تھا جو انقلاب کے بعد لندن میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ خفیہ ایجنٹ اس وزیر کو بے ہوش کر کے ایک بڑے صندوق میں بند کر کے لے جا رہے تھے کہ کسٹم والوں کو شبہ ہو گیا۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ اغوا کا یہ کام اسرائیلی ایجنٹوں نے کیا تھا۔

عجیب بات ہے کہ مغرب کے دوست یہ بات کریں تو نہ آزادی اظہار مجروح ہوتی ہے نہ بین الاقوامی رویہ ٹوٹتا ہے اور نہ کوئی احتجاج ہوتا ہے۔ لیکن اگر مشرق کے لوگ اپنے جذبات پر چھری چلنے پر تڑپتے ہیں تو مغرب سراپا احتجاج ہو جاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیسا آئی اے کے قاتل دستے نہیں؟ کیا کے جی بی مخالفین کو قتل نہیں کرتی؟..... اگر شخصی اور سیاسی اختلافات میں قتل روا ہے تو کیا وہ شخص واجب القتل نہیں جس نے پورے عالم اسلام کے دل کو مجروح کیا ہے؟

(روزنامہ ”جنگ“ لاہور، ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء)

جناب پروفیسر  
لکھتے ہیں:

”حاشا“  
باتیں کرتے ہیں  
سے مل جاتے ہیں  
ہے۔ اس کے

”یعنی مجھ سے  
کتاب ”آیا۔“  
مضمون میں  
پیگنوں نے  
یعنی رقم پہلے  
رقم دراصل  
اس

کی بات اس  
تک آکر نہیں  
odians  
کی ہے۔

اس  
لڑکی تسلیم  
ساجی ”کانفرنس“  
فارہ  
زیادہ) مسلم  
مثالیں دینے  
لگائی گئی یا ان  
-۱ یو

س کے لیے قابل برداشت ہے، یہ مسلمان قوم کا

ٹن و بائو ہو شیار

دور ہو۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، اپنے  
بوعادب برداشت نہیں کر سکتا۔

تخلف تھا۔ جب سٹالن برسر اقتدار آیا تو ٹرانسکی  
سیکسکوا سٹالن کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا اس لیے  
سکی کو سیکسکوا میں اس کے گھر میں قتل کر دیا۔ سولہ  
۔ نازی جرنیل ا۔ لیکن کولاطینی امریکہ سے پکڑ کر  
کی ہٹ لسٹ پر تھا۔ یودیوں کا کہنا تھا کہ یہ نازی  
ریکھ کا وہ ملک جہاں یہ جنگ عظیم دوم کے بعد پناہ  
ملنے پر واہ کی نہ امریکہ اور برطانیہ نے اسے غیر  
۔ اسرائیل نے دھڑلے سے اس کے خلاف اپنی  
دیا۔ اس کے بعد یہ پچھلے برس کی بات ہے کہ  
م آزادی فلسطین کے لیڈر ابو جہاد کو قتل کیا۔ کیا  
لے مطابق تھی؟

کرتا ہے۔ تین چار برس کی بات ہے ناخبر یا کی  
جو انقلاب کے بعد لندن میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔  
صندوق میں بند کر کے لے جا رہے تھے کہ کشم  
کا یہ کام اسرائیلی ایجنٹوں نے کیا تھا۔

بات کریں تو نہ آزادی اظہار مجروح ہوتی ہے نہ  
نہ ہے۔ لیکن اگر مشرق کے لوگ اپنے جذبات پر  
جاتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا سی آئی اے کے  
س کرتی؟..... اگر شخصی اور سیاسی اختلافات میں  
س نے پورے عالم اسلام کے دل کو مجروح کیا

(روزنامہ "جنگ" لاہور، ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء)

جناب پروفیسر کریم بخش نظامانی اپنے مضمون "باد مخالف میں روشن چراغ" میں  
لکھتے ہیں:

"حاشا فاروقی صاحب جس طرح مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اہل مغرب سے  
باتیں کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت "امپیکٹ" کے ہر شمارے اور کم و بیش ہر مضمون اور رپورٹ  
سے مل جاتا ہے۔ ہم یہاں نمونے کے طور پر صرف ایک مثال دیتے ہیں۔ یہ اپریل ۱۹۹۵ء کا پرچہ  
ہے۔ اس کے سرورق کے ایک مضمون کا عنوان ہے

"Love me I love my dog"

"یعنی مجھ سے محبت کرو اور میرے کتے سے بھی محبت کرو"۔ یہ مضمون سلمان رشدی کی بدنام  
کتاب "آیات شیطانی" (The Satanic Verses) کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔  
مضمون میں فاروقی صاحب پہلے تو یہ بتاتے ہیں کہ سلمان رشدی کو کتاب کے ناشرین (کنگ  
پبلشنگز) نے ساڑھے آٹھ لاکھ پاؤنڈ تقریباً ۵ کروڑ ۶۰ لاکھ روپے کی خطیر رقم بطور پیشگی ادا کر دی۔  
یعنی رقم پہلے اور کتاب کا مسودہ بعد میں۔ اشاعتی دنیا میں اس سے پہلے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ  
رقم دراصل بطور رائلٹی نہیں بلکہ سلمان رشدی کی اسلام دشمنی کا انعام تھا۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں نہ صرف خود کتاب دل آزار ہے، بلکہ اس سے زیادہ دل آزاری  
کی بات اس کا تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہنا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بات صرف "آیات شیطانی"  
تک آکر نہیں رک جاتی بلکہ تہذیب حاضر کے غیر مہذب ٹھیکیداروں (Uncivilised Custodians  
of Civilisation) نے اس قماش کے کئی گندے مصنفین کی ہمت افزائی  
کی ہے۔

اس سلسلے میں انہوں نے بنگلہ دیش کی (Fugitive Bad Girl) بگھوڑی گندی  
لڑکی تسلیم نسرین کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کو اقوام متحدہ کی کوپن ہیگن میں منعقدہ "اعلیٰ سطحی  
سامی" کانفرنس میں اسلام کے خلاف بکواس کرنے پر خوب سراہا گیا۔

فاروقی صاحب لکھتے ہیں کہ اہل مغرب میں اگر ذرہ بھر شائستگی ہوتی تو وہ (ایک ارب سے  
زیادہ) مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والی اس کتاب پر پابندی لگا دیتے۔ اس سلسلے میں وہ کئی  
مثالیں دیتے ہیں کہ کس طرح جنوری، فروری ۱۹۹۵ء میں دل آزار تحریروں پر پابندی  
لگائی گئی یا ان کو واپس لے لیا گیا:

۱۔ یو ایس اسپیکر نیوٹن کنگریج نے مسز بیگری کو "ایوان کے مورخ" کے منصب سے محض

اس لیے برطرف کر دیا کہ اس نے ۱۹۸۶ء میں لکھا تھا کہ ”نازی نقطہ نظر کتنا ہی غیر پسندیدہ سہی‘  
بہر حال ایک نقطہ نظر تو ہے۔ لیکن یہ (دنیا کے سامنے) پیش نہیں کیا۔“

۲۔ پولینڈ کی قومی ایئر لائن نے اپنے ایک میگزین میں چھپنے والا اشتہار اس وقت بند کر دیا جب  
نیویارک کی ایک یہودی تنظیم (Bmai Birth) نے اس پر اعتراض کیا۔ اشتہار میں پیسے  
بٹورنے والے ایک سود خور یہودی کا طیارہ بگاڑ کر اس کو کارٹون کی صورت میں پیش کیا گیا تھا۔

۳۔ جاپان کے ایک میگزین ”مار کو پولو“ کے پبلشر نے اپنے میگزین کی تمام کاپیاں واپس لے  
لیں اور اعلان کیا کہ وہ اپنے پورے اسٹاف کو برطرف کر رہا ہے اور ساتھ ہی میگزین بھی بند کر دیا  
گیا۔ یہ فروری ۱۹۹۵ء کا پرچہ تھا جس میں دس صفحات کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ مضمون کا  
عنوان تھا ”نئی تاریخی سچائی“ جس میں لکھا گیا تھا کہ ”نازی گیس چیمبر کے متعلق جو کچھ کہا جا رہا ہے  
وہ منکوک ہے“ ”دوکس و گین“ مسوجیشی اور دوسری کمپنیوں نے اپنے اشتہار بند کر دیئے۔  
میگزین ڈھائی لاکھ کی تعداد میں شائع ہو رہا تھا۔ نازیوں کے مظالم سے متعلق یہودی پروپیگنڈہ  
بازوں نے جو افسانے تراشے ہیں مذکورہ بالا مضمون ان کی تردید میں لکھا گیا تھا۔ لیکن صہیونیوں کی  
”شان“ میں یہ ایک ایسی گستاخی تھی کہ اس کا ازالہ یوں ہوا کہ مالکان کو ”مار کو پولو“ ایسا کثیر  
الاشاعت مخزن بند کرنا پڑا۔

۴۔ برطانوی نیلی ویژن کے چینل ۴ نے ایک پروگرام The Popes Division محض  
اس بنا پر روک دیا کہ پروگرام کو ڈکٹا ہے کہ ”مذہب سے تعلق رکھنے والے پروگراموں کو  
حقیقت پسند انداز مناسب ہونا چاہیے۔“ پروگرام بند کرنے والوں نے اس کو ڈکی یوں تشریح کی  
ہو گی کہ ایسے پروگرام نامناسب اور حقیقت سے دور ہوتے ہیں۔

۵۔ اسی طرح میونخ کے ایک پبلشر نے ایک امریکی کتاب ”آنکھ کے بدلے آنکھ“ کے جرمن  
زبان میں کیے گئے ترجمے کے سارے نسخے محض اس بنا پر تباہ کر دیئے کہ اس میں یہودیوں کے  
متعلق لکھا گیا تھا کہ ”اسٹالن نے جنگ عظیم کے بعد جرمنی کے کچھ علاقوں کی خفیہ پولیس کی  
سرگرمیوں پر نگاہ رکھنے کے لیے یہودیوں کو مقرر کیا تھا۔“

ہماری ذہنیت یہ ہو گئی ہے کہ مغرب (بشمول امریکہ) سے آئی ہوئی ہر چیز کو من و عن  
آنکھیں بند کر کے قبول کرتے ہیں۔ خواہ وہ کتنی ہی خلاف حقیقت ہو جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان  
کو ”مغرب کے ملا“ کہنا مناسب ہو گا کہ یہ لوگ حقائق کو نہیں اتھارتی کو مانتے ہیں۔“

(ہفت روزہ ”تکبیر“ کراچی، ۱۲ مارچ ۱۹۹۸ء)

جناب حسن عابدی مغرب کی عدم رواداری کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ایک ترقی یافتہ  
اور ملازمت کے دوران  
پریس میں کتابوں کی نمائندگی  
ہے۔ اسی طرح برطانیہ  
باشندوں کے خلاف دیوا  
اور خود برطانیہ کے اخبار  
ایک باوقار انگریزی اخبار  
ان کی نسلی عصبیت ظاہر  
اور بنانا اور عمران کی  
اسلام پاکستان اور اس  
صریح مثال اس واقعے  
متعارف کرایا گیا تو ایک  
استعمال کیا گیا۔ حوالہ  
تھی۔ جنگ ٹافٹس چار  
کامیابی کا جشن منانے  
مزے لے لے کر کھائیں  
جناب گل رحمان  
”دور جدید“  
علیہ وسلم کے خلاف ایسا  
سے ایمان کی حرارت کو  
ملکوں میں ان کی معنوی  
جن مشرقی ممالک میں  
قوت سے چلایا گیا ہے۔  
مشرق ملکوں میں  
ہیں۔ علوم جدیدہ کے پک  
کی ہاں میں ہاں ملا کر اچھا

”ایک ترقی یافتہ قوم بھی، مثال کے طور پر فرانس، جب مسلمان لڑکیوں کو اسکولوں میں اور ملازمت کے دوران میں اسکارف سے سر ڈھانکنے دیکھتی ہے تو ان کی تحقیر پر اتر آتی ہے اور پریس میں کتابوں کی نمائش (منعقدہ ۱۹۹۳ء) میں علی عزت بیگ کی کتابوں کو نمائش سے روک دیتی ہے۔ اسی طرح برطانیہ میں سرمنڈے گورے راہ چلتے پاکستانیوں سے مار پیٹ کرتے ہیں، ایٹمیائی باشندوں کے خلاف دیواروں پر گندی گالیاں لکھتے اور انہیں خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیتے ہیں اور خود برطانیہ کے اخبار (Tabloids) اس شرانگیز مہم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایک باوقار انگریزی اخبار بھی کرکٹ کے پاکستانی کھلاڑیوں کی ”فریب دہی“ کی کہانیاں، جن سے ان کی نسلی عصیت ظاہر ہوتی ہے، خوب چٹارے لے کر اور حقائق کو مسخ کر کے شائع کرتے ہیں اور جمانا اور عمران کی شادی پر توپور ابرطانوی پریس نسل پرستی پر اتر آتا ہے اور اسے آڑ بنا کر اسلام، پاکستان اور اس کی اقدار اور روایات سب پر کچھ اچھانا شروع کر دیتا ہے۔ ایک نہایت صریح مثال اس واقعے سے ملے گی جب امریکہ میں ۱۹۸۰ء کے اوائل میں پہلی بار ہلال احمر کو متعارف کرایا گیا تو ایک مخالفانہ مہم شروع کر دی گئی اور صدیوں پرانی روایت کا سراغ لگا کر اسے استعمال کیا گیا۔ حوالہ تھا اس واقعے کا جب ۱۹۳۲ء میں جنگ تور میں عربوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔ جنگ کا فاتح چارلس مارٹل تھا جس کی فرانسیسی افواج نے عربوں کے خلاف اپنی عمد ساز کامیابی کا جشن منانے کے لیے ہلال کی شکل کی روٹیاں، جو اسلامی ملت کا نشان ہے، پکوائیں اور مزے لے لے کر کھائیں۔“

(”پاکستانی معاشرہ اور عدم رواداری“ از حسن عابدی)

جناب گل رحمان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”دور جدید----- جاہلیت جدیدہ----- نے آزادی افکار کی آڑ میں ہادی عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسی ہفوات کو جائز قرار دینے کی کوشش کی، ان کا مقصد اہل ایمان کے سینوں سے ایمان کی حرارت کو ختم کرنا تھا اور یہ سلسلہ مغربی ملکوں میں عرصہ دراز سے جاری ہے۔ مشرقی ملکوں میں ان کی معنوی اولاد نے بھی ان کے استدلال کو صحیح ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں اور جن مشرقی ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں انہیں ایذا دینے کے لیے یہ مکروہ دھندہ پوری قوت سے چلایا گیا ہے۔“

مشرقی ملکوں میں ایسی ہر خباثت کے پیچھے ہنود ہوتے ہیں اور اب ان کی تائید ہنود کرتے ہیں۔ علوم جدیدہ کے کچھ نام نہاد مسلمان فضلاء بھی رجعت پسندی کے طعنے سے بچنے کے لیے ان کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی علمی عظمت کا بزمِ خویش سکھ بٹھانے کی مکروہ کوشش کرتے ہیں۔ اس

نازنی نقطہ نظر کتنا ہی غیر پسندیدہ سہی میں کیا۔“

پہنے والا اشتہار اس وقت بند کر دیا جب اس پر اعتراض کیا۔ اشتہار میں پیسے دن کی صورت میں پیش کیا گیا تھا۔

اپنے میگزین کی تمام کاپیاں واپس لے لے اور ساتھ ہی میگزین بھی بند کر دیا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ مضمون کا جس جیمبر کے متعلق جو کچھ کہا جا رہا ہے، بیٹوں نے اپنے اشتہار بند کر دیئے۔ کے مظالم سے متعلق یہودی پروپیگنڈہ تردید میں لکھا گیا تھا۔ لیکن صیہونیوں کی ہوا کہ مالکان کو ”مار کو پولو“ ایسا کثیر

The Popes Division محض سے تعلق رکھنے والے پروگراموں کو نے والوں نے اس کو ڈکی یوں تشریح کی ہیں۔

ب ”آٹکھ کے بدلے آٹکھ“ کے جرمن تباہ کر دیئے کہ اس میں یہودیوں کے کے کچھ علاقوں کی خفیہ پولیس کی

بلد سے آئی ہوئی ہر چیز کو من و عن حقیقت ہو، جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کے اتھارٹی کو مانتے ہیں۔“

”تعمیر“ کراچی، ۱۲ مارچ ۱۹۹۸ء) بارے میں لکھتے ہیں:

سارے شیطانی اجتماع کو عام مسلمانوں کا ذہن کبھی بھی قبول نہیں کر سکا۔

رد عمل کے طور پر مسلمان مجاہدوں نے ایسے گستاخوں کے سر بیٹھ اڑج لیے ہیں اور ان کی زبانیں کھینچ لی ہیں۔ کبھی یہ کام غازی علم الدین شہید نے کیا ہے تو کبھی غازی دوست محمد اور غازی منیر احمد آگے بڑھے ہیں۔ کبھی ملک میاں محمد نے یہ فریضہ سر انجام دیا ہے۔  
دور جدید کے مکروہ عمل کا یہ حسین رد عمل نیا نہیں ہے جسے کچھ مفکر محض جذباتیت کی آڑ میں چھپانا چاہتے ہیں۔ یہ حسین رد عمل تو دور نبوی میں شروع ہو چکا تھا، کعب بن اشرف اور ان کے ہمنواؤں کے مکروہ عمل کا حسین رد عمل وہی تھا جو صحابہ کرام نے عملاً دیا جس کی گواہ احادیث کی سب کتابیں ہیں۔

ہمارے محدثین کرام نے کمال دیا ننداری سے سب احادیث من دعن ہم تک پہنچائی اور گستاخوں کی مکروہ چیخیں ہم نے رد عمل کے طور پر سنی ہیں۔ کیا اخلاق کی ایجاد سے واقف کوئی شخص بھی یہ جرات کر سکتا ہے کہ کروڑوں انسانوں کے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو نفاق سے نشانہ بنایا جائے اور پھر رد عمل سے بچایا جاسکے۔

دور حاضر کے سب سے بڑے مفتری، کذاب اور گستاخ کی سزا بدترین قسم کی موت ہے مگر وہ ایک ارب مسلمانوں کے دل دکھانے کی وجہ سے مغربی استعمار اور یہودی استکبار کی آنکھوں کا تار بن گیا ہے۔ انگریز اسے جسمانی تحفظ دے رہا ہے تو سارا مغرب امریکہ سمیت آزادی فکر کے حوالہ سے اسی کا حامی بنا ہوا ہے۔ یہودی اسے ”روحانی غذا“ دینے میں مصروف ہیں اور ہندو مغرب کا ہمنوا ہو کر اسلام دشمنی کا ثبوت دے رہا ہے۔

ایک ارب مسلمان تڑپ رہے ہیں کہ راجپال ملعون تک ابھی کیوں رشدی نہیں پہنچ پایا۔ انگریز پولیس رشدی کو پالتو کتے کی طرح اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے مگر گستاخی رسول پر جو تیر مسلمانوں نے اس کے لیے تیار کیا ہوا ہے وہ انشاء اللہ ضرور ان سب تحفظات کی دبیز تہوں اور موٹی دیواروں کو چیرتا ہوا اس غیبت جگر سے پار ہو گا جس میں بغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاواہل رہا ہے۔

(”گستاخ رسول کی شرعی سزا“ از مفتی گل رحمان قادری)

امجد حیات ملک اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”قرطبہ کے عیسائیوں نے ایک شخص یولوجیس (Eulogius) کی سرکردگی میں رحمت اللعالمین حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں سرعام اور قاضی کے سامنے جا کر انتہائی اہانت آمیز اور کافرانہ کلمات کہنے کی تحریک چلائی۔ اس تحریک کی تفصیل پڑھ کر یہ محسوس ہوتا

ہے کہ اس کی بنیادوں کرنے سے متفر ہو عرصہ ڈھیل دینے کے فوراً ہی کے عہد میں طیلطہ (نیو ورلڈ آرڈر۔۔۔) ”شاتم رسول“ اختر، سابق چیئر

”یہ سب ن پتہ چلا ہے کہ وہ والے کو نہ صرف امریکہ، برطانیہ اور شیطانی آیات کا بھرم کی طرح عبرت کا ذریعہ اعظم غلاظت کون سی سرزمین تھرڈ کلاس میٹرک شور کی سزا دے ہے۔

دراصل اپنا تو کوئی وجود۔ مشاہدے اور تجریم بڑا عظیم الفرصت سابقہ سفیر جناب موقع نہیں دیا اور معمول ہے اور



باریابی حاصل نہیں ہوتا اور اس ضمن میں متعدد ریاستوں کے سفیروں کے نام بتائے گئے تھے۔ لیکن سلمان رشدی کو ایسی کوئی دقت نہیں پیش آئی۔ وہ امریکی وزیر خارجہ وارن کرسٹوفر کے ساتھ ایک ٹرینڈ رہا۔ یاد رہے کہ اس وارن کرسٹوفر نے پاکستان کے سابق وزیر اعظم کے خصوصی معاون اور ایلیٹی چو دھری نثار علی اور نائب وزیر خارجہ مسٹر کانجو سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔ پاکستانی مندوبین کرسٹوفر سے موسم 'ہیں ہال یا پاپ میوزک پر بات چیت کرنے نہیں گئے تھے بلکہ پاکستان کو دہشت گرد قرار دینے کے یکطرفہ امریکی فیصلہ کے مسئلہ پر گفت و شنید کرنے گئے ہوئے تھے اور بے چارے بے عزت ہو کر خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ اس پر ساری قوم کی ہنگ ہوئی۔ جب یہ معلوم تھا کہ امریکہ کا فیصلہ کسی سازشی منصوبہ کا حصہ تھا تو امریکہ کو صفائی دینے کے لیے سات سمندر پار جانے کی کیا ضرورت تھی۔

امریکہ جانے سے پہلے پناہ کی تلاش میں رشدی مارا مارا پھرتا رہا۔ جیسا اوپر بیان کیا جا چکا ہے، وہ برطانوی وزیر اعظم جان میجر سے ملا، پھر کینیڈا، پرتگال، آئرلینڈ، ہالینڈ اور اسکینڈے نیویا کے خاک چھانتا پھرا اور وہاں کے حکمرانوں سے پناہ کا طالب رہا مگر ان رو بہ صفت افراد کو بخوبی معلوم تھا کہ اگر انہوں نے اسے پناہ دینے کی غلطی کی تو ان کی سرزمین ایک ارب کلمہ گو نفوس (جو تمام کرہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں) کے غیظ و غضب کا ہدف بن جائے گی۔ لہذا انہوں نے "شیطانی آیات" کے مصنف کو شیطان بزرگ کے پاس بھیج دیا۔۔۔۔۔ اس طرح ایک بار پھر امریکہ کی اسلام دشمنی منظر عام پر آ گئی۔

ملنے کو تو کلٹن نے رشدی سے مل لیا اور جب حسب توقع ساری دنیا سے مسلمانوں کی صدائے احتجاج بلند ہوئی تو صدر امریکہ نے یہ صفائی پیش کی کہ اس ملاقات سے مسلمانوں کی ہنگ یا دل آزاری مقصود نہ تھی بلکہ یہ آزادی تحریر کی حمایت کا اظہار تھا۔ یہ بڑی طغالی یا احمقانہ بات ہے کیونکہ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ رسول "آزواج مطہرات" اور صحابہ کرام کی ججو کرنے والے کی ہمت افزائی کر رہا ہے اور ساتھ ہی یہ توقع کرتا ہے کہ وہ اسے صبر و تحمل سے برداشت کریں۔ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس معاملے میں اس کا پیش رو جارج ہش زیادہ شاطر اور مکار نکلا۔ اس نے در پردہ اور سفارتی سطح پر سلمان رشدی کی بھرپور حمایت کی مگر رشدی کو منہ نہیں لگایا۔

کلٹن سے ملاقات کے بعد، رشدی بڑا نمال تھا اور یہ بیان دیا کہ وہ اپنے میزبان کی گرجوٹی اور دوستی سے بہت متاثر ہوا اور ملاقات کو اپنے موقف کی سیاسی حمایت پر محمول کرتے ہوئے یوں کہا "اب مجھے دنیا کے سب سے بڑے ملک کی حمایت حاصل ہو گئی ہے اور اب اس کے مل بوتے پر اسے ایران پر دباؤ ڈالنے کے لیے دوسرے ممالک کا تعاون حاصل ہو جائے گا۔" بالفاظ دیگر وہ

اس فتوے کو منسوخ  
است۔

جب امریکی  
کا انتظام اتالی خن  
عرفات اور صدر  
ہندو انتہا پس  
کر رکھی ہے، سانچو  
مسلمانوں سے بر  
ہو چکے ہیں۔ وہ اس  
رہتے ہیں۔

سید شاہ محمد قادری  
کے بارے میں

"جہاں تک

کوئی ہندوستانی بھلا  
کے متبع ہوتے۔

ہیں، ان میں سے

میں کوٹ کوٹ کر

میرے قلب کو چو

میں وہ آج جلا

ملت کی بے حرمتی

ہو جائے گا تو اٹھو

اس کوشش میں کہ

(مولانا محمد

اس فتوے کو منسوخ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا مگر اس حیات است و محال است و جنون است۔

جب امریکی صدر بل کلنٹن نے ریشدی کو واشنگٹن دعوت دی تو ہائٹ ہاؤس میں سکیورٹی کا انتظام اتنا ہی سخت تھا جتنا اس موقع پر تھا جب اسرائیل کا سابق وزیر اعظم اسحاق رابن یا سر عرفات اور صدر حسنی مبارک، اوسلو معاہدے پر دستخط کرنے و ہائٹ ہاؤس وارد ہوئے تھے۔

ہندو انتہاپسند جماعت شیو سینا نے بھارت میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے، سانحہ باری مسجد اور ہندو مسلم فسادات میں اس جماعت کے مسلح انتہاپسند ہر وقت مسلمانوں سے برسر پیکار رہتے ہیں۔ شیو سینا کے سربراہ بھال ٹھاکرے اسلام دشمنی میں اندھے ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے کارکنوں کو مسلمانوں کی املاک لوٹنے اور ان پر حملہ کرنے کی ہدایت دیتے رہتے ہیں۔

سید شاہ محمد قادری اپنی کتاب میں مولانا محمد علی جوہر کی اسلامی غیرت و حمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جہاں تک خود میرا تعلق ہے، مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی بھائی اس قدر شقی القلب ہے کہ مجھ سے تو ایک معمولی جانور کا تقدس منوا کر اس کے متحج ہونے کے حق میں میری دست برداری کا طالب ہے، لیکن انسان جو اشرف المخلوقات ہیں، ان میں سے سب سے اشرف نبی سرور کونین، اور باعث تکوین دو عالم کا جو تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کا اتنا پاس بھی نہیں کرنا کہ اس پر گزیدہ ہستی کی توہین کر کے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے تو ہندوستان کو اس غلامی سے نکالنے کے لیے، جس میں وہ آج مبتلا ہے اور جو گاؤں پرست ہندوؤں کے وجود سے کہیں زیادہ ہمارے مذہب اور ہماری ملت کی بے حرمتی کا سبب ہے، مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا، صبر کروں گا اور جب صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو اٹھوں گا اور یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ دہن کافر کی جان لے لوں گا یا اپنی جان اس کوشش میں کھودوں گا۔“

(مولانا محمد علی جوہر، ”آپ بیتی اور فکری مقالات“ از سید شاہ محمد قادری ص ۲۳۲)

سفیروں کے نام بتائے گئے تھے۔

آئی۔ وہ امریکی وزیر خارجہ وارن ٹوفرنے پاکستان کے سابق وزیر اعظم غارچہ مسٹر کانجو سے ملنے سے انکار کر یوزک پر بات چیت کرنے نہیں گئے لہ کے مسئلہ پر گفت و شنید کرنے گئے آگئے۔ اس پر ساری قوم کی ہنک ہانصہ تھا تو امریکہ کو صفائی دینے کے

را پھر تار ہا۔ جیسا او پر بیان کیا جا چکا ہے، ”آئر لینڈ، ہالینڈ اور اسکینڈے نیویا رہا مگر ان رو باہ صفت افراد کو بخوبی رزمین ایک ارب کلمہ گو نفوس (جو جائے گی۔ لہذا انہوں نے ”شیطانی“ طرح ایک بار پھر امریکہ کی اسلام

توقع ساری دنیا سے مسلمانوں کی اس ملاقات سے مسلمانوں کی ہنک اور تھا۔ یہ بڑی طفلانی یا احتقانه بات ہے اور صحابہ کرام کی ہجو کرنے سے وہ اسے صبر و تحمل سے برداشت کرنا زیادہ شاطر اور مکار نکلا۔ اس مکرر شدی کو منہ نہیں لگایا۔

نادیا کہ وہ اپنے میزان کی گرجو شعی حمیت پر محمول کرتے ہوئے یوں ہی ہے اور اب اس کے بل بوتے صل ہو جائے گا۔“ بالفاظ دیگر وہ

وحید الدین خان "شہادت حق" کے طنزیہ عنوان سے مولانا محمد علی جوہر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولانا محمد علی جوہر (۱۹۳۱ء-۱۸۷۸ء) مشہور سیاسی لیڈر ہیں۔ وہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۳۰ء تک برصغیر کی سیاست پر چھائے رہے۔ وہ ہندوستان کو انگریز کے سیاسی اقتدار سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے بہت سے پر جوش واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر کی آخر عمر میں لندن میں پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس ہوئی۔ وہ سمندری سفر کر کے وہاں پہنچے۔ ۳ جنوری ۱۹۳۱ء کو انہوں نے کانفرنس میں ایک "محرکتہ الارا" تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے کہا کہ واحد چیز جس کو لینے کا میں نے تہیہ کر رکھا ہے وہ مکمل آزادی ہے۔ میں ایک غلام ملک کو واپس نہیں جاؤں گا۔ میں اس کو پسند کروں گا کہ میں باہر کے ایک ملک میں مر جاؤں۔ جب کہ وہ ایک آزاد ملک ہو اور اگر آپ ہم کو ہندوستان میں آزادی نہیں دیتے تو مجھے یہاں انگلینڈ میں آپ کو ایک قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔"

The only thing to which I am committed is complete independence, I will not go back to a slave country. I would prefer to die in a foreign country. So long as it is a free country. And if you do not give us freedom in India, you will have to give me a grave here. (in England).

مذہبی آزادی کے اعتبار سے یہ الفاظ بڑے شاندار معلوم ہوتے ہیں مگر مذہب توحید کے اعتبار سے یہ بالکل بے قیمت ہیں۔ آزادی اور سیاست کے مذہب میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ کوئی قوم آزاد ہے یا محکوم۔ مگر مذہب توحید میں اس نوعیت کی تقسیم محض اضافی ہے۔

مذہب توحید (یا اسلام) کے نقطہ نظر سے ساری اہمیت آخرت کی ہے۔ مومن کو سب سے زیادہ جس بات کا احساس ہوتا ہے وہ یہ کہ لوگ جہنم سے بچیں اور جنت کے راستہ کو اختیار کریں۔ قومی سیاست کو لے کر اٹھنے والے آدمی کی نظر میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ آزادی اور محکومی کا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مومن کی نظر میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جنت اور جہنم کا ہوتا ہے۔ وہ دوسری تمام باتوں کو نظر انداز کر کے اسی ایک بات پر اپنی ساری توجہ لگا دیتا ہے۔ کیوں کہ

حقیقی مسئلہ صرف وہ ہے جو اب  
ہیں۔  
راؤنڈ ٹیبل کانفرنس  
انگریزوں کے سامنے یہ گواہی د

ظفریہ عنوان سے مولانا محمد علی جوہر کے

(۱۹۳۰ء) مشہور سیاسی لیڈر ہیں۔ وہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۳۰ء تک  
تاتارستان کو انگریزوں کے سیاسی اقتدار سے آزاد کرانا چاہتے  
تھے۔ واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔

میں پہلی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس ہوئی۔ وہ سمندری سفر  
س نے کانفرنس میں ایک ”محرکۃ الاراء“ تقریر کی۔  
دو لینے کامیں نے تیار کر رکھا ہے وہ مکمل آزادی ہے۔  
اس کو پسند کروں گا کہ میں باہر کے ایک ملک میں مر  
آپ ہم کو ہندوستان میں آزادی نہیں دیتے تو مجھے  
ے گی۔

The only thing to which I would not give up is  
complete independence. I would not give up my  
slave country. I would prefer to remain a slave  
country. So long as it is not a slave country,  
you do not give us freedom. I would rather  
have to give me a grave than to give me a  
grave.

بڑے شاندار معلوم ہوتے ہیں مگر مذہب توحید کے  
سیاست کے مذہب میں سب سے زیادہ اہمیت اس  
م۔ مگر مذہب توحید میں اس نوعیت کی تقسیم محض

ساری اہمیت آخرت کی ہے۔ مومن کو سب سے  
گ جہنم سے بچیں اور جنت کے راستہ کو اختیار  
کی نظر میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ آزادی اور  
میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جنت اور جہنم کا ہوتا  
ایک بات پر اپنی ساری توجہ لگا دیتا ہے۔ کیوں کہ

حقیقی مسئلہ صرف وہ ہے جو ابدی زندگی سے تعلق رکھتا ہو۔ باقی تمام مسائل اضافی اور غیر حقیقی  
ہیں۔

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مولانا محمد علی کی تقریر شہادت غیر حق کی مثال ہے۔ انہوں نے  
انگریزوں کے سامنے یہ گواہی دی کہ سیاسی حکومتی سے نجات سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

(ماہنامہ ”الرسالہ“ نومبر ۱۹۹۰ء، ص ۱۳-۱۵)



## وجہ الدین خاں، علماء و دانشوروں کی نظر میں

محمد متین خالد

استعماریت کی گود میں پلنے والے بھارتی نژاد وجہ الدین خاں کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور تعصب کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔ پروپیگنڈا کے فن اور اس کے داؤ بیچ میں شیطان بھی ان کے روبرو صرف ایک متبدی نظر آتا ہے۔ ان کے فرمودات سے ہٹ کر سوچنا یا عمل کرنا ان کے نزدیک خودکشی کے مترادف ہے۔

فکری انتشار میں جٹا وجہ الدین خاں کے نزدیک قومی غیرت، عزت، جہاد، شہادت، مرد مومن کا تصور، خودی، تائیدِ نبی، قوتِ ایمان، تحفظِ ناموس و رسالت، اسلامی بنیاد پرستی ایسی تراکیب فرسودہ اور ناقابلِ عمل ہیں۔ وہ روشن اسلامی تاریخ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔۔

مجھ کو بھی پڑھ کتاب ہوں، مضمون خاص ہوں

مانا تیرے نصاب میں شامل نہیں ہوں میں

وجہ الدین خاں کبھی حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں، کبھی وہ شان رسالت میں توہین کرنے والے کو ”آزادی تحریر و تقریر“ اور ”حقوق انسانی“ کے تحت نظر انداز کر دینے کا فتویٰ سناتے ہیں۔ کبھی وہ صحابہ کرام پر ناروا تنقید و تفتیش کرتے ہیں، کبھی وہ صلاح الدین ایوبی، نیپو سلطان اور سید احمد شہید ایسے مجاہدین اور محسنین ملت کے بارے میں سو فیصد سو فیصد تحریریں رقم کرتے ہیں۔ کبھی وہ اورنگ زیب عالمگیر، سید جمال الدین افغانی، سید قطب شہید، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور ان کے خانوادے ایسے مجددین و مصلحین اور مفکرین کی دعوتی و اصلاحی جدوجہد کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کبھی وہ بھارت میں بابری مسجد کے انہدام اور فرقہ وارانہ فسادات کا زمرہ دار صرف اور صرف مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں، کبھی وہ مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال، اطاف حسین حالی، سید عطاء اللہ شاہ، بخاری اور قائد اعظم محمد علی جناح ایسے جید راہنماؤں پر تنقید و استہزاء کرتے ہیں۔ کبھی وہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، کوسوو، چیچنیا اور ایریٹریا میں مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو ناپسندیدہ اور قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

کبھی وہ دشمنان اسلام راجپال، مرزا قادیانی، سلمان رشدی اور تسلیم نسرین وغیرہ کی دل آزار اور اشتعال انگیز تحریروں کے خلاف جدوجہد کو وحشیانہ اور مجنونانہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ

## دانشوروں کی نظر میں

محمد مقین خالد

بھارتی نژاد وحید الدین خاں کے دل و دماغ میں راہیم پائے جاتے ہیں۔ پروپیگنڈا کے فن اور اس کے ایک مقبذی نظر آتا ہے۔ ان کے فرمودات سے کے مترادف ہے۔

کے نزدیک قومی غیرت، عزت، جہاد، شہادت، مردانہ شہادت ناموس رسالت، اسلامی بنیاد پرستی ایسی اسلامی تاریخ و عقائد کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ہوں، مضمون خاص ہوں

شامل نہیں ہوں میں

فیصلیت کا انکار کرتے ہیں، کبھی وہ شان و شوکت، تحریر و تقریر اور "حقوق انسانی" کے تحت نظر آتا ہے، کرام پر ناروا تنقید و تنقیص کرتے ہیں، کبھی وہ شہید ایسے مجاہدین اور محسنین ملت کے بارے میں لکھتے ہیں، سید عالم، سید جمال الدین افغانی، سید قطب، خانوادے ایسے مجددین و مصلحین اور مفکرین کی تعریف کرتے ہیں۔ کبھی وہ بھارت میں بابر کی مسجد کے انہدام، صرف مسلمانوں کو ٹھہراتے ہیں، کبھی وہ مولانا محمد علی، علامہ اللہ شاہ بخاری اور قائد اعظم محمد علی جناح ایسے لکھتے ہیں۔ کبھی وہ کشمیر، فلسطین، بوسنیا، کوسوو، چیچنیا اور تاجکستان اور قرآن و تفسیر سے دیکھتے ہیں۔

ادویاتی، سلمان رشیدی اور تسلیم نسرین وغیرہ کی دل و جہد کو وحشیانہ اور مجنونانہ قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ

اجتہاد کے نام پر الحاد پھیلانے کی ناکام سعی کرتے ہیں، کبھی وہ غازی علم الدین ایسے شہیدان ناموس رسالت کا تسخیر اڑاتے ہیں۔ کبھی وہ اسلام کے درخشندہ ماضی پر نادم اور رنجیدہ نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کو سازش قرار دیتے ہیں، کبھی وہ تقسیم پاکستان کو غلط قرار دیتے ہیں، کبھی وہ اکھنڈ بھارت کا مشورہ دیتے ہیں، کبھی وہ بال ٹھاکرے، گورو گولونکر، آرائس ایس کے اور وشو ہندو پر وہ شد ایسی انتہائی متعصب ہندو لیڈروں اور جماعتوں کی وکالت کرتے نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ اسلامی فقہ اور اسلامی علوم کی بنیادی کتابوں کو دریا میں ڈبو دینے کا حکم فرماتے ہیں، کبھی وہ دین اکبری کے خالق اکبر بادشاہ کی اسلام دشمن پالیسیوں اور لہرانہ رجحانات کے علمبردار اور حمایتی نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ ملت اسلامیہ کو تحریف شدہ دین پر کھڑی ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ کبھی وہ مسلمانوں کو بابر کی مسجد، مسلم پرسنل لاء سمیت اپنے تمام حقوق و مطالبات سے دست بردار ہو جانے کا مشورہ دیتے ہیں۔

کبھی وہ مذہبی تہذیب کو اسلام کی معاون اور موید کہتے ہیں۔ کبھی وہ "دین کے مکمل" ہونے اور اس کے قیام کی جدوجہد کو سب سے بڑا فتنہ سمجھتے ہیں۔ کبھی وہ سیکولرازم کو دین کے لیے سازگار قرار دیتے ہیں۔ کبھی وہ کہتے ہیں کہ گاندھی وقت کے سب سے بڑے مجتہد تھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ علماء اسلام سو سال تک جہاد کے نام پر خونیں عمل میں مصروف ہیں۔ کبھی وہ جہاد کے اسلامی تصور سے انکار کرتے ہیں اور اسے خود کشی کا نام دیتے ہیں۔

دولت کے لیے طرف و ضمیر بیچ دینے والے مادر پدر آزاد شیطان کی اولاد ہوتے ہیں۔ وحید الدین خاں اپنے فنکارانہ گیٹ اپ میں ایسا تکنیک کار اور شہیدہ باز ہے جو جھوٹ کو بچ میں بدل دینے کا ماہر ہے۔ ان کا ذہن خباث کی عمل گاہ ہے۔

اب ہوا معلوم تیرا تجزیہ کرنے کے بعد

تو ہے اک شیطان ثانی آدمی کے روپ میں

نامور اور جید دانشوروں نے "وحید الدین خاں" کی اسلام دشمن تحریروں کا بڑی خوبصورتی کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ ذیل میں ایسی ہی فکر انگیز تحریروں کا انتخاب پیش خدمت ہے۔

مولانا خبیب الرحمن اپنی کتاب "زاد مجاہد" میں "وحید الدین خاں کی اسلام

دشمنی" کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تصویر کا ایک دردناک پہلو تو یہ ہے کہ ہندو اپنے بے بنیاد مذہب کو اب بڑھاپے ہاکر پیش

کر رہے ہیں۔ جبکہ مسلمان اپنے عظیم اور شاہانہ مذہب کو چھپا چھپا کر پیش کرتے ہیں۔ معلوم نہیں حالات کی مجبوری ہے یا ایمان کی کمزوری۔

حقیقی اسلام سے بے خبری ہے یا پھر دشمنوں کا آلہ کار بننے کا شوق کہ ہندوستان میں ایسے مصنفین، مفکرین اور دانشور پیدا ہو گئے ہیں جو اسلام کو بری طرح سے مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں اور اسلام کے تابناک ماضی کو اس طرح سے معذرت خواہانہ انداز میں پیش کر رہے ہیں جیسے نعوذ باللہ ہمارے اسلاف نے جہاد کر کے جرم عظیم کیا تھا اور آج ان بے چاروں کو مشرکین کے سامنے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑ رہی ہے اور وہ معذرت کرنے پر مجبور ہیں۔

ان مصنفین کے سرخیل وحید الدین خان ہیں جنہوں نے اسلام کی تحریف میں مرزا قادیانی، چکڑالوی اور پرویز کی برابری کا درجہ حاصل کر لیا ہے۔ یہ ہندوستان کے وہ نامور مصنف ہیں جن کا فتویٰ ہے کہ چوتھی صدی کے بعد مسلمانوں نے اجتہاد چھوڑ دیا۔ بالاخر مہاتما گاندھی نے اجتہاد کے اس بند دروازے کو کھولا۔ یہی وہ بہادر انسان ہیں جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ جب ہندو مسلح بھارتی کسی مسلمان بستی پر حملہ کریں تو مسلمانوں کو ہرگز ان کا مقابلہ کرنے کا گناہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر آیت کریمہ کا ورد کرنا چاہیے۔ ہندوستان میں جب بامیری مسجد شہید کی گئی اور اس سانحے کے غم میں پوری امت مسلمہ تڑپ رہی تھی اور مسلمان اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق غم و غصے کا اظہار کر رہے تھے تو وحید الدین خان کو غصہ آ رہا تھا اور وہ مسلمانوں کو سمجھا رہے تھے کہ رونے، چیخنے، اور شور مچانے کی کیا ضرورت ہے؟ بامیری مسجد کا گرنا تقدیر کا فیصلہ اور فطرت کا حکم تھا۔ ہمیں یہ سب خوشی خوشی سہ لینا چاہیے اور خواہ مخواہ غم نہیں کرنا چاہیے۔ یہی وحید الدین خان ہیں جو ہر جوتھے دن ہندوستان ٹیلی ویژن پر آکر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ بوسنیا سے لے کر کشمیر تک اور تاجکستان اور افغانستان الغرض پوری دنیا میں مسلمانوں نے اتار کی اور دہشت پھیلا رکھی ہے اور اس وقت دنیا میں کہیں بھی جہاد نہیں ہو رہا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو تو جہاد کے متعلق سوچنا بھی گناہ ہے۔

وحید الدین خان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عالم دین اخلاق حسین قاسمی جنہیں وحید الدین خان سے بقول ان کے کچھ اختلافات بھی ہیں مگر ان کی رائے میں بھی حضورؐ کے تمام غزوات یا تو دفاعی تھے یا وہ سرے سے غزوات نہیں تھے بلکہ امن مشن کے وفود تھے۔ اس طرح کچھ مسلمان مفکرین نے اس موضوع پر تحقیق شروع کر دی ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے، نعوذ باللہ وہی کچھ ہندوؤں کی مقدس کتابوں ”رامائن“ اور ”مہابھارت“ میں بھی ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ایک تازہ تحقیق (سورہ فاتحہ اور مہاسنترا) کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور اس

کے مسلمان

بتانے اور

اور دانش

کھریں کہ

ہیں تاکہ

اور ہر ط

اور کوئی

معروف

اظہار

اور تماش

خان جیسے

خاطر کشمیر

طاقت۔

ہے جس

کرنے ا

جانے کی

جاریت

مرکز نیو

کی بالاد

سرترا د

ضمیر، فکر

کار دان

اجازت

مذہب کو چھاپچھا کر پیش کرتے ہیں۔ معلوم نہیں

ان کا آلہ کار بننے کا شوق کہ ہندوستان میں ایسے  
ظالم کو بری طرح سے مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں  
تو خواہانہ انداز میں پیش کر رہے ہیں جیسے نوز  
غنا اور آج ان بے چاروں کو مشرکین کے سامنے  
نے پر مجبور ہیں۔

ان ہیں جنہوں نے اسلام کی تحریف میں مرزا  
مل کر لیا ہے۔ یہ ہندوستان کے وہ نامور مصنف  
وں نے اجتہاد چھوڑ دیا۔ بالاخر مہاتما گاندھی نے  
ر انسان ہیں جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں  
ملتان بستی پر حملہ کریں تو مسلمانوں کو ہرگز ان کا  
روں میں بیٹھ کر آیت کریمہ کا ورد کرنا چاہیے۔  
سامنے کے غم میں پوری امت مسلمہ تڑپ رہی  
غم و غصے کا اظہار کر رہے تھے تو وحید الدین خان  
کہ رونے، چیخنے، اور شور مچانے کی کیا ضرورت  
عکم تھا۔ ہمیں یہ سب خوشی خوشی سہ لیتا چاہیے  
بن خاں ہیں جو ہر جوتھے دن ہندوستان ٹیلی ویژن  
ر کشمیر تک اور تاجکستان اور افغانستان الغرض  
یلا رکھی ہے اور اس وقت دنیا میں کہیں بھی جماد  
کے متعلق سوچنا بھی گناہ ہے۔

ہوئے عالم دین اخلاق حسین قاسمی جنہیں وحید  
ہیں مگر ان کی رائے میں بھی حضورؐ کے تمام  
میں تھے بلکہ امن مشن کے وفود تھے۔ اس طرح  
وع کر دی ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے، نوز  
”اور ”مہابھارت“ میں بھی ہے۔ چنانچہ اس  
کے نام سے حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور اس

کے مسلمان مصنف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا ہے۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ متعصب ہندوؤں نے ہندوستان کو اکھنڈ بھارت اور ”رام راج“  
بنانے اور یہاں سے اسپین کی طرح مسلمانوں کے مکمل صفایا کا جو پروگرام بنایا ہوا ہے، یہ مصنفین  
اور دانشور اسی پروگرام کی تکمیل کے لیے میدان بنا رہے ہیں اور مسلمانوں میں سے جذبہ جماد  
کھرچ کھرچ کر نکال رہے ہیں اور انہیں دنیا بھر کے مسلمان مجاہدین سے بدظن اور باپوس کر رہے  
ہیں تاکہ کل جب ”صفایا پروگرام“ شروع ہو تو مسلمان مزاحمت نہ کر سکیں۔ پورا غور و فکر کرنے  
اور ہر طرح کے حسن ظن رکھنے کے باوجود اس کے علاوہ ان مصنفین کے طہرانہ پروپیگنڈے کی  
اور کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔“ (”زاد مجاہد“ از حضرت فیض مدظلہ)

معروف کالم نویس صحافی جناب حافظ شفیق الرحمن اپنے کالم ”مظلوموں سے  
اظہار بیچتی اور اسلامی مرکز نیو دہلی“ میں لکھتے ہیں:

”ماہ و سال کی گردشوں اور میل و نماز کی کردوٹوں نے کیا کیا گل نہیں کھلائے؟ کیا کیا جو بے  
اور تماشے نہیں دکھائے؟ ہم تو اس عصر زوال میں سانس لے رہے ہیں جس میں مولانا وحید الدین  
خان جیسے ”جدیدیت زدہ مجدد“ دہلی، یروشلیم اور واشنگٹن کے آقاؤں کا حق نمک ادا کرنے کی  
خاطر کشمیر، فلپائن، چین، بوسنیا اور فلسطین کے مظلوم مسلم عوام کو چڑھتے سورج کی پوجا اور  
طاقت کے استھان پر بیس جھکانے کے بھاشن دے رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ وہ پر آشوب اور بے نور عہد  
ہے جس میں بے بصیرت ”سیکولر اسلامی“ دانشور مظلوموں کو سامراج کے خلاف علم جماد بلند  
کرنے اور تلوار اٹھانے کا درس دینے کی بجائے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانے اور پاؤں پڑ  
جانے کی تلقین کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ وہ سامراج کی مذموم توسیع پسندی کو پوٹیشیل انگریزیشن (سیاسی  
جارحیت) کی بجائے سائنٹیفک ایڈوانس منٹ ”علمی اقدام“ قرار دے رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ اسلامی  
مرکز نیو دہلی کی دارالافتاء کی نکل سال دھڑا دھڑا اس عنوان کے فتوے ڈھال رہی ہے کہ سامراجیوں  
کی بالادستی کو وقتی طور پر گوارا کر لو۔

یہ بات عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ وہ لوگ جو بزعم خویش ارسطوئے زماں اور  
سراطہ دوراں بنے پھرتے ہیں، گنتی کے چند غیر ملکی دوروں اور ذالروں کے عوض کیوں کر اپنے  
ضمیر، فکر اور ذہن کو سامراج کے بخشی خانے میں گروی رکھ دیتے ہیں۔ وحید الدین خاں جیسے خام  
کار دانشور، غلامی نے جن کا ضمیر تک بدل کر رکھ دیا ہے۔۔۔۔۔۔ دنیا میں مبلغ ایک عدد سجدے کی  
اجازت مل جائے تو سمجھتے ہیں کہ اسلام آزاد ہے۔

سب جانتے ہیں کہ دنیا کی اکلوتی برہمنی ریاست بھارت کا مہاجنی ذہنیت رکھنے والا ہندو سرمایہ دار اور صنعت کار صرف اور صرف ”رام راج“ کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ”بزرگ بازو اور بزرگ زر“ ”ہندوستان“ اور اکھنڈ بھارت کے برہمن گڑھ سے مسلمان کو بیک بنی دودگوش نکال باہر کیا جائے۔ اس کا مذہبی عقیدہ ہے کہ اس لپچھ نے دھرتی مآا کی پوترا کو بھرشت کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے نزدیک مسلمان ہونا مہاپاپ ہے۔ اس پاپ کی سزایہ ہے کہ مسلمان کا نام و نشان صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔۔۔۔۔ باہری مسجد تو فقط ایک استعارہ ہے اور اس کا اندام محض ایک اشارہ ہے۔ وہ تو اس حد تک تنگ نظر اور متعصب ہے کہ ہندوستان میں موجود ہر مسجد کو ”منی پاکستان“ اور اسلامی مرکز سمجھتا ہے۔ اس لیے ہر مسجد اور اسلامی مرکز کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا اس کا نصب العین ہے۔۔۔۔۔ اب یہ راز کوئی راز نہیں رہا کہ اس نصب العین کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ جنونی ہندوؤں کی مسلح دہشت گرد تنظیموں کو کھلے بندوں دھن، دولت اور سرمایہ فراہم کر رہا ہے۔

خامہ انگشت بدنداں اور باطنہ سرنگریاں ہے کہ وہ ہندو سرمایہ دار جو کسی مسلمان کو ایک پھوٹی کوڑی اور کھوٹا سکہ تک دینے کا روادار نہیں، آخر کن خدمات اور کارہائے خفی و جلی کے عوض نیو دہلی کے ”اسلامی مرکز“ اور اس کے ”سیکولر اسلامی“ دانشوروں کے نان نفقے کا کفیل اور راتب کا ضامن بنا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ”چڑی جاتی ہے تو جائے، دھڑی نہ جائے“ کے اصول پر سختی سے کاربند یہ لکشی داس جب کسی کوڑی بھرتانے کی ایک دھڑی بھی دان کرتے ہیں تو بدلے میں اس کی رگوں سے تولہ بھر سونا کشید کرنے کا فن اور گر جانتے ہیں۔ اب کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان ”رام راجی“ دھیلا کپوروں اور چونی راموں نے ”اسلامی مرکز“ کے لیے اپنی تجویروں کے منہ کیوں کھول رکھے ہیں۔۔۔۔۔؟ اور سیکولر اسلامی دانشوروں پر دھن برس رہا ہے تو کس لیے؟“ (روزنامہ ”دن“ لاہور، ۱۶ فروری ۱۹۹۸ء)

مولانا سید وصی مظہر ندوی اپنے ایک مضمون ”مولانا وحید الدین کے خواب“  
دعوایہ پیار کا جائزہ۔۔۔۔۔ قرآن کی روشنی میں ”میں لکھتے ہیں:

”آخر میں چاہتا ہوں کہ دعوایہ پیار کے ان خوش نما کاموں پر ایک نگاہ بھر ڈال لی جائے، جو مولانا وحید الدین خاں نے گنوائے ہیں۔ یہ دراصل وہی کام ہے جو مغربی استعمار کے زیر سایہ اس استعمار کے غلام ملکوں میں عیسائی مشنریز انجام دینے کی کوشش کرتی تھیں۔ ان کوششوں کا مقصد عیسائیت کی تبلیغ نہیں تھا بلکہ غلام اقوام میں دوغلے لوگ پیدا کرنا تھا، جو اپنی قوموں میں استعماری

طاقتوں کے آلہ کار بن کر  
یہ استعماری طاقتیں ان  
پادریوں کی غیر معمولی  
دور کرنے کا خصوصی اہل  
ٹھیک اسی مقصد  
کی سرپرستی کی جو جماد  
استوار کیا گیا تھا اور جس  
اور مغرب کی اسلام دشمن  
مولانا وحید الدین

دو غزلہ تیار کر دیا ہے۔  
سے ان کو بھی بڑی پند  
نہ ہی پروگراموں اور  
امریکہ کی آشریاد کا سر  
کے اس ارشاد کی طرف  
چرے سے نقاب الٹ  
ترجمہ: ”مناقضات  
مومنوں کو چھوڑ کر کا  
ہیں (تو ان کو معلوم ہو  
نساء، آیت ۱۳۹-۱۳۸

صاحب طرز ادیب  
خصوصی مقالہ میں

”مولانا وحید  
اولاً: اقامت دیر  
ثانیاً: اس ضمن  
ذمت ہیں اور ان سے

طاقتوں کے آلہ کار بن کر ان کے اقتدار کو طول دینے میں معاون ثابت ہوں۔ اسی مقصد کے لیے یہ استعماری طاقتیں ان عیسائی مشنرز کے کام کے لیے ہر طرح کی سولتیں مہیا کرتی تھیں۔ چنانچہ پادریوں کی غیر معمولی عزت و تکریم، وسائل اور سولتوں کی فراہمی اور تمام انتظامی رکاوٹوں کو دور کرنے کا خصوصی اہتمام استعماری حکومتوں کا شیوہ رہا ہے۔

ٹھیک اسی مقصد کے حصول کے لیے برطانوی استعمار نے جمہوری نیت کے اس قادیانی فتنے کی سرپرستی کی جو جہاد بالسیف کے خاتمہ اور انگریزوں کی اطاعت و وفاداری کے دوستوں پر استوار کیا گیا تھا اور جس نے آج دنیا بھر میں اپنی ”دعوایہ پیار“ قائم کرنے کی جدوجہد، یودودہنود اور مغرب کی اسلام دشمن قوتوں کی مدد اور سرپرستی میں جاری رکھی ہے۔

مولانا وحید الدین خان معاف فرمائیں کہ انہوں نے قادیانیوں کے اسی مصرعہ کو اٹھا کر اپنا دوغزلہ تیار کر دیا ہے۔ نمائندہ قادیان کی طرح اسرائیل کا دورہ وہ کر آئے ہیں اور اس کی طرف سے ان کو بھی بڑی پذیرائی ملی ہے۔۔۔۔۔ ہندو مولانا کے کام کو اتنا پسند کرتے ہیں کہ ان کو اپنے مذہبی پروگراموں اور مذاکروں میں بلاتے ہیں اور اب بڑے پیانے پر ان کی کتب کی اشاعت میں امریکہ کی آئیریاڈ کا سراغ بھی نظر آنے لگا ہے۔ اس موقع پر، میں ان کو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف توجہ دلاؤں گا، جس ارشاد میں اس قسم کی کوششیں کرنے والوں کے چہرے سے نقاب الٹ دی گئی ہے اور ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنائی گئی ہے:

ترجمہ: ”منافقوں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے، وہ منافق جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست یا سرپرست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں (تو ان کو معلوم ہونا چاہیے) کہ بے شک عزت تو ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔“ (سورہ نساء، آیت ۱۳۹-۱۳۸)

(ہفت روزہ ”تجلیہ“ کراچی، ۳ ستمبر ۱۹۹۸ء)

صاحب طرز ادیب اور معروف دانشور جناب صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی اپنے خصوصی مقالہ میں لکھتے ہیں:

”مولانا (وحید الدین خاں) کی تمام تحریریں پڑھنے کے بعد ان کا نقطہ نظر یہ معلوم ہوتا ہے: اولاً: اقامت دین بذات خود ایک غیر مطلوب عمل ہے۔ ثانیاً: اس ضمن میں کی جانے والی تمام اگلی اور پچھلی کوششیں نہ صرف رائیگاں بلکہ قابل مذمت ہیں اور ان سے اسلام کو نقصان پہنچا۔“

بھارت کا سماجی ذہنیت رکھنے والا ہندو ”خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ رات کے برہمن گڑھ سے مسلمان کو بیک ہے کہ اس پیچھے نے دھرتی ماما کی پوترا کو نامہ پاپ ہے۔ اس پاپ کی سزا یہ ہے کہ مٹا دیا جائے۔۔۔۔۔ باری مسجد تو فقط ایک تو اس حد تک تنگ نظر اور متعصب ہے مادی مرکز سمجھتا ہے۔ اس لیے ہر مسجد اور ہے۔۔۔۔۔ اب یہ راز کوئی راز نہیں رہا ہندوؤں کی مسلح دہشت گرد تنظیموں کو

وہ ہندو سرمایہ دار جو کسی مسلمان کو ایک کن خدمات اور کارہائے نفعی و جلی کے ملای ”دانشوروں کے نان نفعے کا کفیل“ ہے، دھڑی نہ جائے“ کے اصول پر سختی دھڑی بھی دان کرتے ہیں تو بدلے میں تہ ہیں۔ اب کسی کو یہ بتانے کی ضرورت ہے ”اسلامی مرکز“ کے لیے اپنی اسلامی دانشوروں پر دھن برس رہا ہے

مولانا وحید الدین کے خواب لکھتے ہیں:

کاموں پر ایک نگاہ بھڑال لی جائے جو ہے جو مغربی استعمار کے زیر سایہ اس کی کرتی تھیں۔ ان کوششوں کا مقصد آکر تھا، جو اپنی قوموں میں استعماری

ثالثاً: اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی تکلم، کسی مجدد، کسی مجتہد، کسی مصنف اور کسی مورخ نے وہ کام سرے سے کیا ہی نہیں جو کرنے کا کام تھا۔  
 رابعاً: اسلامی سیاست کا قیام، اسلامی قوانین کا نفاذ اور اسلامی سیاست کا غلبہ قطعی طور پر خدا اور رسول کا مطالبہ اور اسلام کا تقاضا نہیں۔  
 خامساً: اسلام عزیمت کی جگہ رخصت، اقامت کی جگہ دعوت، مزاحمت کی جگہ مفاہمت، مجاہدانہ عمل کی جگہ ذہنی و فکری دنگل کو ترجیح دیتا ہے۔  
 سادساً: گزشتہ دو صدیوں میں کام کے صرف دو آدمی نکلے ہیں، ایک سرسید احمد خان اور دوسرے مرزا غلام احمد قادیانی۔ کیونکہ انہوں نے Resentment کی بجائے Adjustment کا نعروں لگایا۔

سابعاً: کامیابی کا راز اس امر میں ہے کہ خصوصاً اہل یورپ اسلام کے جس ایڈیشن کے بارے میں مطمئن ہوں، وہی ایڈیشن تیار کیا جائے۔ اس سے دعوت کے تمام راستے کھل جائیں گے اور ساری دنیا اسلام کی طرف لپک پڑے گی۔

ان کے علاوہ کچھ باتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر خلاصہ بہر حال یہی بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ساتوں نکات اسلام کے کسی ہمدرد اور خادم کا ایجنڈا ہو سکتا ہے یا اسلام مخالف قوتوں کا چارٹر؟.....

اگر کسی سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ سختی کشان عشق کی راہ کی گرد راہ بن سکے تو یہ کہاں ضروری ہے کہ راستے میں کانٹے بچھانے کا فریضہ اپنے ذمے کر لے؟

مولانا کی ایک دل پسند اصطلاح ہے کہ ہر کام کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ نتیجہ رخی (Result Oriented) ہے کہ نہیں؟ یہی بات ان سے پوچھی جاسکتی ہے کہ آپ کی اس ساری کد و کاوش کا ثمر کس کی جھولی میں جا رہا ہے؟ اس تحریک سے فائدہ کن قوتوں کو پہنچ رہا ہے؟ اس پر وچ پر کون سا گروہ داد دے رہا ہے؟ یہ فکری و ذہنی بجلیاں کس کے خرمن پر گر رہی ہیں؟ یہ پائے استدلال کس طبقے کو سارا فراہم کر رہا ہے؟ اور ان کی اپنی پوری تاریخ کی نفی کس کی تہذیب کو اثبات دے رہی ہے؟.....

سرسید ہوں یا مولانا و حید الدین خان، دونوں فرنگ کے شیشہ گردوں کو دیکھ کر مبہوت ہو جاتے ہیں اور فرنگیوں کا احسان اٹھانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ سفال ہند سے کبھی مینا و جام پیدا کرنے کی امنگ ان کے دل میں انگڑائی نہیں لیتی۔ فرنگیوں کا فسوں ایک حقیقت سہی مگر خود کو اس قدر زار و زبوں بنالینا کہ چنگا بھلا آدمی موم کی گڑیا بن جائے۔ یہ کہاں کی دانشمندانہ حکمت عملی

ہے؟ مولانا یورپ سے ہیں کہ وہ کمرشل انٹرنس فکر کا عنوان دے دے جاتے ہیں۔ ہمارے ہمیں دوزخ کا عذاب تیزی کی قیمت پر قوی فروغ کا نام دینا بہت

جناب غزل کا شہر ہوئے لکھتے ہیں

”وحید الدین ہیں۔ مانا کہ مسلمانانہ قوتیں ”معصوم“ مسلمانوں کی طرف نے اپنے بنیادی بھی شامل ہیں جو ز حکمرانوں کے گمن ہوتا۔

حیرت ہے آئی اور وہ لوگ جنوبی فلپائن کے الدین خان کے بیٹے کی جس جد و جہد خان کی ”جہاد“ وحید الدین مغربی میڈیا اسلام

کسی مظلوم، کسی مجتہد، کسی مجتہد، کسی مصنف اور کسی  
کام کا تھا۔

نہیں کاغذ اور اسلامی سیاست کا غلبہ قطعی طور پر

قامت کی جگہ دعوت، مزاحمت کی جگہ مفاہمت،

دو آدمی نکلے ہیں، ایک سرسید احمد خان اور  
نہوں نے Resentment کی بجائے

خصوصاً اہل یورپ اسلام کے جس ایڈیشن کے  
اس سے دعوت کے تمام راستے کھل جائیں

غلام بہر حال یہی بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ  
ایجنڈا ہو سکتا ہے یا اسلام مخالف قوتوں کا

ان عشق کی راہ کی گرد راہ بن سکے تو یہ کہاں  
پہنچے کرے؟

نام کرتے وقت یہ دیکھا جائے کہ وہ نتیجہ رخی  
ت ان سے پوچھی جاسکتی ہے کہ آپ کی اس

س تحریک سے فائدہ کن قوتوں کو پہنچ رہا ہے؟  
دو ذہنی بجلیاں کس کے خرمن پر گر رہی ہیں؟

؟ اور ان کی اپنی پوری تاریخ کی نفی کس کی

فرنگ کے شیشہ گردوں کو دیکھ کر مہوت ہو  
جاتے ہیں۔ سفال ہند سے کبھی مینا و جام پیدا

گیوں کافسوں ایک حقیقت سہی مگر خود کو اس  
ن جائے۔ یہ کہاں کی دانشمندانہ حکمت عملی

ہے؟ مولانا یورپ سے مفاہمت کے بے پناہ بلکہ اچھلتے ہوئے جذبے سے اس قدر مغلوب ہو جاتے  
ہیں کہ وہ کمرشل انٹرسٹ کو سود سمجھنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ مسلمان رشدی کی ہفتوات کو آزادی  
فکر کا عنوان دے دیتے ہیں اور مغرب کے ذہنی پیمانوں کو حق و باطل کی میزان قرار دینے پر آ  
جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے بعد اگر کوئی خوش حالی آتی ہے تو اس مانگی ہوئی جنت سے  
ہمیں دوزخ کا عذاب گوارا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ قومی ترقی ہوگی۔ اسلامی اصول و عقائد کی  
تیزی کی قیمت پر قومی ترقی ایک سیکولر انداز فکر تو ہو سکتا ہے۔ اسے اسلامی دعوت اور اس کے  
فروع کا نام دینا بہت بڑی جسارت ہے۔

(ہفت روزہ "تسخیر" لاہور یکم جون تا ۷ جون ۱۹۹۷ء)

جناب غزل کاشمیری، وحید الدین خان کی کتاب "فکر اسلامی" پر تبصرہ کرتے  
ہوئے لکھتے ہیں

"وحید الدین خان آج بھی مسلمانوں کے مصائب کا ذمہ دار کہتے "خود انہیں کو قرار دیتے  
ہیں۔ مانا کہ مسلمانوں کے مصائب میں ان کی اپنی کوتاہیوں کا بھی دخل ہے، مگر کیا ان کی مخالف  
قوتیں "معصوم" ہیں؟ فلپائن، چین، کشمیر اور بوسنیا کے مسلمانوں کی جدوجہد میں انہیں صرف  
مسلمانوں کی طرف سے "خونیں جہاد" کا تصور کارفرما نظر آتا ہے۔ یقیناً ان خطوں کے مسلمانوں  
نے اپنے بنیادی حقوق کے لیے استحصالی قوتوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں مگر ان میں وہ مسلمان  
بھی شامل ہیں جو زندگی بھر سیکولر ازم کے داعی رہے، اور تجربے سے ان پر واضح ہو کہ نوآبادیاتی  
حکمرانوں کے گن گانے سے ذاتی فائدہ تو حاصل ہو سکتا ہے مگر بحیثیت جماعت ان کا کوئی مقام نہیں  
ہوتا۔

حیرت ہے کہ وحید الدین خان کو بوسنیا کے مسلمانوں کے خلاف سرب جارحیت نظر نہیں  
آئی اور وہ لوگ بھی ان کے نزدیک مورد الزام نہیں جنہیں آج "جنگی مجرم" قرار دیا جا چکا ہے۔  
جنوبی فلپائن کے مسلمانوں کی اقتصادی بد حالی اور مرکزی حکومت کی وہ ظالمانہ پالیسیاں بھی وحید  
الدین خان کے پیش نظر نہیں جنہیں فلپائن کی مرکزی حکومت بدلنے کا عندیہ دے چکی ہے۔ چین  
کی جس جدوجہد اور احتجاج میں روسی حکمرانوں کو وزن محسوس ہوتا ہے، افسوس کہ وحید الدین  
خان کی "جمادِ شنی" اسے قابل اعتناء خیال نہیں کرتی۔

وحید الدین خان کی یہ "جمادِ شنی" کیوں ہے؟ اس لیے کہ جمادی تحریکوں کے نتیجے میں  
مغربی میڈیا اسلام کو ایک ناروا مذہب (Intolerant Religion) قرار دے رہا ہے۔

ان کا مشورہ ہے کہ ”اسلام کی از سر نو تشکیل کر کے یا اس میں تغیر و تبدل کر کے اس کو روادار مذہب بنایا جائے، ورنہ دنیا سے رو کر دے گی۔ (ص ۸۰)“

کیا مغربی میڈیا کا رویہ بنی بر دیانت ہے؟ کون نہیں جانتا کہ مغربی میڈیا کی پالیسی حق و انصاف پر نہیں بلکہ مغربی استحصال پسندوں کے مفادات پر مبنی ہے۔ چند سال پہلے تک افغان مجاہدین کی سرگرمیاں بہت اچھی تھی۔ وہ بہت عظیم تھے کہ اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے سوویت غاصبوں سے لڑ رہے تھے، مگر جب سوویت یونین کی فوجیں نکل گئیں تو جہاد افغانستان میں ”جنگجویانہ اسلام“ دریافت کیا جانے لگا۔ وحید الدین خان نے مغربی میڈیا اور علمی حلقوں کے بارے میں معروضی انداز اختیار کرنے کے بجائے ان کے وکیل کا کردار اختیار کیا ہے۔ انہوں نے یہ تو بتایا ہے کہ ”دور جدید کے دانشور خطرہ اسلام (Threat Of Islam) جیسی کتابیں لکھ کر شائع کر رہے ہیں۔ مگر وہ اہل قلم ان کے مطالعہ میں نہیں آسکے جن کے نزدیک مسلمان معاشروں میں احیائے اسلام کی تحریکوں کو مغرب مخالف کٹنا محض واہمہ ہے۔ اس سلسلے میں جان اسپوسٹیو ہے۔ ہیلر گراہم فلر اور فریڈ ہیٹل ڈے چند معروف نام ہیں۔“

(ششماہی ”نقطہ نظر“ اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۹۷ء تا مارچ ۱۹۹۸ء)

ڈاکٹر مولانا سید عبداللہ عباس ندوی سابق استاد ام القرئی یونیورسٹی مکہ مکرمہ لکھتے ہیں

”آزادی کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کی آزادی مجروح نہ ہو۔ کروڑوں انسانوں کے قلوب کو مجروح کر دینا آزادی نہیں ہے۔“

وحید الدین خان اس بات کو نہیں سمجھے اور وہ آزادی تقریر کا پیدائشی حق ایسے شخص کو دینا چاہتے ہیں جو دوسروں کی آزادی پر حملہ آور ہے۔ ان سے کہئے کہ آزادی تقریر سے فائدہ اٹھا کر وہ لال قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر گاندھی جی، نہرو جی، اندراجی کو مقلقات سنائیں۔ پھر پولیس ان کو بتادے گی کہ آزادی تقریر اور آزادی تحریر کے حدود کیا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ لندن کے ہائیڈ پارک میں اسپیکر کارنر میں آزادی تقریر کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جو چاہے، جس کو بھی چاہے گالیاں دے، مگر وہاں بھی شرط ہے کہ حضرت عیسیٰ، حضرت مریم اور ملکہ وقت کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نہ نکالے۔“

(”اسلام میں اہانت رسول“ کی سزا“ از ڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی)

بھارت کے مشہور دانشور موا  
وحید الدین خان کی مذموم تحریر

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ و  
سیرت نبوی“ کے تمام غزوات و سرا  
حدیبیہ کی بنیاد پر مسلمانوں کا طریقہ  
کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و  
مخصوص اسباب تھے اور مختلف غز  
مسلمانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
نبوی سے ناواقفیت کی بات ہے۔ غ  
مسلمانوں پر ہر حال میں کوئی ایک  
حکمرانوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ وہ  
جائزہ لے کر جو مناسب ہو، فیصلہ کر  
طرز عمل خود اس بات کی غمازی  
ہے، جس میں کوئی لچک نہ ہو۔ غ  
طرف سے اہل مکہ کے تجارتی ق  
جاتی ہے، غزوہ خندق میں حالات  
ہیں کہ مدینہ میں کھجوروں کی جوہ  
لیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بظ  
موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و  
آتے ہیں کہ صلح باقی رکھی جائے  
ان کی اس پیشکش پر کوئی دھیان  
غرضیکہ رسول اللہ صلی  
مسلموں کے ساتھ جو معاملات  
موجود ہے، لیکن کسی خاص غ  
مسلمانوں کے لیے لازم قرار دے

بھارت کے مشہور دانشور مولانا عتیق احمد قاسمی اپنی کتاب ”فکر کی غلطی“ میں وحید الدین خاں کی مذموم تحریروں کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات تمام حدیبیہ سے عبارت نہیں ہیں، سیرت نبوی کے تمام غزوات و سرایا اور کتاب و سنت کی تمام تعلیمات کو نظر انداز کر کے تمام حدیبیہ کی بنیاد پر مسلمانوں کا طریقہ زندگی طے کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ مختلف غزوات کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلم فریق کے ساتھ جو معاملات کیے، ان کے مخصوص اسباب تھے اور مختلف غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف طرز عمل مسلمانوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا بڑا سرچشمہ ہے لیکن کسی خاص غزوہ اور خاص حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کو مسلمانوں کے لیے تمام حالات میں لازم کرنا سیرت نبوی سے ناواقفیت کی بات ہے۔ غیر مسلم سلطنتوں سے صلح و جنگ کے بارے میں کتاب و سنت نے مسلمانوں پر ہر حال میں کوئی ایک حکم لازم نہیں کیا ہے بلکہ چند اصولی تعلیمات دے کر مسلم حکمرانوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ وقت و مصلحت اور عسکری صورت حال نیز دوسرے حالات کا جائزہ لے کر جو مناسب ہو، فیصلہ کریں۔ مختلف غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف طرز عمل خود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس بارے میں اسلام نے کوئی ایک دائمی حکم نہیں دیا ہے، جس میں کوئی چلک نہ ہو۔ غزوہ بدر میں اقدام مسلمانوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ انہیں کی طرف سے اہل مکہ کے تجارتی قافلہ پر حملہ کے لیے فوج نکلتی ہے، غزوہ احد میں دفاعی جنگ لڑی جاتی ہے، غزوہ خندق میں حالات کے دباؤ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک سوچنے لگتے ہیں کہ مدینہ میں کھجوروں کی جو پیداوار ہوتی ہے، اس کا ایک حصہ دے کر بعض قبائل سے صلح کر لیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بظاہر وہب کراؤ و کفار کی شرطیں مان کر صلح کر لی جاتی ہے، فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے نکلنے سے پہلے ابو سفیان یہ پیشکش لے کر آتے ہیں کہ صلح باقی رکھی جائے اور اسے مزید بڑھا دیا جائے لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس پیشکش پر کوئی دھیان نہیں دیتے۔ اس کے بعد حنین کا معرکہ خالص اقدامی ہے۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات کے موقع پر جو فیصلے فرمائے اور غیر مسلموں کے ساتھ جو معاملات اور معاہدات کیے، ان میں امت کے لیے ہدایت کا سامان ضرور موجود ہے، لیکن کسی خاص غزوہ میں اختیار کیے ہوئے آپ کے طرز عمل کو تمام حالات میں مسلمانوں کے لیے لازم قرار دینا کوتاہ نظری اور اسلامی تعلیمات کی روح سے بیگانگی کی بات ہے۔“

یا اس میں تغیر و تبدل کر کے اس کو رد و ادھر

(۸) نہیں جانتا کہ مغربی میڈیا کی پالیسی حق و بات پر مبنی ہے۔ چند سال پہلے تک افغان تھے کہ اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے ان کی فوجیں نکل گئیں تو ہما افغانستان میں خان نے مغربی میڈیا اور علمی حلقوں کے کے وکیل کا کردار اختیار کیا ہے۔ انہوں نے Threat Of Islam) جیسی کتابیں لکھ میں نہیں آسکے جن کے نزدیک مسلمان کنا محض واہمہ ہے۔ اس سلسلے میں جان روف نام ہیں۔“

۱۰ م آباد، اکتوبر ۱۹۹۷ء تا مارچ ۱۹۹۸ء)

دام القرئی یونیورسٹی مکہ مکرمہ

ی مجروح نہ ہو۔ کروڑوں انسانوں کے

زادی تقریر کا پیدائشی حق ایسے شخص کو ان سے کہنے کہ آزادی تقریر سے فائدہ دینی، اندراجی کو مغلطات سنائیں۔ پھر کے حدود کیا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ لندن ہوتا ہے۔ جو چاہے، جس کو بھی چاہے بت مریم اور ملکہ وقت کے خلاف ایک

از ڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی)

وحید الدین خان نے بار بار یہ بات دہرائی ہے کہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اگر صلح و جنگ کے درمیان اختیار کرنے کا معاملہ ہو تو صلح کو اختیار کرنا لازمی ہے۔ یہ تعلیم انہوں نے سیرت نبویؐ کے تمام غزوات سے آنکھیں بند کر کے محض صلح حدیبیہ کو اپنے مخصوص زاویہ نظر سے دیکھ کر اخذ کی ہے۔ ورنہ سیرت نبویؐ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عہد نبویؐ کے بیشتر غزوات اقدامی تھے، دفاعی نہیں تھے۔ فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان صلح کی پیشکش لے کر آتے ہیں اور صلح کرنے کے لیے پورا زور صرف کر دیتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسترد فرما دیا۔

ان واقعات سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ صلح ہر حال میں اور ہر قیمت پر مطلوب نہیں ہے اور جہاد صرف دفاعی نہیں ہو تا بلکہ اقدامی بھی ہو تا ہے۔ ان حقائق کے باوجود وحید الدین خان صرف دفاعی جہاد کو جائز اور صلح کو ہر قیمت پر لازم قرار دیتے ہیں۔

(اس نظریہ کے لیے مزید دیکھیے ”الرسالہ“ جنوری ۱۹۸۹ء اور فروری ۱۹۹۰ء) صلح حدیبیہ کے واقعہ میں غور و فکر کے لیے ایک پہلو بہت اہم ہے۔ وہ یہ کہ اگر صلح حدیبیہ اسلام کی ان عمومی تعلیمات کی روشنی میں وجود میں آتی جس کی تبلیغ و تلقین آپؐ نے سالہا سال سے صحابہ کرامؓ کو فرمائی تھی تو صحابہ کرامؓ کے رنج و الم کی وہ کیفیت نہ ہوتی، جس کا تذکرہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے۔ اگر اسلام کی یہ مستقل تعلیم ہوتی کہ صلح ہر حال میں مطلوب و پسندیدہ ہے تو خواہ دب کر اور فریق مخالف کی ایک طرف شرائط پر ہو تو صحابہ کرامؓ کو صلح حدیبیہ پر استعجاب نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ بے پایاں مسرت ہونی چاہیے تھی۔ حالانکہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دفعات پر صلح کی تھی ان کی بنا پر لوگ سخت رنجیدہ تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا گویا رنج و غم کی شدت سے ہلاک ہو جائیں گے۔ (سیرت ابن ہشام)

صحابہ کرامؓ کا یہ تاثر اور حسرت و افسوس اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حدیبیہ میں جس طرح صلح کی گئی، وہ اسلام کی مثالی اور دائمی تعلیم نہیں تھی بلکہ ان مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ صلح انجام پائی۔ صلح حدیبیہ اور اس کی دفعات کو مسلمانوں کے لیے ہر زمانے اور تمام حالات میں مطلوب قرار دینا کتاب و سنت کی تعلیمات اور سیرت نبویؐ سے افسوس ناک حد تک ناواقفیت کی بات ہے۔ صلح حدیبیہ کے چند سال بعد ۸ھ میں فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا جو کفار قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کی بعض دفعات کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ فتح مکہ سے پہلے ابوسفیان کفار مکہ کا نمائندہ بن کر صلح حدیبیہ کی تجدید کرنے مدینہ آیا اور اس نے تجدید صلح کی ہر ممکن کوشش کر لی۔ کبار صحابہؓ کو تجدید صلح کے لیے سفارشی بنانا چاہا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ

و سلم نے اس بات صلح اسلام میں ہر مسترد نہ کرتے۔

وحید الدین ایک ہی آیت کا جہاد نے عربی زبان و ادب آثار سے نا آشنا

خود رو تعلیم و مطالعہ تحریروں کو متباد

وحید الدین دھننے۔ لکھتے ہیں: ”موجود

انہوں نے ”تزک

احوال اس کے

نے عملی اقدامات

مغربی تہذیب کے

کے نقل کے بعد

بے چین ہو کر

وغیرہ۔ یہ سب

کیا جائے نہ کہ

مذکورہ

ہے۔ موصوفہ

کائنات

پسندیدہ مشغلہ

کرتے رہیں

موزوں نہیں

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اگر صلح و جنگ کے درمیان ہے۔ یہ تعلیم انہوں نے سیرت نبویؐ کے تمام کو اپنے مخصوص زاویہ نظر سے دیکھ کر اخذ کی غلطی جانتے ہیں کہ عمد نبویؐ کے بیشتر غزوات سفیان صلح کی پیشکش لے کر آتے ہیں اور صلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسترد فرما

فتح ہوتا ہے کہ صلح ہر حال میں اور ہر قیمت پر لگے اقدامی بھی ہوتا ہے۔ ان حقائق کے باوجود ہر قیمت پر لازم قرار دیتے ہیں۔“

رسالہ ”جنوری ۱۹۸۹ء اور فروری ۱۹۹۰ء) ایک پہلو بہت اہم ہے۔ وہ یہ کہ اگر صلح حدیبیہ آتی جس کی تبلیغ و تلقین آپؐ نے سالہا سال لم کی وہ کیفیت نہ ہوتی، جس کا تذکرہ سیرت کی ذمہ داری کے صلح ہر حال میں مطلوب و پسندیدہ ہے تو ہو تو صحابہ کرام کو صلح حدیبیہ پر استعجاب نہیں۔ حالانکہ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی بنا پر لوگ سخت رنجیدہ تھے۔ ایسا محسوس (سیرت ابن ہشام)

ابا بات کی غمازی کرتا ہے کہ حدیبیہ میں جس س تھی بلکہ ان مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ و وفات کو مسلمانوں کے لیے ہر زمانے اور سات اور سیرت نبویؐ سے افسوس ناک حد بعد ۸ھ میں فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا جو کفار خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ فتح مکہ سے پہلے رنے مدینہ آیا اور اس نے تجدید صلح کی ہر ارشی بنا چاہا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا، نہ صحابہ کرام اس کی سفارش کے لیے آمادہ ہوئے۔ اگر صلح اسلام میں ہر حال میں مطلوب ہوتی تو رسول اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ صلح کی اس پیشکش کو ہرگز مسترد نہ کرتے۔

وحید الدین خان نے اپنی تحریروں سے قرآنی آیات کے ساتھ بدترین کھلواڑ کیا ہے۔ ایک ہی آیت کا جہاں جو مفہوم چاہا بیان کر دیا۔ یہ سب نتیجہ ہے اس بات کا کہ ایک طرف انہوں نے عربی زبان و ادب کے ماہر اساتذہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی۔ دوسری طرف احادیث و آثار سے نا آشنا ہیں۔ اس پر طرف تاشاہیہ ہے کہ اپنے کو دنیا کا واحد مفسر اور مفکر سمجھتے ہیں۔ اس خود رو تعلیم و مطالعہ اور دعویٰ ہمہ دانی نے مل کر قیامت ڈھائی ہے اور موصوف کے خیالات اور تحریروں کو متضاد افکار و نظریات کا جنگل بنا دیا ہے۔

وحید الدین خان کے قلم سے ”تزکیہ“ کی انوکھی تشریح پڑھے اور جدت طرازی پر سر دھنئے۔ لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانہ میں جو مصلحین اٹھے، ان میں مشترکہ طور پر یہ بنیادی خامی پائی جاتی ہے کہ انہوں نے ”تزکیہ“ سے اپنے کام کا آغاز نہیں کیا۔ تقریباً ہر ایک کا یہ حال ہوا کہ مسلمانوں کے کچھ احوال اس کے سامنے آئے اور ان کو دیکھ کر وہ پر جوش طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔ ذہن بنائے بغیر اس نے عملی اقدامات شروع کر دیے۔ کسی نے انگریزی استعمار سے بگاڑ کر جماد آزادی کا نعرہ لگایا، کوئی مغربی تہذیب کے غلبہ کو دیکھ کر میدان عمل میں آگیا، کسی (غازی علم الدین شہید) کو ”شردھانند“ کے قتل کے بعد پیدا ہونے والے حالات نے مجاہد اسلام بنا دیا۔ کوئی شدھی سنگٹھن کی تحریک سے بے چین ہو کر سرگرم عمل ہو گیا، کسی کو مسلم خلافت کے زوال نے جان دینے پر آمادہ کر دیا وغیرہ۔ یہ سب کام کا غیر پیغمبرانہ طریقہ ہے۔ کام کا پیغمبرانہ طریقہ یہ ہے کہ اس کو تزکیہ سے شروع کیا جائے نہ کہ اقدام سے۔“

(”الرسالہ“ نومبر ۱۹۸۵ء، ص ۵۲)

مذکورہ بالا اقتباس میں وحید الدین خان نے آخری دور کے مصلحین کو کھری کھری سٹائی ہے۔ موصوف کو اقبال مرحوم کے نظریہ احتساب کائنات پر کتابی اعتراض ہو لیکن احتساب کائنات۔۔۔۔۔ بلکہ ”استخفاف کائنات“ کو خان صاحب اپنا پیدائشی حق تصور کرتے ہیں اور یہ ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اپنا وظیفہ پورا کرنے کے لیے اگر موصوف زندوں اور مردوں پر تہربازی کرتے رہیں تو اس ”دور حریت“ میں ان پر کون تہم لگا سکتا ہے۔ لیکن ان کے لیے یہ بات قطعاً موزوں نہیں تھی کہ اپنے ”شغل استخفاف“ کو مستند اور باوزن بنانے کے لیے قرآنی الفاظ و

اصطلاحات کے معانی تبدیل کرنے لگیں۔ تزکیہ، قرآن و سنت کی ایک معروف اصطلاح کو نیا معنی پہناتے وقت خاں صاحب پر لازم تھا کہ احادیث و آثار، ذخیرہ تفسیر و لغت سے کوئی ایک سند تو پیش کرتے لیکن موصوف کی مجبوری یہ ہے کہ وہ طبع زاد تفسیر کے لیے سند کہاں سے مہیا کریں۔

### وحید الدین کی اقبال شناسی

”شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کی خدمات اور افکار و نظریات سے ہندوپاک کے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی پرمغز مفکرانہ شاعری سے مغربی تہذیب کا سحر توڑا۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا اسلام پر اعتماد بحال کیا، اسلام کے شاندار ماضی کی جھلکیاں پیش کر کے مسلمانوں کی مایوسی اور جمود کو توڑا، نوجوانوں کے دلوں میں امید کے چراغ روشن کیے اور ان میں فکر و عمل کا جذبہ اور جدوجہد کا حوصلہ پیدا کیا۔ علامہ اقبال مرحوم کا زمانہ وہ ہے جب مغربی تہذیب کی چمک دکھانگاہوں کو خیرہ کر رہی تھی اور عصری درسگاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوان اپنے ماضی سے بدگمان ہو رہے تھے۔ اسلام سے ان کا اعتماد ختم ہو رہا تھا اور ان کے افکار و خیالات میں تلاطم برپا تھا۔ اس نازک دور میں علامہ اقبال کی شاعری نے نوجوانوں کو سنبھالادیا، مغربی تہذیب کی غارتگری سے بڑی حد تک انہیں محفوظ رکھا اور انہیں مایوسی کے سمندر سے نکال کر جدوجہد کی شاہراہ پر لاکھڑا کیا۔

علامہ اقبال کی خدمات خواہ کتنی عظیم ہوں پھر بھی وہ انسان تھے، معصوم فرشتہ نہیں تھے، ان کے اشعار و افکار میں غلطیاں ہو سکتی ہیں، ان کی کتاب، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ میں پیش کیے گئے بعض نظریات پر سخت تنقیدیں کی گئی ہیں۔ ان کے بعض اشعار پر بھی لسانی اور نظریاتی تنقیدیں کی گئی ہیں لیکن تنقید کے لیے کوئی بنیاد ہونی چاہیے۔ اگر کوئی شخص یہ تنقید کرنے لگے کہ علامہ اقبال نے مسلمانوں میں مایوسی پیدا کی تو یہ تنقید اسی طرح حقیقت کو منہ چڑھانا ہے۔ جس طرح یہ کہنا کہ علامہ اقبال شاعری نہیں تھے۔

اکتوبر ۱۹۸۲ء کے ”الرسالہ“ میں وحید الدین خان نے لکھا ہے:

”مولانا شبلی نعمانی سے کسی نے پوچھا کہ بڑا آدمی بننے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ انہوں نے

جواب دیا: کسی بڑے آدمی کے اوپر کچھ اچھا لانا شروع کر دو۔“ (ص ۵)

علامہ شبلی کا بیان کردہ نسخہ وحید الدین خان کو بہت پسند آیا لیکن چونکہ انہیں صرف ”بڑا آدمی“ نہیں بننا تھا بلکہ ”سب سے بڑا آدمی“ بننا تھا۔ اس لیے انہوں نے ”کسی بڑے آدمی“ پر کچھ اچھا لانی کافی نہیں سمجھی بلکہ کوشش کی کہ تمام بڑوں کو اپنی کچھڑے نوازیں، چنانچہ بقول شاعر:

علامہ اقبال  
خان کی نوازشات  
ان صفحات  
کیے جاتے ہیں۔

ترکش مارا خدا

وحید الدین

”ایک

تعریف کرتے

موجودہ مسلمان

ہو گا، مگر جہاں

ہوئے کہا کہ اقبال

اس

کی بربادی)۔

جو صلگی پیدا

کہا کہ اقبال

زندہ ہے۔

کہتے تو اس۔

جو صلگی کے

علامہ

اور علمی

”ترکش مار

خان کو اس

شاید انہوں

علامہ اقبال

قرآن و سنت کی ایک معروف اصطلاح کو نیا معنی دیا گیا۔ ذخیرہ تفسیر و لغت سے کوئی ایک سند تو پیش کرنا پڑے گی۔ لہذا تفسیر کے لیے سند کہاں سے میا کریں۔

ت اور افکار و نظریات سے ہندو پاک کے اہل علم و فکرانہ شاعری سے مغربی تہذیب کا سحر توڑا۔ تعلیم کے شاندار ماضی کی جھلکیاں پیش کر کے مسلمانوں کی امید کے چراغ روشن کیے اور ان میں فکر و عمل کا ماحول پیدا کیا۔ وہ ہے جب مغربی تہذیب کی چمک لگا ہوگی۔ تعلیم حاصل کرنے والے مسلم نوجوان ان کا اعتماد ختم ہو رہا تھا اور ان کے افکار و خیالات اقبال کی شاعری نے نوجوانوں کو سنبھالا دیا، مغربی محفوظ رکھا اور انہیں مایوسی کے سمندر سے نکال کر

ہوں پھر بھی وہ انسان تھے، معصوم فرشتہ نہیں تھے، ان کی کتاب، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ میں پیش ہیں۔ ان کے بعض اشعار پر بھی سانی اور نظریاتی ہونی چاہیے۔ اگر کوئی شخص یہ تنقید کرنے لگے کہ یہ تنقید اسی طرح حقیقت کو منہ چڑھانا ہے۔ جس

الذین خان نے لکھا ہے:

کہ بڑا آدمی بننے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ انہوں نے شروع کر دو۔“ (ص ۵)

خان کو بہت پسند آیا لیکن چونکہ انہیں صرف ”بڑا بنانا تھا۔ اس لیے انہوں نے ”کسی بڑے آدمی“ پر نام بڑوں کو اپنی کچھڑ سے نوازیں، چنانچہ بقول شاعر:

ٹوک نے اس کے صید نہ چھوڑے زمانے میں  
علامہ اقبال بھی چونکہ ”بڑے آدمی“ ہونے کے ”مجرم“ تھے، اس لیے وہ بھی وحید الدین  
خان کی نوازشات سے محفوظ نہ رہ سکے۔  
ان صفحات میں وحید الدین خان کی ”اقبال شناسی“ یا ”اقبال نوازی“ کے چند نمونے پیش  
کیے جاتے ہیں۔

### ترکش مار اشدنگ آخریں

وحید الدین خان مارچ ۱۹۸۹ء کے ”الرسالہ“ میں سزا افغانستان کے ذیل میں لکھتے ہیں:  
”ایک صاحب اقبال کے فارسی کلام سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے اقبال کی  
تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کو حوصلہ دیا۔ اگر اقبال نہ ہوتے تو  
موجودہ مسلمان بے حوصلہ ہو کر رہ جاتے۔ میں نے کہا کہ اقبال نے شاعرانہ ترنم تو قوم کو ضرور دیا  
ہو گا، مگر جہاں تک حوصلہ کا تعلق ہے، ان کے کلام نے برعکس کام کیا ہے۔ میں نے مثال دیتے  
ہوئے کہا کہ اقبال نے نیپو کے بارے میں کہا کہ وہ ہماری ترکش کے آخری تیر تھے۔

### ترکش مار اشدنگ آخریں

اس شعر کی روشنی میں دیکھئے تو سلطان نیپو کی شکست (بالفاظ دیگر مسلمانوں کی عسکری قوت  
کی بربادی) کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے پاس گویا کچھ نہیں رہا۔ یہ تصور کتنی زبردست پست  
حوصلگی پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ کے خیال میں اقبال کو کیا کہنا چاہیے تھا۔ میں نے  
کہا کہ اقبال کو کہنا چاہیے تھا۔ کہ نیپو کی عسکری طاقت ختم ہو گئی تو غم کی بات نہیں، اسلامی دعوت  
زندہ ہے۔ تم اسلامی دعوت کو لے کر اٹھو اور اس کے ذریعہ دنیا کو مسخر کر لو۔ اقبال اگر یہ بات  
کہتے تو اس سے مسلمانوں کو رہنمائی ملتی۔ مگر نیپو کو ”آخری تیر“ کہہ کر انہوں نے مسلمانوں کو بے  
حوصلگی کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔“ (”الرسالہ“ مارچ ۱۹۸۹ء ص ۴۱)

علامہ اقبال مرحوم پر وحید الدین خان کی یہ تنقید خود موصوف کی شعر ”اقبال شناسی  
اور علمی سطح کو بے نقاب کر دیتی ہے۔ اس تنقید کا پہلا لطیفہ یہ ہے کہ علامہ اقبال کا یہ مصرعہ  
”ترکش مار اشدنگ آخریں“ سلطان نیپو کے بارے میں نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ وحید الدین  
خان کو اس شعر کے دوسرے مصرعہ کا علم ہی نہیں ہے، موصوف بس ایک مصرعہ لے اڑے۔  
شاید انہوں نے کہیں یہ بھی سن لیا ہو گا کہ یہ شعر سلطان نیپو کے بارے میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ  
علامہ اقبال نے یہ مصرعہ اور نگ زیب عالمگیر کے بارے میں کہا ہے۔ اگلی سطروں میں یہ پورا شعر

اور اس سے پہلے اور بعد کے اشعار اردو ترجمہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔  
 شاہ عالمگیر گردوں آستان اعتبار دودمان گورگاں  
 بادشاہ عالمگیر کا مقام بہت بلند ہے مغل سلاطین کے خاندان کی آبرو ہیں۔  
 پایہ اسلامیاں برتر از احترام شرع پیغمبر از  
 اہل اسلام کا مقام اس وجہ سے بلند ہے۔ اس کی ذات سے پیغمبر کی شریعت کا  
 احترام ہے۔

درمیان کار زار کفر و دین ترکش مار اٹھنگ آخریں  
 کفر و اسلام کے جنگ کے درمیان میرے ترکش کا آخری تیر تھا۔  
 حتم الحادے کہ اکبر پرورد باز اندر فطرت دارا دمید  
 اکبر نے الحاد کا جو بیج بویا تھا۔ پھر وہی بیج دارا کی طبیعت میں چکا  
 شیخ دل در سینہ با روشن نبود ملت ما از فساد ایمن نبود  
 سینوں میں دل کی جو شمع روشن نہیں تھی۔ ہماری ملت فساد سے محفوظ نہیں تھی۔  
 حق گزید از ہند عالمگیر را آن فقیر صاحب ششیر را  
 اللہ تعالیٰ نے ہندوستان سے عالمگیر کو چننا وہ مرد فقیر جو صاحب شمشیر تھا  
 ازپے احیائے دین مامور کرد بہر تجدید یقین مامور کرد  
 اسے احیاء دین کے لیے مامور کیا اور یقین کی تجدید کے لیے مامور کیا  
 برق تیش خرمین الحاد سوخت شیخ دین در محفل ما بر فروخت  
 اس تلوار کی بجلی نے خرمین الحاد کو جلا دیا۔ ہماری محفل میں دین کی شمع روشن کر  
 دی

کور ذوقاں داستانما ساختد وسعت ادراک او شناختد  
 کور ذوقوں نے داستانیں تراشی ہیں۔ اس کے ادراک کی وسعت کو نہیں پہچان  
 سکے  
 شعلہ توحید را پروانہ بود چون براہیم اندریں سخانہ بود  
 توحید کے شعلہ کا پروانہ تھا۔ اس بت خانہ میں ابراہیم کی طرح تھا۔  
 در صف شاہشاں یکتا سے  
 فقر او از تریش پیدا سے  
 شہنشاہوں کی صف میں یکتا ہے۔ اس کا فقر اس کی تربت سے ظاہر ہے۔ (”کلیات

اقبال“ فارسی“ ان اشعار کو پڑھیں  
 شعر اور نگ زیب عالمگیر  
 عالمگیر کا نام لے کر ان کی  
 آخریں“ کا صحیح مفہوم  
 کرنے اور کفر کو فروغ د  
 دوسرے داعیان اسلام  
 ہوئی۔۔۔ اور نگ زیب  
 اور مغل سلطنت کو خالی  
 عالمگیر کے تجدیدی کار  
 مسلمانوں کا حوصلہ پست  
 شعلہ پورا کرنے کے  
 اٹھنگ آخریں“ سلطنت  
 پست حوصلگی اور مایوسی  
 ہوا“ ہاں خود وحید الدین  
 وحید الدین خان  
 ”میرے نزدیک  
 کے درمیان کوئی تعلق  
 بڑے ذہن مٹی رد  
 ہوتا۔  
 مثال کے طور  
 نفسیات کا شکار تھے۔  
 تمہاری  
 جو شعلہ  
 اس شعر کے  
 اس کا مقدر یہ ہے  
 میں جو بات مستقبل

تہذیب کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔

اعتبار دودمان گورگاں  
سلاطین کے خاندان کی آبرو ہیں۔

احترام شرع پیغمبر ازد  
ہے۔ اس کی ذات سے پیغمبر کی شریعت کا

ترکش مار اشدنگ آخرین  
سے ترکش کا آخری تیر تھا۔

باز اندر فطرت دارا دمید  
دارا کی طبیعت میں چکا

ملت ما از فساد ایمین نبود  
ہماری ملت فساد سے محفوظ نہیں تھی۔

آں فقیر صاحب شمشیر را  
تا وہ مرد فقیر جو صاحب شمشیر تھا

بہر تجدید یقین مامور کرد  
میں کی تجدید کے لیے مامور کیا

شمع دین در محفل ما بر فروخت  
یا۔ ہماری محفل میں دین کی شمع روشن کر

وسعت ادراک او شناختند  
اس کے ادراک کی وسعت کو نہیں پہچان

چوں برائیم اندرین سخنانہ بود  
میں ابراہیم کی طرح تھا۔

س یکن تے  
بتش پیدا تے

نراس کی تربیت سے ظاہر ہے۔ (”کلیات

اقبال ”فارسی“ اسرار و رموز، ص ۹۸-۹۹

ان اشعار کو پڑھنے کے بعد اب شاید کسی کو اس بات میں شبہ باقی نہ رہے کہ علامہ اقبال کا یہ شعر اور نگ زیب عالمگیر کے زمانے کے بارے میں ہے نہ کہ سلطان ٹیپو کے بارے میں۔ اقبال نے عالمگیر کا نام لے کر ان کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔ تمام اشعار کو پڑھ کر ”ترکش مار اشدنگ آخرین“ کا صحیح مفہوم بھی واضح ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کہنا چاہتے ہیں کہ اکبر نے دین اسلام کو ختم کرنے اور کفر کو فروغ دینے کی خاطر جس کارزار کا آغاز کیا تھا اس میں حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے داعیان اسلام کی کوششوں کے بعد اسلام کو بحال کرنا اور نگ زیب عالمگیر کے ذریعہ ہوئی۔ اور نگ زیب عالمگیر نے اکبر کے تمام باقی ماندہ مشرکانہ اور ٹھکانہ اقدامات کا ازالہ کیا اور مغل سلطنت کو خالص اسلامی شریعت پر استوار کیا۔ اقبال کے ان اشعار میں تاریخ ہند میں عالمگیر کے تجدیدی کارنامہ کا اعتراف کیا گیا ہے، ان اشعار میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو اور ان میں افسردگی اور مایوسی پیدا ہو۔ لیکن وحید الدین خان نے اپنا شغل پورا کرنے کے لیے غور و فکر اور تحقیق کے بغیر اول تو یہ دعویٰ کر دیا کہ اقبال نے ”ترکش مار اشدنگ آخرین“ سلطان ٹیپو کے بارے میں کہا۔ اس کے بعد اس مصرعہ کو خود ساختہ معنی پہنا کر پست حوصلگی اور مایوسی پیدا کرنے والا قرار دیا۔ اس تنقید سے علامہ اقبال کا مقام تو پست نہیں ہوا، ہاں خود وحید الدین خان کا قند معلوم ہو گیا۔

وحید الدین خاں اقبال دشمنی میں مزید لکھتے ہیں:

”میرے نزدیک موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس دور میں ان کے درمیان کوئی تخلیقی مفکر (Creative Thinker) پیدا نہ ہو سکا۔ ہمارے تمام بڑے بڑے ذہن منفی رد عمل کا شکار رہے اور منفی رد عمل کی نفسیات کے ساتھ کبھی تخلیقی فکر پیدا نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر اقبال کو لیجئے۔ ان کا کلام بتاتا ہے کہ وہ مغربی تہذیب کے بارے میں منفی نفسیات کا شکار تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا ایک شعر یہ ہے:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی  
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا تا پائیدار ہوگا  
اس شعر کے مطابق مغربی تہذیب کمزور شاخ (بالفاظ دیگر باطل فکر پر) قائم ہے اس لیے اس کا مقدر یہ ہے کہ وہ زوال کا شکار ہو جائے۔ عجیب بات ہے کہ اقبال مغربی تہذیب کے بارے میں جو بات مستقبل کے صحنہ میں کہہ رہے ہیں، اسی بات کو انہوں نے خود مسلم تہذیب کے بارے

میں ماضی کے صیغہ میں بیان کیا ہے یعنی جو حادثہ ان کے نزدیک مغربی تہذیب کے ساتھ آئندہ پیش آنے والا ہے۔ وہ مسلم تہذیب کے ساتھ آج ہی پیش آچکا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا یہ شعر پڑھئے:

رو لے اب دل کھول کر اسے دیدہ خوں ثابہ بار  
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

اقبال اپنی قومی تہذیب کے بارے میں عصبیت کا شکار تھے اور غیر قوم کی تہذیب کے خلاف نفرت میں مبتلا تھے۔ اس لیے وہ تضاد کا شکار ہو گئے۔ اگر وہ نفرت اور تعصب سے بلند ہوتے تو ان کو معلوم ہو تاکہ یہ کمزور شاخ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ فطرت کے قانون کا معاملہ ہے۔ اسلام اپنے اصول کے اعتبار سے بلاشبہ ایک ابدی صداقت ہے۔ مگر مسلمان مادی اور سیاسی معنوں میں جو تاریخ بتائیں اس کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ مادی اور سیاسی تاریخ کا معاملہ ایک قومی معاملہ ہے۔ جس طرح ایک فرد حیاتیاتی اعتبار سے عروج و زوال کا شکار ہوتا ہے۔ اسی طرح قومیں بھی مادی اور سیاسی اعتبار سے عروج اور زوال کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ معاملہ ایک فطری معاملہ ہے۔ جو مسلم قوموں کے ساتھ بھی اس طرح پیش آتا ہے جس طرح دوسری قوموں کے ساتھ۔ مگر اقبال اپنی غیر تخلیقی فکر کی بنا پر اس فطری حقیقت کو سمجھنے سے معذور رہے۔

(ص ۲۵ "الرسالہ" اگست ۱۹۹۸ء)

فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں وحید الدین ننان کا موقف

ہندوستانی مسلمانوں کو جو سنگین مسائل و مشکلات درپیش ہیں ان سے پورا عالم اسلام کچھ نہ کچھ واقف ہے، سب سے نازک اور حساس مسئلہ فسادات کا ہے۔ یہ فسادات محض گروہی تصادم نہیں ہوتے بلکہ منصوبہ بند قتل عام اور نسل کشی ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں متعدد انتہا پسند جارج ہندو تنظیمیں قائم ہیں جو ان فسادات کے منصوبے بناتی ہیں، ہندو نوجوانوں کو عسکری تربیت دیتی ہیں۔ ان کے دل و دماغ فرقہ وارانہ جذبات سے مسموم کرتی ہیں، مقامی پولیس اور انتظامیہ سے ان کی ساز باز ہوتی ہے، کسی معمولی واقعہ کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے۔ بہت سے انصاف پسند غیر مسلم صحافی بھی اپنے جائزوں میں ان فسادات کے منصوبہ بند ہونے اور مسلمانوں کی نسل کشی ہونے کا اعتراف کر چکے ہیں۔ ابھی چند مہینے پہلے صوبہ بہار کے شہر بھاگپور اور اس کے مضافات میں ہولناک ترین فساد ہوا۔ جس میں ہزاروں مسلمانوں کو پوری شقاوت اور بے دردی سے شہید کیا گیا۔ لرزہ خیز مظالم کیے گئے، ان کی معاشیات کو برباد کیا گیا۔

ادھر دوس  
روابط بڑھے ہیں  
بظاہر دعوتی جذبہ  
موصوف موثر بنے  
میں ان کا نقطہ نظر  
پر لیں ان کے بیانات  
پر اپنی تحریروں  
ہیں، مسلمانوں کا  
فسادات منظم  
اقتباسات ملاحظہ  
"ہندو"

آغاز ہمیشہ کسی  
مسلمان کے در  
ہوتا ہے کہ یہ  
در پوزیشن میں  
ایک کے بدلے  
"ہندو"

مسلمان اپنی  
کے بعد مطلوب  
شروع ہوتا  
کی سب سے  
ہیں، سب  
رہتے ہیں۔  
کو اپنی زبان  
ہیں۔" (ا)  
خلاف ہو

حادثہ ان کے نزدیک مغربی تہذیب کے ساتھ آئندہ پیش  
تہ آج ہی پیش آچکا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کا یہ شعر

محول کر اے دیدہ خوں ثابہ بار

ہے تہذیب تجازی کا مزار

میں عصیت کا شکار تھے اور غیر قوم کی تہذیب کے خلاف  
ار ہو گئے۔ اگر وہ نفرت اور تعصب سے بلند ہوتے تو ان  
نہیں ہے بلکہ یہ فطرت کے قانون کا معاملہ ہے۔ اسلام  
ی صداقت ہے۔ مگر مسلمان مادی اور سیاسی معنوں میں  
— ہے۔ مادی اور سیاسی تاریخ کا معاملہ ایک قومی معاملہ  
سے عروج و زوال کا شکار ہوتا ہے۔ اسی طرح قومیں بھی  
کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ معاملہ ایک فطری معاملہ ہے۔ جو  
آتا ہے جس طرح دوسری قوموں کے ساتھ۔ مگر اقبال  
کو سمجھنے سے معذور ہے۔

(ص ۲۵ "الرسالہ" اگست ۱۹۹۸ء)

س وحید الدین منان کا موقف

مائل و مشکلات در پیش ہیں ان سے پورا عالم اسلام کچھ  
حساس مسئلہ فسادات کا ہے۔ یہ فسادات محض گروہی  
اور نسل کشی ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں متعدد انتہا پسند  
کے منصوبے بناتی ہیں، ہندو نوجوانوں کو عسکری ٹریننگ  
جذبات سے مسموم کرتی ہیں، مقامی پولیس اور انتظامیہ  
واقعہ کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی  
بھی اپنے جائزوں میں ان فسادات کے منصوبہ بند ہونے  
ف کر چکے ہیں۔ ابھی چند مہینے پہلے صوبہ بہار کے شہر  
ترین فساد ہوا۔ جس میں ہزاروں مسلمانوں کو پوری  
زہ خیز مظالم کیے گئے، ان کی معاشیات کو برباد کیا گیا۔

اور دس بارہ سالوں سے ہندو تنظیموں اور مذہبی ہندو شخصیات سے وحید الدین خان کے  
روابط بڑھے ہیں، ان کے پروگراموں میں موصوف شرکت کرتے رہتے ہیں۔ ان کی یہ شرکت  
بظاہر دعوتی جذبہ سے ہوتی ہے لیکن ان کی تحریروں اور بیانات سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ  
موصوف موثر بننے کے بجائے متاثر ہوتے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کے مسلم مسالک کے بارے  
میں ان کا نقطہ نظر ایسا ہوتا جا رہا ہے جو غیر مسلموں کو بے انتہا پسند ہے۔ اسی لیے فرقہ پرست ہندو  
پریس ان کے بیانات کو جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ اب موصوف فسادات کے موضوع  
پر اپنی تحریروں میں مسلسل یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ ان فسادات کے اصل ذمہ دار مسلمان  
ہیں، مسلمانوں ہی کی اشتعال انگیزی، جذباتیت اور نا عاقبت اندیشی سے یہ فسادات پھوٹنے ہیں،  
فسادات منظم سازش اور منصوبہ بندی کے تحت نہیں ہوتے، بلکہ اتفاقی طور پر ہوتے ہیں، چند  
اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں یہ بات تقریباً ثابت شدہ ہے کہ اس کا  
آغاز ہمیشہ کسی مسلمان کی اشتعال انگیز کارروائی سے ہوتا ہے۔ یہ معاملہ ابتداً ایک ہندو، ایک  
مسلمان کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں ہی کے پیدا کردہ حالات کے نتیجے میں ایسا  
ہوتا ہے کہ یہ انفرادی واقعہ بہت جلد قومی واقعہ بن جاتا ہے۔ اب ہندو چونکہ اس ملک میں طاقت  
در پوزیشن میں ہے، اس کا رد عمل مسلمان کے حق میں بڑا ہولناک ثابت ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو  
ایک کے بدلے میں ایک سو کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔" (الرسالہ ستمبر ۱۹۸۷ء ص ۱۳)

"ہندوستان کا تقریباً ہر فرقہ دارانہ فساد مسلمانوں کی بے مبری سے شروع ہوتا ہے۔  
مسلمان اپنی مخصوص نفسیات کی بنا پر چھوٹی سی خلاف مزاج بات پر مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور اس  
کے بعد معلوم اسباب کے تحت وہ دو قوموں کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ دونوں کے درمیان ٹکراؤ  
شروع ہوتا ہے۔ جس میں نقصان ہمیشہ مسلمانوں کے حصہ میں آتا ہے۔ ان فسادات کو ابھارنے  
کی سب سے زیادہ ذمہ داری مسلم قائدین پر ہے۔ مسلمانوں میں جتنے بھی لکھنے اور بولنے والے  
ہیں، سب متفقہ طور پر جہاد کی باتیں کرتے ہیں، وہ مسلمانوں کے اندر برابر لڑنے کا مزاج بناتے  
رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی نہیں معلوم کہ قرآن میں مبرکی بھی آتیں ہیں۔ تاہم دوسروں  
کو اپنی زبان و قلم سے جہاد پر ابھارنے والے یہ لوگ خود ہمیشہ جہاد کے میدان سے دور رہتے  
ہیں۔" (الرسالہ مئی ۱۹۸۶ء ص ۱۸)

"ہندوستان کے فرقہ دارانہ فسادات میں مسلمانوں کا سارا غصہ ہمیشہ "فسادیوں" کے  
خلاف ہوتا ہے، مگر ذاتی طور پر میں ان فسادات کا ذمہ دار مسلمانوں کو سمجھتا ہوں۔ اس لیے

میرے تمام احساسات کا رخ صرف مسلمانوں کی طرف رہتا ہے۔ مجھے مسلمانوں کی حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ وہ حقائق کی دنیا میں حقائق سے بالکل بے پروا ہو کر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ ان فسادات کی جڑ میرے نزدیک یہ ہے کہ مسلمانوں نے ملک کو تقسیم کرایا، مگر وہ تقسیم کے نتائج قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ملک کو ”ہندو انڈیا“ اور ”مسلم انڈیا“ میں تقسیم کرنے کا لازمی مطلب یہ تھا کہ مسلمان ”ہندو انڈیا“ میں اپنے لیے نمبر ۲ کی حیثیت قبول کرنے پر راضی ہیں۔ اگر مسلمانوں نے خود اپنے عمل کے اس نتیجہ کو ۱۹۴۷ء کے بعد قبول کر لیا ہو تا تو حالات معمول پر آجاتے اور ملک کی تاریخ فرقہ وارانہ فساد کے بجائے فرقہ وارانہ تعمیر کی تاریخ ہوتی۔ (الرسالہ مئی ۱۹۸۷ء ص ۳۵)

وحید الدین خان نے تقسیم ہند کی ذمہ داری یکطرفہ طور پر مسلمانوں کے سر ڈال دی ہے۔ حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے ملک کے ایک وفاقی ڈھانچے پر (جس میں صوبوں کو اکثر معاملات میں خود مختاری دی گئی تھی) مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ خود کانگریس کے صدر جواہر لال نہرو کے بعض غیر ذمہ دارانہ بیانات اور بعض طے شدہ دفعات کی خلاف ورزی کی وجہ سے تقسیم ملک کا المیہ پیش آیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب ”آزادی ہند“ میں نہرو اور گاندھی پر تقسیم ملک کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

وحید الدین خان مسلمانوں کے خلاف مزید لکھتے ہیں:

”موجودہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ کوئی شخص یا گروہ اگر ذرہ بھی ان کے خلاف مزاج بات کرے تو وہ فوراً مشتعل ہو کر اس سے لڑنے لگتے ہیں۔۔۔۔۔ کوئی ان کی مسجد کی دیوار پر رنگ ڈال دے۔ ان کی نماز کے وقت کوئی گھنٹہ بجا دے۔ کسی کاجلوس ان کے محلہ کی سڑک سے گزر جائے۔ کوئی ایسا نعروں لگا دے جو ان کے قومی وقار کے خلاف ہو۔ کوئی شخص ایک قابل اعتراض بیان اخبار میں چھاپ دے۔ اس قسم کی کوئی ادنیٰ اشتعال انگیزی بھی انہیں مشتعل کر دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ اتنا بے خود ہو جاتے ہیں کہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو لڑائی وہ چھیڑ رہے ہیں، اس میں دوسرا فریق پھری ثابت ہو گا اور وہ خود خربوزہ کی مثال بن کر رہ جائیں گے۔“

بابری مسجد کا مسئلہ

”بابری مسجد کا مسئلہ آج بچے بچے کی زبان پر ہے، بابری مسجد کی بازیابی کے لیے جو طریقہ کار مختلف تنظیموں نے اپنایا ہے، اس سے اختلاف بھی کیا جاسکتا ہے لیکن بابری مسجد تھالی میں سجا کر

مندرجہ ذیل کے لیے پیش کسی حال میں درست نہیں بابری مسجد کے کمرنی راہ اپنانا ضروری ہے جو لائی ۱۹۸۸ء کے تیز و تند مضمون لکھا اور کے دروازے کا پوجا۔ یہ واقعہ بلاشبہ زیادہ غلط تھا۔ کیونکہ بت خانہ میں تبدیل کر علیہ وسلم اور آپ۔ زمانہ کے مسلمانوں۔ رسول اللہ ﷺ لگادی۔

بابری مسجد کا دھرتا، ریلی، ایجی ٹیشن طریقہ یہ تھا کہ جبکہ دلوں میں توحید کو دانا بابری مسجد۔ اس کا اسلام سے کو بیروی۔ (الرسالہ غیر مسلمانوں کی دا ہوں یا پر امن ہوں ذمہ داری نہیں کہ جدوجہد کریں؟

مندرجہ ذیل کے لیے پیش کر دینا اور بازیابی کی جدوجہد سے دست کش ہو جانا، مسلمانوں کے لیے کسی حال میں درست نہیں۔

بابری مسجد کے مسئلہ میں بھی وحید الدین خان کے لیے تمام مسلم علماء اور قائدین سے ہٹ کر نئی راہ اپنانا ضروری تھا تاکہ ”شوق انفرادیت“ کی تسکین کا سامان ہو جائے۔ چنانچہ موصوف نے جولائی ۱۹۸۸ء کے ”الرسالہ“ میں ”قیادت کا دیوالیہ پن“ کے عنوان سے دس صفحات کا بڑا حیرت مند مضمون لکھا اور ڈسٹرکٹ جج فیض آباد کے عدالتی حکم سے فروری ۱۹۸۶ء میں بابری مسجد کے دروازے کا پوجا کے لیے تالا کھولے جانے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا:

”یہ واقعہ بلاشبہ غلط تھا۔ مگر اس کے بعد مسلمانوں نے جو کچھ کیا وہ یقینی طور پر اس سے بھی زیادہ غلط تھا۔ کیونکہ وہ سنت رسولؐ کے خلاف تھا۔ قدیم مکہ میں کعبہ کے مقدس ترین خانہ خدا کو بت خانہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ اسی نوعیت کا سخت تر مسئلہ تھا۔ مگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے ان طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا جو موجودہ زمانہ کے مسلمانوں نے سیاست پسند لیڈروں کی پیروی میں اختیار کیا ہے۔ کعبہ کے مذکورہ مسئلہ کو رسول اللہ ﷺ نے قوی لڑائی کا عنوان نہیں بنایا۔ بلکہ اپنی ساری توجہ انسانی ضمیر کو جگانے پر لگادی۔

بابری مسجد کا مسئلہ پیدا ہونے کے بعد مسلمانوں نے یہ کیا کہ انہوں نے ہندو کی گرفتاری، دھرتا، ریلی، ایچی ٹیشن، جلسوں اور تقریروں کے ہنگامے جاری کر دیے، مگر رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جبکہ مشرکین نے خانہ خدا میں بت داخل کر رکھے تھے۔ آپؐ نے ان مشرکین کے دلوں میں توحید کو داخل کرنے کی مہم شروع کر دی.....

بابری مسجد کے معاملہ میں مسلمانوں نے جو ہنگامہ برپا کیا، وہ سراسر ایک قومی ہنگامہ ہے، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ استحصالی پسند لیڈروں کی پیروی ہے نہ کہ خدا کے پیغمبر کی پیروی۔“ (الرسالہ جولائی ۱۹۸۸ء ص ۱۸)

غیر مسلموں کے دلوں میں توحید داخل کرنے کی مہم یہ الفاظ دیگر ان میں اسلام کی دعوت و تبلیغ مسلمانوں کی دائمی اور مستقل ذمہ داری ہے، خواہ مشرکین مسجدوں میں بت داخل کر رہے ہوں یا پر امن ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر مسجد کو مندر میں تبدیل کیا جا رہا ہو تو کیا مسلمانوں کی ذمہ داری نہیں کہ مزاحمت کریں اور ہر جائز و ممکن طریقہ اختیار کر کے مسجد کو مسجد باقی رکھنے کی جدوجہد کریں؟

رہتا ہے۔ مجھے مسلمانوں کی حالت پر بے پرواہ ہو کر زندہ رہنا چاہیے ہیں۔

انہوں نے ملک کو تقسیم کر لیا، مگر وہ تقسیم کر لیا اور ”مسلم انڈیا“ میں تقسیم کرنے کا لیے نمبر ۲ کی حیثیت قبول کرنے پر راضی ہوئے۔ ۱۹۴۷ء کے بعد قبول کر لیا ہو تا تو حالات بجائے فرقہ وارانہ تعمیر کی تاریخ ہوتی۔

طور پر مسلمانوں کے سر ڈال دی ہے۔ بلکہ وفاقی ڈھانچے پر (جس میں صوبوں کو کالگریس دونوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ خود نہ بیانات اور بعض طے شدہ دفعات کی مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی کتاب دی ذالی ہے۔

لرہہ اگر ذرہ بھی ان کے خلاف مزاج ..... کوئی ان کی مسجد کی دیوار پر رنگ جلوس ان کے محلہ کی سڑک سے گزر ہو۔ کوئی شخص ایک قابل اعتراض گیزی بھی انہیں مشتعل کر دینے کے کہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو لڑائی وہ خود خربوزہ کی مثال بن کر رہ جائیں

مسجد کی بازیابی کے لیے جو طریقہ کار ہے لیکن بابری مسجد تھالی میں سجا کر

## معرفۃ انی اور وحید الدین خان

”سربراہان مملکت میں لیبا کے معرفۃ انی کی شخصیت اپنا مخصوص رنگ و آہنگ رکھتی ہے۔ ان کے غیر متوازن بیانات، ناہموار افکار اور پریشان خیالات ان کی بدورتہ شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ معرفۃ انی نے کیونزم، جمہوریت، سوشلزم، اباہیت وغیرہ کے مختلف اجزا کو جمع کر کے ایک نیا عالمی نظریہ تشکیل دینا چاہا ہے، جس کے خدوخال زیادہ واضح نہیں ہیں اور یہ نظریہ اپنے بے ہنگم، غیر مربوط اجزا کی بنا پر نظریہ سازی پریشان خیالی اور فکر عدم توازن کی غمازی کرتا ہے۔“

سربراہان مملکت میں وحید الدین خان کو معرفۃ انی سے قربت و عقیدت ہے۔ لیبا کے ذریعہ وحید الدین خان کا بلاد عربیہ میں تعارف ہو اور بلاد عربیہ میں سب سے زیادہ انہوں نے لیبا ہی کے اسفار کیے۔ ”مادی“ نقطہ نظر سے موصوف کا معرفۃ انی سے رابطہ زیادہ قابل اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن حیرت اس پر ہے کہ یہ رابطہ نظریاتی ہم آہنگی تک پہنچ گیا اور وحید الدین خان نے ہندوستان میں معرفۃ انی کے افکار کا پرچار شروع کر دیا۔ ”الکتاب الاخضر“ معرفۃ انی کی وہ کتاب ہے جس میں انہوں نے اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وحید الدین خان نے ”کتاب سبز“ کے نام سے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے ادارہ الدار العلمیہ جمعیتہ بلڈنگ قاسم جان اسٹریٹ نمبر ۶ دہلی سے شائع کرایا۔

”الرسالہ“ کی فائلیں اٹھا کر دیکھ لی جائیں۔ اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے سے لے کر مئی ۱۹۷۸ء کے شمارے تک ماہنامہ ”الرسالہ“ کے آخری صفحہ پر وحید الدین خان کے ادارے الدار العلمیہ جمعیتہ بلڈنگ قاسم جان دہلی نمبر ۶ کی طرف سے ”کتاب سبز“ کا اشتہار پابندی کے ساتھ طے گا۔ بڑی آب و تاب کے ساتھ یہ اشتہار ”الرسالہ“ کے آخری صفحہ پر شائع ہوتا رہا، اشتہار کا ایک پیرا گراف یہ ہے:

”جمہوریہ لیبا کے صدر معرفۃ انی ایک انقلابی مفکر اور عمد ساز شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنے خیالات کو ”الکتاب الاخضر“ میں واضح کیا ہے۔ اس کتاب کے پہلے جزء کا اردو ترجمہ شائع ہو گیا ہے۔ یہ جزء معرفۃ انی کی تشکیل کردہ ”تیسرے عالمی نظریہ“ کے سیاسی پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔“ (الرسالہ مئی ۱۹۷۸ء آخری صفحہ)

افسوس ہے کہ ”الکتاب الاخضر“ کا اردو ترجمہ جو وحید الدین خان نے شائع کیا ہے، ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ لیکن اصل عربی کتاب ہمارے پیش نظر ہے۔ حیرت ہے کہ ماہنامہ ”الرسالہ“ جو وحید الدین کے بقول ”بے آمیز حق“ لوگوں تک پہنچانے کے لیے جاری کیا گیا۔

اس ماہنامہ میں معرفۃ انی  
الاخضر“ نہ صرف سوشلزم  
کھلے ہوئے لہجہ اور  
اسلام“ کے قلم سے ”الکتاب  
کی اشاعت اور ”الرسالہ  
باتیں ناقابل یقین نظر آتی  
ہیں اس لیے کوئی زیادہ  
”الکتاب الاخضر“

ہے۔ دوسری فصل اتنے  
سماجی نقطہ نظر کو پیش کر  
خیالات، کیونزم اور  
ان کا دور کا بھی واسطہ  
وطن روس ہی سے اس  
جس اشتراکی نظام کا  
موجود ہیں جو کارل مارکس  
معرفۃ انی کی

قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ  
بہر حال ایک

تفسیر ناقابل فہم ہے۔  
کتاب کا ترجمہ اور  
اگر کوئی چیز مشترک  
دونوں نے اپنے اپنے  
کے چوکنا دینے والے  
وحید الدین خان دیکھیں

کشمیر کے بارے  
”ایک صا

معمر القذافی کی شخصیت اپنا مخصوص رنگ و آہنگ رکھتی  
انکار اور پریشان خیالات ان کی درتہ شخصیت کی  
سوریت، سوشلزم، اباہیت وغیرہ کے مختلف اجزا کو جمع  
کرنے کے خدوخال زیادہ واضح نہیں ہیں اور یہ نظریہ  
ساز کی پریشان خیالی اور فکر عدم توازن کی غمازی کرتا

معمر القذافی سے قربت و عقیدت ہے۔ لیباہی کے  
ہو اور بلاد عربیہ میں سب سے زیادہ انہوں نے لیبا  
صوف کا معمر القذافی سے رابطہ زیادہ قابل اعتراض نہ  
برآتی ہم آہنگی تک پہنچ گیا اور وحید الدین خان نے  
دور کر دیا۔ ”الکتاب الاخضر“ معمر القذافی کی وہ کتاب  
اور سماجی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وحید الدین خان  
س ترجمہ کیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے ادارہ  
مرا دہلی سے شائع کرایا۔

اگست ۱۹۷۷ء کے شمارے سے لے کر مئی  
آخری صفحہ پر وحید الدین خان کے ادارے الدار  
سے ”کتاب سبز“ کا اشتہار پابندی کے ساتھ طے  
رسالہ“ کے آخری صفحہ پر شائع ہوا، اشتہار کا

انتخابی مفکر اور عمد ساز شخصیت ہیں۔ انہوں نے  
ہا ہے۔ اس کتاب کے پہلے جزء کا اردو ترجمہ شائع  
”تیسرے عالمی نظریہ“ کے سیاسی پہلو کو اجاگر کرتا

اردو ترجمہ جو وحید الدین خان نے شائع کیا ہے  
کتاب ہمارے پیش نظر ہے۔ حیرت ہے کہ ماہنامہ  
زحقی“ لوگوں تک پہنچانے کے لیے جاری کیا گیا۔

اس ماہنامہ میں معمر القذافی کی ”الکتاب الاخضر“ کے لیے نمائش کہاں سے نکل سکی۔ ”الکتاب  
الاخضر“ نہ صرف سوشلزم، کمیونزم اور اباہیت کے متعفن نظریات کا ملغوبہ ہے بلکہ اس کتاب میں  
کھلے ہوئے لہجہ اور اسلام دشمن نظریات پائے جاتے ہیں۔ وحید الدین خان جیسے ”داعی  
اسلام“ کے قلم سے ”الکتاب الاخضر“ کا ترجمہ اور ان کے ادارے الدار الطیبیہ کی جانب سے اس  
کی اشاعت اور ”الرسالہ“ جیسے دعوت اسلامی کے علمبردار ماہنامہ میں اس کے اشتہار یہ سب  
باتیں ناقابل یقین نظر آتی ہیں۔ لیکن اس مادی دنیا میں ایسے ناقابل یقین واقعات ہوتے ہی رہتے  
ہیں، اس لیے کوئی زیادہ حیرت کی بات نہیں۔

”الکتاب الاخضر“ میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں سیاسی نظریہ اور نظام پیش کیا گیا  
ہے۔ دوسری فصل اقتصادی مشکلات سے بحث کرتی ہے اور تیسری فصل تیسرے عالمی نظریہ کے  
سماجی نقطہ نظر کو پیش کرتی ہے۔ پوری کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معمر القذافی کے  
خیالات، کمیونزم اور اباہیت کی گہری ہوئی شکلیں ہیں، یہ نظریات سراسر لہجہ نہ ہیں، اسلام سے  
ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، وہی کمیونزم جو اب مکمل طور پر ٹیل ہو چکا ہے اور اس کے اصل  
وطن روس ہی سے اس کا جنازہ نکل چکا ہے، اس کی ترجمانی اس کتاب میں ملتی ہے۔ اس کتاب میں  
جس اشتہار کی نظام کا خاکہ پیش کیا گیا ہے اس میں وہی ساری بے اعتدالیوں کچھ اضافے کے ساتھ  
موجود ہیں جو کارل مارکس اور لینن کے نظریات میں پائی جاتی ہیں۔

معمر القذافی کی لادینیت اس بات سے بھی روشن ہو جاتی ہے کہ انہوں نے نماز کو دروش  
قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو الکتاب الاخضر کا صفحہ ۸۵، ۸۶)

بہر حال ایک داعی اسلام کے قلم سے معمر القذافی کے لہجہ انداز و خیالات کی ترجمانی اور  
تشہیر ناقابل فہم ہے۔ خدا جانے کیا وہ محرکات تھے۔ جنہوں نے وحید الدین خان کو معمر القذافی کی  
کتاب کا ترجمہ اور ان کے خیالات کی تشہیر پر آمادہ کیا۔ مجھے معمر القذافی اور وحید الدین خان میں  
اگر کوئی چیز مشترک نظر آتی ہے تو یہ دونوں کے افکار و خیالات کا عدم توازن اور بے ربطی ہے۔  
دونوں نے اپنے اپنے میدانوں میں پریشان خیالی، فکری انتشار اور شذوذ کا مظاہرہ کیا ہے۔ دونوں  
کے چونکا دینے والے خیالات، اپنے اپنے میدانوں میں عجوبہ ثابت ہوئے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ  
وحید الدین خان دینی حلقہ کے معمر القذافی ہیں۔ یہی ان دونوں کے درمیان نقطہ اتحاد ہے۔

کشمیر کے بارے میں وحید الدین خاں کے نظریات

”ایک صاحب نے کشمیر کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے کہا کہ الجمعیت کے زمانہ (۱۹۶۷ء)

سے میں ایک ہی بات کتنا رہا ہوں وہ یہ کہ کشمیر کا مسئلہ ۱۹۴۷ء میں طے ہو چکا۔ اس قسم کے معاملات تاریخی عوامل کے تحت طے ہوتے ہیں، تاریخی عوامل کو قطعی طور پر طے کر چکے ہیں۔ اس نوعاتی سیاست یا گمن کلچر کے ذریعہ اس فیصلہ کو بدلا نہیں جاسکتا۔ اس لیے حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ کشمیر کے لوگ تاریخ کے فیصلہ کو قبول کریں اور موجودہ سیاسی نظام کے تحت تعمیری میدانوں میں اپنا مستقبل بنائیں۔

۱۹۸۹ء میں جب مسلح کشمیری تحریک چلی، اس کے بعد بھی بار بار میں یہ بات مختلف طریقہ سے کشمیریوں تک پہنچا تا رہا ہوں۔ میڈیا میں اس سلسلہ میں جو کچھ میں نے کہا وہ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے۔ اس کے علاوہ میری ذاتی ڈائری میں بعض نہایت عبرت انگیز اندراجات اس کی بابت موجود ہیں۔

۱۔ مسلح جدوجہد شروع ہونے کے جلد ہی بعد ۱۳ ستمبر ۱۹۸۹ء کو کشمیر کے ایک صاحب مجھ سے دہلی میں ملے۔ یہ مسٹر منظور احمد عرف سیف اللہ (محلہ خانپار، سری نگر) تھے۔ انہوں نے اپنی تحریک کی کامیابی کے بارے میں نہایت جوش کا مظاہرہ کیا۔ میری ڈائری میں مذکورہ تاریخ کے صفحہ میں ان کے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: ”کشمیر پانچ سال میں آزاد ہو جائے گا۔“

کشمیری نوجوان کے ان الفاظ کے نیچے ڈائری میں، میں نے اپنی رائے ان لفظوں میں لکھی تھی: ”میں نے کہا کہ یہ صرف نادانی کی بات ہے۔ اس طرح کشمیر کو آزاد کرانا ممکن نہیں ہے۔ موجودہ حالت میں آزاد کشمیر کی تحریک صرف کشمیر کو برباد کرنے کی تحریک ہے۔“

۲۔ دوسرا واقعہ ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء کا ہے۔ اس روز سری نگر کے ایک اسلام پسند غلام نبی ہاگرو ایڈووکیٹ مجھ سے دہلی میں ملے۔ انہوں نے بھی کشمیری تحریک کے مستقبل کے بارے میں نہایت پر جوش باتیں کیں۔ انہوں نے میری ڈائری میں مذکورہ تاریخ کے تحت اپنے قلم سے حسب ذیل الفاظ لکھے: ”ہندوستان سے علیحدگی کے بعد جو کشمیر بنے گا انشاء اللہ وہ کشمیر اسلامی کشمیر ہو گا۔“

ان کی اس تحریر کے نیچے ڈائری میں میری رائے ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے: ”میرے نزدیک ہندوستان سے علیحدہ ہو کر (بالقرض) جو آزاد کشمیر یا پاکستانی کشمیر بنے گا، وہ ایک برباد کشمیر ہو گا۔ کشمیریوں کے لیے چوائس ہندوستانی کشمیر یا پاکستانی کشمیر میں نہیں ہے، بلکہ ہندوستانی کشمیر یا برباد کشمیر میں ہے۔“

۱۹۸۹ء میں جب کشمیر کے لوگوں نے اپنی مسلح تحریک شروع کی تو وہ سمجھتے تھے کہ وہ ”انڈیا“ کے خلاف اپنی تحریک شروع کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت ”وہ تاریخ کے خلاف لڑنے کے لیے

کھڑے ہوئے۔  
آغاز میں جو  
ہتی کا شکار  
بدلے میں پایا

جنا  
”

جس میں کفر

ضمن میں

نما“ ترجمانی

وجہ ہے کہ

یا مغربی م

کے معرقتہ

کے باوجود

سال پندرہ

ڈاکٹر صاحب

احمد خان

طریق کار

خان کے

دیوی کو:

ہٹ آنا

میر کا مسئلہ ۱۹۳۷ء میں طے ہو چکا۔ اس قسم کے تاریخی عوامل کو قطعی طور پر طے کر چکے ہیں۔ لہذا کو بدل نہیں جاسکتا۔ اس لیے حقیقت پسندی کا دل کریں اور موجودہ سیاسی نظام کے تحت تعمیری

اس کے بعد بھی بار بار میں یہ بات مختلف طریقہ سلسلہ میں جو کچھ میں نے کہا وہ عام طور پر لوگوں میں بعض نہایت عبرت انگیز اندراجات اس کی

۱۳ دسمبر ۱۹۸۹ء کو کشمیر کے ایک صاحب مجھ سے ملے (محلہ خانیار، سری نگر) تھے۔ انہوں نے اپنی ظاہرہ کیا۔ میری ڈائری میں مذکورہ تاریخ کے صفحہ ل میں آزاد ہو جائے گا۔

ڈی میں، میں نے اپنی رائے ان لفظوں میں لکھی۔ اس طرح کشمیر کو آزاد کرانا ممکن نہیں ہے۔ رکو برباد کرنے کی تحریک ہے۔

اس روز سری نگر کے ایک اسلام پسند غلام نبی نے بھی کشمیری تحریک کے مستقبل کے بارہ میں اڑی میں مذکورہ تاریخ کے تحت اپنے قلم سے لکھا جو کشمیر بنے گا انشاء اللہ وہ کشمیر اسلامی کشمیر

رائے ان الفاظ میں لکھی ہوئی ہے: ”میرے زاد کشمیر یا پاکستانی کشمیر بنے گا، وہ ایک برباد کشمیر پاکستانی کشمیر میں نہیں ہے، بلکہ ہندوستانی کشمیر یا

نی فتح تحریک شروع کی تو وہ سمجھتے تھے کہ وہ مگر حقیقتہً وہ تاریخ کے خلاف لانے کے لیے

کھڑے ہوئے تھے اور تاریخ کے خلاف لڑ کر کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اپنی تحریک کے آغاز میں جو کشمیری امیدوں اور حوصلوں سے بھرے ہوئے نظر آتے تھے، آج وہ مایوسی اور پست ہمتی کا شکار ہو چکے ہیں۔ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ کھو دیا اور اس کے بدلے میں پاپا کچھ بھی نہیں۔“ (”الرسالہ“ فروری ۱۹۹۸ء، ص ۲۵، ۲۶)

جناب محمد وسیم مدیر ماہنامہ ”ایقظ“ اپنے پرچہ میں لکھتے ہیں۔

”وحید الدین خان دنیا میں اسلام کی ہر اس تعبیر کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے ہیں جس میں کفر کی مخالفت، کفار سے برات، تبدیلی نظام، جنادیا ”خون“ کا لفظ آتا ہو۔ اس ضمن میں چاہے وہ اپنی جگہ نیک نیت بھی ہوں مگر اسلام کی اس ”پرامن“ اور ”گاندھی نما“ ترجمانی کی بدولت وہ کفر کی عالمی قوتوں کے لیے ایک مفید دریافت ثابت ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار ان کو دنیا میں لئے لئے پھرتے رہے۔ ان کی تنگ و تاز بھارت اور پاکستان یا مغربی ممالک تک محدود نہ تھی بلکہ عرب ممالک تک ان کے معرکہ میدان تھے۔ لیبیا کے معرقتذاتی تنگ جیسے لوگ اپنی اسلام دشمنی اور مسلم تحریکوں کے قتل عام کی شہرت کے باوجود برصغیر کے اس ”داعی اسلام“ کو باقاعدہ اپنے ملکوں میں بلاتے رہے ہیں۔ کچھ سال پیش ہفت روزہ ”زندگی“ نے ڈاکٹر اسرار صاحب کا ایک انٹرویو شائع کیا تھا جس میں ڈاکٹر صاحب نے وحید الدین خان کا ایک خود شنید قول نقل کیا کہ ”ان کا آئیڈیل سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی ہیں“ اس وضاحت کے ساتھ کہ ”عقیدہ میں نہیں بلکہ طریق کار کے لحاظ سے“ ڈاکٹر صاحب کے اس انکشاف کے بعد پاکستان میں وحید الدین خان کے شائقین اور پیروکاروں کی آنکھیں کھل جانی چاہیں تھیں۔ پھر قشقہ لگوانے اور دیوی کو پر نام کرنے کے حالیہ واقعہ کے بعد تو گمراہی کے اس علمبردار سے ضروری پیچھے ہٹ آنا چاہیے تھا۔ مگر ہدایت اور گمراہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔“

(ماہنامہ ایقظ لاہور جون ۱۹۹۹ء شماره نمبر ۱)

ایڈیٹر ہفت روزہ ”ندائے ملت“ اپنے ادارہ میں لکھتے ہیں:

”زیادہ مثالوں کی ضرورت نہیں۔ صرف دہلی کی مثال پیش ہے کہ قیام پاکستان کے نتیجے میں ہندوؤں نے مشتعل ہو کر جس مسلمان کو سب سے پہلے ہلاک کیا وہ کانگریسی تھا اور اس کا نام ایوب تھا۔ حملہ لڈو گھائی کی کانگریسی وارڈ کمیٹی کا صدر تھا اور بڑا سرگرم کانگریسی تھا۔ ہندو اسے مارنے کے لیے آئے تو اس نے کہا میں تو کانگریسی ہوں۔ ہندوؤں نے جواب دیا ”کانگریسی ہے تو کیا ہے“ مسلمان تو ہے۔“ یہ کہا اور ہلاک کر دیا۔ اسی طرح دہلی کا ہی ڈاکٹر حسین بخش کٹر کانگریسی تھا۔ فسادات کے دوران اس کا ایک ہندو دوست اسے اور اس کے بیوی بچوں کو پناہ دینے کے بہانے اپنے گھر لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد کانگریسی ڈاکٹر حسین بخش اور اس کے بیوی بچوں کی رہند لاشیں اس کے کھینک پر پڑی تھیں۔ کانگریس کے ہر ایوب اور ہر حسین بخش کے ساتھ بعد ازاں ہندو نے یہی کیا۔“ (ہفت روزہ ”ندائے ملت“ لاہور ۳ تا ۹ نومبر ۱۹۹۸ء)

عقل و شعور سے محروم وحید الدین خان کو سروالزلارنس کی کتاب ”دی انڈیا وی سرود“ کا یہ اقتباس بھی گوش ہوش سے پڑھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اپنے ضمیر (اگر زندہ ہے) کی عدالت سے فیصلہ لینا چاہیے کہ کیا مسلمانوں سے غداری کر کے وہ اپنے بیرونی آقاؤں کی آتش انتقام اور اپنے عبرتک انجام سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ سروالزلارنس لکھتے ہیں:

”سررتاب (مہاراجہ ایدر) شملہ آئے ہوئے ہیں تاکہ لارڈ کرزن کی جانب سے میری بیوی کو اور مجھے روانگی سے ایک رات پہلے جو رخصتی ضیافت دی جانے والی تھی اس میں شریک ہوں۔ ڈنر کے بعد میں اور سررتاب دو بجے رات تک ان کی توقعات اور ارادوں کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ ان کی ایک آرزو یہ تھی کہ ہندوستان کے جملہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ میں نے اس تعصب پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جو ہمارے مشترک دوست تھے۔ مہاراجہ نے کہا ہاں! میں بھی ان کو پسند کرتا ہوں لیکن ان کی موت کو ترجیح دوں گا۔“

۔ کب تک وہ محفوظ رہیں گے محلوں میں رہتے ہیں



اقتدار

ہے اس کی ایک  
میں اردو اخبار  
بننا چاہتے ہیں۔ ا  
وہ ہر معاملے میں  
بڑھ کر انہوں۔  
اسلام دشمن سے  
ترجمان پانچ بنیہ  
ہوئے اور سرس  
اخبارات نے ہم  
نے ہندو تو کے  
کرتے رہے۔

میری  
ہوئیں وہ بھی  
سے اس کا مطالعہ  
اختلاف بھی تھا۔  
کچھ ہے۔ حضور

## حق دین و دانش لے گی اللہ والوں کی

رضوان احمد

اقتدار پسندی اور جاہ طلبی میں انسان کہاں تک جاسکتا ہے اور کس قہرذلت میں گر سکتا ہے اس کی ایک مثال مولانا وحید الدین خان بھی ہیں جن کی متنازعہ حرکتوں پر گزشتہ کچھ برسوں میں اردو اخبارات کافی لعن طعن کرتے رہے ہیں۔ لیکن وہ ہندو توکی فسطائی طاقتوں کی آنکھ کا تارہ بننا چاہتے ہیں۔ اس کے راستے میں تو یہ تحریریں خاصی معاون ہی ثابت ہوئی ہوں گی۔ ابھی تک تو وہ ہر معاملے میں ہندوستانی مسلمانوں پر لعن طعن کرنے کے لیے مشہور تھے مگر اب ایک قدم آگے بڑھ کر انہوں نے سرسوتی و ندنا کرلی دیوی کے قدموں میں سیس نوانے اور اشوک سنگھل جیسے اسلام دشمن سے قشقہ لگوانے جیسی حرکتیں بھی شروع کر دی ہیں۔ حال ہی میں آرائیں ایس کے ترجمان پانچ بنیہ نے ان کی کچھ تصویریں شائع کی ہیں جن میں وہ اشوک سنگھل سے قشقہ لگواتے ہوئے اور سرسوتی کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ یہ تصاویر اردو اخبارات نے بھی شائع کی ہیں۔ حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات اس لیے نہیں ہے کہ انہوں نے ہندو تو کے علمبرداروں کی تمام فسطائی حرکتوں کی ہمیشہ ہی حمایت کی اور مسلمانوں پر لعن طعن کرتے رہے۔ لیکن وہ اس حد تک چلے جائیں گے اس کا تصور شاید کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو

قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

میری مولانا وحید الدین خاں سے کوئی خاص قربت نہیں رہی ہے۔ جو دو تین ملاقاتیں ہوئیں وہ بھی بہت سرسری لیکن جب ان کا ماہنامہ ”الرسالہ“ نکلنا شروع ہوا تو میں بہت پابندی سے اس کا مطالعہ کرنے لگا تھا اور ان کی تحریروں کا بہت مداح تھا۔ اگرچہ کچھ معاملات پر ان سے اختلاف بھی تھا۔ مثلاً وہ صبر و اعراض کی بات کرتے تھے جبکہ اسلام صبر و اعراض کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ حضور اکرمؐ کی زندگی میں غزوات اور معرکے بھی ہیں۔ مگر مولانا ہمیشہ ان کو نظر انداز

میں لکھتے ہیں:

ی مثال پیش ہے کہ قیام پاکستان کے نتیجے میں ہلاک کیا وہ کانگریسی تھا اور اس کا نام غا اور بڑا سرگرم کانگریسی تھا۔ ہندو اسے ہندوؤں نے جواب دیا، ”کانگریسی ہے تو راج دہلی کا ہی ڈاکٹر حسین بخش کٹر کانگریسی اور اس کے بیوی بچوں کو پناہ دینے کے میں بخش اور اس کے بیوی بچوں کی برہنہ ب اور ہر حسین بخش کے ساتھ بعد ازاں

۹ نومبر ۱۹۹۸ء)

مزلارنس کی کتاب ”دی انڈیا دی سروڈ“ میں چاہیے اور اپنے ضمیر (اگر زندہ ہے) کی لکھی کہ وہ اپنے بیرونی آقاؤں کی آتش

مزلارنس لکھتے ہیں:

ہیں تاکہ لارڈ کرزن کی جانب سے میری ہفت دی جانے والی تھی، اس میں شریک کی توقعات اور ارادوں کے بارے میں ستان کے جملہ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا ہوئے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جو ہمارے پسند کرتا ہوں لیکن ان کی موت کو ترجیح

مخلوں میں رہتے ہیں

کر کے ہی چلنا پسند کرتے رہے ہیں۔ اس ذیل میں 'میں نے ایک بار سوچا کہ ان سے بات چیت کی جائے۔ یہ سولہ سترہ سال قبل کی بات ہے میں دہلی گیا ہوا تھا تو ان سے ملنے کی غرض سے جمعیتہ بلڈنگ گیا جہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں ان کا دفتر اور رہائش دونوں تھے۔ میں نے دستک دی تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ میں نے اپنا تعارف کرایا تو فرمانے لگے میں آپ کے ادارے اور مضامین بہت پابندی سے پڑھتا ہوں اور آپ سے تفصیلی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن دشواری یہ ہے کہ ابھی وزارت خارجہ سے ایک ٹیلی فون آگیا ہے جس کے سبب مجھے وہاں جانا پڑ رہا ہے۔ اگر آپ کسی اور وقت تشریف لاتے تو مجھے آپ سے بات کر کے بہت خوشی ہوتی۔ ان کے در دولت پر حاضری کا میرا یہ پہلا اور آخری موقع تھا۔ البتہ اس کے بعد دہلی اردو اکیڈمی کے سیمینار میں ان سے ضرور ملاقات ہوئی جو صحافت کے موضوع پر تھا اور اس میں بھی انہوں نے اپنا وہی رویہ اختیار کیا تھا یعنی اردو صحافت کو منفی اور احتجاجی صحافت کہہ کر تمام اردو اخبارات اور مدیران کو مطعون کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد وہ ایک بار پٹنہ تشریف لائے تو ان کے مداح خاص ایم ٹی خان صاحب نے مجھے دعوت دی کہ میں مولانا کی تحریروں پر کوئی مضمون لکھوں اور اس سیمینار میں پڑھوں تو میں نے معذرت کر لی۔ لیکن جب باری مسجد کی شہادت ہوئی اور اس کے بعد مولانا نے ایک فارمولہ پیش کیا کہ مسلمان اجدو دھیا کو بھول جائیں تو مجھے ایسا لگا کہ ان کے پس پردہ کوئی اور بول رہا ہے۔ ہندی اخبارات نے ان کے بیانات کو کافی نمایاں طور پر شائع کیا اور اس کے بعد ہندوستانی آندولن کے ایک لیڈر مدھو متا نے انہیں تعویہ کی طرح ملک میں گھمانا شروع کر دیا۔ یہاں پر جملہ معترضہ کے طور پر مدھو متا کے بارے میں بتانا ضروری ہے کہ یہ شریمان صنعت کار تھے اور ان کا تعلق ہندو تو کی تبلیغ کرنے والوں کی جماعت سے تھا۔ مرارجی ڈیسائی نے جب نشہ بندی نافذ کرنے کا اعلان کیا تھا تو مدھو متا نے سر بازار شراب کی بوتلیں کھول کر خود بھی شراب پی تھی اور شرابیوں میں تقسیم بھی کی تھی اور یہ مہاشے مولانا وحید الدین خان کو لے کر پورے ملک میں گھوم رہے تھے۔

اسی سلسلے میں وہ پٹنہ بھی تشریف لائے۔ بجرنگ دل 'دشوہند ہو ہند اور بھارتیہ جنتا پارٹی نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور کئی جلسے کروائے۔ میں کسی جلسے میں شریک نہیں ہوا البتہ مولانا کی پریس کانفرنس میں ضرور گیا تھا جو ایک عالی شان ہوٹل میں ہوئی تھی۔ ان کے ایک جانب جنرل ایس کے سنہا (موجودہ گورنر آسام) اور دوسری جانب مدھو متا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہندی 'انگریز کے اخبار نویس مولانا سے ادھر ادھر کے سوالات پوچھتے رہے کیونکہ وہ ان کے جغرافیہ سے واقف ہی نہیں تھے۔ اس دوران میں نے ایک چہمٹا ہوا سوال پوچھا کہ مولانا یہ فرمائیے کہ کیا باری مسجد

جس برصیت سے شہید کی گئی۔  
 دراز مولانا سے تصدیق کی مرگ  
 کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ  
 آپ یہ تو پڑھ چکے ہیں کہ باری  
 اور پروفیسر راجندر سنگھ عرف  
 کے بعد مولانا بار بار اپنے فارم  
 لیں تو میں آرا میں ایس کے لوگ  
 پر یو آر تو بہت بڑا ہے آپ ایک  
 تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب  
 مجھے ایک بات اور بھی  
 پہلی بار جب لال کرشن ایڈوائزی  
 انہوں نے گاندھی میدان کے  
 کہ وہ سرے سے مسجد تھی تو  
 نہیں کہہ رہا ہوں ایک بہت  
 ہندوستان ٹائمز کے صفحے میں  
 لکھے ہوئے اس مضمون کو پڑھ  
 مولانا نے اپنا یہی متن  
 دنداوند نے ماترم پر اختیار  
 کی علمبردار فسطائی تنظیموں  
 ہے وہ لوگ اچھی طرح سمجھ  
 ہے

متاع د  
 یہ کس

جس بربریت سے شہید کی گئی ہے، اس پر آریس ایس کے لوگ ایک عبادت گزار اور ریش دراز مولانا سے تصدیق کی مرگ لگوانا چاہتے ہیں تو مولانا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ ان کے بغل میں بیٹھے ہوئے جنرل سمنانے کہا کہ رضوان صاحب آپ یہ تو پڑھ چکے ہیں کہ باری مسجد جس انداز میں شہید کی گئی اس کی مذمت لال کرشن ایروانی اور پروفیسر راجندر سنگھ عرف رجو بھیا تک کر چکے ہیں۔ تب پھر یہ سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد مولانا بار بار اپنے فارمولے کی وکالت کرتے رہے اور کہتے رہے کہ اگر مسلمان اسے مان لیں تو میں آریس ایس کے لوگوں سے بھی اس کو منوا سکتا ہوں لیکن جب یہ سوال پوچھا گیا کہ سنگھ پر یو آر تو بہت بڑا ہے آپ ایک رکن کو منالیں گے تو دوسرا انکار کر دے گا، تب آپ کیا کریں گے تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

مجھے ایک بات اور بھی آج بہت شدت سے یاد آ رہی ہے۔ باری مسجد کی شہادت کے بعد پہلی بار جب لال کرشن ایروانی پٹنہ وارد ہوئے تو ان کا استقبال رام دوت کی حیثیت سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے گاندھی میدان کے عظیم الشان جلسے میں جو تقریر کی، اس میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ وہ سرے سے مسجد تھی ہی نہیں اور حوالہ مولانا وحید الدین خان کا دیتے رہے کہ یہ بات میں نہیں کہ رہا ہوں ایک بہت بڑے عالم مولانا وحید خان نے اپنے مضمون میں لکھا ہے جو آج ہی ہندوستان ٹائمز کے صفحے میں شائع ہوا ہے۔ میں نے بھی وہ مضمون پڑھا تھا۔ مسجد جیسے موضوع پر لکھے ہوئے اس مضمون کو پڑھ کر کراہت کا احساس ہوتا تھا۔

مولانا نے اپنا یہی منفی رویہ سلمان رشدی کے خلاف علامہ شبلی کے فتویٰ اور سرسوتی وندناوندے ماترم پر اختیار کیا اور اب تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ انہوں نے ہر معاملے میں ہندوؤں کی علیبردار فرسٹائی تنظیموں کی ہاں میں ہاں ملانا شروع کر دی ہے اور ان باتوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے، وہ لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے گزشتہ ایک دہائی میں مولانا کی مادی ترقی کو دیکھا ہے

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی  
یہ کس کافر ادا کا غمزہ جان سوز ہے ساقی



میں نے ایک بار سوچا کہ ان سے بات چیت کی جلی گیا ہوا تھا تو ان سے ملنے کی غرض سے جمعیت دفتر اور رہائش دونوں تھے۔ میں نے دستک دی کرایا تو فرمانے لگے میں آپ کے ادارے اور تفصیلی گفتگو بھی کرنا چاہتا ہوں لیکن دشواری یہ ہے جس کے سبب مجھے وہاں جانا پڑا ہے۔ اگر بات کر کے بہت خوشی ہوتی۔ ان کے در دولت اس کے بعد دہلی اردو اکیڈمی کے سیمینار میں ان پر تھا اور اس میں بھی انہوں نے اپنا وہی رویہ مخالفت کہہ کر تمام اردو اخبارات اور مدیران کو تشریف لائے تو ان کے مداح خاص ایم ٹی خان بول پر کوئی مضمون لکھوں اور اس سیمینار میں مسجد کی شہادت ہوئی اور اس کے بعد مولانا نے جانیں تو مجھے ایسا لگا کہ ان کے پس پردہ کوئی اور ن کو کافی نمایاں طور پر شائع کیا اور اس کے بعد میں تعزیر کی طرح ملک میں گھمانا شروع کر دیا۔ میں بتانا ضروری ہے کہ یہ شریمان صنعت کار جماعت سے تھا۔ مراد جی ڈی سائی نے جب نشہ بازار شراب کی بوتلیں کھول کر خود بھی شراب مہاشے مولانا وحید الدین خان کو لے کر پورے

بجنگ دل، شوہند ہو ہند اور بھارتیہ جتنا پارٹی میں کسی جلسے میں شریک نہیں ہوا البتہ مولانا کی ہوٹل میں ہوئی تھی۔ ان کے ایک جانب جنرل جانب مدھو متا بیٹھے ہوئے تھے۔ ہندی، انگریز پوچھتے رہے کیونکہ وہ ان کے جغرافیہ سے واقف سوال پوچھا کہ مولانا یہ فرمائیے کہ کیا باری مسجد

## فقیر وحید الدین خاں

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی

سلمان رشدی کے بارے میں وحید الدین خاں کے موقف کا جائزہ

”خدا میرے لیے ایک رسمی عقیدہ نہیں ہے، خدا میری دریافت ہے، خدا کو میں نے دیکھا ہے، خدا کو میں نے چھوا ہے، بخدا میری مثال صحرائے سینا کے اس پہاڑ کی ہے، جس پر خدا اترا اور اس نے اس کی ہستی کے ریزے ریزے کر دیے۔“

یہ اقتباس پڑھ کر خدا جاننے آپ کا ذہن کہاں کہاں جائے۔ شاید آپ یقین کر بیٹھے ہوں کہ یہ اقتباس مرزا غلام احمد قادیانی کی کسی کتاب کا ہے لیکن قیاس آرائی میں غلط نہ کیجئے اور میری طرح آپ بھی یہ جان کر صدمے سے دو چار ہوئیے کہ یہ تحریر ”علم جدید کا چیلنج“ اور دوسری مفید کتابوں کے مصنف وحید الدین خاں کی ہے۔ یہ خبر بظاہر ناقابل یقین ہے، اس لیے اگر یقین کرنے میں دشواری محسوس ہو تو وحید الدین خاں کے ماہنامہ ”الرسالہ“ دسمبر ۱۹۸۶ء کا شمارہ کھول کر صفحہ ۲۶ پر یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

اسے بد قسمتی ہی کہنے کہ ایک عرصہ سے خاں صاحب کی تحریر کا رخ مڑ چکا ہے، اور ان کے قلم سے ایسی بھیانک تحریریں نکل رہی ہیں، جنہیں پڑھ کر خاموشی، کسمانہ حق کے دائرے میں آتی ہے۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ خدا نخواستہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل موصوف کوئی ”دعویٰ“ نہ کر بیٹھیں۔ دل پر ہمت جبر کر کے دو ایک وحشت ناک اقتباسات اور بھی پڑھ لیجئے۔

یکم فروری ۱۹۶۳ء کی رات وحید الدین خاں نے ایک خواب دیکھا۔ بیدار ہونے کے بعد

انہیں خواب کا صرف اتنا  
کو انہوں نے اپنی تفسیر  
”خواب پورا ہو گیا“ کے  
”۱۹ جولائی کو“

معلوم ہوتا ہے کہ

تحت اپنی تکمیل کو

اہتمام سے اس کو

میرے حالات بے

تھے۔ آج جب میر

کرنا تھا وہ آج پورا

کے گا۔ یہاں تک

بجلی کے ایک حادث

اکتوبر ۱۹۸۳ء کے ”الرسالہ“

”آج صبح کو“

یونس (آیات ۲۵

میری کلائی زخمی

ہے کہ قلم پکڑنے

عین اس وقت

فرشتوں سے یہ کہ

”ذرا“

بے اختیار وا

وحید الدین خاں

اندیشے پیدا کر رہی ہیں

طرح نمودار باللہ اعلانیہ کو

یہ ایک تلخ حقیقت ہے

انہیں خواب کا صرف اتنا حصہ یاد رہا۔ ”۱۹ جولائی“ اس خواب کے ۲۳ سال بعد ۱۹۸۶ء کی ۱۹ جولائی کو انہوں نے اپنی تفسیر ”تذکیر القرآن“ مکمل کی۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء کے ”الرسالہ“ میں موصوف نے ”خواب پورا ہو گیا“ کے عنوان سے مستقل ایک مضمون لکھا۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”۱۹ جولائی کو ”تذکیر القرآن“ کا مکمل ہونا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام تمام تر خدا کی مدد سے ہوا اور عین خدا کے منصوبے کے تحت اپنی تکمیل کو پہنچا۔ یہ ایک خدائی منصوبہ تھا اور خدا ہی نے اپنے خصوصی اہتمام سے اس کو پورا کیا۔ ”تذکیر القرآن“ ایسے حالات میں مکمل ہوئی جبکہ میرے حالات بے حد خراب تھے۔ حتیٰ کہ کچھ لوگ مجھے ہلاک کرنے کے درپے تھے۔ آج جب میں نے ”تذکیر القرآن“ کو مکمل کیا تو میرے دل نے کہا جو کام مجھے کرنا تھا وہ آج پورا ہو گیا۔ اب انشاء اللہ خدا کے دین پر کوئی شخص پردہ نہ ڈال سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے۔“

(”الرسالہ“ اکتوبر ۱۹۸۶ء ص ۲۵-۲۶)

بجلی کے ایک حادثے میں وحید الدین خاں کی کلائی زخمی ہو گئی۔ اس حادثے کے بارے میں اکتوبر ۱۹۸۳ء کے ”الرسالہ“ میں بہت مفصل مضمون لکھا۔ اسی مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”آج صبح کو مجھ پر ایک عجیب تجربہ گزرا۔ میں ”تذکیر القرآن“ میں سورہ یونس (آیات ۲۵-۲۷) کی تشریح لکھ رہا تھا۔ الیکٹریک برن (Burn) کی وجہ سے میری کلائی زخمی ہے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں تقریباً ۷۵% سن ہیں۔ ہاتھ اتنا کمزور ہے کہ قلم پکڑنے میں نہیں آتا، تاہم اسی حالت میں لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ عین اس وقت مجھ پر ایک لختی تجربہ گزرا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں خدا کو اپنے فرشتوں سے یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ:

”ذرا میرے بندے کو دیکھو.....“

بے اختیار دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے.....“

(”الرسالہ“ اکتوبر ۱۹۸۳ء ص ۱۸)

وحید الدین خاں کی اس طرح کی تحریریں ان کے خیر خواہوں اور قدر دانوں کے دلوں میں اندیشے پیدا کر رہی ہیں کہ کہیں وہ اشاروں اور کنایوں سے آگے بڑھ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح نمودِ بائد اعلانیہ کوئی دعویٰ نہ کر بیٹھیں۔ ان اندیشوں سے اگر صرف نظر کر لیا جائے تو بھی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ وحید الدین خاں روز بہ روز اپنی تحریروں میں جاوہ اعتدال اور صراط

سمی بستوی

خاں کے موقف کا جائزہ

ہے، خدا میری دریافت

نے چھوا ہے، بخدا میری

پر خدا اتر اور اس نے

بائے۔ شاید آپ یقین کر بیٹھے ہوں  
ن قیاس آرائی میں غلبت نہ کیجئے اور  
کہ یہ تحریر ”علم جدید کا چیلنج“ اور  
یہ خبر بظاہر ناقابل یقین ہے، اس لیے  
کے ماہنامہ ”الرسالہ“ دسمبر ۱۹۸۶ء کا

کی تحریر کا رخ مڑ چکا ہے، اور ان کے  
خاموشی، کتمان حق کے دائرے میں  
نے سے قبل موصوف کوئی ”دعویٰ“  
بات اور بھی پڑھ لیجئے۔

خواب دیکھا۔ بیدار ہونے کے بعد

مستقیم سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ان کا شوق انفرادیت " انہیں کتاب و سنت اور اجماع امت سے بہت دور لے جا رہا ہے۔ جن مسائل کے بارے میں کتاب و سنت کی واضح نصوص موجود ہیں اور چودہ سو سال سے جن مسائل پر امت متفق ہے، وحید الدین خاں ان سے بھی اختلاف کر رہے ہیں۔

خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کا تمام رسولوں سے افضل ہونا اور دین اسلام کا تمام ادیان سے کامل ہونا ایسی بدیہی حقیقت ہے جس سے اختلاف کرنے کی بات کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔ لیکن وحید الدین خاں اس بدیہی حقیقت سے بھی اختلاف کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ موصوف پوری جرات و صفائی کے ساتھ لکھتے ہیں:

"خدا کے تمام رسول ایک ہی دین لے کر آئے۔ ان میں سے کوئی رسول نہ دوسرے رسولوں سے افضل تھا اور نہ ان میں سے کسی کا دین دوسروں کے دین کے مقابلہ میں زیادہ کامل۔"

( "الرسالہ" مارچ ۱۹۸۳ء ص ۳۸ )

وحید الدین خاں کا دینی انحراف صرف یہی نہیں ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کے بہت سے اجتماعی مسائل کو اپنے "شوق انفرادیت و شدوذ" کا شکار بنایا، بلکہ اپنی تحریروں میں موصوف نے آیات و احادیث کی من مانی تشریحات کیں، اپنے خیالات پر کھینچ تان کر آیات و احادیث کی قبا فٹ کرنے کی کوشش کی۔ آیات قرآنی کی متعدد متضاد تفسیریں کیں اور آیات و احادیث کی تشریح کے معاملہ میں بڑی ناخدا ترسی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔

سکین تڑبات یہ ہے کہ وحید الدین خاں، مولانا مودودی کے تصور دین کی تردید میں غلو اور رد عمل کی نفسیات کے شکار ہو گئے اور انہوں نے اپنے "تصور دین" میں اسلام کے اجتماعی احکام کی "تصغیر" کی، ان کی اہمیت حد درجہ گھٹا دی اور ان کی تحریروں سے یہ تاثر ابھرنے لگا کہ گویا اسلام میں بھی مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ موصوف نے لکھا کہ "اسلام کا مخاطب فرد ہے نہ کہ اجتماع" انہوں نے اجتماعی احکام کو دین کا "اضافی جز" قرار دیا۔ اجتماعی احکام کی اہمیت گھٹانے کی وجہ سے ان کی تحریروں میں اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد اور مسلم ممالک میں اسلامی قوانین اور اسلامی سزاؤں کے اجراء کی کوششوں کا استہزاء استحقاق ملتا ہے۔ موصوف پوری صفائی کے ساتھ یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

"دین کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے خوف و محبت کا تعلق جوڑے اور آخرت کی کامیابی کے لیے فکر مند ہو۔ مگر دنیا کی زندگی میں مومن کی

ایک اور بھی پسندیدہ ہے۔  
دوسری قوموں کے  
سر بلندی حاصل ہو۔  
اقتدار قائم کرنے کی  
اقتدار کا مالک اللہ ہے  
ہے حکومت چھین لیتے  
قائم کرنے کی مسم نہیں  
ہے کہ "اے داؤد تم

جذبہ جماد مسلمانوں  
تھراتے ہیں اور اس جذبہ  
دشمنان اسلام کی طرف  
خلاف ذہن سازی کی  
توانائیاں صرف کیں۔ جماد  
لانے سے کم نہیں۔  
برٹش گورنمنٹ کو

کاذب مرزا غلام احمد قادیانی  
سے جماد کے "غلیظ خیالات  
غلام احمد قادیانی نے اپنے  
"ستارہ قیصر" میں لکھتے ہیں  
"مجھ سے

پچاس ہزار کے قریب  
دوسرے بلاد اسلام  
مسلمانوں کی محسوس  
گورنمنٹ کی کچھ  
رہے۔ اور یہ کتے  
کے اسلام کے

ایک اور بھی پسندیدہ چیز (صف ۱۳) ہوتی ہے اور وہ ہے اسلام کا غلبہ۔ یعنی اہل حق دوسری قوموں کے مقابلہ میں دبے ہوئے نہ ہوں بلکہ انہیں کو زمین کے اوپر سر بلندی حاصل ہو۔ تاہم اہل ایمان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ براہِ راست اسلامی اقتدار قائم کرنے کی مہم چلائیں۔ قرآن میں واضح لفظوں میں ارشاد ہوا ہے کہ اقتدار کا مالک اللہ ہے۔ وہی جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے (آل عمران ۲۶) انبیاء میں سے کسی نبی نے بھی حکومت قائم کرنے کی مہم نہیں چلائی۔ حضرت داؤد کو حکومت ملی مگر قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ ”اے داؤد تم کو یہ اقتدار ہم نے عطا کیا ہے“ (ص ۲۶)

(”دین کیا ہے؟“ ص ۱۰)

جذبہ جہاد مسلمانوں کے لیے قوت و شوکت کا عظیم ذخیرہ ہے، جس سے دشمنانِ اسلام ہمیشہ تھرتے ہیں اور اس جذبہ کو مسلمانوں کے دل و دماغ سے نکالنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ دشمنانِ اسلام کی طرف سے خود مسلمانوں میں ایسے لوگ کھڑے کیے گئے، جنہوں نے جہاد کے خلاف ذہن سازی کی، مسلمانوں کے دل و دماغ سے جہاد کی عظمت و تقدس ختم کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کیں۔ جہاد کے لیے ایسی خود ساختہ شرطیں بیان کیں، جن کا نتیجہ وجود جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کا جذبہ جہاد سرد کرنے کے لیے ایک متسی کھڑا کرنا پڑا۔ نبی کلذب مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کی طرف سے اسی لیے برپا کیے گئے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کے ”غلیظ خیالات“ نکال کر انہیں ہمیشہ کے لیے انگریز کے قدموں میں ڈال دیں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے اس عظیم کارنامے کا فخریہ تذکرہ خود اپنے قلم سے کیا ہے۔ اپنی کتاب ”ستارہ قیصر“ میں لکھتے ہیں:

”مجھ سے سرکارِ انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی، وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلادِ اسلام میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں جہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں

”انہیں کتاب و سنت اور اجماع امت سے کتاب و سنت کی واضح نصوص موجود ہیں اور یہ اللہ کے خالق ان سے بھی اختلاف کر رہے

سے افضل ہونا اور دینِ اسلام کا تمام ادیان کرنے کی بات کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سے بھی اختلاف کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

کر آئے۔ ان میں سے کوئی رسول نہ میں سے کسی کا دین دوسروں کے دین

(”الرسالہ“ مارچ ۱۹۸۳ء ص ۳۸)

میں ہے کہ انہوں نے امتِ مسلمہ کے بہت ”کاشکار بنایا“ بلکہ اپنی تحریروں میں موصوف نے خیالات پر کھینچ کر آیات و احادیث کی قبا بنا کر تفسیریں کیں اور آیات و احادیث کی تشریح ظاہر کیا۔

لٹا مودودی کے تصور دین کی تردید میں غلو اور اپنے ”تصور دین“ میں اسلام کے اجتماعی احکام ان کی تحریروں سے یہ تاثر ابھرنے لگا کہ گویا موصوف نے لکھا کہ ”اسلام کا مخاطب فرد ہے یعنی ”قراردیا۔ اجتماعی احکام کی اہمیت گھٹانے کی جدوجہد اور مسلم ممالک میں اسلامی کا اشتہاء استحقاق ملتا ہے۔ موصوف پوری

رہ اپنے رب سے خوف و محبت کا تعلق مند ہو۔ مگر دنیا کی زندگی میں مومن کی

مکہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیے جو ناقص ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا۔“

(”ستارہ قیصر“ ص ۳)

وحید الدین خاں کو شکایت ہے کہ مسلمانوں نے جہاد کے بارے میں غلام احمد قادیانی کے نظریہ سے اتفاق نہیں کیا۔ اپنی کتاب ”تجدید دین“ میں انیسویں اور بیسویں صدی کی تمام تحریکات کو کڈم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اس پورے دور میں تعمیر و استحکام کے مقصد کے تحت اٹھنے والی کوئی قابل لحاظ تحریک نظر نہیں آتی۔ مسلم رہنماؤں کا حال یہ رہا کہ وہ.... زمانہ باتو ناساز و تو بازمانہ ستیز“ جیسے رومانی تصورات پر فدا ہوتے رہے، کسی کی سمجھ میں وہ حقیقت پسندانہ طریق کار نہ آسکا، جس کو بدنام طور پر حالی (۱۸۱۳-۱۸۳۰) نے ان لفظوں میں بیان کیا تھا:

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

ہندوستان میں اس سلسلہ میں دو مستثنیٰ مثالیں ملتی ہیں، وہ بھی دو بدنام شخصیتوں کی، میری مراد سرسید احمد خاں (۱۸۹۸-۱۸۱۷) اور مرزا غلام احمد قادیانی (۱۹۰۸-۱۸۳۰) سے ہے..... اس قسم کی غلطی دوسری شکل میں مرزا غلام احمد قادیانی نے کی۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا تو یہ وقت تھا جب کہ سارے مسلم رہنما انگریز کے خلاف جہاد حریت میں مصروف تھے۔ ان پر جوش مجاہدین کو محسوس ہوا کہ قادیانی مشن مسلمانوں کو مقدس جہاد کے محاذ سے ہٹا کر پرامن تبلیغ کے میدان میں لگا دینا چاہتا ہے۔ مرزا صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ جہاد (بمعنی سیاسی مقابلہ) کوئی مستقل شرعی حکم نہیں ہے۔ وہ صرف دفاعی ضرورت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ مگر ہمارے مجاہدین حریت کے لیے یہ جواب تشفی بخش ثابت نہ ہو سکا۔ انہوں نے فتویٰ دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔“

(”تجدید دین“ ص ۳۳-۳۵)

اس اقتباس کو جہاد کے بارے سے دعویٰ رسالت سے میں کوئی مستقل شہاد کو محض دفاعی جہاد کے لیے ایسا الدین خاں کا صرفہ ”اسلام“ لوگوں کو پر آغاز ہے اس سے پہلے مسلمان جہاد سے ام المؤمنین حضرت رسول حضرت کون مسلمان اسی جلیل القدر چنانچہ ہو گیا۔ کرنے وغیرہ ماں لکھی میری انجام اسباب

اور روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام  
ن شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت  
نساؤں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ  
دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ  
پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں  
کا۔“

(”ستارہ قیصر“ ص ۳)

س نے جہاد کے بارے میں غلام احمد قادیانی کے  
دین“ میں انیسویں اور بیسویں صدی کی تمام

کے مقصد کے تحت اٹھنے والی کوئی قابل  
کا حال یہ رہا کہ وہ۔۔۔۔۔ زمانہ باتو نساؤ تو  
ہوتے رہے، کسی کی سمجھ میں وہ حقیقت  
ور پر حالی (۱۹۱۳-۱۸۳۰) نے ان لفظوں

واہو ہد ہر کی

س ملتی ہیں، وہ بھی دو بدنام شخصیتوں کی  
۱۸۱۷ء اور مرزا غلام احمد قادیانی  
کی غلطی دوسری شکل میں مرزا غلام احمد  
از کیا تو یہ وقت تھا جب کہ سارے مسلم  
وف تھے۔ ان پر جوش مجاہدین کو محسوس  
جہاد کے محاذ سے ہٹا کر پر امن تبلیغ کے  
نے اس کے جواب میں کہا کہ جہاد (بمعنی  
ہے۔ وہ صرف دفاعی ضرورت کے لیے  
کے لیے یہ جواب تفسیقی بخش ثابت نہ ہو  
قادیانی انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔“

(”تجدید دین“ ص ۳۴-۳۵)

اس اقتباس کو پڑھ کر انصاف پسند قاری صاف طور پر محسوس کرتا ہے کہ وحید الدین خاں  
کو جہاد کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریہ سے اختلاف نہیں بلکہ اس کے صریح  
دعویٰ رسالت سے اختلاف ہے۔ چنانچہ موصوف نے غلام احمد قادیانی کے اس نظریہ ”جہاد اسلام  
میں کوئی مستقل شرعی حکم نہیں، بلکہ وہ صرف دفاعی ضرورت کے لیے مقرر کیا گیا ہے“ کو اپنا کر  
جہاد کو محض دفاعی ثابت کرنے کے لیے ”وکالت اور استدلال“ کی پوری طاقت صرف کر دی اور  
جہاد کے لیے ایسی خود ساختہ شرطیں لگائیں جن کا کتاب و سنت سے کوئی ثبوت نہیں۔ یہاں وحید  
الدین خاں کا صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

”اسلام میں جنگ یہ طور دفاع ہے۔ اسلام میں اصل چیز دعوت ہے، یعنی  
لوگوں کو پر امن طور پر اور حکیمانہ انداز میں حق کی طرف بلانا۔ یہی اسلامی عمل کا  
آغاز ہے اور یہی اس کا اختتام بھی۔ تاہم اگر فریق طائی جارحیت سے باز نہ آئے تو  
اس سے دفاعی جنگ کی جائے۔ مگر دفاعی جنگ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اس سے  
پہلے مسلمان نماز کو قائم کرنے والے بن جائیں۔“

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۶ء ص ۱۰)

جہاد سے دوری اور بیزاری نے وحید الدین خاں کے قلم سے بھیانک تحریریں لکھوائی ہیں۔  
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن، خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی چیتی صاحبزادی، خواری  
رسول حضرت زبیر بن العوامؓ کی شریک حیات، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے مرتبہ و مقام سے  
کون مسلمان ناواقف ہوگا۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں ذات انصاف کے لقب سے نوازا۔  
اسی جلیل القدر صحابیہ کا تذکرہ وحید الدین خاں کے قلم سے پڑھے:

”عبداللہ بن زبیر کی ماں (اسماء) نے ان کو مسلم حکمران سے لڑنے پر اکسایا،  
چنانچہ ایک شخص جو لڑائی کا ارادہ چھوڑ چکا تھا، وہ دوبارہ لڑائی لڑنے پر آمادہ  
ہو گیا۔ شہنشاہ اکبر کی ماں (مریم مکانی) نے اکبر کو ملا عبداللہی کے خلاف کارروائی  
کرنے سے روکا۔ چنانچہ اکبر ان کے خلاف سخت کارروائی کرنے سے باز رہا۔  
وغیرہ وغیرہ۔ راقم الحروف اگر بچپن میں ماں سے محروم ہو جاتا یا اگر مجھ کو ایسی  
ماں ملتی جو مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف لڑنے جھگڑنے پر اکساتی رہتی تو یقینی طور پر  
میری زندگی کا رخ بالکل دوسرا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے  
انجام سے بچایا اور مجھ کو اپنی ایک صداقت کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ تاہم اس عالم  
اسباب میں جو ہستی اس واقعہ کا ابتدائی سبب بنی، وہ یقیناً ایک خاتون تھی اور وہ

بھی اسلامی اصولوں کے مطابق ایک خانہ نشین خاتون۔“

(”خاتون اسلام“ ص ۲۰۳، طبع ۱۹۸۸ء)

حضرت اسماءؓ جیسی مقدس، صاحب عزیمت ماں اور ان کے جلیل القدر فرزند حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر پوری امت ہمیشہ فخر کرتی رہی ہے۔ وحید الدین خاں پہلے مسلمان ہیں جو حضرت اسماءؓ کی تربیت کو غلط قرار دیتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ میری ماں نے وہ تربیت نہیں دی جو حضرت اسماءؓ نے اپنے بیٹے کی تربیت فرمائی۔ نیز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے ”انجام“ سے بچنے پر بے پناہ سرور ہیں۔

دو تین صدیوں کے تمام مجددین و مصلحین، مجاہدین و شہداء، وحید الدین خاں کے نزدیک معتوب ہیں۔ یہ سب حضرات (وحید الدین خاں کے بقول) متقی رد عمل کی نفسیات کا شکار ہو گئے اور بربادی کی تارخ چھوڑ کر اس دنیا سے گئے۔

وحید الدین خاں دور حاضر میں مسلمانوں کو مسلسل ہزیمت و پستی کا درس دے رہے ہیں اور اپنے اس درس ہزیمت کو قرآن و سنت سے مدلل کر کے پیش کرنے کی انتھک کوشش کر رہے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے واقعہ کو اپنے مخصوص فکری سانچے میں ڈھال کر اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ واقعہ ان کے ”فلسفہ ہزیمت“ کی اساس بن سکے اور اس سلسلے میں واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کرتے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے قومی و ملی مسائل میں ان کا رویہ بڑا افسوس ناک ہے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی قیادت میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ اور اسلامی تشخص کی بقا کے لیے جو قابل قدر جدوجہد ہوئی اور ہو رہی ہے، اس پر سطحی تنقیدیں کرنے کا ”خوشگوار فریضہ“ وحید الدین خاں برابر انجام دے رہے ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں ان کا مطالعہ یہ ہے:

”ہندوستان کے فرقہ وارانہ فسادات کے سلسلے میں یہ بات تقریباً ثابت شدہ ہے کہ اس کا آغاز ہمیشہ کسی مسلمان کی اشتعال انگیز کارروائی سے ہوتا ہے۔ یہ معاملہ ابتداً ایک ہندو، ایک مسلمان کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں ہی کے پیدا کردہ حالات کے نتیجے میں ایسا ہوتا ہے کہ یہ انفرادی واقعہ، بہت جلد قومی واقعہ بن جاتا ہے۔“

(”الرسالہ“ ستمبر ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۳)

ہندوستانی مسلمانوں کے ملی مسائل میں وحید الدین خاں اگر مجرد اپنی رائے پیش کرتے تو ہمیں ان سے تعرض کی زیادہ ضرورت نہ ہوتی۔ انہوں نے غضب یہ کیا ہے کہ اپنی ان آراء کو

قرآن و سنت کا سر  
ہندوستانی مسلمانوں  
حوالہ دیتے ہیں، جڑ  
لا اسٹ  
”میں د

مذکورہ بالا  
نے متعدد مسائل  
کیں، رد عمل کا  
صحابہ، تابعین، ائمہ  
بنیاد تنقیدوں کا  
میں کتاب و سنت  
لینا ایک اہم دین کا  
پسندوں کی ”تخریروں  
فرض ہے۔

وحید الد  
ہو چکی ہے۔  
میں پیشی کا  
کرنا چاہتا ہے  
جائزہ پڑھ کر  
مجھ سے دین  
امت کی رہنمائی  
اعتراف و اعتراف  
تخریروں سے  
کے اعمال نامہ

دلا رہا ہوں:

”  
ماننے

قرآن و سنت کا صریح فرمان بنا کر پیش کیا ہے۔ مثلاً موصوف جب اپنی یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کو حقوق طلبی کی مہم مکمل طور پر ترک کر دینا چاہیے تو قرآن کی ان آیتوں کا حوالہ دیتے ہیں جن میں انبیاء کرام کے اپنی اقوام کے سامنے اس اعلان کا ذکر ہے:

لَا اسئلكم عليه اجرا

”میں دین کی اس دعوت پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔“

مذکورہ بالا اشارات سے معلوم ہوا کہ وحید الدین خاں کے انحرافات ہمہ جہت ہیں، انہوں نے متعدد مسائل میں اجماع امت سے خروج کیا، آیات و احادیث کی غلط اور متضاد تشریحیں کیں، رد عمل کا شکار ہو کر دین کا غلط تصور پیش کیا۔ اسلام کے نظریہ جماد کی غلط ترجمانی کی۔ صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین، مجددین و مصلحین، شہداء و مجاہدین کو ہنک آمیز بے بنیاد تنقیدوں کا نشانہ بنایا۔ مسلمانوں کو تمام میدانوں میں ہزیمت و پسپائی کا درس دیا۔ ملی مسائل میں کتاب و سنت کا حوالہ دے کر غلط رہنمائی کی۔ اس لیے ان کے افکار و نظریات کا ناقدانہ جائزہ لینا ایک اہم دینی ذمہ داری ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں ہر دور میں دین اسلام سے غلو پسندوں کی ”تحریف“ باطل پرستوں کے ”اتحامل“ اور اہل جہل کی ”تویل“ کا ازالہ مسلمانوں کا اہم فرض ہے۔

وحید الدین خاں اپنی زندگی کا ساواں دہا پار کر رہے ہیں۔ ان کی عمر ۶۵ سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ عمر کا یہ وہ مرحلہ ہے جب انسان کو فطری طور پر موت، آخرت اور دوبار خداوندی میں پیشی کا استحضار ہونے لگتا ہے اور انسان اپنی عملی و فکری لغزشوں کا جائزہ لے کر ان کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ وحید الدین خاں، شام زندگی کے نازک مرحلے میں میرا ناقدانہ جائزہ پڑھ کر رد عمل کی نفسیات کا شکار نہیں ہوں گے۔ انہیں مطالعہ کرنے کے بعد محسوس ہو گا کہ مجھ سے دین اسلام کی تعبیر و تشریح میں، مسائل کی ترجمانی میں، آیات و احادیث کی تشریح میں، امت کی رہنمائی میں اور اسلاف امت پر تنقید میں غلطیاں ہوئی ہیں تو اپنی علمی و فکری غلطیوں کا اعتراف و اظہار کر کے اپنے کو اس ہولناک خطرے سے بچائیں گے کہ بعد کی نسلیں ان کی تحریروں سے فکری، اعتقادی اور عملی گمراہیوں میں مبتلا ہوں اور ان سب کا گناہ وحید الدین خاں کے اعمال نامے میں لکھا جائے۔ میں مومنانہ خیر خواہی کی بنا پر ان کو انہیں کی یہ تذکیری تحریر یاد دلا رہا ہوں:

”ہمت جلد وہ دن آنے والا ہے جب کہ ہم میں سے ہر شخص خداوند عالم کے سامنے کھڑا ہو گا۔ اس دن حقیقت آخری حد تک کھل چکی ہوگی۔ خوبصورت

فاتون“۔

ن اسلام“ ص ۲۰۳، طبع ۱۹۸۸ء)

اور ان کے جلیل القدر فرزند حضرت ہے۔ وحید الدین خاں پہلے مسلمان ہیں جو اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ میری ماں نے وہ ت فرمائی۔ نیز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے

پڑین و شہداء، وحید الدین خاں کے نزدیک (قول) منفی رد عمل کی نفسیات کا شکار ہو گئے

ل ہزیمت و پسپائی کا درس دے رہے ہیں کے پیش کرنے کی انتھک کوشش کر رہے ہیں۔ فحش میں ڈھل کر اس طرح پیش کرتے ہیں اور اس سلسلے میں واقعات کو توڑ مروڑ کر فنی مسلمانوں کے قومی و ملی مسائل میں ان میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ اور اسلامی وری ہے، اس پر سطحی تنقیدیں کرنے کا ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے بارے میں

سلسلے میں یہ بات تقریباً ثابت شدہ انگیز کارروائی سے ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں ہے کہ یہ انفرادی واقعہ، ہمت جلد

”الرسالہ“ ستمبر ۱۹۸۷ء، ص ۱۱۳)

ن خاں اگر مجھ کو اپنی رائے پیش کرتے تو نے غضب یہ کیا ہے کہ اپنی ان آراء کو

الفاظ کی دیواریں جو آج لوگوں نے اپنے گرد کھڑی کر رکھی ہیں، سب اس روز ڈھ جائیں گی۔ لوگ اس طرح ننگے ہو جائیں گے کہ درخت کے پتے بھی نہ ہوں گے جن سے وہ اپنے آپ کو چھپائیں۔ مبارک ہے وہ جس کے لیے وہ دن سعی منکور کی خوشخبری لے کر آئے۔ بد نصیب ہے وہ جس کا دین اس روز قبول نہ کیا جائے اور خدا اس سے کہہ دے تم جس بات کے طلبہ دار بنے ہوئے تھے، وہ محض تمہارے دماغ کی اچھ تھی، وہ میری بات ہی نہیں تھی۔“

(”تعبیر کی غلطی“ ص ۳۳۳-۳۳۴، دوسرا ایڈیشن)

وحید الدین خاں کے عقیدت مندوں کے دلوں میں شاید یہ شبہ پیدا ہو کہ موصوف کی تحریروں سے دینی فائدہ ہو رہا ہے۔ لوگ دعوت اور آخرت کی طرف مائل ہو رہے ہیں، اس لیے ان کے افکار و خیالات اور تحریروں میں انحراف اور گمراہی کیسے ہو سکتی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کے بجائے وحید الدین خاں ہی کے الفاظ میں اس شبہ کا ازالہ کر دوں:

”بعض مرتبہ دین کے نام پر اٹھنے والی کسی تحریک کی غلطیوں کو سمجھنا لوگوں کے لیے اس لیے بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں کہ اس سے دین کے کچھ فائدے ہو رہے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ جس تحریک سے دین کو فائدہ پہنچے، اس میں کوئی غلطی کس طرح ہو سکتی ہے۔ اس کا مفید ہونا خود ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صحیح ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی لازمی رشتہ نہیں ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی کوشش دین کے لیے کسی پہلو سے مفید ہو، مگر اس کوشش کی بنیاد درست نہ ہو۔ یورپ میں بعض عیسائیوں نے خدا کے اثبات پر نہایت اونچے درجے کے سائنسی دلائل فراہم کیے ہیں جو اب تک کسی مسلمان عالم سے ممکن نہ ہو سکا۔ مگر اس کے باوجود کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہی وہ چیز ہے جو ایک انسان سے اللہ کو مطلوب ہے یا یہ کہ عیسائی خدا کی دین کے صحیح ترجمان ہیں۔“

(”تعبیر کی غلطی“ ص ۲۸۰)

امت مسلمہ کا ہر دور میں اجتماع رہا ہے کہ جو مسلمان بھی رسول اکرم ﷺ (فداہ ای و ابی) کی اہانت کرے، آپ کو سب دشتم کرے، اس کی سزا قتل ہے، ایسا شخص واجب القتل ہے لیکن وحید الدین خاں اجتماع امت کو پس پشت ڈال کر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ اسلام میں شاتم رسول کی سزا قتل ہے۔

دین اسلام میں محبت رس

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ  
دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو، خو  
خلافاً ایک حرف برداشت نہیں  
اور آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ  
مطلوب ہے۔ اللہ اور اس کے  
چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”آپ فرمادیجئے کہ آ  
تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے  
ذرتے ہو اور پسندیدہ رہا  
جماد سے زیادہ محبوب ہوا  
آئے اور اللہ نافرمان قوم  
قرآن پاک میں رسول اللہ  
”جو لوگ اللہ کے ر  
ہے۔“

رسول اکرم ﷺ سے  
مطلوب ہے، اس کا اندازہ درج ذیل  
”اے ایمان والو! تم  
طرح زور سے بولو جس  
تمہارے اعمال اکارت ہو

ذات رسالت ﷺ سے  
مطلوب ہے:  
”حضرت انس بن مالک  
وقت تک مومن نہیں ہو

### دین اسلام میں محبت رسول کی اہمیت

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (فداہ الہی و الہی) کی محبت جزو ایمان ہے۔ ایک مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو، خواہ کتنا ہی گنہگار اور غرق عصیان ہو، ناموس رسالت ﷺ کے خلاف ایک حرف برداشت نہیں کر سکتا۔ محبت رسول مسلمانوں کے لیے ایمان و یقین کا سرچشمہ اور آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت، قرآن و سنت کی رو سے مطلوب ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے اپنی جان، مال، بیوی اور اولاد سے زیادہ محبت ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”آپ فرمادیجئے کہ اگر تمہارے باپ دادا، بیٹے، بھائی، بیویاں، خاندان اور تمہارے ذخیرہ کیے ہوئے اموال اور وہ تجارت جس میں کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ، اللہ کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (عذاب) آئے اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت یاب نہیں کرتے۔“ (التوبہ: ۱۰)

قرآن پاک میں رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والوں کو دردناک عذاب کی خبر دی گئی: ”جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

(توبہ: ۶۱)

رسول اکرم ﷺ سے کس قدر ادب و تعظیم، عزت و احترام کا معاملہ کیا جانا اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے، اس کا اندازہ درج ذیل آیت سے لگایا جاسکتا ہے:

”اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور نہ نبی سے اس طرح زور سے بولو جس طرح تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو کہ مبادہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو احساس بھی نہ ہو۔“

(سورہ حجرات: ۲)

ذات رسالت ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کمال ایمان کی اہم شرط ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری ذات سے، اسے اپنے باپ، بیٹے اور

ی ہیں، سب اس روز کے پتے بھی نہ ہوں گے، لہذا وہ دن سعی و جہاد کا روز قبول نہ کیا جائے، وہ محض

۳۲۱، دو سرا ایڈیشن)

شبہ پیدا ہو کہ موصوف کی مالک ہو رہے ہیں، اس لیے مکتبی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ الفاظ میں اس شبہ کا ازالہ کر

ٹیوں کو سمجھنا لوگوں سے دین کے کچھ فوائد پہنچنے، اس میں بات کی دلیل ہے کہ رشتہ نہیں ہے۔ یہ و مگر اس کو شش کی بات پر نہایت اونچے مان عالم سے ممکن نہ ہے جو ایک انسان

نہیں ہے۔“

لی غلطی“ ص ۳۸۰)

رسول اکرم ﷺ (فداہ الہی و الہی) سے یہاں شخص واجب القتل ہے

دیکھتے ہیں کہ اسلام میں

تمام لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو جائے۔“  
(”بخاری“ کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان)

### امت مسلمہ کا اجماع

آغاز اسلام سے لے کر چودہ صدیوں تک امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور سب و شتم بدترین قسم کا ارتداد ہے اور ایسا شخص مباح الدم اور واجب القتل ہے۔ امت کے تمام ائمہ، فقہاء، محدثین و مفسرین شاتم رسول کے واجب القتل ہونے پر متفق ہیں۔ صحابہ، تابعین، فقہاء مجتہدین کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اہانت رسول کا ارتکاب کرنے والے کی سزا کے بارے میں قرآن و سنت کی نصوص اور امت مسلمہ کے اجماعی موقف کی تفصیل ان کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے:

(۱) اصارم المسلمون علی شاتم الرسول (شیخ الاسلام ابن تیمیہ)

(۲) السیف المسلمون علی من سب الرسول (تقی الدین ابوالحسن علی السبکی)

(۳) تنبیہ الولاء والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام (ابن عابدین الشافعی)

حافظ ابن تیمیہ اپنی مشہور کتاب ”اصارم المسلمون“ میں لکھتے ہیں:

”قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو مسلمان رسول اکرم ﷺ کی تنقیص کرے اور سب و شتم کرے اس کے قتل اور تکفیر پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ جلیل القدر امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں، مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کیا، یا اللہ کی نازل کی ہوئی کسی بات کا انکار کیا، یا اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کیا، وہ کافر ہو گیا۔ خواہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی تمام باتوں کا اقرار کرتا ہو۔۔۔ خطابی لکھتے ہیں، مجھے کسی مسلمان کا اس بارے میں اختلاف معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم کرنے والے کا قتل واجب ہے۔ محمد بن عثون فرماتے ہیں، علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرنے والا اور آپ ﷺ کی تنقیص کرنے والا کافر ہے، اس کے لیے اللہ کے عذاب کی وعید آئی ہے۔ امت مسلمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور اس کے کفر اور عذاب میں شک کرنے والا کافر ہے۔“

خلاصہ کلام یہ ہے۔  
ہے تو اپنے اس عمل اور بوجہ اور دوسرے اجماع نقل کیا ہے۔“

فخر المتأخرین علامہ اہل (پہلا مسئلہ)  
رحمہ اللہ اپنی کتاب میں: قاضی عیاض اور سب و شتم کرنے فرماتے ہیں: اہل علم سب و شتم کرے، جنبل، اسحاق بن راہویہ، قاضی عیاض فرما۔ بارے میں امام ابو اوزاعی نے بھی سب

شاتم رسول ﷺ کثیر اور صریح ہیں کہ کہ المسلمون میں زیر بحث اہانت کرنے والے کے ان پر بڑے سزا کے ایک وضاحت کی ہے اور رسول ﷺ کے واجد کرتے ہوئے لکھا ہے: ”جہاں تک

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرنے والا اگر مسلمان ہے تو اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ کا مذہب ہے۔ اس سلسلے میں اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے۔“

(”انصارم السلول علی شاتم الرسول“ ص ۵)

فخر المتاخرین علامہ ابن عابدین شامی ”شاتم رسول کے موضوع پر اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں: ”(پہلا مسئلہ) خاتم الجہدین امام تقی الدین ابو الحسن علی بن عبد الکانی السبکی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”السیف السلول علی من سب الرسول“ (ﷺ) میں لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جو مسلمان رسول اکرم ﷺ کی تنقیص کرے اور سب و شتم کرے، اس کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔ ابو بکر بن المنذر فرماتے ہیں: اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص رسول اکرم ﷺ کو سب و شتم کرے، اس کی سزا قتل ہے۔ مالک بن انس، یث بن سعد، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ نے یہی بات کہی ہے۔ امام شافعی ”کا بھی یہی مذہب ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ سب و شتم کرنے والا اگر مسلمان ہے تو اس کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ سفیان ثوری، اہل کوفہ اور امام اوزاعی نے بھی سزائے قتل کا حکم لگایا ہے۔“

(”تہیہ الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الامم“)

ص ۲۹۳، مجموعہ رسائل ابن عابدین جز اول)

شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے سلسلے میں قرآن و سنت کے دلائل اتنے کثیر اور صریح ہیں کہ کوئی انصاف پسندانہ انکار نہیں کر سکتا۔ حافظ ابن تیمیہ نے ”انصارم السلول“ میں زیر بحث مسئلہ پر قرآن پاک سے چھ دلائل ذکر کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی اہانت کرنے والے کے مباح الدم واجب القتل ہونے کے سلسلے میں پندرہ حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان پر بڑے سائز کے ایک سو بیس صفحات میں بحث کی ہے، شہادت کا جواب دیا ہے۔ استدلال کی وضاحت کی ہے اور حسب عادت دوران بحث احادیث و آثار کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ شاتم رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے کے بارے میں حافظ ابن تیمیہ نے صحابہ کرام کا اجماع ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جہاں تک اجماع صحابہ کا تعلق ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اتنے متعدد

مان، باب حب الرسول من الاممان)

مت مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی گستاخی اور سب و شتم بدترین قسم کا ارتداد امت کے تمام ائمہ، فقہاء، محدثین و مفسرین، صحابہ، تابعین، فقہاء مجتہدین کے درمیان اس پر کتب کرنے والے کی سزا کے بارے میں موقف کی تفصیل ان کتابوں میں دیکھی جا

ابن تیمیہ“)

ابن ابوالحسن علی السبکی)

حد اصحابہ الکرام (ابن عابدین الشامی)

ول“ میں لکھتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ کی تنقیص کرے پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ جلیل

لمناؤں کا اس بات پر اجماع ہے کہ

کو سب و شتم کیا، یا اللہ کی نازل کی نبی کو قتل کیا، وہ کافر ہو گیا۔ خواہ وہ

... خطابی لکھتے ہیں، مجھے کسی مسلمان

رسول اللہ ﷺ پر سب و شتم

ان فرماتے ہیں، علماء کا اس بات پر

شتم کرنے والا اور آپ ﷺ کی

کے عذاب کی وعید آئی ہے۔ امت

کے کفر اور عذاب میں شک کرنے

واقعات میں صحابہ کرام سے یہ بات (شاتم رسول کا واجب القتل ہونا) منقول ہے جنہیں شہرت و استفاضہ حاصل ہو جاتا ہے اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں کی ہے۔ یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ کسی فرعی مسئلہ میں اس سے زیادہ مضبوط طریقہ سے صحابہ کرام کے اجماع کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔

(”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ ص ۱۷۳)

شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں امت مسلمہ میں چودہ صدیوں تک جس بیانے کا اجماع رہا ہے، اس طرح کا اجماع بہت کم مسائل میں ملے گا۔ اس طرح کے اجماعی مسئلہ کے بارے میں اختلاف کھلی ہوئی گراہی ہے۔

### سلمان رشدی کی دریدہ دہنی

بیسویں صدی کے آخر میں ملعون سلمان رشدی نے ”شیطانی آیات“ کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کی جس قدر اہانت، سب و ہتکم کی ہے، اس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اس ملعون نے اپنے اس ”شیطانی کارنامے“ سے ابو جہل، ابولہب اور ابلیس لعین کو بھی شرمایا ہے۔ ”شیطانی آیات“ کے خلاف پورے عالم اسلام میں جو رد عمل ہوا، وہ ایمانی غیرت و حمیت کا تقاضا تھا۔ ”شیطانی آیات“ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی تنقیص و توہین کی گئی ہے۔ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ (نداء الہی و الہی) کا مذاق اڑایا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کا پوری بے حیائی، دریدہ دہنی کے ساتھ ذکر کیا گیا، اسلامی شریعت کی نظر میں سلمان رشدی کے جرم کی سزا دو دو چار کی طرح واضح اور قطعی ہے۔ سلمان رشدی اپنی کفریات کی اشاعت کر کے اور ان پر اصرار کر کے مرتد ہو چکا ہے، اہانت انبیاء اور سب صحابہ کی وجہ سے اس کا جرم ارتداد زیادہ سنگین ہو چکا ہے، اس لیے وہ مباح الدم، واجب القتل ہو چکا ہے، اس ملعون کو قتل کرنا کارِ ثواب اور دین کی نصرت ہے۔

### خمینی اور ایران کا رویہ

خمینی اور ایران نے سلمان رشدی کے سلسلے میں جو رویہ اختیار کیا، وہ بلاشبہ حکمت و دانائی کے خلاف تھا، اس طریقہ کار سے سلمان رشدی ہی کو فائدہ ہوا۔ اسے مضبوط تحفظ فراہم کر دیا گیا، اس کی شہرت میں غیر معمولی اضافہ ہوا، تمام اسلام دشمن طاقتیں اس کی پشت پناہی کے لیے متحد ہو گئیں، اس کے معاملہ کو بین الاقوامی مسئلہ بنا دیا گیا۔ سلمان رشدی کے بارے میں خمینی اور

ایران نے جو طریقہ  
گرتی ہوئی ساکھ  
کیس بھی مضبوط  
ہو گیا۔ اسے آہنی  
ہو گیا۔ اگر اس کی  
رسول کو اتنا تحفظ  
سلمان رشدی

شریعت اسما  
میں دو رائیں ممکن  
استحقاق کھو چکا ہے  
غیرت اور بے بسی  
تحقیق کی طرف۔  
انکار، دور حاضر کا  
رٹ لگانے والا آیا  
کو خاطر میں نہ لانا  
جو ناموس رسالت  
لگانے کا مطالبہ کر  
حفاظت سے دست  
میری مراد  
دفاعت کا بیڑا اٹھ  
زور قلم خرچ کر  
خراب جارحانہ تب  
مسلموں کے سامنے  
مفکرین، فقہاء،  
آخری حدود کو  
جانے یہ حکمت

ایران نے جو طریقہ اختیار کیا، اس سے شیعنی اور ایران کو ضرور فائدہ پہنچا، عالم اسلام میں ایران کی گرتی ہوئی ساکھ سنبھل گئی، عامتہ المسلمین میں ایران کی نیک نامی ہو گئی، لیکن سلمان رشدی کا کیس بھی مضبوط ہو گیا، عالمی سطح پر غیر مسلموں میں اس کے لیے ہمدردی اور تحفظ کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اسے آہنی دیواروں کے پیچھے اس طرح چھپا دیا گیا کہ وہاں تک کسی کا ہاتھ پہنچنا دشوار تر ہو گیا۔ اگر اس کی بجائے حکمت و دانائی، انخفاء اور رازداری کا طریقہ اختیار کیا گیا ہوتا تو اس دشمن رسول کو اتنا تحفظ فراہم نہ ہو پاتا اور اس کے نپاک وجود سے روئے زمین پاک ہو چکی ہوتی۔

### سلمان رشدی کے بارے میں وحید الدین خاں کا طرز عمل

شریعت اسلامی کی نظر میں سلمان رشدی کے جرم کی سزا اتنی واضح ہے کہ اس کے بارے میں دو رائیں ممکن نہیں ہیں، قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں یہ شخص زندگی کا استحقاق کھو چکا ہے اور مباح الدم واجب القتل قرار پا چکا ہے۔ لیکن اس دور فتن میں اسلام کی غربت اور بے بسی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ اسلام کے قطعی مسلمات بھی خود مسلم مدعیان علم و تحقیق کی طرف سے تشکیک و اربتیب کا نشانہ بن چکے ہیں، امت مسلمہ کے اجماعی مسائل کا انکار، دور حاضر کا فیشن بن چکا ہے۔ چشم فلک یہ منظر دیکھ کر حیران ہے کہ ”دعوت اسلام“ کی رٹ لگانے والا ایک ”مفکر“ سلمان رشدی کے دفاع میں قلم سنبھالے ہوئے ہے اور اجماع امت کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے خود ان مسلمانوں کو طعن و تشنیع، سب و شتم کا نشانہ بنائے ہوئے ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہے ہیں، اور برطانوی حکومت پر سیاسی دباؤ ڈال رہے ہیں کہ شام رسول کی حفاظت سے دست کش ہو جائے اور اسے قرار واقعی سزا دے۔

میری مراد وحید الدین خاں سے ہے۔ انہوں نے ”الرسالہ“ میں اس دشمن رسول کی مدافعت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور سلمان رشدی کے خلاف کی جانے والی کوششوں کے خلاف پورا زور قلم خرچ کر دیا۔ ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کے لیے کیے جانے والے اقدامات پر دل خراش جارحانہ تبصرے کیے۔ حیرت ہے کہ وحید الدین خاں کا قلم مسلمانوں کو صبر کی تلقین اور غیر مسلموں کے ساتھ عدم جارحیت کا رویہ اپنانے کی نصیحت سے نہیں ٹھکتا، لیکن مسلمان علماء، مفکرین، فقہاء، مجتہدین اور عامتہ المسلمین پر اظہار رائے کرتے ہوئے ان کا قلم جارحیت کی آخری حدوں کو چھو لیتا ہے اور تنقیص و استہزاء کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ خدا جانے یہ حکمت دعوت کی کون سی قسم ہے۔

رسول کا واجب القتل ہونا منقول ہے اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں کی اور یہی مسئلہ میں اس سے زیادہ مضبوط کیا جاسکتا۔

مسلول علی شاتم الرسول“ ص ۱۷۳  
ت سلسلہ میں چودہ صدیوں تک جس بیانے میں ملے گا۔ اس طرح کے اجماعی مسئلہ کے

ندی نے ”شیطان آیت“ کے ذریعہ رسول ﷺ کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اس ابولسب اور ابلیس لعین کو بھی شرمایا ہے۔ رد عمل ہوا، وہ ایمانی غیرت و حیثیت کا تقاضا یہ السلام کی تنقیص و توہین کی گئی ہے۔ خاتم زایا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ کی ازواج رک گیا، اسلامی شریعت کی نظر میں سلمان قطعی ہے۔ سلمان رشدی اپنی کفریات کی اہانت انبیاء اور سب صحابہ کی وجہ سے اس الدم واجب القتل ہو چکا ہے، اس ملعون کو

جو رویہ اختیار کیا، وہ بلاشبہ حکمت و دانائی کو فائدہ ہوا۔ اسے مضبوط تحفظ فراہم کر دیا دشمن طاقتیں اس کی پشت پناہی کے لیے لیا۔ سلمان رشدی کے بارے میں شیعنی اور

ماہنامہ ”الرسالہ“ دہلی کے جون، جولائی ۱۹۸۹ء کے شمارے شامین رسول کی جانب سے وکالت سے پر ہیں۔ خاں صاحب نے شتم رسول کے جرم میں سزائے قتل سے انکار کیا ہے اور شاتم رسول کی سزائے قتل کو قرآن و سنت کی مخالفت قرار دیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

● ”موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کا عام خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی یا اس کا استہزاء، ایک ایسا جرم ہے جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب القتل بنا دیتا ہے، یعنی جیسے ہی کوئی شخص ایسے الفاظ بولے جو مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی نظر آئے، اس کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس قسم کا مطلق نظریہ شرعی اعتبار سے بے بنیاد ہے۔ اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل موجود نہیں۔“

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۳)

● ”کیا اس کے بعد بھی اس میں شبہ کی کوئی گنجائش باقی ہے کہ رسول اللہ کی شان میں گستاخی بجائے خود مستوجب قتل جرم نہیں ہے۔ کسی کے واجب القتل ہونے کے لیے اسی کے ساتھ کچھ مزید اسباب درکار ہیں۔ مثلاً ریاست اسلامی سے بغاوت۔ چند افراد جو دور اول میں قتل کیے گئے ہیں، ان کا معاملہ اسی دوسرے حکم کے تحت آتا ہے۔ انہیں ریاست سے بغاوت کے جرم میں قتل کیا گیا نہ کہ مجرد گستاخی رسول کے جرم میں۔“

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۲۳، ۲۴)

● ”ایسی حالت میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی علی الاطلاق طور پر مستوجب قتل جرم ہے، وہ ایک ایسی بات کہتے ہیں جس کے لیے ان کے پاس قرآن و سنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔“

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۳۶)

● ”یہ ہے اس طرح کے معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کا سوا۔ اب اگر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ مسلمان رشدی کی کتاب سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں اور ہم تو اس کو قتل کر کے رہیں گے، تو میں کون گا کہ ”مسلمانوں کے جذبات کا مجروح ہونا“ اسلام کے قانون جرائم کی کوئی دفعہ نہیں ہے۔ مسلمان اگر اس قسم کی کارروائی کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اپنی قومی سرکشی کے نام پر کر سکتے ہیں مگر اسلام کے نام پر انہیں ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر وہ اسلام کے نام پر اس قسم

کا فعل کریں تو انہیں ڈ اپنے آپ کو اللہ کی نظر

● ”اس سے معلوم لحاظ ہے اور وہ اسلام کی اندیشہ ہو تو ایک شخص باوجود اسے قتل نہیں اسلام میں سب سے زبرد میں سپریم حیثیت کا درجہ انداز کر دیا جائے گا خود دلوں کا مجروح ہونا خدا مصلحت کا مجروح ہونا۔ تو انہیں اپنے جذبات دعوت کے قیمتی مصالح

● ”مسلمان رشد حقیقت واقعہ کے اعتباراً خلاف قاطانہ کارروائی نے ایک اسلام دشمن گئے کہ مسلمان آزادی ہے نہ کہ دلیل کی طاقت آزادی فکر کا زمانہ۔ درجہ دیا گیا ہے۔ موجود انسان کسی ایسے مذہب تسلیم نہ کرتا ہو۔ ایسی کوئی ایسا عمل کیا جائے قاتل ہے اور اس لیے

کا فعل کریں تو انہیں ڈرنا چاہیے کہ ایک مجرم کو سزا دینے کی کوشش میں وہ خود اپنے آپ کو اللہ کی نظر میں زیادہ بڑا مجرم نہ بنالیں۔“

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱۸)

● ”اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے جو ”قتل شاتم“ سے بھی زیادہ قابل لحاظ ہے اور وہ اسلام کی دین رحمت کی تصویر ہے۔ اسلام کی دعوتی تصویر بچڑنے کا اندیشہ ہو تو ایک شخص کے کھلے ہوئے سب دھنم اور اس کی شدید ایذا رسانی کے باوجود اسے قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو نظر انداز کر کے چھوڑ دیا جائے گا۔ اسلام میں سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز دعوتی مصلحت ہے، دعوتی مصلحت اسلام میں پریم حیثیت کا درجہ رکھتی ہے۔ دعوتی مصلحت کی خاطر ہر دوسری چیز کو نظر انداز کر دیا جائے گا خواہ وہ بجائے خود کتنی ہی ٹھہیں نظر آتی ہو۔ مسلمانوں کے دلوں کا مجروح ہونا خدا اور رسول کی نظر میں اتنا اہم نہیں ہے، جتنا کہ دعوتی مصلحت کا مجروح ہونا۔ اگر کسی معاملہ میں مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں تو انہیں اپنے جذبات کو دباننا چاہیے، نہ کہ وہ جذبات کا بے جا اظہار کریں۔ اور دعوت کے قیمتی مصالح کو برباد کر کے رکھ دیں۔“

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۲۲)

● ”مسلمان رشدی نے بلاشبہ توہین رسول اور اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ حقیقت واقعہ کے اعتبار سے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔ لیکن مسلمان اگر اس کے خلاف قاتلانہ کارروائی کریں تو ہرگز ایسا نہیں ہو گا کہ لوگ یہ کہیں کہ مسلمانوں نے ایک اسلام دشمن کو قتل کر دیا بلکہ لازمی طور پر ایسا ہو گا کہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ مسلمان آزادی فکر کے قاتل ہیں۔ اسلام کا اصل انحصار تلوار کی طاقت پر ہے نہ کہ دلیل کی طاقت پر۔ ہمیں اس حقیقت کو جاننا چاہیے کہ موجودہ زمانہ آزادی فکر کا زمانہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی فکر کو سب سے بڑی قدر کا درجہ دیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی، خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج کا انسان کسی ایسے مذہب یا نظام کو غیر مذہب اور وحشیانہ سمجھتا ہے جو آزادی فکر کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ ایسی حالت میں باعتبار نتیجہ سب سے بڑی اسلام دشمنی یہ ہوگی کہ کوئی ایسا عمل کیا جائے جو دنیا والوں کو یہ کہنے کا موقع دے کہ اسلام آزادی فکر کا قاتل ہے اور اس لیے وہ ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ اس معاملہ میں سنت رسول کا

۱۹۸۹ء کے شمارے شامین رسول کی جانب سے لے جرم میں سزائے قتل سے انکار کیا ہے اور قرار دیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

خیال یہ ہو گیا ہے کہ پیغمبر کے ساتھ جو علی الاطلاق طور پر مجرم کو واجب سے الفاظ بولے جو مسلمانوں کو رسول کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس قسم کا اسلام میں اس کے لیے کوئی حقیقی دلیل

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۱۳)

کوئی گنجائش باقی ہے کہ رسول اللہ کی م نہیں ہے۔ کسی کے واجب القتل درکار ہیں۔ مثلاً ریاست اسلامی سے لے ہیں، ان کا معاملہ اسی دوسرے حکم ت کے جرم میں قتل کیا گیا نہ کہ مجرد

الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۲۳، ۲۴)

کہ پیغمبر کے ساتھ گستاخی علی الاطلاق بات کہتے ہیں جس کے لیے ان کے ہے۔“

(”الرسالہ“ جون ۱۹۸۹ء، ص ۲۶)

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ۔ اب اگر پ سے ہمارے جذبات مجروح ہوئے س کوں گا کہ ”مسلمانوں کے جذبات کی دفعہ نہیں ہے۔ مسلمان اگر اس قوی سرکشی کے نام پر کر سکتے ہیں مگر میں۔ اگر وہ اسلام کے نام پر اس قسم

تقاضا یہ ہے کہ اسلام کو اس ”بدنامی“ سے بچایا جائے۔ خواہ اس کی جو بھی قیمت دینی ہو، خواہ اس کے لیے کتنی ہی بڑی چیز کو برداشت کرنا پڑے۔“  
(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۲۳)

### اجماع امت کے خلاف کسی کی رائے اور تحقیق معتبر نہیں

جو مسلمان رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور سب و شتم کا ارتکاب کرے، اس کا بدترین مرتد اور واجب القتل ہونا امت میں اس قدر متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے کہ کسی ”مفکر“ اور ”واعی“ کا اس کے بارے میں اختلاف کا اظہار قابل اعتناء نہیں ہے۔ اس مضمون کے ابتدائی حصہ میں آپ زیر بحث مسئلہ میں ابن المنذر، قاضی عیاض، اسحاق بن راہویہ، ”خطابی“، محمد بن سحنون، تقی الدین سبکی، حافظ ابن تیمیہ، علامہ شامی کے الفاظ میں اجماع امت کا دعویٰ سن چکے۔ ان بلند پایہ آئمہ، فقہاء، محدثین اور محققین کی جانب سے امت مسلمہ کا اجماع نقل کیے جانے کے بعد وحید الدین خاں کے اختلاف کی بے وزنی بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لا تجتمع امتی علی الضلالہ  
”میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی“

امت مسلمہ کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ اس کا اجماع حق و صداقت کی دلیل پر قرار دیا گیا ہے۔ قیامت تک یہ امت کسی بھی دور میں غلطی اور گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ جس مسئلہ پر امت مسلمہ کا چودہ صدیوں تک اتفاق رہا ہو، اس کا حق و صواب ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔۔۔۔۔ اسی کا ایک منطقی اور فطری نتیجہ ہے کہ وحید الدین خاں کے اختلاف کو غلطی اور گمراہی قرار دیا جائے۔ اس طرح کے اجماعی مسئلہ میں اگر کوئی بڑا فاضل و محقق بھی اختلاف کا اظہار کرتا تو اس کے اختلاف کو بھی پرکھ سے زیادہ حیثیت حاصل نہ ہوتی۔ اس لیے امت کے اجماعی مسئلہ سے وحید الدین خاں کا اختلاف کسی اہمیت اور سنجیدہ نوٹس کے لائق نہیں ہے۔ لیکن اس دور فتن میں ایک طرف ہماری نوجوان نسل، دین کے اصول اور بنیادی تصورات سے نا آشنا ہوتی جا رہی ہے۔ دوسری طرف تشکیک زدہ نوجوانوں کے ایک طبقہ میں اجماع امت سے اختلاف ایک فیشن بن چکا ہے۔ تیسری طرف وحید الدین خاں کے مخصوص اسلوب تحریر اور طرز نگارش سے نوجوانوں کا ایک طبقہ ان سے مانوس اور متاثر ہے۔ اس طبقہ کا چونکہ اسلامیات کا براہ راست گہرا مطالعہ نہیں ہے، اس لیے وہ وحید الدین خاں کے افکار و خیالات میں کھرے کھوٹے کی تمیز

کرنے کی معا  
کی سزا کے با  
دلائل نمائندہ  
شام رس

سلمان  
سے قطع نظر  
کوئی  
استہزاء اور  
نقل جاتا ہے  
رسالت سے  
واستہزاء کا  
پاک سے ثابت

آئے  
جاؤ جو  
سے  
گلی کر  
تھے۔  
ایک  
کرے

یہ آ  
کا  
ہے۔ لہذا  
چوں و چرا

سے بچایا جائے۔ خواہ اس کی جو بھی قیمت  
بڑی کو برداشت کرنا پڑے۔

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۲۳)

### ئے اور تحقیق معتبر نہیں

اور سب و شتم کا ارتکاب کرے، اس کا بدترین  
محقق اور اجماعی مسئلہ ہے کہ کسی ”مفکر“ اور  
قابل اعتناء نہیں ہے۔ اس مضمون کے ابتدائی  
قاضی عیاض ”اسحاق بن راہویہ“، ”خطابی“، محمد بن  
سہبائی کے الفاظ میں اجماع امت کا دعویٰ سن  
تین کی جانب سے امت مسلمہ کا اجماع نقل کیے  
بے وزنی بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے۔ رسول اکرم

سلاہ  
سکتی

ہے کہ اس کا اجماع حق و صداقت کی دلیل پر قرار  
میں غلطی اور گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ جس  
دراہم، اس کا حق و صواب ہو تا روز روشن کی طرح  
ہے کہ حید الدین خاں کے اختلاف کو غلطی اور  
مسلکہ میں اگر کوئی بڑا فاضل و محقق بھی اختلاف کا  
زیادہ حیثیت حاصل نہ ہوتی۔ اس لیے امت کے  
اہمیت اور سنجیدہ نوٹس کے لائق نہیں ہے۔ لیکن  
سائنس دین کے اصول اور بنیادی تصورات سے نا آشنا  
وانوں کے ایک طبقہ میں اجماع امت سے اختلاف  
بن خاں کے مخصوص اسلوب تحریر اور طرز نگارش  
شہ ہے۔ اس طبقہ کا چونکہ اسلامیات کا براہ راست  
خال کے انکار و خیالات میں کھرے کھوسے کی تیز

کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ ان سب اسباب کی بناء پر ضروری معلوم ہوا کہ شاتم رسول  
کی سزا کے بارے میں موصوف نے جو موقف اختیار کیا ہے، اس کا علمی جائزہ لیا جائے اور ان کی  
دلائل نمائندگیات کا پردہ چاک کیا جائے۔

### شام رسول بدترین مرتد ہے

مسلمان رشدی کا کس صریحی طور پر اہانت اور شتم رسول کا کس ہے۔ اجماع امت  
سے قطع نظر ہم قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس جرم کی سزا اسلام میں کیا ہے؟  
کوئی بھی صاحب علم شخص اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ نبی اکرم ﷺ کی اہانت،  
استہزاء اور سب و شتم کا ارتکاب اگر کسی مسلمان کی جانب سے ہو تو وہ مسلمان دائرہ اسلام سے  
نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور استہزاء دراصل آپ کی  
رسالت سے انکار ہے۔ رسول کی رسالت پر عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی شخص رسول کے ساتھ اہانت  
و استہزاء کا رویہ اختیار نہیں کر سکتا۔ اہانت رسول کے مرتکب کا دائرہ اسلام سے خارج ہونا قرآن  
پاک سے ثابت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

”مناقض ڈرتے رہتے ہیں کہ ان (کے پیغمبر) پر کہیں کوئی ایسی سورت (نہ) اتر  
آئے کہ ان کے دل کی باتوں کو ان (مسلمانوں) پر ظاہر کر دے، کہہ دو کہ ہمیں کیے  
جاؤ جس بات سے تم ڈرتے ہو، خدا اس کو ضرور ظاہر کر دے گا، اور اگر تم ان  
سے (اس بارے میں) دریافت کرو تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل  
گلی کرتے تھے، کہو کیا تم خدا اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے نہیں کرتے  
تھے۔ ہمانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو، اگر ہم تم میں سے  
ایک جماعت کو معاف کر دیں تو دوسری جماعت کو سزا بھی دیں گے چونکہ وہ گناہ  
کرتے رہے ہیں۔“

(”سورہ توبہ“ آیت ۶۳ تا ۶۶)

یہ آیت اس مضمون میں بالکل صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور رسول اکرم  
ﷺ کا استہزاء کفر ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اہانت اور سب و شتم استہزاء سے زیادہ سنگین چیز  
ہے۔ لہذا اس کا کفر ہونا زیادہ واضح ہے۔ قرآن پاک نے تو رسول اکرم ﷺ کے فیصلے کو بے  
چوں و چرا تسلیم کرنا بھی ایمان کی شرط قرار دیا ہے:

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تازعات میں تمہیں

منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو، اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“

(”سورہ نساء“ آیت ۶۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا سر قلم کر دیا تھا جس نے رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا اور دربار نبوت سے فیصلہ ہو جانے کے بعد اپنا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا۔

قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنا کفر و نفاق قرار دیا گیا ہے۔

یہ بات عقل عام سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور آپ کی شان میں گستاخی، سب و شتم، آپ کا فیصلہ تسلیم نہ کرنے سے زیادہ سنگین اور بھیانک جرم ہے۔ لہذا اہانت رسول کی بناء پر انسان بدرجہ اولیٰ دائرہ اسلام سے نکل جائے گا اور مباح الدم قرار پائے گا۔

### فقہاء اسلام کی تصریحات

قرآن پاک کی آیات و احادیث کی بناء پر فقہاء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور سب و شتم بدترین ارتداد ہے۔ فقہاء کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

”امام ابو یوسف نے فرمایا ”جس مسلمان شخص نے رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہا یا جھٹلایا یا عیب لگایا یا تنقیص کی، اس نے کفر کیا۔ اس کی بیوی اس سے جدا ہو گئی۔“

(”رد المحتار علی الدر المختار“ ج ۳، ص ۳۱۹)

”جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو سب و شتم کیا وہ کافر ہو گیا۔ خواہ اس نے سنجیدگی سے ایسا کیا ہو یا مذاق میں کیا ہو۔ اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہو گیا جس نے اللہ تعالیٰ کا یا اس کی آیات کا یا اس کے رسولوں یا کتابوں کا استہزاء کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولئن سألنہم لیقولن..... الخ۔“

(”الشرح الکبیر مع المغنی“ ج ۱۰، ص ۷۵، دار الکتاب العربی، بیروت)

### اسلام میں مرتد کی سزا

رسول اللہ ﷺ کی اہانت اور سب و شتم کا کفر و ارتداد ہونا متعدد آیات قرآنیہ سے

ثابت ہے اور مرتد کا

حضرت

لایا گیا۔ حضرت

کی خبر پہنچی تو

کیونکہ رسول

”تم لوگ اللہ

کیونکہ رسول

اسے قتل کرو

(”صحیح بخاری“

حضرت

فرمایا ”کوئی“

ہو، اس کا خو

(۱) شادی

نہ سب کو چھو

مرتد کے

پر متفق ہیں۔

خواہ

مشرورہ

”اہل“

حضرت ابو بکر

عظیم سے م

شتم رسول

صحابہ کرام

کے سامنے نازل

ثابت ہے اور مرتد کا واجب القتل ہونا متعدد احادیث میں مذکور ہے:

”حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس زنادقہ کو لایا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جلادیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ”اگر علی رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ”تم لوگ اللہ والا عذاب (آگ میں جلانا) نہ دو لیکن میں ان زندیقیوں کو قتل کرتا“ کیونکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”جو (مسلمان) اپنا دین تبدیل کر دے“ اسے قتل کر دو۔“

(”صحیح بخاری“ کتاب ”استیابہ المعاندین والمرتدین“ باب ”الحکم المرتد والمرتدة“) حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کوئی مسلمان شخص جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کا خون صرف تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی وجہ سے مباح ہوتا ہے (۱) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو (۲) کسی کو قتل کیا ہو (۳) اپنے مذہب کو چھوڑ چکا ہو اور مسلمانوں سے الگ ہو گیا ہو۔“

(”صحیح بخاری“ کتاب ”الديات“ باب ”قول الله ان النفس بالنفس“) مرتد کے سلسلے میں وارد شدہ صحیح آیات و احادیث کی بناء پر فقہاء اسلام مرتد کی سزائے قتل پر متفق ہیں۔ خواہ یہ بات آزادی فکر اور آزادی مذہب کے فریب خوردہ افراد کو کتنی گراں گزرے۔ مشہور قیدیہ ابن قدامہؒ کہتے ہیں:

”اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ یہ بات حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابو موسیٰ، ابن عباس، خالد وغیرہ (رضی اللہ عنہم) سے مروی ہے اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، اس لیے اجماع ہو گیا۔“ (”الشرح الکبیر“ ج ۱، ص ۷۵)

### شتہم رسول ﷺ کی سزا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں

صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کے براہ راست شاگرد تھے۔ اسلام کے سارے احکام ان کے سامنے نازل ہوئے۔ قرآنی آیات کے اسباب نزول اور ارشادات نبوی ﷺ کے پس منظر

پسے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کے۔“

(”سورہ نساء“ آیت ۶۵)

تھا جس نے رسول اکرم ﷺ کا فیصلہ اپنا مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

کے فیصلوں کو تسلیم نہ کرنا کفر و نفاق

رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور آپ کی سے زیادہ سنگین اور بھیانک جرم ہے۔ نکل جائے گا اور مباح الدم قرار پائے

اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اکرم کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

”نے رسول اللہ ﷺ کو برا رکھا۔ اس کی بیوی اس سے جدا

الدر المختار“ ج ۳، ص ۳۱۹)

شتہم کیا وہ کافر ہو گیا۔ خواہ اس وہ شخص بھی کافر ہو گیا، جس نے

ن کا استہزاء کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ

”لخ“ دارالکتب العربی، بیروت)

ارتداد ہونا متعدد آیات قرآنیہ سے

احکام کے مدارج اور ناسخ و منسوخ سے ان سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے۔ ان کا فہم دین حجت ہے۔ آئیے دیکھیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں ان حضرات نے شاتمین رسول کی کیا سزا بھیجی:

”حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے رسول اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر فرمایا ”جس نے اللہ تعالیٰ کو یا کسی نبی کو برا بھلا کہا“ اسے قتل کر دو۔“

(”اصارم المسلول علی شاتم الرسول“ ص ۱۷۴، تصنیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ، دارالافتاء، قاہرہ)

احادیث و آثار کی کتابیں ایسی روایات سے معمور ہیں، جن میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ نے نبی اکرم ﷺ کی اہانت اور سب و شتم کی سزا، قطعیت سے نقل بیان کی ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ کسی فرعی مسئلہ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا اس سے زیادہ کھل اجماع نہیں ملتا جیسا اجماع شاتم رسول کے قتل کے بارے میں ہے۔ خلفاء راشدین کے عہد میں کوئی ایسی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی کہ کسی شاتم رسول ﷺ کو کوئی مصلحت دعوت بیان کر کے معاف کر دیا گیا ہو۔

### شاتمین رسول ﷺ کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا طرز عمل

جہاں تک شاتمین رسول ﷺ کے بارے میں خود رسول اکرم ﷺ کے طرز عمل کا مسئلہ ہے، اسے ہم مختلف ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی کئی زندگی میں زیادہ تر وہ سورتیں اور آیتیں نازل ہوئیں جو توحید، رسالت، آخرت، جنم، ترفیب و تہیب پر مبنی تھیں۔ احکام کے بارے میں بہت کم آیات مکہ میں نازل ہوئیں اور احکام کی جو آیتیں مکی زندگی میں اتریں، ان کا تعلق عبادات اور انفرادی اعمال سے تھا۔ حدود و قصاص وغیرہ کے احکام مکی دور میں نازل نہیں ہوئے۔ مکی زندگی میں مسلمانوں کو جلاو قتل اور جوابی کارروائی سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کی خواہش اور تقاضے کے باوجود انہیں کفار سے نبرد آزما ہونے اور دشمنان اسلام کی معاونانہ و ظلمانہ کارروائیوں کا انتقام لینے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں کفار کی جانب سے پیش آنے والی ہر تکلیف جھیلنے اور مکمل صبر و اعراض کی ہدایت تھی۔

مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کے بعد تدریجاً اجتماعی احکام اور حدود و قصاص کا نزول ہوا۔ مسلمانوں کو کئی مرحلوں میں جلاو قتل اور جوابی کارروائی کی اجازت دی گئی۔ ابتداء میں دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی:

”جن مسلمانوں کو بھی لڑیں، کیونکہ اللہ مدد کرنے پر قادر (انہوں نے کچھ قصہ

اس کے بعد اصلا ”بھلا تم نے

ہاتھوں کو (جنگ) ان پر جہاد فرض خدا سے ڈرا کر۔

مکی زندگی میں

مسلمانوں کو یک طرف

نہیں ہوئے تھے۔ اس

سے کوئی تعرض نہیں

حصہ میں ایسی بہ کثرت

بعض صحابہ کرام کو یہ

شاتمین رسول ﷺ

باز پرس نہیں فرمائی بلکہ

قرار دیا۔ اس نوع کے

۱۔ حضرت ابن

ﷺ کو سب و شتم

مانتی۔ ایک رات کی

گئی۔ نابینا صحابی نے

جس سے وہ ام ولد م

ﷺ نے صبح لوگوں

کو پھانستے ہوئے آ

سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے۔ ان کا فہم دینِ حجت میں ان حضرات نے شائقینِ رسول کی کیا سزا سمجھی: حضرت عمرؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا، دھتکم کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل دیا کسی نبی کو برا بھلا کہا، اسے قتل کر دو۔“ (ص ۷۳، تصنیف شیخ الاسلام ابن تیمیہ، دارالاعتصام، قاہرہ)

ت سے معمور ہیں، جن میں صحابہ کرامؓ اور اور سب دھتکم کی سزا، قطعیت سے قتل بیان کی گئی ہے۔ بارے میں صحابہ کرامؓ کا اس سے قتل کے قتل کے بارے میں ہے۔ خلفاء راشدین نے کہ کسی شاتمِ رسولؐ کو کوئی مصلحت و دعوت

### ۷۔ میں رسول اکرم ﷺ کا طرز عمل

بارے میں خود رسول اکرم ﷺ کے طرز عمل کا سکتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی مکی زندگی میں زیادہ رسالت، آخرت، جنم، ترفیب و تہیب پر مہتمم تھے کہ میں نازل ہوئیں اور احکام کی جو آیتیں مکی راوی اعمال سے تھا۔ حدود و قصاص وغیرہ کے احکام، مسلمانوں کو جلا و قتل اور جوانی کا روائی سے سختی اور تقاضے کے باوجود انہیں کفار سے نبرد آزما روائیوں کا انتقام لینے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں بچنے اور مکمل مہربانوں کی ہدایت تھی۔

زربحا اجتماعی احکام اور حدود و قصاص کا نزول ہوا۔ دہلی کارروائی کی اجازت دی گئی۔ ابتداء میں دفاعی

”جن مسلمانوں سے (خواہ مخواہ) لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے (کہ وہ بھی لڑیں) کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا (ان کی مدد کرے گا وہ) یقیناً ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے (انہوں نے کچھ قصور نہیں کیا) ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے۔“

(”الحج“ ۳۹-۴۰)

اس کے بعد اصلاحی اور اقدامی جنگ فرض کی گئی۔ مسلمانوں کو جلا و قتل کا حکم دیا گیا: ”جہلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو (پہلے یہ) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہیں اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہیں، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو بعض لوگ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے خدا سے ڈرا کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔“

(”سورہ نساء“ آیت ۷۷)

مکی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو سب دھتکم کرنے والے کفار تھے۔ اس وقت تک مسلمانوں کو ایک طرف طور پر مہربانوں کا حکم تھا، اسلام کے تعزیریاتی قوانین کی دور میں نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ نے اپنی ذات مبارکہ کو سب دھتکم کرنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں خصوصاً مکی زندگی کے آخری حصہ میں ایسی بہ کثرت مثالیں ملتی ہیں کہ شائقینِ رسول کو قتل کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو مامور فرمایا۔ بعض صحابہ نے رسول اکرم ﷺ کے علم میں لائے بغیر بعض شائقینِ رسول ﷺ کو قتل کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس اقدام پر نہ صرف یہ کہ باز پرس نہیں فرمائی بلکہ اس پر پندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس اقدام کو قتل کو اللہ اور رسول کی نصرت قرار دیا۔ اس نوع کے کثیر واقعات میں سے چند واقعات درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد تھی جو رسول اللہ ﷺ کو سب دھتکم کرتی تھی۔ وہ نابینا صحابی اس حرکت سے اسے منع کرتے لیکن وہ نہیں مانتی۔ ایک رات کی بات ہے کہ وہ ام ولد رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدتمیزی کے کلمات کہنے لگی۔ نابینا صحابی نے چھوٹی تلوار لے کر اس کی نوک ام ولد کے پیٹ پر رکھ کر اسے زور سے دبایا جس سے وہ ام ولد مر گئی۔ صبح رسول اللہ ﷺ کو اس ام ولد کے قتل ہونے کی خبر ہوئی۔ آپ ﷺ نے صبح لوگوں کو جمع کر کے قاتل کے بارے میں تحقیق شروع کی۔ وہی نابینا شخص لوگوں کو پھاندتے ہوئے آگے بڑھا اور رسول اللہ ﷺ کے رو برو بیٹھ کر عرض کیا ”میں اس ام ولد کا

مالک ہوں۔ وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی عیب جوئی کرتی تھی، میرے ڈانٹنے اور منع کرنے کے باوجود اس حرکت سے باز نہیں آتی تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو خوب صورت (دو موتیوں کی طرح) بیچے بھی ہیں۔ میرے ساتھ اس کا برتاؤ اچھا تھا۔ گزشتہ رات بھی وہ آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگی تو میں نے چھوٹی تلوار سے اس کا پیٹ چاک کر کے اسے قتل کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”سن لو، گواہ رہو کہ اس ام ولد کا خون رائیگاں ہے۔“

(”سنن نسائی“ کتاب ”الحاربه“ تحریم الدم ”باب الحکم فی من سب النبی ﷺ“)

۲۔ کعب بن اشرف یہودی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہجویہ اشعار کہتا۔ آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ ایک بار آپ نے فرمایا ”کون کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگا سکتا ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے؟“ محمد بن مسلمہ ہجرت نے عرض کیا ”اے رسول اللہ ﷺ میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں، کیا آپ کی خواہش ہے کہ کعب بن اشرف کو قتل کر دیا جائے؟“ آپ نے فرمایا ”ہاں“ اس کے بعد محمد بن مسلمہ ہجرت نے کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل حدیث کی مستند ترین کتابوں، بخاری، مسلم اور کتب سیرت میں موجود ہے۔

(”صحیح بخاری“، ”کتاب المغازی“ باب قتل کعب بن الاشرف میں تفصیلی روایت ملاحظہ

ہو)

۳۔ عصماء بنت مروان یزید بن زید بن حصن عظمیٰ کی بیوی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور مذہب اسلام کی ہجو میں اشعار کہتی، غزوہ بدر کے موقع پر عصماء بنت مروان نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے چند اشعار کہے۔ ان اشعار کی بازگشت میدان بدر تک گئی۔ عمیر بن عدی عظمیٰ نے قسم کھالی کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ واپس تشریف لانے پر میں اس عورت کو قتل کر دوں گا۔ رسول اکرم ﷺ کی مدینہ واپس کے بعد رات کی تاریکی میں عمر بن عدی عظمیٰ نے عصماء بنت مروان کو قتل کر دیا اور رسول اکرم ﷺ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ نماز کے بعد رسول اکرم ﷺ نے عمیر کو دیکھا اور فرمایا کیا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا ہاں اے رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ نذاہوں۔ عمیر ڈرے کہ کہیں اس اقدام پر گرفت نہ ہو۔ دریافت کیا کیا اس اقدام قتل سے مجھ پر کچھ لازم ہوگا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔۔۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھو۔“

اس حدیث  
اکرم ﷺ کی  
”شور و غل“ اور  
۳۔ فتح مکہ۔  
جنگ اور مقابلہ  
غلاف کعب سے  
رحمت عالم ﷺ  
کی ہجو اور  
۵۔ ابن اسیر  
واپس ہوئے تو حج  
کے موقع پر مکہ  
پہنچاتے تھے اور  
کی طرف فرار

۶۔ ایک  
کے بارے میں  
اسے جا کر قتل

حافظ ابن

حافظ ابن  
واقعات ذکر کرے۔  
”اور“  
کو سب  
متعدد بار  
ہے۔ نما

(”اصارم السلول“ ابن تیمیہ، ص ۸۱، ۸۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے کی جانے والی جدوجہد نبی اکرم ﷺ کی نظر میں خدا اور رسول خدا کی نصرت ہے خواہ خود و قسم کے دائمی و منکر اسے ”شور و غل“ اور ”قوی سرکشی“ کا نام دیں۔

۳۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے مسلمان سپاہیوں کو حکم دے دیا تھا کہ جو لوگ جنگ اور مقابلہ کریں ان کے سوا کسی کو قتل نہ کریں۔ مگر چند افراد کے بارے میں فرمایا کہ اگر غلاف کعبہ سے چٹے ہوں تو بھی انہیں قتل کر دو۔ یہ چند مرد اور عورتیں جن کے بارے میں رحمت عالم ﷺ نے ہر حال میں قتل کیے جانے کا حکم دیا تھا، ان میں سے اکثر پر رسول اللہ ﷺ کی جھو اور آپ کو سب و شتم کرنے کی فرد جرم عائد تھی۔

۵۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ واپس ہوئے تو بھیر بن زہیر بن ابی سلمی نے کعب بن زہیر کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں چند ایسے لوگوں کو قتل کیا جو آپ کی جھو کرتے تھے اور آپ کو اذیت پہنچاتے تھے اور قریش کے باقی ماندہ شعراء عبداللہ بن الزعیری، ہبیسہ بن ابی وہب مختلف علاقوں کی طرف فرار ہو گئے ہیں۔

(”اصارم السلول“ ص ۱۱۸)

۶۔ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کیا کرتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا ”کون ہے جو میرے دشمن سے انتقام لے“ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے جا کر قتل کر دیا۔

(مصنف عبدالرزاق، جلد ۵، ص ۳۰۷، ”الجلس الطلی“)

### حافظ ابن تیمیہ کا ارشاد

حافظ ابن تیمیہ نے عمد رسالت میں شتم رسول کے جرم میں قتل کیے جانے کے بہ کثرت واقعات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

”اور ہم نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں، ان سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب و شتم کرنے والے کو قتل کرنا واجب ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے متعدد بار سب و شتم کرنے والے کے قتل کا حکم دیا اور امر و وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو جس شخص کے بارے میں بھی سب و شتم کرنے کی خبر

پ کی عیب جوئی کرتی تھی، میرے ڈانٹنے اور تھی۔ اس کے بطن سے میرے دو خوب تھے اس کا برتاؤ اچھا تھا۔ گزشتہ رات بھی وہ لوہار سے اس کا پیٹ چاک کر کے اسے قتل کر کے اس ام ولد کا خون رائیگاں ہے۔“

”باب الحکم فی من سب النبی ﷺ“ کے بارے میں جویہ اشعار کہتا۔ آپ فرمایا ”کون کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگا ہے؟“ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”ضر ہوں، کیا آپ کی خواہش ہے کہ کعب اس کے بعد محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب کی مستند ترین کتابوں، بخاری، مسلم اور

بن الاشرف میں تفصیلی روایت ملاحظہ

(ہو)

کی بیوی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور فتح پر عصماء بنت مروان نے رسول اکرم ﷺ کی بازگشت میدان بدر تک گئی۔ عمیر بن ہریرہ واپس تشریف لانے پر، میں اس ایسی کے بعد رات کی تاریکی میں عمر بن اکرم ﷺ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ نماز یا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر دیا؟ میرے ماں باپ ندامتوں۔ عمیر ڈرے، اقدام قتل سے مجھ پر کچھ لازم ہوگا؟ اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”اگر تم بنی ﷺ کی نصرت کی ہے تو عمیر بن

ملی، اس کا خون آپ نے رائیگاں قرار دے دیا۔ صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا۔ حالانکہ آپ کو معاف کرنے کا بھی حق تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد کسی کو اختیار نہیں کہ شاتم رسول کو معاف کر دے۔ اس لیے اب شاتم رسول کو قتل کرنا زیادہ لازم ہے۔ شاتم رسول کو قتل کرنا ایک قسم کا جماد ہے۔ کفار و منافقین پر سختی کرنا، دین الہی کو غالب کرنا اور اعلاء کلمہ اللہ ہے، اور ان چیزوں کا واجب ہونا معروف ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے لیے شاتم رسول کو معاف کرنا اس صورت میں جائز تھا، جب یہ حرکت ایسے شخص سے صادر ہو جو آپ کے قابو میں ہو، اسلام اور اطاعت کا اظہار کرتا ہو یا خود سپردگی کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہو، جو لوگ اہانت رسول کرنے کے بعد سرکشی اور اہانت پر قائم تھے، حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کیا۔

(”الصارم المسلول“ ص ۱۳۵)

### دشتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں اسوہ نبی ﷺ کا خلاصہ

رسول اکرم ﷺ کی مدنی زندگی کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور سب و دشتم کرنے والوں کے بارے میں خود نبی اکرم ﷺ نے بااوقات اقدام قتل کا حکم فرمایا اور صحابہ کرام نے پوری جان نثاری کے ساتھ اپنے کو خطرے میں ڈال کر حضور اکرم ﷺ کے حکم پر عمل کیا۔ بعض دفعہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے علم میں لائے بغیر بعض شاتمین رسول کو جنم رسید کیا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو نہ صرف یہ کہ اس پر سرزنش نہیں کی، بلکہ ان کے اس اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول کی نصرت قرار دیا۔

صحابہ کرام کے علم میں جب بھی کوئی ایسا واقعہ آتا کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ کی اہانت اور آپ کی شان میں گستاخی کی ہے تو وہ فوراً اسے قتل کرنا چاہتے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے سامنے کا واقعہ ہوتا تو آپ سے قتل کی اجازت چاہتے۔ رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی صحابہ کرام کے اس رویہ پر ادنیٰ تکبر نہیں کی۔ یہ کبھی نہیں فرمایا کہ تم لوگ کیوں بھڑک اٹھتے ہو۔ مجھے سب و دشتم کرنا مستوجب قتل نہیں ہے، بلکہ اگر صحابہ کرام کو قتل کرنے سے روکتے تو روکنے کی کوئی اور وجہ بیان فرماتے۔

مثلاً یہ کہ لوگوں واقعات میں حضور اکرم کی زندگی سے تعلق رکھتے ہوئی کہ شاتم رسول نے توبہ قبول کر کے اسے یہ لوگ اسلام کا اظہار کر نجی محفلوں میں یا بعض کلمات کہتے لیکن جب تردید کرتے۔ سلمان اہل عرب انہیں مسلم قتل نہیں کراتے کہ اگر اکرم ﷺ کو اپنی اگر معاف کرنے میں

### واقعہ اٹک میر

بعض منافقین رسول اللہ ﷺ سے قتل کرنے کی ہو گئے۔ اس لیے منافق عبد اللہ بن ابی المومنین حضرت عائشہ پوری فضا اس الزام ہو گئے۔ رسول اکرم نے احتیاطاً اپنے افراس میں تقیہ کی۔ اطمینان کر لینے مسلمانوں سے خطا

مثلاً یہ کہ لوگوں میں مشہور ہو گا کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ شتم رسول کے واقعات میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے معافی یا اعراض کے جو واقعات ملتے ہیں وہ یا تو کئی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ مسلمانوں کو یک طرفہ صبر و اعراض کا حکم تھا یا اس کی صورت یہ ہوئی کہ شاتم رسول نے توبہ و استغفار کیا۔ تجدید ایمان کی اور معافی مانگی تو رسول اکرم ﷺ نے توبہ قبول کر کے اسے معاف کر دیا۔ یا پھر منافقین مدینہ کے ساتھ اعراض کے واقعات پیش آئے۔ یہ لوگ اسلام کا اظہار کرتے، تمام سرگرمیوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک رہتے۔ کبھی کبھی اپنی نجی محفلوں میں یا بعض کمزور مسلمانوں کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے کلمات کہتے لیکن جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم نے ایسی بات کہی ہے تو زوردار طریقہ پر اس کی تردید کرتے۔ سلمان رشدی کی طرح اہانت رسول کا اعلان و اظہار اور اس پر فخر نہیں کرتے تھے۔ اہل عرب انہیں مسلم سماج ہی کا جز سمجھتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ ان سے اعراض کرتے، قتل نہیں کراتے کہ لوگوں میں چرچا ہو گا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کراتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو اپنی شان میں کی گئی گستاخی اور اہانت کے معاف کرنے کا حق تھا۔ اس لیے آپ اگر معاف کرنے میں مصلحت سمجھتے تو معاف فرمادیتے۔

### واقعہ اُفک میں حضور اکرم ﷺ کا عمل

بعض منافقین کے اہانت رسول کا کیس بالکل طشت از بام ہو گیا۔ ایک منافق نے بر ملا رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی اور اہانت کا بیڑا اٹھایا تو رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو اسے قتل کرنے کی ترغیب دی لیکن خود انصار مدینہ میں اس کی بناء پر جنگ کے حالات پیدا ہو گئے۔ اس لیے حکم قتل پر عمل نہ ہو سکا۔ یہ صورت حال واقعہ اُفک میں پیش آئی۔ مشہور منافق عبداللہ بن ابی بن سلول نے رسول اکرم ﷺ کو ایذا پہنچانے اور اہانت کرنے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کی اور اس کا اس قدر پروپیگنڈہ کیا کہ مدینہ کی پوری فضا اس الزام اور افتراء سے گونجنے لگی۔ چند سادہ لوح صحابہ بھی اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا پورا یقین تھا۔ پھر بھی آپ نے امتیاطاً اپنے افراد خانہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب ترین افراد سے ان کے بارے میں تفتیش کی۔ سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ پورا اطمینان کر لینے کے بعد نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور پھر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

یا صحابہ کرام نے بھی ایسا ہی کیا۔  
نور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد  
دے۔ اس لیے اب شاتم رسول کو  
کرنا ایک قسم کا جہاد ہے۔ کفار و  
اعلاء کلمہ اللہ ہے اور ان چیزوں کا

لو معاف کرنا اس صورت میں جائز  
خو آپ کے قابو میں ہو، اسلام اور  
نور کی خدمت میں حاضر ہوا ہو، جو  
راہانت پر قائم تھے، حضور اکرم  
کیا۔“

(”الصارم المسلمون“ ص ۱۳۵)

اس اسوہ نبی ﷺ کا خلاصہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
بارے میں خود نبی اکرم ﷺ نے بسا  
جان نثاری کے ساتھ اپنے کو خطرے میں  
رہنے صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کے  
حضور اکرم ﷺ کو جب اس کی اطلاع  
کے اس اقدام قتل کو اللہ اور اس کے رسول

نہ آتا کہ کسی نے رسول اکرم ﷺ کی  
سے قتل کرنا چاہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ  
ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی صحابہ  
فرمایا کہ تم لوگ کیوں بھڑک اٹھتے ہو۔ مجھے  
کرام کو قتل کرنے سے روکتے تو روکنے کی

”اے مسلمانو! کون ہے جو اس شخص سے میرا بدلہ لے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ خدا کی قسم میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ نیز جس شخص کا ذکر کرتے ہیں اس کے اندر بھی بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا“ وہ میرے گھر میں میرے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب سن کر بنی اشمل کے ایک فرد حضرت سعد بن معاذ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بدلہ میں لوں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر قبیلہ خزرج والے ہمارے بھائیوں میں سے ہے تو جس طرح آپ حکم فرمائیں، اس کی قبیل کی جائے گی۔“ اس کے بعد خزرج والوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا، وہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ بڑے نیک آدمی تھے لیکن اس موقع پر پرانی حیثیت نے ان کے اندر جوش مارا اور انہوں نے کہا ”خدا کی قسم آپ غلط کہہ رہے ہیں، نہ آپ اسے قتل کریں گے نہ آپ اسے قتل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ آپ کے قبیلہ کا ہوتا تو آپ اس کو قتل کرنا ہرگز پسند نہ کرتے۔“ اس پر سعد بن عبادہ کے پچازاد بھائی اسید بن حنیر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے سعد بن عبادہ سے کہا ”آپ غلط کہہ رہے ہیں، ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ معلوم ہو گیا کہ آپ بھی منافق ہیں، اسی لیے تو منافقوں کا دفاع کر رہے ہیں۔“ اس پر قبیلہ اوس و خزرج کے لوگ ایک دوسرے کے مقابل تن گئے اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں آپس میں دست و گریباں ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر موجود تھے۔ آپ نے یہ مشکل دونوں گروہوں کو خاموش کیا۔

(”صحیح بخاری“ کتاب ”المغازی“ باب الالک) واقعہ الک کی پوری تفصیل ”صحیح بخاری“ اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہے۔ ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سلول کی بارگاہ نبوت میں شدید اور مسلسل ایذا رسانی کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ اسے قتل کر دیا جائے، لیکن اس موقع پر اوس و خزرج کی قدیم حیثیت جاگ اٹھی اور باہم جنگ و جدال کا خطرہ پیدا ہو گیا اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔

شام رسول کی سزائے قتل کے بارے میں اوپر قرآن و سنت، اجماع امت، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ سے جو دلائل پیش کیے گئے، ان کا مطالعہ کرنے کے بعد وحید الدین خاں کے اس قسم کے دعوؤں کی رکاکت اور بے وزنی قارئین پر واضح ہو چکی ہوگی۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی بجائے خود مستوجب قتل جرم نہیں ہے۔“ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ

گستاخی علی الاطلاق کے پاس قرآن اس لیے

الحدین خاں نے وحید الدین

وحید الدین

نبوت کے عن

بیرا گراف ہے

یہ تمام با

یہ خود ا

تھے۔ ا

معلوم کر

اختیار کر

اسلام کا

اس کے

پیش کیے ہیں

کرنے کا حکم

اسوۂ نبی

اس سیا

دیانت داری

پوری زندگی

موصوف نے

حضور اکرم

کثرت پیش آ

نفس سے میرا بدل لے جس نے میری بیوی  
خدا کی قسم میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا  
کرتے ہیں اس کے اندر بھی بھلائی کے سوا  
برے ساتھ ہی داخل ہوتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا یہ خطاب سن کر بنی اشل کے ایک فرد  
"یا رسول اللہ ﷺ آپ کا بدلہ میں لوں گا۔  
دون ازاؤں کا اور اگر قبیلہ خزرج والے ہمارے  
باپ ہیں اس کی قبیلہ کی جائے گی۔" اس کے بعد  
وہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ بن  
رؤسے نیک آدمی تھے لیکن اس موقع پر پرانی حیثیت  
خدا کی قسم آپ غلط کہہ رہے ہیں نہ آپ اسے  
کہہ وہ آپ کے قبیلہ کا ہوتا تو آپ اس کو قتل کرنا  
بچاؤ اور بھائی اسید بن خنیس کھڑے ہو گئے۔ انہوں  
نے ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ معلوم ہو گیا کہ  
اس نے کہا ہے۔" اس پر قبیلہ اوس و خزرج کے  
پیدا ہو گیا کہ کہیں آپس میں دست و گریباں ہو  
پانے بہ مشکل دونوں گروہوں کو خاموش کیا۔  
صحیح بخاری "کتاب المغازی" باب الاکف  
اور دوسری کتب حدیث میں موجود ہے۔ ان  
نابی سلول کی بارگاہ نبوت میں شدید اور مسلسل  
اسے قتل کر دیا جائے، لیکن اس موقع پر اوس و  
و جدال کا خطرہ پیدا ہو گیا اس لیے رسول اکرم

اوپر قرآن و سنت 'اجماع امت' آثار صحابہ اور  
اللہ کرنے کے بعد وحید الدین خاں کے اس قسم  
موضع ہو چکی ہوگی۔ "رسول اللہ ﷺ کی شان  
ہے۔" جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ

گستاخی علی الاطلاق طور پر مستوجب قتل جرم ہے وہ ایک ایسی بات کہتے ہیں جس کے لیے ان  
کے پاس قرآن و سنت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔  
اس لیے ان دلیل و دعویٰ پر از سر نو بحث کر کے ہم صفحات نہیں سیاہ کرنا چاہتے۔ ہاں وحید  
الدین خاں نے دلائل کے نام سے تلبیسات کا جو انبار لگایا ہے، اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

### وحید الدین خاں کے دلائل کا جائزہ

وحید الدین خاں نے سلمان رشدی کے کیس کا حکم شرعی بیان کرنے کے لیے "اسوۃ  
نبوت" کے عنوان سے ایک مضمون "الرسالہ" جولائی ۱۹۸۹ء میں شائع کیا، اس کا ایک تمہیدی  
پیرا گراف ہے:

"سلمان رشدی نے اپنی کتاب میں جو کچھ کہا ہے، وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔  
یہ تمام باتیں نہ صرف پچھلے ہزار سال سے کسی نہ کسی شکل میں کہی جا رہی ہیں بلکہ  
یہ خود اس زمانے میں بھی کہی گئی تھیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں موجود  
تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا، اس کو  
معلوم کر کے ہم یہ طے کر سکتے ہیں کہ اسی قسم کے موجودہ واقعہ میں ہم کیا طرز عمل  
اختیار کریں۔ اس معاملہ میں کسی اجتہاد یا قیاس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پیغمبر  
اسلام کا اسوۃ (نمونہ) واضح طور پر ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے۔" (ص ۱۰)

اس کے بعد موصوف نے "چند مثالیں" کے عنوان سے عمد رسالت کے چند واقعات  
پیش کیے ہیں، جن میں ان کے یہ قول رسول اکرم ﷺ نے اہانت رسول کرنے والوں کو قتل  
کرنے کا حکم نہیں دیا۔

### اسوۃ نبی ﷺ کا حوالہ

اس سلسلے میں ہماری پہلی تنقید یہ ہے کہ وحید الدین خاں کو اگر اسوۃ نبوت کی روشنی میں  
دیانت داری سے اہانت رسول کرنے والوں کا حکم دریافت کرنا تھا تو انہیں رسول اکرم ﷺ کی  
پوری زندگی میں شتم رسول کے واقعات میں حضور اکرم ﷺ کا طرز عمل دیکھنا چاہیے تھا۔  
موصوف نے کوشش کر کے سیرت نبوی ﷺ سے انہیں واقعات کو جمع کرنا چاہا ہے جن میں  
حضور اکرم ﷺ نے عفو و درگزر سے کام لیا ہے۔ حالانکہ حیات نبوی میں ایسے واقعات بھی بہ  
کثرت پیش آئے، جن میں رسول اکرم ﷺ کے حکم سے شاتمین رسول ﷺ کو قتل کیا گیا

یا صحابہ کرام نے اہانت رسول کریم کو قتل کیا اور حضور اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے نہ صرف یہ کہ اس پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ تشریحی کلمات کے۔ حیات نبوی خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے مدنی دور میں شائقین رسول کے قتل کیے جانے کے بہ کثرت واقعات موجود ہیں۔ حدیث اور سیرت کی مشہور کتابوں میں اس طرح کے واقعات بکھرے ہوئے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الصارم المسلمون علی شاتم الرسول“ میں اس طرح کے واقعات کو یکجا کر دیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ ”کی یہ کتاب شتم رسول کے موضوع پر سب سے اہم تصنیف مانی جاتی ہے۔ علوم اسلامیہ پر نظر رکھنے والا شاید ہی کوئی فرد اس کتاب سے ناواقف ہو۔ وحید الدین خاں کو اگر شتم رسول کے موضوع پر قلم اٹھانا ہی تھا تو انہیں اس کتاب کا مطالعہ ضرور کر لینا چاہیے تھا تاکہ موضوع کے تمام گوشوں پر ان کی نظر رہتی اور شتم رسول ﷺ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا پورا اسوہ ان کے پیش نظر رہتا۔ اگر وحید الدین خاں اس کتاب سے ناواقف ہیں تو ان کی جرات کی داد دینی چاہیے کہ:

”لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں“

ایسی صورت میں انہیں اس موضوع پر قلم نہیں اٹھانا چاہیے تھا بلکہ مزید مطالعہ اور تحقیق میں وقت گزارنا چاہیے تھا اور اگر حافظ ابن تیمیہ ”کی مذکورہ بالا کتاب ان کے پیش نظر ہے تو پھر شتم رسول کے سلسلہ میں اسوہ رسول پیش کرتے وقت صرف انہیں واقعات کا تذکرہ کرنا جن میں رسول اکرم ﷺ نے غنودہ درگزر سے کام لیا تھا، کھلی ہوئی تلیس ہے۔ اوپر کے صفحات میں بطور نمونہ چند ایسے واقعات پیش کیے گئے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے شائقین رسول کو قتل کیا گیا۔ یا آپ ﷺ نے اہانت رسول کرنے والوں کے قتل پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جن حضرات کو شتم رسول کے موضوع پر کھلم کھلا مطالعہ کرنا ہو وہ حافظ ابن تیمیہ ”کی مذکورہ بالا کتاب کی طرح رجوع کریں۔

### واقعہ اقلک کا حوالہ

وحید الدین خاں نے اسوہ نبوت کے عنوان سے جو واقعات نقل کیے ہیں، انہیں میں سے ایک واقعہ اقلک بھی ہے۔ اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد موصوف لکھتے ہیں:

”مگر اس وقت بھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ان تمام لوگوں کے قتل کا حکم دے دیں جو کردار کشتی کی جھوٹی مہم میں لوث تھے۔ کچھ صحابہ نے ایسے افراد کو قتل کرنے کی پیش کش کی مگر آپ ﷺ نے اس پیش کش کو قبول نہیں

فرمایا۔ ا  
تک کہ و

وحید الد

حدیث کی مستند

جانا کہ رسول ا

کرتے ہوئے

”کون ہے جو ا

پہنچائی۔ خدا کی

اس خطاب کو

آپ کا بدلہ مہ

خروج سے اس

یا حضرت اسید

کرنے کی جو ا

پیشکش کو مست

اس لیے خور

سمجھا کہ چونکہ

بڑھ بڑھ کر ان

اللہ کی موجود

رسول اللہ

کرنے والوں

کتابوں میں ا

”کچھ صحابہ -

نہیں فرمایا“۔

”الر-

”

کہ ا-

فرمایا۔ اہمات المؤمنین کے کردار کشی کے ان مجرمین کو زندہ چھوڑ دیا گیا، یہاں تک کہ وہ مدینہ میں اپنی طبعی موت مرے۔“

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱۳)

وحید الدین خاں کا یہ اقتباس واقعہ اٹک سے ان کی بے خبری کو بتاتا ہے، اگر انہوں نے حدیث کی مستند ترین کتاب ”صحیح بخاری“ ہی میں واقعہ اٹک کا مطالعہ کر لیا ہوتا تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعہ اٹک کے موقع پر مسجد نبوی کے منبر پر مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا من بعد ذلک من رجل بلغنی اذاہ فی اہلسی (السخ) ”کون ہے جو اس شخص سے میرا بدلہ لے جس نے میری بیوی کے بارے میں مجھے تکلیف پہنچائی۔ خدا کی قسم میں اپنی بیوی میں بھلائی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا“ رسول اکرم ﷺ کے اس خطاب کو سن کر حضرت سعد بن معاذؓ پہنچے۔ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کا بدلہ میں لوں گا، اگر وہ شخص قبیلہ اوس کا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر قبیلہ خزرج سے اس کا تعلق ہے تو بھی آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے یا حضرت اسید ابن حضیرؓ نے حضرت عائشہؓ پر بستان تراشی کرنے والے کو قتل کرنے کی جو پیشکش کی، وہ حضور ﷺ ہی کی ترغیب پر تھی اور حضور ﷺ نے ان کی اس پیشکش کو مسترد بھی کیا لیکن چونکہ افتراء پر دازی کرنے والوں کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا، اس لیے خزرج کے بعض لوگوں نے خصوصاً حضرت سعد بن معاذؓ نے غلط فہمی کی بنیاد پر یہ سمجھا کہ چونکہ افتراء پر داز کرنے والوں کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے، اس لیے قبیلہ اوس والے بڑھ بڑھ کر انہیں قتل کرنے کی پیشکش کر رہے ہیں۔ اس غلط فہمی کی بنیاد پر مسجد نبوی میں رسول اللہ کی موجودگی میں اوس اور خزرج میں تناؤ پیدا ہو گیا اور باہمی جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ افتراء پر دازی کرنے والوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ کا مذکورہ بالا خطاب حدیث اور سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں مذکور ہے لیکن وحید الدین خاں ان تمام چیزوں سے آنکھیں بند کر کے لکھ رہے ہیں ”کچھ صحابہ نے ایسے افراد کو قتل کرنے کی پیشکش کی مگر آپ ﷺ نے اس پیشکش کو قبول نہیں فرمایا۔“

”الرسالہ“ کے جون ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں واقعہ اٹک کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”عبداللہ بن ابی کے اس مجرمانہ فعل کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اے خدا کے رسول ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کو قتل کر

کرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ نے حیات نبوی خصوصاً نبی اکرم ﷺ کی عزت واقعات موجود ہیں۔ حدیث اور

نے ہیں۔ ”انصارم السلول علی شاتم الرسول“ کی یہ کتاب شتم رسول کے موضوع رکھے والا شاید ہی کوئی فرد اس کتاب شروع پر قلم اٹھاتا ہی تھا تو انہیں اس م گوشوں پر ان کی نظر رہتی اور شتم وہ ان کے پیش نظر رہتا۔ اگر وحید دینی چاہیے کہ:

می نہیں“

چاہیے تھا بلکہ مزید مطالعہ اور تحقیق بلا کتاب ان کے پیش نظر ہے تو پھر انہیں واقعات کا تذکرہ کرنا جن میں کی تلیس ہے۔ اوپر کے صفحات میں ل اللہ ﷺ کے حکم سے شاتمین نے والوں کے قتل پر پسندیدگی کا اظہار نہ کرنا ہو وہ حافظ ابن تیمیہ کی مذکورہ

اقتات نقل کیے ہیں، انہیں میں سے وف لکھتے ہیں:

”ان تمام لوگوں کے قتل تھے۔ کچھ صحابہ نے ایسے نے اس پیش کش کو قبول نہیں

دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو لوگ چر چا کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“

وحید الدین خاں نے اس سلسلہ میں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اگر حوالہ پیش کرتے تو اس کا جائزہ لیا جاتا۔ مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے خطاب کے تیور سے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی خواہش تھی کہ واقعہ اٹک کے اصلی مجرم کو قتل کروا جائے۔

ہماری معلومات کی حد تک حضرت عمرؓ کی مذکورہ بالا پیشکش کا تعلق واقعہ اٹک سے نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے واقعہ سے ہے۔ جس میں غزوہ بنی مصلط سے واپسی میں مہاجرین و انصار کے درمیان ایک جھڑپ کے بعد عبداللہ ابن ابی نے اپنے قبیلہ والوں کے سامنے اشتعال انگیز تقریر کی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا پیشکش کی جسے وحید الدین خاں نے واقعہ اٹک سے جوڑ دیا۔

### مغالطہ انگیزیاں

شتم رسول کے سلسلہ میں اسوۂ رسول پیش کرتے ہوئے وحید الدین خاں نے جن واقعات کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے اکثر کا تعلق کئی زندگی سے ہے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ کئی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کو اور مسلمانوں کو کفار کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں کو یک طرفہ طور پر جھیلنے کی ہدایت تھی، مکمل صبر و اعراض کا حکم تھا۔ کفار کے خلاف کسی جوابی کارروائی یا جنگ و قتال کی اجازت نہیں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن پاک ہی کا مطالعہ کیا ہو، انہیں بھی کئی دور کی اس صورت حال کا علم ہو گا۔ اس لیے کئی دور میں پیش آنے والے واقعات کو شتم رسول کے سلسلہ میں حکم شرعی دریافت کرنے کے لیے پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اجتنابی عملی احکام خصوصاً حدود و قصاص اور تعزیرات کا نزول، مدنی دور میں ہوا۔ بلکہ ابن حزم کی تحقیق تو یہ ہے کہ مرتدین کو قتل کرنے کا حکم غزوہ خیبر ۷ھ کے بعد نازل ہوا۔ اس لیے اس کا کوئی جواز نہیں ہے کہ محض کئی زندگی کے واقعات کو بنیاد بنا کر شتم رسول ﷺ کے مسئلہ پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ جہاں تک قرآن پاک میں شتم رسول کی سزائے قتل کا صراحتاً مذکور نہ ہونے کا مسئلہ ہے، اس کے بارے میں ہم وحید الدین خاں سے پوچھ سکتے ہیں کہ کیا کسی حکم کے، حکم شرعی ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ صراحتاً قرآن میں اس کا ذکر ہو؟ اگر حکم شرعی ہونے کے لیے قرآن میں صراحتاً مذکور ہونا شرط نہیں ہے تو پھر موصوف کی اس دلیل میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟ مجرد استہزا کی بنا پر قرآن میں نہ غیر مسلموں کے لیے قتال کی قانونی سزا کا حکم دیا گیا اور نہ منافق مسلمانوں کے لیے“

اور اگر حکم شرعی ہو۔ ہزاروں شرعی احکام کا سنت، اجماع امت اور کرنے کی جسارت کر رہے ایک اور استدلال

وحید الدین خاں میں رسول اکرم ﷺ لیا۔ ان واقعات سے رسول کو معاف فرما کر شامین رسول کی توبہ گہری بات لکھی ہے اکرم ﷺ کا حق تو مستحق قتل سمجھ کر صحابہ اکرم ﷺ کبھی قتل اختیار نہیں ہے۔ ہل ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس جس میں شامین رسول اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس کی مرضی سے برا مصلحت و دعوت

وحید الدین خاں ہیں۔ کہیں تو وہ یہ لگا تفصیل سے اوپر آج رسول کی سزا اگرچہ

۔ اگر میں ایسا کروں تو لوگ چرچا کریں

والہ پیش نہیں کیا اگر حوالہ پیش کرتے تو اس کا  
نے خطاب کے طور سے تو صاف محسوس ہوتا ہے  
جرم کو قتل کر دیا جائے۔

کی مذکورہ بالا پیشکش کا تعلق واقعہ انگلے  
میں غزوہ بنی مصلح سے وابستہ میں ماجرین و  
بن ابی نے اپنے قبیلہ والوں کے سامنے اشتعال  
مذکورہ بالا پیشکش کی جسے وحید الدین خاں نے

کرتے ہوئے وحید الدین خاں نے جن واقعات  
مدگی سے ہے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ کسی  
لفظ کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں کو یک  
س کا حکم تھا۔ کفار کے خلاف کسی جو ابی کارروائی  
نے قرآن پاک ہی کا مطالعہ کیا ہو، انہیں بھی کسی  
دور میں پیش آنے والے واقعات کو شتم رسول  
پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اجتماعی عملی احکام  
دور میں ہوا۔ بلکہ ابن حزم کی تحقیق تو یہ ہے کہ  
رنازل ہوا۔ اس لیے اس کا کوئی جواز نہیں ہے  
رسول ﷺ کے مسئلہ پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔

قے کا صراحتاً مذکور نہ ہونے کا مسئلہ ہے، اس کے  
کہ کیا کسی حکم کے، حکم شرعی ہونے کے لیے یہ  
اگر حکم شرعی ہونے کے لیے قرآن میں صراحتاً  
ہل میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟ مجرد استہزا کی بنا پر  
سزا کا حکم دیا گیا اور نہ منافع مسلمانوں کے لیے

اور اگر حکم شرعی ہونے کے لیے قرآن میں صراحتاً مذکور ہونا شرط ہے تو پھر موصوف کو ان  
ہزاروں شرعی احکام کا انکار کرنا پڑے گا جن کا صراحتاً قرآن میں ذکر نہیں ہے۔ کیا وحید الدین خاں  
سنت، اجماع امت اور قیاس کے تحت شرعی ہونے کا اور ان کے ذریعہ ثابت شدہ احکام کا انکار  
کرنے کی جسارت کریں گے؟

### ایک اور استدلال کا جائزہ

وحید الدین خاں نے بطور دلیل سیرت نبوی سے کچھ ایسے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جن  
میں رسول اکرم ﷺ نے شاتمین رسول کی توبہ قبول کر لی اور انہیں معاف کر کے بیعت کر  
لیا۔ ان واقعات سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ حق تھا کہ شاتمین  
رسول کو معاف فرما کر انہیں بیعت کر لیں، اس سے کسی کو انکار نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو  
شاتمین رسول کی توبہ قبول کرنے کا اختیار ہونا امت میں متفق علیہ ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے بڑی  
گہری بات لکھی ہے کہ حیات نبوی ﷺ میں شتم رسول پر سزا جاری کرنا یا معاف کرنا نبی  
اکرم ﷺ کا حق تھا۔ اسی لیے جب کوئی رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تو اسے  
مستحق قتل سمجھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اکرم ﷺ سے قتل کرنے کی اجازت چاہتے، حضور  
اکرم ﷺ کبھی قتل کرنے کا حکم فرماتے اور کبھی درگزر کا معاملہ فرماتے۔ لیکن رسول اللہ  
ﷺ کی وفات کے بعد شتم رسول کا کیس خالص حق اللہ ہے۔ اسے معاف کرنے کا کسی کو  
اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر شاتم رسول توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے تو اس کی توبہ قابل قبول  
ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس سلسلہ میں فقہاء اسلام میں دو رائے ہیں، اگر ہم اسی رائے کو اختیار کریں  
جس میں شاتمین رسول کی توبہ قابل قبول قرار دی گئی ہے تو بھی مسلمان رشدی کے کیس پر کوئی  
اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ یہ معلوم اب تک اپنے اس جرم پر قائم ہے اور شیطانی آیات کی اشاعت  
اس کی مرضی سے برابر جاری ہے۔

### مصلحت دعوت کا فلسفہ

وحید الدین خاں نے اپنی تحریروں میں اہانت رسول کے سلسلہ میں دو الگ الگ باتیں لکھی  
ہیں۔ کس تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ محض اہانت رسول مستوجب قتل جرم نہیں ہے۔ اس پہلو کا جائزہ  
تفصیل سے اوپر آچکا ہے اور کہیں کہیں ان کی تحریروں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شتم  
رسول کی سزا اگرچہ قتل ہے لیکن موجودہ حالات میں مسلمان رشدی کو واجب القتل کہنے یا قتل

کرنے سے چونکہ عالمی پیمانہ پر اسلام کی تصویر بگاڑے جانے کا خطرہ ہے، دشمنان اسلام جن کے ہاتھ میں پریس کی طاقت ہے، وہ یہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ اسلام آزادی فکر کا دشمن اور ایک خونخوار مذہب ہے، اس لیے دعوت اسلامی کی مصلحت یہ ہے کہ مسلمان رشدی کے خلاف کوئی ہنگامہ نہ کیا جائے، اسے قتل نہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں وحید الدین خاں نے مصلحت دعوت کے عنوان سے ایک پورا فلسفہ کھڑا کیا ہے اور ان کا یہ ذہنی فلسفہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے دوسرے افکار و خیالات پر اثر انداز ہے۔ اس لیے مصلحت دعوت کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ:

”کسی کارخانہ کی خوشامی اس کی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح اسلام کی اشاعت کے لیے اس کی دعوتی تصویر بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام میں یہ بات آخری حد تک مطلوب ہے کہ اسلام کی دعوتی تصویر کو بگڑنے سے بچایا جائے۔ اسلام کی دعوتی تصویر کی حفاظت ہر دوسری چیز پر مقدم ہے، حتیٰ کہ توہین رسالت اور اہانت اسلام جیسے واقعے پر بھی۔“

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء ص ۱۸)

چند صفحات کے بعد مزید لکھتے ہیں:

”اسلام میں سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز دعوتی مصلحت ہے۔ دعوتی مصلحت اسلام میں پریم حیثیت کا درجہ رکھتی ہے۔ دعوتی مصلحت کی خاطر ہر دوسری چیز کو نظر انداز کر دیا جائے گا خواہ وہ بظاہر کتنی ہی سنگین نظر آتی ہو۔“

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”مسلمان رشدی نے بلاشبہ توہین رسول اور اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ حقیقت واقعہ کے اعتبار سے وہ سخت سزا کا مستحق ہے۔ لیکن مسلمان اگر اس کے خلاف قاتلانہ کارروائی کریں گے تو ہرگز ایسا نہیں ہو گا کہ لوگ یہ کہیں کہ مسلمانوں نے ایک اسلام دشمن کو قتل کر دیا بلکہ لازمی طور پر ایسا ہو گا کہ لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ مسلمان آزادی فکر کے قاتل ہیں۔ اسلام کا اصل انحصار تکوار کی طاقت پر ہے نہ کہ دلیل کی طاقت پر، ہمیں اس حقیقت کو جاننا چاہیے کہ موجودہ زمانہ آزادی فکر کا زمانہ ہے، موجودہ زمانہ میں آزادی فکر کو سب سے بڑی قدر کا درجہ دیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں آزادی فکر خیرِ اعلیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج کا انسان کسی ایسے مذہب یا نظام کو غیر منذب اور وحشیانہ سمجھتا ہے۔ جو

آزادی فکر کو دشمنی یہ ہوگی  
اسلام آزادی میں سنت رسول  
کی جو بھی تہمتی پڑے۔“

وحید الدین  
ہے، اسے اگر برداشت  
سزا اگر قتل نہیں  
موصوف اس بات  
کے خلاف مسلمانوں  
ہلاکت آفریں ہے۔  
نہ کہیں اور نہ کوئی  
بنا کر غیر مسلم پر  
ذہنی مفروضے کو  
ضروری سمجھتے ہیں  
مصطفین دور حاضر  
سے دشمنان اسلام  
اور اسلام خونخوار  
تعزیرات کے جو  
سبب ہیں۔ اسلام  
قتل کرنا، زنا میں  
ہاتھ آتا ہے کہ وہ  
دعوتی تصویر بگڑتی  
تعزیرات کا بلب  
رکھ اسلامی جملہ کو

آزادی فکر کو تسلیم نہ کرتا ہو۔ ایسی حالت میں باعتبار نتیجہ سب سے بڑی اسلام دشمنی یہ ہوگی کہ کوئی ایسا عمل کیا جائے جو دنیا والوں کو یہ کہنے کا موقع دے کہ اسلام آزادی فکر کا قاتل ہے اور اس لیے وہ ایک وحشیانہ مذہب ہے۔ اس معاملہ میں سنت رسول کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کو اس ”بدنامی“ سے بچایا جائے خواہ اس کی جو بھی قیمت دینی ہو۔ خواہ اس کے لیے کتنی ہی بڑی چیز برداشت کرنی پڑے۔“

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء ص ۲۳)

وحید الدین خاں نے مصلحت دعوت کے خوشنالیوں سے جس تحریف کا دروازہ کھولنا چاہا ہے، اسے اگر برداشت کر لیا جائے تو پورا دین اس تحریف کی زد میں آجائے گا۔ شام رسول کی سزا اگر قتل نہیں ہے تو موصوف نے بلا ضرورت مصلحت دعوت کا شوشہ چھوڑا ہے اور اگر موصوف اس بات سے متفق ہیں کہ شام رسول کی سزا اصلاً قتل ہے تو انہوں نے سلمان رشدی کے خلاف مسلمانوں کے رد عمل کو غلط قرار دینے کے لیے جس دلیل کا سہارا لیا ہے، وہ بہت ہلاکت آفریں ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وحید الدین خاں کے نزدیک مسلمان کوئی ایسی بات نہ کہیں اور نہ کوئی ایسا کام کریں (خواہ وہ بات اور کام دینی نقطہ نظر سے کتنا ضروری ہو) جسے بماند بنا کر غیر مسلم پر ایسے اسلام کی تصویر بگاڑ سکتا ہو۔ یعنی اسلام کی تصویر سنوارنے اور بگاڑنے کے ذہنی مفروضے کو بنیاد بنا کر موصوف دینی احکام میں کتر بیونت کو نہ صرف جواز سمجھتے ہیں بلکہ ضروری سمجھتے ہیں۔ وحید الدین خاں کے اس نئے فلسفہ کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان فقہاء اور مصطفین دور حاضر میں یہ لکھنا اور بتانا بند کر دیں کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ اس سے دشمنان اسلام کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ اسلام آزادی فکر اور آزادی مذہب کا دشمن ہے اور اسلام خونخوار مذہب ہے۔ اس طرح اسلام کی تصویر بگڑتی ہے۔ اسی طرح اسلام میں حدود اور تعزیرات کے جو احکام ہیں، وہ بھی موصوف کے ذہنی مفروضے کی بنا پر اسلام کی تصویر بگاڑنے کا سبب ہیں۔ اسلام مخالف ذرائع ابلاغ اور پریس کو مسلم ممالک میں اسلامی سزائیں (قصاص میں قتل کرنا، زنا میں سنگسار کرنا اور شراب نوشی میں کوڑے لگانا وغیرہ) جاری کیے جانے سے یہ موقع ہاتھ آتا ہے کہ وہ اسلام کو وحشی اور خونخوار مذہب کی شکل میں پیش کریں۔ اس طرح اسلام کی دعوتی تصویر بگڑتی ہے۔ لہذا اسلامی سزائوں کا نفاذ بند ہونا چاہیے اور اسلامی کتابوں سے حدود و تعزیرات کا باب خارج کیا جانا چاہیے۔ غالباً وحید الدین خاں نے مصلحت دعوت ہی کو پیش نظر رکھ اسلامی جملہ کی تعبیر بدل دی ہے۔ انہوں نے بار بار یہ بات لکھی ہے کہ اسلام میں محض دفاعی

جانے کا خطرہ ہے، دشمنان اسلام جن کے کے کہ اسلام آزادی فکر کا دشمن اور ایک یہ ہے کہ سلمان رشدی کے خلاف کوئی وحید الدین خاں نے مصلحت دعوت کے فلسفہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے مصلحت دعوت کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔

لے ضروری ہے۔ اسی طرح اسلام حد اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام میں یہ کی دعوتی تصویر کو بگڑنے سے بچایا دوسری چیز پر مقدم ہے، حتیٰ کہ توہین

(”الرسالہ“ جولائی ۱۹۸۹ء ص ۱۸)

دعوتی مصلحت ہے۔ دعوتی مصلحت دعوتی مصلحت کی خاطر ہر دوسری چیز کی نظر نظر آتی ہو۔“

اور اسلام دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ متفق ہے۔ لیکن مسلمان اگر اس کے ایسا نہیں ہو گا کہ لوگ یہ کہیں کہ بلکہ لازمی طور پر ایسا ہو گا کہ لوگ یہ متفق ہیں۔ اسلام کا اصل انحصار تلوار نہیں اس حقیقت کو جاننا چاہیے کہ وہ زمانہ میں آزادی فکر کو سب سے اسلام آزادی فکر خیر اعلیٰ کی حیثیت رکھتی غیر مذہب اور وحشیانہ سمجھتا ہے۔ جو

جہاد کی گنجائش ہے۔ یعنی دشمنان اسلام کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ ہونے کی صورت میں جہاد کیا جاسکتا ہے۔ اقدائی جہاد موصوف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ تصور جہاد کو لے کر اسلام دشمن مصنفین نے اسلام کی تصویر بگاڑی۔ اسے خونخوار اور خون ریز مذہب کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اس لیے موصوف نے ضروری سمجھا کہ مصلحت دعوت کے پیش نظر جہاد کی تشریح ہی تبدیل کر دی جائے۔ ہمیں تو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وحید الدین خاں مصلحت دعوت سے مجبور ہو کر مسلمانان عالم کو مشورہ نہ دینے لگیں کہ قرآن سے جہاد و قتال اور حدود و قصاص کی آیتیں حذف کر کے قرآن کا کوئی ایسا ایڈیشن تیار کیا جائے جو اسلام کی صرف ”خوشنما“ تصویر غیر مسلموں کے سامنے پیش کرے، کیونکہ جہاد و قتال کی آیتیں دیکھ کر غیر مسلم بھڑک اٹھتے ہیں اور اسلامی دعوت سے قریب نہیں آتے۔

میں نے وحید الدین خاں کے فلسفہ مصلحت دعوت کے چند تقاضوں کی طرف اشارہ کیا ہے ورنہ اگر یہ سلسلہ دراز کیا جائے تو شاید پورا مذہب اسلام اس کی زد میں آجائے اور یہ مصلحت دعوت، اس دین ہی کو لے ڈوبے جس کی دعوت کا بے پناہ جذبہ وحید الدین خاں ظاہر کرتے ہیں۔

### آزادی فکر کا لیبل

لمعون سلمان رشدی نے ”شیطانی آیات“ میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اموات المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے بارے میں جو ہرزہ سرائی، گستاخی کی ہے۔ اسے آزادی فکر کا نام دینا عقلی دیوالیہ پن کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ آزادی فکر کا کیا یہی مطلب ہے کہ ہر شخص کو دوسرے پر افتراء پر دازی، بہتان تراشی اور سب و قسم کرنے کی کھلی چھوٹ ہو، ہر انسان جس کے بارے میں چاہے دریدہ دہنی اور سو قیامتہ پن کا مظاہرہ کر سکتا ہو۔ اگر آزادی فکر کا یہی مطلب ہے اور آزادی فکر خیر اعلیٰ ہے تو خود برطانیہ (جو ”آزادی فکر“ کا جنم داتا اور محافظ ہے) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین قابل سزا جرم کیوں ہے؟ سلمان رشدی کے خلاف برہا ہونے والی جدوجہد پر آزادی فکر کی رہائی دے کر قدغن لگانا خود آزادی فکر کی توہین ہے۔

اس طرح کی بے شمار اور جارحانہ آزادی فکر مغربی فکر و فلسفہ میں مقدس ہو تو ہو لیکن نہ عقل عام سے اس کا جواز نکلتا ہے نہ الہی قوانین سے۔ آخر اس کی کہاں سے گنجائش نکال لی گئی ہے کہ مغربی افکار و تصورات کی عینک لگا کر ہم اسلامی عقائد و احکام کا مطالعہ کریں اور مغربی عینک سے دیکھنے پر اسلامی تعلیمات کے جو اجزاء ہم کو بد نما اور نامناسب نظر آئیں، انہیں اسلام سے

حذف کرنے کی کوشش کریں۔ اس قانون یورپ کے تصور آزادی مذہب سزائے قتل فوراً ہماری سمجھ مغربی افکار و تصورات کی غلط عقلی اور منطقی اعتبار سے جرم بندوں سے بغاوت کا نام۔

حذف کرنے کی کوشش کریں اور اس کے لیے تاویل اور وکالت کی پوری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ اسلام کے اس قانون کو ہم ہضم نہ کر سکیں کہ ارتداد کی سزا قتل ہے، کیونکہ یہ قانون یورپ کے تصور آزادی مذہب سے متصادم نظر آتا ہے اور ریاست سے بغاوت کے جرم میں سزائے قتل فوراً ہماری سمجھ میں آجائے کیونکہ مغربی فکر و فلسفہ میں اس پر تنقید نہیں کی گئی۔ مغربی افکار و تصورات کی غلامی سے آزاد ہو کر کھلے ذہن کے ساتھ ذرا ہم یہ غور کریں کہ خالص عقلی اور منطقی اعتبار سے جرم بغاوت اور جرم ارتداد میں سے کون زیادہ سنگین ہے، جرم بغاوت اگر بندوں سے بغاوت کا نام ہے تو ارتداد خالق کائنات سے بغاوت کا نام ہے۔ پھر آخر ہمارا ذہن جرم بغاوت میں سزائے قتل پر مطمئن اور جرم ارتداد میں سزائے قتل سے غیر مطمئن کیوں ہے؟



سلمانوں پر حملہ ہونے کی صورت میں جہاد میں ہے۔ اس لیے کہ تصور جہاد کو لے کر فرخواری اور خون ریز مذہب کے روپ میں مصلحت و دعوت کے پیش نظر جہاد کی تشریح ہے کہ کچھ دنوں کے بعد وحید الدین خاں دینے لگیں کہ قرآن سے جہاد و قتال اور ایڈیشن تیار کیا جائے جو اسلام کی صرف نکتہ جہاد و قتال کی آیتیں دیکھ کر غیر مسلم

ت کے چند تقاضوں کی طرف اشارہ کیا ہے ام اس کی زد میں آجائے اور یہ مصلحت ہادہ جذبہ وحید الدین خاں ظاہر کرتے ہیں۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ، خاتم الانبیاء ﷺ، وغیرہ کے بارے میں جو تا عقلی دیوالیہ پن کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ پر افتراء پروازی، بہتان تراشی اور سب و بے میں چاہے دریدہ دہنی اور سوقیانہ پن کا ر آزادی فکر خیر اعلیٰ ہے تو خود برطانیہ (جو علی علیہ السلام کی توہین قابل سزا جرم کیوں آزادی فکر کی دہائی دے کر دشمن لگانا خود

مغربی فکر و فلسفہ میں مقدس ہو تو ہو لیکن نہ آخر اس کی کہاں سے گنجائش نکال لی گئی قائد و احکام کا مطالعہ کریں اور مغربی عینک اور نامناسب نظر آئیں، انہیں اسلام سے

## جماد شیر اور وحید الدین خاں کا زہریلا پروپیگنڈا

تنویر قیصر شاہد

بھارت سے تعلق رکھنے والے مولانا وحید الدین خاں اپنی وضع کے انوکھے عالم دین ہیں۔ تقسیم ہند سے قبل جب مولانا مودودی نے جماعت اسلامی کی بنیادیں رکھیں تو یہ صاحب بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ایک مدت تک وہ مولانا مودودی کو اپنا رہنما رہبر اور مرشد تسلیم کرتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد اختلافات پیدا ہوئے تو ”تعبیر کی غلطی“ ایسی کتاب لکھ کر مولانا مودودی اور ان کے چاہنے والوں کو ناراض کر دیا اور بعد ازاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ”جماعت اسلامی“ اور تحریک اسلامی سے اپنی راہیں، فکری اور نظری طور پر جدا کر لیں۔ موصوف کا جارحانہ طرز تحریر اور مجالس میں جارحانہ طرز کلام ہمیشہ نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتا رہا ہے..... وہ دو درجن سے زائد چھوٹی بڑی کتابوں اور کتابچوں کے مصنف ہیں۔ چند برس قبل ان کی تفسیر قرآن ”تذکیر القرآن“ منصفہ شہود پر آئی تو ان کے نئے ملرز استدلال نے سنجیدہ اور باذوق علمی حلقوں میں تشویش کی نئی لہر دوڑا دی۔ مولانا وحید الدین خاں نئی دہلی سے ایک ماہنامہ ”الرسالہ“ بھی شائع کرتے ہیں۔ جو بیک وقت اردو، انگریزی اور ہندی میں شائع ہوتا ہے۔ نئی دہلی میں وہ ایک پر شکوہ اور عظیم الشان بک سنٹر کے مالک ہیں۔

مجھے مولانا وحید الدین خاں سے تین چار بار ملاقات کرنے کا ”اعزاز“ حاصل ہو چکا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں جب لاہور آئے تو اس وقت راقم لاہور سے شائع ہونے والے ایک ہفت روزہ میں کالم کر رہا تھا اور ای جریڈے کے لیے ان کا انٹرویو کرنے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر وہ لاہور ہی میں سینئر اخبار نویسوں کی ایک انجمن کی ہفتہ واری نشست میں بلائے گئے تو وہاں بھی ان کے ارشادات سننے..... تب میرا آہنہ بد قسمتی سے اس نشست میں پاک بھارت تعلقات، بھارت میں بسنے والے مسلمانوں اور خانہ اسلامی تحریکوں کے حوالے سے ان کی متنازعہ گفتگو کی وجہ سے ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ وہ اس مجلس میں ایک متین، غیر جانبدار اور مسلم امہ کے لیے ورد دل

رکھنے والے ایک عالم دین راقم بھی وہیں تھا۔ وہ نے مجھے وہاں بھی ان کی زبا گفتگو سننے اور ہر ماہ ان کے ساتھ یہی احساس گھمے دی کام لے رہا ہے جو رہے تھے۔

آج جبکہ مقبوضہ توڑ رہی ہیں۔ بھارتی د ہیں۔ ظالم اور غاصب؛ بھارتی سپاہ، معصوم کشمیری مسلمانوں کے گھروں کو سیاہ رات کو مولانا وحید کے خون کا نہ صرف بھی بن رہے ہیں۔

قادیانیوں اور ملعون غلام احمد قادیانی روح جماد کے خاتمے ہے..... مگر حیرت۔ منکر ہیں بلکہ مودود غاصب قوتوں کے منکر اور فساد فی الارض ”الرسالہ“ (صفحہ ۴) مسواری کے جماد پر ”موجودا“ ہے۔ مسلمانا جماد فی سبیل

## الدین خاں کا زہریلا پروپیگنڈا

تئویر قیصر شاہد

مولانا وحید الدین خاں اپنی وضع کے انوکھے عالم دین ہیں۔  
نے جماعت اسلامی کی بنیادیں رکھیں تو یہ صاحب بھی اس  
ہ مولانا مودودی "کو اپنا رہنما" رہبر اور مرشد تسلیم کرتے  
ئے تو "تعبیر کی غلطی" ایسی کتاب لکھ کر مولانا مودودی اور  
بعد ازاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے "جماعت اسلامی" اور تحریک  
ری طور پر جدا کر لیں۔ موصوف کا جارحانہ طرز تحریر اور  
ع اور جھگڑے کا باعث بنا رہا ہے..... وہ دو درجن سے  
کے مصنف ہیں۔ چند برس قبل ان کی تفسیر قرآن "تذکیر  
نے ملرز استدلال نے سنجیدہ اور باذوق علمی حلقوں میں  
الدین خاں نئی دہلی سے ایک ماہنامہ "الرسالہ" بھی شائع  
ی اور ہندی میں شائع ہوتا ہے۔ نئی دہلی میں وہ ایک پر شکوہ

ہ تین چار بار ملاقات کرنے کا "اعزاز" حاصل ہو چکا ہے۔  
قت راقم لاہور سے شائع ہونے والے ایک ہفت روزہ میں  
ہ ان کا انٹرویو کرنے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر وہ  
انجمن کی ہفت واری نشست میں بلائے گئے تو وہاں بھی ان  
بد قسمتی سے اس نشست میں پاک بھارت تعلقات، بھارت  
ای تحریکوں کے حوالے سے ان کی متنازع گفتگو کی وجہ سے  
س میں ایک ستین، غیر جانبدار اور مسلم امہ کے لیے درود دل

رکھنے والے ایک عالم دین کا تاثر قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ گزشتہ سال وہ امریکہ آئے تو  
راقم بھی وہیں تھا۔ وہ نیویارک میں اپنے عزیز مہید کلیم الدین کے دولت خانہ پر تشریف فرما تھے۔  
مجھے وہاں بھی ان کی زیارت کرنے اور ان کی گفتگو سننے کا شرف حاصل رہا..... مگر ہر بار ان کی  
گفتگو سننے اور ہر ماہ ان کے جریدے (الرسالہ) کا مطالعہ کرنے کے بعد بد قسمتی سے مجھے شدت  
کے ساتھ یہی احساس گہیرے رہا کہ آج کے بھارت میں بھارتی حکمران اور سفلہ ہندو دنیا ان سے  
وہی کام لے رہا ہے جو تقسیم ہند سے قبل نہرو اور ایم کے گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد سے لے  
رہے تھے۔

آج جبکہ مقبوضہ کشمیر میں قابض بھارتی افواج نئے مسلمان کشمیریوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ  
توڑ رہی ہیں۔ بھارتی درندے کشمیری عفت ماب مسلمان خواتین کی اجنبی آبرو ریزی کر رہے  
ہیں۔ ظالم اور غاصب بھارتی فوجی نوجوان کشمیری افراد کو خون کا غسل دے رہے ہیں۔ خون آشام  
بھارتی سپاہ، معصوم کشمیری بچوں کو یتیم کر رہے ہیں اور عسرت زدہ اور آزادی کے متوالے کشمیری  
مسلمانوں کے گھروں کو نذر آتش کر رہے ہیں اور قیامت کی ان گھڑیوں اور ظلم و تعدی کی اس  
سیاہ رات کو مولانا وحید الدین محض ڈرامے اور جعلی جہاد کے ناموں سے یاد کر کے شدائے کشمیر  
کے خون کا نہ صرف مذاق اڑا رہے ہیں بلکہ ان کے وابستگان کے زخموں پر نمک پاشی کا موجب  
بھی بن رہے ہیں۔

قادیانیوں اور احمدیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ جہاد کے منکر ہیں کہ ان کے آقا  
(ملعون غلام احمد قادیانی) نے اپنے آقاؤں (انگریزوں) کے اشارے پر اسلامیان ہند کے دلوں سے  
روح جہاد کے خاتمے کے لیے یہ نام نہاد فتویٰ دیا تھا کہ اب جہاد بالخصوص ہندوستان میں فتح ہو چکا  
ہے..... مگر حیرت ہے کہ مولانا وحید الدین خاں مسلمان ہونے کے باوجود نہ صرف جہاد کشمیر کے  
منکر ہیں بلکہ موجودہ دور میں دنیا بھر میں جہاں جہاں مجاہدین اسلام نے طاغوت اور اسلام دشمن  
غاصب قوتوں کے خلاف علم جہاد بلند کر رکھا ہے۔ مولانا وحید ان سب کو دین اسلام کی روح کے  
منکر اور فساد فی الارض کا سبب گردانتے ہیں۔ مثلاً جنوری 1993ء میں انہوں نے اپنے جریدے  
"الرسالہ" (صفحہ 33) میں فلپائنی مجاہدین کی تنظیم "مورو لبریشن فرنٹ" اور اس کے سربراہ نوری  
مسواری کے جہاد پر کڑی تنقید کرتے ہوئے لکھا.....:

"موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی جدوجہد ہر مقام پر اسی صورت حال کا شکار  
ہے۔ مسلمان ہر جگہ بے فائدہ جنگ لڑ رہے ہیں جس کا نام انہوں نے غلط طور پر  
جہاد فی سبیل اللہ رکھ لیا ہے۔ وہ دوسروں سے ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جس کو

دوسرے لوگ انہیں دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس قسم کی جنگ سراسر بے فائدہ ہے۔ اس کا تعلق عقل سے بھی نہیں۔ اسلام سے اس کا تعلق ہوتا تو درکنار۔“

جنوری ۱۹۹۶ء کے شمارے میں جہاد اسلامی کے خلاف مولانا وحید الدین خان یوں رقم طراز

ہیں:

”اس پورے معاملے پر غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے علماء سو سال سے بھی زیادہ عرصہ تک جہاد کے نام پر ایک خونیں عمل میں مشغول رہے جس کا کوئی بھی نتیجہ تباہی کے سوا کچھ اور نکلنے والا نہ تھا۔ اس خونیں جہاد کے دوران انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو ناقابل بیان تباہی سے دوچار کیا“ اور پھر مولانا وحید بیحد مولانا ابوالکلام آزاد کی زبان استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں..... ”یہ صرف مہاتما گاندھی تھے جنہوں نے ان کو (مسلمانوں کو) اس تباہ کن غار سے نکالا“ (صفحہ ۱۱)

بھارتی ہندوؤں کو خوش کرنے اور کفر کے خلاف رزم آراء مجاہدین اسلام کو غلط ثابت کرنے کے لیے مولانا وحید الدین خان جوش جنون میں اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ وہ تاریخ اسلام کے کبار مجاہدین کے خلاف دشنام طرازی کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ اس ضمن میں وہ تاریخ ہند کے عظیم مجاہد، محمود غزنوی علیہ رحمت، کو لٹیرا اور غاصب ثابت کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ وہ لکھتے ہیں:

”سبکتگین کے بعد اس کا لڑکا اس سلطنت کا حکمران بنا جو محمود غزنوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس نے ۱۰۲۳ء میں پہلی بار سوماتھہ پر حملہ کیا۔ اس نے سنا تھا کہ یہاں شیو کا مندر ہے اور اس کے اندر بڑی مقدار میں سونا موجود ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ مندر توڑ کر اس کا سونا حاصل کر لے۔ چنانچہ محمود غزنوی جب اپنے لشکر کو لے کر سوماتھہ پہنچا تو یہاں کے پنڈتوں نے اس سے مل کر یہ پیشکش کی آپ ہمارے مندر کو نہ توڑیں، اس کے بدلے ہم آپ کو بڑی مقدار میں سونا چاندی پیش کر دیں گے۔ محمود غزنوی نے اس کے جواب میں کہا من بت شکمن نہ بت فروش۔ محمود غزنوی نے اپنے آپ کو اسلام کے نمائندہ کی حیثیت میں پیش کیا مگر اس کے اس فعل کا کوئی تعلق اسلام سے نہ تھا۔ بت شکنی اسلام کا کوئی اصول نہیں اور کسی مندر کا خزانہ لوٹنا تو اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ کیونکہ وہ سراسر حرام ہے۔“ (”۱۱ سالہ“ جولائی ۱۹۹۶ء، صفحہ ۸)

آج جبکہ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم منصف مزاج افراد مقبوضہ کشمیر میں حق خود ارادیت

کی جنگ لڑنے والے مجاہد مسلسل کشمیریوں کے اس مجاہدین مقبوضہ کشمیر میں وحید الدین خان بھارتی حکمرانوں کے خصوصی حکم ہر انٹرویو میں، اپنے ہاتھوں کے لیے وضع کردہ غیر ملکی دو بے بنیاد، لائینی اور اسلامی اپنے سفرنامہ اسپین کی ”موجودہ زہر ہندوستانی علماء بریلوی کا قافلہ چیچنیا، بوسنیا و اقدامات میں“ فروری ۱۹۹۶ء

”موجودہ اٹھالی ہے ہر فلسطین میں، چھلانگ لگاؤ میں ہونے، جملہ کشمیر خان جولائی ۱۹۹۵ء ”کیم“ میں نے پوچھا کشمیری! ہے کہ م تجربے۔“

لیجے تیار نہیں۔ اس قسم کی جنگ سراسر بے فائدہ نہیں۔ اسلام سے اس کا تعلق ہونا تو درکنار۔۔۔

اسلامی کے خلاف مولانا وحید الدین خان یوں رقم طراز

مجھے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے علماء سو سال سے بھی ایک خونیں عمل میں مشغول رہے جس کا کوئی بھی نانا نہ تھا۔ اس خونیں جہاد کے دوران انہوں نے ن تباہی سے دوچار کیا اور پھر مولانا وحید الدین نے مال کرتے ہوئے کہتے ہیں..... ”یہ صرف مہاتما سانوں کو اس تباہ کن غار سے نکالا“ (صفحہ ۱۱)

کفر کے خلاف رزم آراء مجاہدین اسلام کو غلط ثابت کرنا جنوں میں اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ وہ تاریخ اسلام کرنے سے بھی باز نہیں آتے۔ اس ضمن میں وہ تاریخ کو لیر اور غاصب ثابت کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

اس سلطنت کا حکمران بنا جو محمود غزنوی کے نام میں پہلی بار سوننا تھ پر حملہ کیا۔ اس نے سنا تھا کے اندر بڑی مقدار میں سوننا موجود ہے۔ وہ حاصل کر لے۔ چنانچہ محمود غزنوی جب اپنے کے پنڈتوں نے اس سے مل کر یہ پیشکش کی آپ بدلے ہم آپ کو بڑی مقدار میں سوننا چاندی اس کے جواب میں کہا منبت شکم نہ بت کو اسلام کے نمائندہ کی حیثیت میں پیش کیا مگر ام سے نہ تھا۔ بت شکنی اسلام کا کوئی اصول اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ کیونکہ وہ سراسر

۱۹ء، صفحہ ۸

م منصف مزاج افراد مقبوضہ کشمیر میں حق خود ارادیت

کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کی حمایت پر اتر آئے ہیں، اقوام متحدہ گزشتہ چار دہائیوں سے مسلسل کشمیریوں کے اس حق کو تسلیم کرتی چلی آ رہی ہے۔ عالم اسلام کے ان گنت سرفروش مجاہدین مقبوضہ کشمیر میں اپنے بھائیوں کے ہم دوش جہاد کا فریضہ انجام دے رہے ہیں مگر مولانا وحید الدین خان بھارت بھر میں عوامی جلسوں میں اپنے خطابات میں ریڈیو اور ٹی وی (جو بھارتی حکمرانوں کے خصوصی حکم کے تحت ان کے لیے کھول دیے گئے ہیں) کی نشری تقریروں میں اپنے ہر انٹرویو میں اپنے ماہنامہ جریدے کی وساطت اور بھارتی سیاست کاروں کی سرپرستی میں ان کے لیے وضع کردہ غیر ملکی دوروں میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ جہاد کشمیر اور مجاہدین کشمیر کی قربانیوں کو بے بنیاد، لائسنسی اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے سفرنامہ اسپین کی روداد قلمبند کرتے ہوئے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے لکھا:

”موجودہ زمانہ میں بار بار مسلمان موت کے منہ میں کودے ہیں، ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی علماء شاملی کے میدان میں موت کے منہ میں کود پڑے۔ سید احمد شہید بریلوی کا قافلہ بالا کوٹ میں موت کے منہ میں کود پڑا۔ اسی طرح فلسطین، کشمیر، چچینیا، بوسنیا وغیرہ میں مسلمان موت کے منہ میں کودے ہوئے ہیں مگر ان تمام اقدامات میں تباہی کے سوا کچھ اور مسلمانوں کے حصہ میں نہیں آیا۔“ (صفحہ ۳۳) فروری ۱۹۹۶ء کے ”الرسالہ“ کے شمارہ میں (صفحہ ۳۰) مولانا وحید الدین لکھتے ہیں کہ: ”موجودہ زمانہ میں مسلمانوں نے جہاں بھی اس قسم کی تحریک (اسلامی جہاد) اٹھائی ہے ہر جگہ ان کو پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے۔ اراکان (برما) میں، فلپائن میں، فلسطین میں، بوسنیا میں ہر جگہ یہی ہوا ہے کہ مسلم لیڈروں نے زیادہ کی طرف چھلانگ لگائی ہے اور آخر میں صرف کم ہی ان کے حصے میں آیا ہے۔ یہی اب کشمیر میں ہونے والا ہے۔“

جہاد کشمیر کی نفی اور مجاہدین کشمیر کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان جولائی ۱۹۹۵ء کے ”الرسالہ“ (صفحہ ۳۳) میں لکھتے ہیں:

”یکم جنوری ۱۹۹۳ء کی شام کو یہاں کچھ کشمیری لیڈروں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے کس لیے امریکہ کا سفر کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم کشمیری ایٹو کو انٹرنیشنل کرنے کے لیے امریکہ آئے ہیں۔ میں نے کہا حدیث میں ہے کہ مومن ایک بل سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا اور آپ لوگ بار بار کے ناکام تجربے کے باوجود پھر اسی بل میں اپنا ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کا

کیا مطلب؟ میں نے کہا اس طرح کے معاملات کبھی انٹرنیشنل ٹریڈیشن سے حل نہیں ہوتے۔ سلطان ٹیپو نے دو سو سال پہلے انگریزی استعمار کے مسئلہ کو انٹرنیشنل ٹریڈیشن سے حل نہیں کیا مگر وہ مکمل طور پر ناکام رہے۔ پھر علماء نے ریشی رومال تحریک کی صورت میں آزادی ہند کے مسئلہ کو انٹرنیشنل ٹریڈیشن سے حل کیا مگر وہ بے سود ثابت ہوا۔ پھر مسلمانوں نے فلسطین اور بوسنیا کے مسائل کو انٹرنیشنل ٹریڈیشن سے حل کیا مگر وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکے۔ اسی طرح بامری مسجد کے مقامی ایٹو کو انٹرنیشنل ٹریڈیشن سے حل کیا مگر بامری مسجد کو بچایا نہ جاسکا۔ پھر اب آپ کس بنا پر اس قسم کی تدبیر کے ذریعے کامیاب ہو جائیں گے؟

وہ آگے چل کر مزید خامہ فرسائی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”میں نے کہا کہ کشمیر میں آپ اپنے ناپختہ نوجوانوں کو ایک ریگولر آرمی سے لڑوا رہے ہیں۔ آخر اس نامساوی ٹکراؤ سے آپ کس طرح فتح کی امید قائم کیے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جنگ بدر میں صرف ۳۱۳ مسلمان تھے اور وہ ایک ہزار طاقتور فوج پر غالب آئے۔ میں نے کہا کہ جنگ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے پیشگی یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ اس میں فرشتے مدد کے لیے اتارے جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے حق میں کامیابی کی ضمانت ہوں گے۔ کیا آپ لوگوں کے پاس بھی اس قسم کی کوئی دجی آئی ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔“

اگر غور سے مولانا، حد الدین خان کے افکار اور ان کے خود ساختہ فلسفہ جہاد کا مطالعہ کیا جائے تو صاف عیاں ہوتا ہے کہ ان کے دل میں یہ آرزو تڑپ رہی ہے کہ مسلمان فی الفور ہندوؤں سے دست کش ہو جائیں اور خصوصاً مقبوضہ کشمیر میں بڑے بڑے کاروباری، فوری طور پر ہتھیار ڈال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مکار ہندو کی غلامی کا جو اگلے میں پن لیں۔ اس سلسلے میں وہ نہ تو اقوام متحدہ کی قراردادوں کے حامی ہیں اور نہ ہی کسی بین الاقوامی سیاسی اخلاقیات کے پابند۔ وہ الٹا مجاہدین کشمیر کو مورد ”ترام ٹھہراتے ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ آج اگر کشمیریوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں تو یہ دراصل مکانات عمل ہے۔“

”پھر انہوں (کشمیریوں) نے کہا کہ جو اہل نبرد کی یقین دہانی اور اقوام متحدہ کا ریزولوشن ریفرنڈم کے حق میں موجود ہے۔ پھر انڈیا کیوں نہیں اس مسئلے پر ریفرنڈم کرواتا؟ میں نے کہا کہ آپ کی یہ بات محض ایک پرنسپل کی ہے اور

تشریح داندہ جنگ  
میں طاقت کا کام  
نہیں۔“ پھر ان  
مجاہدین ایک  
اپنی لڑائی میں  
کی جنگ میں  
(کشمیریوں کی  
حاصل ہے؟

مولانا وحید  
کے ضمن میں مزید  
”کشمیر“

نوادہ ظلم کو

کشمیری سماج

انصاف نہ

ہیں وہ ۱۹۸۹ء

عمار توں پر

۱۹۸۹ء

کوئی زیادہ

اس شکایہ

رہا ہے۔

پھر ان

ڈھانچے ٹوٹے

جلدی آ

مجبور ہو

میں اصل

پہلے نو۔

کے پاس

تکھی انٹرنیشنلائزیشن سے حل نہیں  
 بڑی استعمار کے مسئلہ کو انٹرنیشنلائز کیا  
 ریشمی رومال تحریک کی صورت میں  
 بے سود ثابت ہوا۔ پھر مسلمانوں نے  
 مگر وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکے۔ اسی  
 پھر انٹرنیشنلائز کیا مگر باری مسجد کو بچایا  
 تدبیر کے ذریعے کامیاب ہو جائیں

ہتے ہیں:

نوجوانوں کو ایک ریگولر آری سے  
 آپ کس طرح فتح کی امید قائم کیے  
 نہیں کہ جنگ بدر میں صرف ۳۱۳  
 آئے۔ میں نے کہا کہ جنگ بدر  
 رائی تھی کہ اس میں فرشتے مدد کے  
 ق میں کامیابی کی ضمانت ہوں گے۔  
 وحی آئی ہے؟ ظاہر ہے کہ ان کے

ور ان کے خود ساختہ فلسفہ جماد کا مطالعہ کیا  
 زو تڑپ رہی ہے کہ مسلمان فی النور  
 بڑے کٹر۔ یہ یہ فوراً شور مچا دیا  
 پن لیں۔ اس سلسلے میں وہ نہ تو اقوام  
 الاقوامی سیاسی اخلاقیات کے پابند۔ وہ انا  
 ہیں کہ آج اگر کشمیریوں پر ظلم و ستم کے

نہرو کی یقین دہانی اور اقوام متحدہ  
 - پھر انڈیا کیوں نہیں اس مسئلے پر  
 ت محض ایک پرنسپل کی ہے اور

تشددانہ جنگ میں لفظی پرنسپل کا حوالہ کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ پرنسپل پراسن لڑائی  
 میں طاقت کا کام کر سکتا ہے مگر تشددانہ لڑائی میں وہ ہرگز کسی کے لیے کوئی طاقت  
 نہیں۔" پھر انہوں نے افغانستان کی مثال دی۔ انہوں (کشمیریوں) نے کہا کہ افغانی  
 مجاہدین ایک سپر پاور سے لڑے اور کامیاب ہوئے۔ اسی طرح کشمیری مجاہدین بھی  
 اپنی لڑائی میں کامیاب رہیں گے۔ میں نے کہا کہ یہ ادھوری بات ہے۔ افغانستان  
 کی جنگ میں ایک سپر پاور کھلم کھلا پوری طرح افغانیوں کے ساتھ تھی جبکہ آپ کی  
 (کشمیریوں کی) موجودہ جنگ میں کسی پاور یا سپر پاور کی حمایت اس طرح آپ کو  
 حاصل ہے؟ وہ کسی بھی ملک کا نام نہ لے سکے۔

مولانا وحید الدین خان اپنے محسنوں اور آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے جماد کشمیر کی نئی  
 کے ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

"کشمیری رہنماؤں نے مجھے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ انڈیا ہمارے اوپر کتنا  
 نچادہ ظلم کر رہا ہے؟ اس نے ہمارے عزت داروں کو بے عزت کیا۔ اس نے  
 کشمیری سماج کو تباہ کیا۔ میں نے کہا کہ قرآن حکیم میں حکم ہے کہ دشمنی میں بے  
 انصاف نہ بن جاؤ بلکہ ہمیشہ انصاف کی بات کہو۔ آپ جس ظلم کا حوالہ دے رہے  
 ہیں، وہ ۱۹۸۹ء کے بعد پیش آیا ہے جب آپ لوگوں نے سری نگر کی سرکاری  
 عمارتوں پر بم مارا اور اس طرح تشدد اور جوابی تشدد کی سیاست کشمیر میں چلائی۔  
 ۱۹۸۹ء سے پہلے انڈیا کی فوج کشمیر میں تھی مگر اس نے کبھی بھی کشمیری آبادیوں پر  
 کوئی زیادتی نہیں کی۔ جب آپ نے تشددانہ اقدام کر دیا تو اس کے بعد آپ کو  
 اس شکایت کا حق باقی نہیں رہتا کہ فریق ثانی آپ کے خلاف تشدد کی کارروائی کر  
 رہا ہے۔"

پھر انہوں (کشمیری رہنماؤں) نے کہا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انڈیا کا اقتصادی  
 ڈھانچہ ٹوٹ رہا ہے۔ انڈیا کی اقتصادی کمزوری ہماری سب سے بڑی طاقت ہے۔  
 جلد ہی آپ دیکھیں گے کہ انڈیا کی اقتصادی طاقت تباہ ہوگی اور وہ کشمیر چھوڑنے پر  
 مجبور ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ یہ معاملہ دونوں فریقوں کے ساتھ ہے اور اس  
 میں اصل فیصلہ کن چیز وقت ہے۔ آپ اور انڈیا میں جس فریق کی اقتصادی طاقت  
 پہلے ٹوٹے گی، وہ دوسرے فریق کی جیت کا باعث بنے گی۔ ایسی حالت میں آپ  
 کے پاس کون سی مزید دلیل ہے جس کی بنا پر آپ یہ یقین کر رہے ہیں کہ انڈیا کی

اقتصادی حالت آپ سے پہلے تباہ ہو جائے گی۔ اس کا بھی ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔“ (”الرسالہ“ جولائی ۱۹۹۵ء، صفحہ ۳۵)  
 کھلے بندوں جہاد کا انکار کرنا مولانا وحید الدین خان کا طرز حیات بن گیا ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجئے  
 ان کی تحریر کا ایک اور ٹکڑا:

”موجودہ زمانہ کے مسلمانوں میں ہر جگہ جہاد کے نام پر لڑائی کا مزاج بنا ہوا ہے۔ ہر جگہ کسی نہ کسی صورت لڑائی جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں ہر قسم کی اخلاقی اور انسانی روایتیں ٹوٹ رہی ہیں۔ یہ لڑائیاں بالقرض فتح پر ختم ہوں تب بھی ان کا یہ نقصان یقینی ہے کہ اس کے بعد ہر جگہ ایک ایسا انسانی معاشرہ بنے گا جو تمام اعلیٰ روایتوں سے خالی ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ چیخ اٹھیں گے کہ اس اسلامی نظام سے تو قدیم غیر اسلامی نظام ہی اچھا تھا۔“ (”الرسالہ“ اپریل ۱۹۹۷ء صفحہ ۴۱)

اور مقبوضہ کشمیر میں برائے کار تحریک آزادی کے خلاف طنز کرتے ہوئے مولانا وحید الدین خان بین السطور لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانہ میں مسلمانوں میں یہ سیاست عام ہے کہ کسی ملک کے ایک حصے میں اگر ان کی اکثریت ہے تو اس حصہ کو بقیہ ملک سے الگ کر کے وہاں وہ خود مختار مسلم حکومت یا آزاد اسلامی حکومت قائم کرنے کی تحریک چلانے لگتے ہیں۔ میرے نزدیک اس سیاست کا تعلق نہ اسلام سے ہے اور نہ عقل سے۔ اس اجتماع سیاست کے نتیجے میں ملک کی حکومت جب ان کے اوپر سختی کرتی ہے تو دوسرا کلام انہیں یہ مل جاتا ہے کہ ملکی حکومت کے خلاف سطحی قسم کے بیانات اور مضامین چھاپتے رہتے ہیں۔ اس کا نام اگر اسلام ہے تو غیر اسلام کس چیز کا نام ہوگا؟“ (”الرسالہ“ دسمبر ۱۹۹۳ء صفحہ ۴۲)



## وحید الدین خان اور فتنہ قادیانیت

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

برمنگھم کے اہل حدیث مرکز میں مولانا وحید الدین خان کا دیا گیا بیان خلاف واقعہ ہے۔ افسوس کہ وہاں موجود علماء میں کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ مہمان معزز غلط بیانی کر رہے ہیں اور کسی نے اس پر انگلی نہ اٹھائی۔

گزشتہ دنوں دہلی کے مولانا وحید الدین خان نے برطانیہ کا دورہ کیا موصوف برطانیہ کے مختلف مقامات پر گئے۔ اسی طرح آپ برمنگھم کے اہل حدیث مرکز میں بھی گئے اور وہاں ایک مجلس سے خطاب کیا۔ کچھ سامعین نے آپ سے سوالات کیے جن کا آپ نے جواب دیا پھر آپ نے جن جوابات کو زیادہ مفید پایا ان میں سے کچھ سوالات و جوابات کو اپنے ماہنامہ "الرسالہ" میں شائع کیا۔ اس کا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا وحید الدین خان صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ فتنہ قادیانیت ایک نئے روپ میں برطانیہ میں خصوصاً "پھیل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کوئی نصیحت ہو تو بتائیں کہ ہم اس فتنہ کا مقابلہ کس طرح کریں؟

مولانا موصوف نے جواباً کہا (اور پھر اسے لکھا) کہ:

"اس معاملے میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس زمانہ میں ہندوستان میں قادیانیت پیدا ہوئی اسی کے قریب زمانہ میں امریکہ کی بلیک مسلم تحریک بھی پیدا ہوئی۔ دونوں کا کیس بالکل ایک تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بلیک مسلم تحریک کا فتنہ جلد ختم ہو گیا اور قادیانیت کا فتنہ ابھی تک باقی ہے اور بڑھ رہا ہے۔ اس کی وجہ صرف ایک ہے، بلیک مسلم تحریک کے فتنہ کو خاموش تدبیر سے حل کیا گیا

گئے گی۔ اس کا بھی ان کے پاس کوئی جواب  
(۳۵)

رین خان کا طرز حیات بن گیا ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجئے

ر جگہ جہاد کے نام پر لڑائی کا مزاج بنا ہوا  
جاری ہے۔ اس کے نتیجے میں ہر قسم کی  
یہ لڑائیاں بالفرض فوج پر ختم ہوں تب  
عد ہر جگہ ایک ایسا انسانی معاشرہ بنے گا جو  
تک کہ لوگ حج اٹھیں گے کہ اس اسلامی  
فا"۔ ("الرسالہ" اپریل ۱۹۹۷ء صفحہ ۳۱)

ادی کے خلاف طنز کرتے ہوئے مولانا وحید الدین

ت عام ہے کہ کسی ملک کے ایک حصے میں اگر ان  
گ کر کے وہاں وہ خود مختار مسلم حکومت یا آزاد  
تے ہیں۔ میرے نزدیک اس سیاست کا تعلق نہ  
ست کے نتیجے میں ملک کی حکومت جب ان کے  
ہے کہ ملکی حکومت کے خلاف سطحی قسم کے بیانات  
ر اسلام ہے تو غیر اسلام کس چیز کا نام ہوگا؟

جبکہ قادیانی فتنہ کو شور و غل کے ذریعہ ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور شور و غل سے کبھی کوئی چیز ختم نہیں ہوتی۔

بلیک مسلم تحریک ایجاہ (عالیجاہ) محمد نے شروع کی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں چنانچہ ان کے تمام پیرو ان کو پیغمبر مانتے تھے۔ مگر ۱۹۷۵ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا داریت دین محمد ان کا جانشین ہوا۔ بیٹے کا رجحان یہ تھا کہ ان کے والد پیغمبر نہیں تھے بلکہ وہ ایک ریفاہر تھے۔ امریکہ کے مسلمانوں نے اس کو خوب استعمال کیا۔ یہاں تک کہ بلیک مسلم اصلاح یافتہ ہو کر بہت بڑی تعداد میں عالمی مسلم امت کا جز بن گئی۔

ٹھیک یہی معاملہ قادیانیت کا ہوا۔ ۱۸۸۹ء میں غلام احمد قادیانی نے اس کی تشکیل کی۔ اس کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ مگر ۱۹۱۳ء میں اس کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کو جانشین بنایا گیا۔ بیٹے نے اعلان کر دیا کہ اس کا باپ پیغمبر نہیں تھا وہ صرف ریفاہر تھا۔ یہاں موقع تھا کہ دوبارہ بیٹے کو استعمال کر کے قادیانی فتنہ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ امکان بالکل غیر استعمال شدہ رہ گیا۔ یہاں تک کہ شور و غل کی سیاست نے قادیانی فتنہ کو وہاں پہنچا دیا ہے جہاں آج آپ اس کو دیکھ رہے ہیں۔“ (الرسالہ، دہلی، اکتوبر ۱۹۹۶ء، ص ۳۸)

مولانا وحید الدین کی پوری عبارت ہم نے یہاں نقل کر دی ہے۔ جو حضرات قادیانیت سے کچھ بھی واقف ہیں وہ مولانا موصوف کی اس عبارت میں متعدد غلط بیانیوں اور اس سے اخذ کیے جانے والے نتائج کو پڑھ کر یقیناً حیران ہوں گے اور یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مولانا موصوف نے مسائل کے سوال کا جو مذکورہ جواب دیا ہے وہ کئی لحاظ سے غلط ہے۔

(۱) مرزا غلام احمد نے اپنے کام کی ابتدا ۱۸۸۹ء سے نہیں کی۔ اس نے کام کی ابتدا کتاب براہین احمدیہ سے کی جو ۱۸۸۳ء میں شائع ہو چکی تھی اور اسی سال لدھیانہ کے علماء نے اپنی تحقیق کی روشنی میں اس پر فتویٰ کفر دیا تھا۔

(۲) مرزا غلام احمد نے ۱۸۸۹ء میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس کا دعویٰ نبوت اس کے اپنے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کے بیان کی رو سے ۱۹۰۱ء میں سامنے آیا۔

(۳) مرزا غلام احمد کی وفات ۱۹۱۳ء نہیں بلکہ ۱۹۰۸ء تھی۔ اس کا سن وفات ۱۹۱۳ء ہونا یہ ایک نئی تحقیق ہے۔ مرزا غلام احمد نے خدا کے نام سے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اس کی عمر کم از کم

۷۳ سال اور زیادہ سے زیادہ ۸۶ سال ہوگی۔

علماء اسلام کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد ۱۹۰۸ء میں ۶۸ سال کی عمر میں فوت ہو اور اس کی عمر ۷۳ سال نہ ہو سکی۔ اب اہل حدیث، منگھم کے ہاں یہ تحقیق سامنے آئی ہے۔ مرزا قادیانی کی وفات ۱۹۱۳ء میں ہوئی۔ اس سے اس کی عمر ۷۳ سال بن جاتی ہے۔ یہ واقعی ایک نئی تحقیق ہے۔ (مگر یہ ہے غلط)

(۴) مرزا غلام احمد کے بعد اس کے جانشین مرزا بشیر الدین نہ تھا بلکہ حکیم نور الدین تھا۔ مولانا وحید الدین خاں، بشیر الدین اور نور الدین میں فرق نہ کر سکے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

(۵) مرزا بشیر الدین نے اپنے باپ مرزا غلام احمد کو نبی کہا اور اس کی نبوت کا کھلے عام پرچار کرتا رہا۔ کبھی یہ نہ کہا کہ میرا باپ صرف ایک ریفارمر تھا۔ مرزا بشیر الدین کا اپنے باپ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں عقیدہ اس کی متعدد کتابوں اور بیانات میں ۱۹۰۰ء سے ہم یہاں اس کا ایک بیان درج کیے دیتے ہیں۔

”پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی بیان کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت (مرزا قادیانی) صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“ (حقیقت النبوت ص ۱۷۴)

اس میں (اور اس قسم کی دیگر تحریرات میں) مرزا بشیر الدین کا عقیدہ کھل کر سامنے آتا ہے کہ وہ اپنے باپ مرزا غلام احمد کو صرف ایک ریفارمر نہ مانتا تھا اور اس میں کسی قسم کا مجاز تسلیم نہیں کرتا اس کا عقیدہ ہے کہ اس کا باپ حقیقی نبی تھا۔

زائیشیر الدین اگر اپنے باپ کو صرف ایک ریفارمر مانتا تو کبھی یہ نہ کہتا کہ غیر قادیانی کافر ہیں اور ان کا اور ہمارا راستہ الگ ہے۔

مرزا بشیر الدین کے ان عقائد کے ہوتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صرف ایک ریفارمر تھا۔ مرزا بشیر الدین تو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اس کا باپ حقیقی نبی تھا۔ نبیوں سے اس کا مقام آگے تھا اس کا منکر کافر ہے اور ہمارے یہ مولانا وحید الدین خاں فرما رہے ہیں کہ اس کا اپنے باپ کے بارے میں عقیدہ صرف ایک ریفارمر کا تھا۔ ان اللہ والیہ راجعون۔

(۶) کوئی یہ نہ سمجھے کہ مولانا موصوف کی مراد مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے بیٹے مرزا بشیر احمد سے ہے۔ گو کہ مولانا موصوف کی مراد مرزا بشیر احمد نہیں تاہم ان کا عقیدہ بھی اپنے باپ کے بارے میں یہی تھا اور وہ بھی اس عقیدے کو بڑی تضحی سے پیش کرتا تھا۔ اس کا ایک بیان ملاحظہ کیجئے۔

رنے کی کوشش کی گئی اور شور و غل

روح کی۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ  
ن کو پیغمبر مانتے تھے۔ مگر ۱۹۷۵ء  
دین محمد ان کا جانشین ہوا۔ بیٹے کا  
وہ ایک ریفارمر تھے۔ امریکہ کے  
تک کہ بلیک مسلم اصلاح یافتہ ہو کر  
لی۔

۱۹۱۳ء میں غلام احمد قادیانی نے اس کی  
وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ مگر ۱۹۱۳ء  
کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کو  
س کا باپ پیغمبر نہیں تھا وہ صرف  
ستعمال کر کے قادیانی فتنہ کا خاتمہ کر  
شدہ رہ گیا۔ یہاں تک کہ شور و غل  
ہے جہاں آج آپ اس کو دیکھ رہے  
(۳)

یہاں نقل کر دی ہے۔ جو حضرات قادیانیت  
ت میں متعدد غلط بیانیوں اور اس سے اخذ کیے  
کہنے پر مجبور ہوں گے کہ مولانا موصوف نے  
غلط ہے۔

۱۸۸۹ء سے نہیں کی۔ اس نے کام کی ابتداء  
بجلی تھی اور اسی سال لدھیانہ کے علماء نے اپنی

نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس کا دعویٰ نبوت  
سے ۱۹۰۱ء میں سامنے آیا۔

۱۹۰۸ء تھی۔ اس کا سن وفات ۱۹۱۳ء  
نام سے یہ پیشگوئی کی تھی کہ اس کی عمر کم از کم

”یہ ثابت شدہ امر ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی تھا اور وہی نبی تھا جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جس کو خود خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں یا ایھا النبی کے الفاظ سے مخاطب کیا۔“ (کلمۃ الفصل)

مرزا غلام احمد قادیانی کے دونوں لڑکوں مرزا بشیر الدین محمود اور مرزا بشیر احمد کے عقائد آپ کے سامنے ہیں۔ انہی عقائد کی یہ لوگ تبلیغ کرتے ہیں اور اس عقیدہ کے منکر کو پکا کافر کہتے ہیں۔ مولانا وحید الدین خاں ہی بتلائیں کہ کیا کسی ریفاکار کا انکار کفر ہے اور اس کے منکر کو پکا کافر کہا جاتا ہے۔

(۷) ہم یہاں یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ مولانا وحید الدین خاں کا مطلب قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کا سربراہ مولوی محمد علی تھا۔ مولانا موصوف نے جو تقابلی پیش کیا ہے وہ بیٹے کا ہے کسی مرید کا نہیں۔ مولوی محمد علی مرزا قادیانی کا مرید تھا اور مرزا بشیر الدین اس کا بیٹا۔ بیٹے کو اگر مرزا کی نبوت پر مصر بنایا تو مولوی محمد علی نے۔ وہ نہ اس موضوع کو پھیلانا نہ بشیر الدین اپنے باپ کی نبوت پر اڑتا۔ اگر مولانا وحید الدین کی مراد مولوی محمد علی پر جرح ہے کہ اس کے مقابلانہ نعرے نے قادیانیت کو انکار ختم نبوت پر مضبوطی بخشی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی صحیح نہیں۔

(۸) مولانا موصوف کا برطانیہ کا یہ دورہ ان دنوں ہو رہا تھا جب یہاں قادیانیوں کے خلاف ختم نبوت کانفرنس ہو رہی تھی اور مرزا طاہر کی سالانہ کانفرنس میں اٹھائے جانے والے اعتراضات اور غلط بیانیوں کا پردہ چاک کیا جا رہا تھا۔ مولانا موصوف کے نزدیک قادیانیت کے خلاف اٹھنے والی ہر صدا شور و غل ہے۔ تحریک ختم نبوت (خواہ وہ ۱۹۵۳ء کی ہو خواہ ۱۹۷۷ء کی ہو) خواہ ۱۹۸۴ء کی ہو، کیا بر منگھم میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسیں شور و غل ہیں) کو شور و غل قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

(۹) مولانا موصوف عمر کی اس منزل میں ہیں، جہاں کبھی سہو بھی ہو سکتا ہے اور ذہول بھی۔ مولانا موصوف نے اگر یہ غلط باتیں بر منگھم کے اہل حدیث مرکز میں کہہ دی تھیں تو انہیں چاہیے تھا کہ اسی بات کو تحریر میں لاتے وقت کچھ تو غور کر لیتے۔ واقعات سے نتائج اخذ کرنا اس وقت صحیح ہوتا ہے جب کسی کو صحیح واقعہ کا علم بھی ہو۔ افسوس ہے کہ مولانا موصوف بسا اوقات ان مسائل میں بھی لب کشائی فرماتے ہیں جو ان کا موضوع ہی نہیں ہوتا۔ اگر مولانا موصوف قادیانی تحریک کے خود و خال سے واقف ہی نہیں اور نہ انہیں یہ پتہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے بیٹوں کا اس کے بارے میں کیا عقیدہ رہا ہے اور آج تک کس عقیدے کا پرچار کیا جا رہا ہے تو انہیں چاہیے تھا کہ کسی واقف کار سے پوچھ لیتے یا کم از کم لکھتے وقت ہی کسی سے اصل حقیقت معلوم کر لیتے۔

(۱۰) ہمیں ہے جنہوں نے مولانا موصوف کو اصل حقیقت بتائی یہ بات جو آپ نے بیان کی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بھری مچل چلے جائیں۔ نہ اس وقت عمر ۷۳ سال ہوئی نہ وہ

(۱۰) ہمیں مولانا موصوف سے زیادہ ہر منکھم کے ان اہل حدیث علماء پر افسوس ہوتا ہے جنہوں نے مولانا موصوف کی اس غلط بیانی کو بڑی آسانی سے قبول کر لیا۔ نہ انہوں نے اس وقت آپ کو اصل حقیقت بتائی اور نہ جلسہ کے بعد انہیں بتلایا کہ آپ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ صحیح نہیں اور یہ بات جو آپ نے بیان کی ہے بالکل خلاف حقیقت ہے۔

ہو سکتا ہے کہ یہاں کے ان علماء کو خود بھی ان حقائق کا علم نہ ہو اور نہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بھری مجلس میں بالکل خلاف واقعہ بات کرتا چلا جائے اور یہ علماء اسے خاموشی سے سنتے چلے جائیں۔ نہ اس وقت انہیں ٹوکیں اور نہ بعد میں انہیں حقیقت حال سے مطلع کریں کہ نہ مرزا کی عمر ۷۴ سال ہوئی نہ وہ ۱۹۱۴ء میں فوت ہوا اور نہ مرزا بشیر الدین اپنے باپ کی نبوت کا منکر تھا۔

ع کتنے جھوٹ لکھے تو دانشور کھلائے ہم



مرزا قادیانی) اللہ تعالیٰ کا ایک رسول اور نبی ہی اللہ کے نام سے پکارا اور وہی نبی تھا جس کو طب کیا۔ (کلمتہ افضل)

مرزا بشیر الدین محمود اور مرزا بشیر احمد کے کرتے ہیں اور اس عقیدہ کے منکر کو پکا کافر بشار مرزا کا انکار کفر ہے اور اس کے منکر کو پکا

سکتے کہ مولانا وحید الدین خاں کا مطلب مولانا موصوف نے جو تقابل پیش کیا ہے وہ مرید تھا اور مرزا بشیر الدین اس کا بیٹا۔ بیٹے کو اس موضوع کو چھیڑنا نہ بشیر الدین اپنے باپ کے علمی پر جرح ہے کہ اس کے مقابلہ نہ نعرے ہیں کہ یہ بھی صحیح نہیں۔

ان دنوں ہو رہا تھا جب یہاں قادیانیوں کے سالانہ کانفرنس میں اٹھائے جانے والے مولانا موصوف کے نزدیک قادیانیت کے خلاف وہ ۱۹۵۳ء کی ہو خواہ ۱۹۷۷ء کی ہو خواہ فرانسس شور و غل ہیں) کو شور و غل قرار دینا

میں ہیں جہاں کبھی سو بھی ہو سکتا ہے اور م کے اہل حدیث مرکز میں کہہ دی تھیں تو وغور کر لیتے۔ واقعات سے نتائج اخذ کرنا اس افسوس ہے کہ مولانا موصوف ساواقات ان ع ہی نہیں ہوتا۔ اگر مولانا موصوف قادیانی یہ پتہ ہے کہ مرزا غلام احمد کے بیٹوں کا اس کے کا پرچار کیا جا رہا ہے تو انہیں چاہیے تھا کہ اصل حقیقت معلوم کر لیتے۔

## بھلی بات اور حید الدین خاں

مولانا عزیز الحسن صدیقی

مذکورہ بالا عنوان ماہنامہ رسالہ کا ہے جس کے تحت صاحب رسالہ مولانا حید الدین خاں نے اپنے رسالہ کے شمارہ نمبر ۲۶۲ ستمبر ۱۹۹۸ء کے صفحہ ۱۲ پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بولے تو بھلی بات بولے ورنہ چپ رہے۔

من كان يومئذ بالليله واليوم الاخر فليقل خيرا اولي بصمت  
دنیا کا اکثر بگاڑ کسی غلط بول کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا کا اکثر بگاڑ کسی اچھے بول کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایک بول سے لوگوں میں محبت بڑھتی ہے، دوسرا بول لوگوں میں نفرت پھیلانے کا سبب بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں سنجیدہ اور ذمہ دار آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان و قلم کو استعمال کرنے میں بے حد احتیاط کرے۔ لکھتا یا بولتا اسی کے لیے جائز ہے جو مذکورہ پیغمبرانہ ہدایت پر عمل کرے۔ جو شخص اس ہدایت پر عمل نہ کر سکے، اس کے لیے لکھتا اور بولتا سرے سے جائز ہی نہیں۔

اس معاملہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آدمی کے پاس کہنے کے لیے ایک ایسی بات ہے کہ جو دوسروں کے بارے میں اچھا گمان پیدا کرنے والی ہے۔ اس قسم کی بات بلاشبہ ایک بھلی بات ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ جو بات لکھنے یا سمجھنے جا رہے ہیں، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفی بات ہے۔ اندیشہ ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کے اندر بدگمانیاں پیدا ہوں۔۔۔۔۔ ایسی صورت میں آپ کے لیے لازم ہے کہ آپ چپ رہیں نہ کہ بول کر انسانیت کے مسائل میں اضافہ کا سبب بن جائیں۔“

کاش مولانا وحید الدین یہ صفحہ لکھتے وقت سوچ لیتے کہ ان کے بول سے کتنے انسانوں کے دل دکھے ہیں؟ ان کے بے جا تبصروں نے کیسے کیسے بزرگوں کی شخصیت کو داغدار کیا ہے؟ ان کے اقوال اور ان کی تحقیقات سے کیسے کیسے مسائل کھڑے ہوئے ہیں؟ انہوں نے اپنی نا تجربہ کاری اور سیاسی بصیرت سے محرومی کے سبب اسلام اور مسلمانوں کے مخالفین کے میگزین میں بارود کی کتنی مقدار اکٹھا کر دی ہے؟ انہوں نے شاہ ولی اللہ، حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید سے لے کر شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تک کو بے بصیرت اور بے تدبیر ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی اور اگر ہم محاورہ کی زبان بولیں تو کہہ سکتے ہیں کہ آسمان پر تھوکنے کی مشق کی۔ سو سو سال کے طویل عرصے میں پیدا ہونے والے نہ جانے کیسے کیسے زمانے دین و ملت ان کے قلم کی زد میں آچکے ہیں مگر انہیں ذرا خیال نہیں آیا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ آج تک کسی نے انہیں نہیں سمجھایا کہ بھائی! اپنے مال کو بیچنے کے لیے دوسرے کے مال کو گھنٹا ثابت کرنا کیا ضروری ہے، کیا ہم امید رکھیں کہ مولانا نے محترم مذکورہ حدیث کی روشنی میں اپنے اقوال کا جائزہ لیں گے اور بڑا بول بولنے سے باز آئیں گے۔ گو کہ ہم نے مولانا سے امید قائم کر لی ہے مگر یقین یہی کہ وہ اپنی خونیں بدلیں گے۔

اپنے رسالہ کے اسی شمارے میں وہ لکھتے ہیں:

”موجودہ زمانے میں ہر جگہ مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ پچھلے دو سو سال سے وہ اپنے حریفوں سے مسلح ٹکراؤ کر رہے ہیں۔ مگر یہ ٹکراؤ مسلمانوں کے نقصان میں اضافہ کے سوا کوئی نتیجہ برآمد نہ کر سکا۔ اب مسلمانوں پر فرض کے درجہ میں ضروری ہو گیا کہ وہ ٹکراؤ اور تصادم کے بے فائدہ تجربہ کو مزید نہ دہرائیں۔ وہ صلح حدیبیہ کے اصول کو مکمل طور پر اختیار کر لیں۔“

مولانا کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ پہلے ایک مفروضہ قائم کر لیتے ہیں پھر نتیجہ نکالتے چلے جاتے ہیں۔ پولیس کا سب سے بڑا افسوس بھوتی نرائن رائے جس نے ۱۳۰ صفحات کی اپنی تحقیقاتی کتاب میں مسلمانوں کو بے قصور ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ پچاس برسوں میں جتنے فسادات ہوئے، ان میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے کسی مذہبی جلوس پر پتھر پھینک کر فساد کا آغاز نہیں کیا بلکہ پولیس ہندوؤں کو ابھار کر فساد کراتی رہی اور مسلمانوں کی کمزور ترقی رہی اور وحید الدین جن کو ہندی پریس ”رچنا تمک سوچ“ والے مولانا کہتے ہیں، آج بھی یہی کہہ جا رہے ہیں کہ مسلمان دو سو سال سے مسلح ٹکراؤ کر رہے ہیں۔ ہم اس کے سوا کیا کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی ذومری طاقت نہیں ہے جو مولانا محترم کو سمجھا سکے۔

ہم اس سے پہلے کہ چکے ہیں کہ مولانا وحید الدین تعبیر کی غلطی میں بری طرح پھنس گئے

الحسن صدیقی

الحسن صدیقی

کے تحت صاحب الرسالہ مولانا وحید الدین

۱۲ صفحہ پر اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ

فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر

لے ورنہ چپ رہے۔

برفلیقل خیر اولی صمت

کی طرح دنیا کا اکثر بنا کسی اچھے بول کا نتیجہ

سرا بول لوگوں میں نفرت پھیلانے کا سبب

کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان و قلم کو

نا اسی کے لیے جائز ہے جو مذکورہ پیغمبرانہ

کر سکے، اس کے لیے لکھنا اور بولنا سرے

ی کے پاس کہنے کے لیے ایک ایسی بات ہے

والی ہے۔ اس قسم کی بات بلاشبہ ایک بھلی

منہ یا بگھنے جا رہے ہیں، وہ اپنی نوعیت کے

لی وجہ سے لوگوں کے اندر بدگمانیاں پیدا

آپ چپ رہیں نہ کہ بول کر انسانیت کے

ہیں۔ وہ غلطی پر غلطی کیے جا رہے ہیں مگر ان کو احساس تک نہیں ہوتا۔

مذکورہ شمارے میں انہوں نے اپنے امریکہ کے سفر کی روداد (ہمارے قارئین جانتے ہی ہیں کہ مولانا امریکہ اکثر جاتے رہتے ہیں) بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ایک نوجوان عالم پاکستان سے امریکہ آئے ہوئے ہیں، ان سے ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے دوران مولانا سید حسین احمد مدنی اور اس حلقہ کے دوسرے علماء کا ذکر ہوا۔ میں نے کہا کہ ان لوگوں کے تذکرے میں لکھا رہتا ہے کہ حضرت کو انگریزوں سے بڑی نفرت تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ علماء انگریزوں سے نفرت کیوں کرنے لگے۔ انگریز تو ہمارے لیے مدعو کا درجہ رکھتے تھے اور مدعو کے لیے خیر خواہی کا حکم ہے۔“

مولانا کے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انگریز عیار اور ظالم تھا۔ اس نے دھوکہ دے کر ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں سے چھینی تھی۔ اس لیے سارے ہندوستانیوں نے اس سے لڑائی لڑ کر ۱۵ اگست کو اپنے ملک کو اس کے پنجے سے چھڑا لیا۔ اگر یہ سیدھی سادی بات بھی مولانا کی سمجھ میں نہ آتی ہو تو ہم اب یوں سمجھاتے ہیں۔ مولانا کے نئی دہلی والے مکان میں خدا نہ کر وہ کچھ لیرے ظالم تھس پڑیں اور مولانا کے گھر کے قیمتی سامان کو تھس نھس کرنے لگیں تو کیا مولانا ان سے لڑ کر اپنے گھر کو اور گھر کے اثاثہ کو نہیں بچائیں گے اور کیا اپنا گھر جس کو انہوں نے بڑی محنتوں اور مشقتوں سے سجایا ہو گا، لیروں کے حوالہ کر کے چلے جائیں گے؟ کرا یہ کی بلڈنگ کا ایک کمرہ تو وہ چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ اتنی بڑی عمارت کیسے چھوڑ دیں گے مگر مسلمانوں کو مشورہ دے رہے ہیں کہ مسلمان ”حدیبیہ پر نپل“ کو اختیار کریں۔

ہندی پریس نے بلاوجہ تھوڑا ہی ان کو ”رچنا تک سوچ والے مولانا“ کا لقب دیا ہے۔ مولانا فی الاصل اپنے تحریری اثاثہ کی صورت میں ہندوستان کے فرقہ پرستوں اور فاشیوں (جن سے ہندوستان کے شریف ہندو بھی نالاں ہیں) کو مسلمانوں کے خلاف اتنا مواد میا کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ اس کے بل پر صدیوں تک مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے رہیں اور اس خدمت کے عوض مولانا کو بلا مشقت جو کچھ ملے گا، وہ ظاہر ہے ان کی آنے والی نسلوں کے لیے دنیاوی اعتبار سے اتنا ہو گا جس کو فراہم کرنے کے لیے لوگوں کو نوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔

انہیں امریکہ ہی میں امریکن مسلم کونسل (جس کا قون نمبر بھی سولت کی خاطر اپنے رسالہ کے صفحہ ۳۰ پر لکھ دیا ہے) کا ایک صفحہ کا پمفلٹ کہیں مل گیا۔ اس میں امریکن میگزین نیوزویک (۱۹ اگست ۱۹۹۶ء) میں شائع شدہ مسٹر ڈورڈ کے مضمون کا جواب دیا گیا ہے۔ مسٹر ڈورڈ نے اپنے مضمون میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ احلام کا نظریہ یہ ہے کہ طاقت کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلا یا

جائے۔ اس الزام صرف دفاع کی غرض پر خواست پر۔ ان پمفلٹ دیا تھا اس دیش نام کا ایک نیا ”میں نے“ رہے ہیں جو انہوں ہے۔ آپ کو ذہل اور پر ہم جو بار عرض کر چکے ہیں انہیں مسلم ممالک پر رقم طراز ہیں: ”امریکہ کے کو فیوزل ہوم کے کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کو انجام دیتی ہے مسلمانوں کے فیوزل لیجے اب بھی اجازت نہیں کے کشتوں کے پٹھ مذہب کے طریقہ فیوزل ہوم ہی کیا غسل دینا پڑے گا۔

امریکہ ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ

حساس تک نہیں ہوتا۔

امریکہ کے سفر کی روداد (ہمارے قارئین جانتے ہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ایک نوجوان عالم پاکستان ہوئی۔ گھنگو کے دوران مولانا سید حسین احمد مدنی نے کہا کہ ان لوگوں کے تذکرے میں لکھا رہتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ علماء انگریزوں سے مدعو کارڈ رکھتے تھے اور مدعو کے لیے خیر خواہی کا

امریکہ عیار اور ظالم تھا۔ اس نے دھوکہ دے کر تھی۔ اس لیے سارے ہندوستانیوں نے اس سے چھڑا لیا۔ اگر یہ سیدھی سادی بات بھی مولانا کی مولانا کے نئی دہلی والے مکان میں خدانہ کردہ کچھ نبی سامان کو تحس نہس کر بیٹے لگیں تو کیا مولانا ان نہیں گے اور کیا اپنا گھر جس کو انہوں نے بڑی محنتوں کے چلے جائیں گے؟ کراہی کی بلڈنگ کا ایک کمرہ تو بی عمارت کیسے چھوڑ دیں گے مگر مسلمانوں کو مشورہ اختیار کریں۔

"رچنا تک سوچ والے مولانا" کا لقب دیا ہے۔ میں ہندوستان کے فرقہ پرستوں اور فاشیوں (جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف اتنا مواد مہیا کر دینا چاہتے ہیں نقصان پہنچاتے رہیں اور اس خدمت کے عوض کی آنے والی نسلوں کے لیے دنیاوی اعتبار سے اتنا کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔

ل (جس کا فون نمبر بھی سہولت کی خاطر اپنے رسالہ میں مل گیا۔ اس میں امریکن میگزین نیوزویک (۱۹ مضمون کا جواب دیا گیا ہے۔ مسٹر ڈورڈ نے اپنے یہ ہے کہ طاقت کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں پھیلایا

جائے۔ اس الزام کا جواب دیتے ہوئے اس پمفلٹ میں کہا گیا ہے کہ فی الحقیقت مسلمانوں نے نہ صرف دفاع کی غرض سے اس وقت جنگ کی ہے، جب انہیں اکسایا گیا ہے یا ستم رسیدہ لوگوں کی درخواست پر۔ انہوں نے اسلام کو پھیلانے کے لیے جنگ نہیں کی۔ جس مسلمان نے مولانا کو یہ پمفلٹ دیا تھا، اس نے گھنگو کے دوران یہ کہہ دیا کہ انڈیا نے اپنی فوجی طاقت استعمال کر کے بنگلہ دیش نام کا ایک نیا ملک کھڑا کر دیا یعنی پاکستان کو توڑ دیا۔ اس پر سنے مولانا کا تبصرہ فرماتے ہیں:

"میں نے کہا اپنے اس بیان میں آپ ماضی میں مسلمانوں کی اس فوج کشی کو جائز قرار دے رہے ہیں جو انہوں نے علاقہ کے ستم رسیدہ لوگوں کی درخواست پر کیا پھر یہی تو انڈیا کا بھی معاملہ ہے۔ آپ کو ڈبل اسٹینڈرڈ نہیں بننا چاہیے۔"

اوپر ہم جو بات کہہ آئے ہیں کیا مولانا کے اس قول سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی؟ ہم کئی بار عرض کر چکے ہیں کہ مولانا کے اعصاب پر یورپ اور امریکہ اس بری طرح سوار ہو چکے ہیں کہ انہیں مسلم ممالک اور مسلم قوم کے اندر کوئی اچھائی نظر ہی نہیں آتی۔ اس شمارے میں صفحہ ۳۰ پر رقم طراز ہیں:

"امریکہ میں فیوزل ہوم ہوتے ہیں۔ موت ہونے کے بعد ٹیلی فون کر کے فوراً اپنے مردہ کو فیوزل ہوم کے حوالہ کرنا ہوتا ہے۔ وہ لاش کو اٹھالے جاتے ہیں اور اس کے تمام رسوم ادا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ میت کو قبر میں اتارنے کا کام آدمی کے ہاتھ نہیں کرتے بلکہ کریں اس خدمت کو انجام دیتی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہاں عیسائیوں اور یہودیوں کے فیوزل ہوم ہیں مگر مسلمانوں کے فیوزل ہوم موجود نہیں ہیں۔"

لیجے اب مولانا مسلمانوں کو اپنے مردوں کو نسلانے کھانے اور اسلامی طریقے پر دفنانے کی بھی اجازت نہیں دینا چاہتے۔ ہندوستان کے فرقہ پرستوں آؤ اور جوق در جوق آؤ اور مسلمانوں کے کشتوں کے پٹے لگا دو۔ پھر گھی، نہیں کراہن تیل چھڑک کر آگ لگا دو کہ اس طرح تمہارے مذہب کے طریقے سے مماثلت بھی پیدا ہو جائے گی اور تمہارے جذبات کی تسکین بھی ہوگی۔ فیوزل ہوم ہی کیا اس طرح بھی مسلمانوں کو ٹھکانے لگایا جاسکتا ہے۔ نہ اسلامی طریقے پر میت کو غسل دینا پڑے گا نہ نماز پڑھنے کی ضرورت پڑے گی نہ مردے کو کندھوں پر لا کر لے جانا پڑے گا۔

بریں عقل و دانش بیاہد گریست

امریکہ ہی کے سفر میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ مولانا محترم نے ایک اجتماع میں جس میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ شریک تھے، مولانا نے اللہ کی توفیق سے اسلام کے پیغام کو سائنسی انداز میں

پیش کیا۔ مگر تقریر کے بعد جب سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو مولانا کو بہت افسوس ہوا کہ لوگوں نے علمی و فکری سوال کے بجائے یہ سوالات کیے۔ فلاں جگہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے، فلاں قوم ہمارے خلاف سازش کر رہی ہے، اس پر آپ کیا کہتے ہیں؟

ہمیں افسوس ہے کہ ان سوال کرنے والوں پر جو اتنا بھی نہیں جاننے کہ مولانا نے ظالموں کے حق میں جان بوجھ کر آنکھیں بند کر لی ہیں۔ یعنی مسلمانوں پر جو مار پڑ رہی ہے، وہ صرف ان کی تالافتی کی وجہ سے پڑ رہی ہے۔ ان کو پینا چاہا رہا ہے تو ٹھیک ہی ہے۔۔۔ کیونکہ وہ ایسے طالب علم کی طرح ہیں جو استاد کی بات مان کر نہیں دیتا۔

فرقہ پرست جو کچھ پڑھانا چاہتے ہیں، وہ نہیں پڑھنا چاہتا، ہندو تو کاسبق وہ کسی طور سے پڑھنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ لہذا اس کی کمر توڑنا واجب ہے۔

امریکہ ایک ناپینا کو جیل میں ٹھونستا ہے تو کیا برا کرتا ہے، بغداد کو تباہ کرتا ہے تو اس کو اس کا حق حاصل ہے۔

مولانا مشرقی یورپی کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے یہ مثل ضرور سنی ہوگی، جس کی نہ پھٹی ہو بوائے، وہ کیا جانے درد پر ائے۔ یعنی جس شخص پر کبھی مصیبت نہ پڑی ہو، وہ دوسروں کی مصیبت اور دکھ کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں امن ہے، سکون ہے، عافیت ہے۔ ہم نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ ذرا اپنے نماں خانے سے باہر نکل کر دیکھیں۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، بستی نظام الدین سے کار پر بیٹھ کر ایئر پورٹ پہنچ جاتے ہیں، پھر امریکہ یا کسی اور یورپی ملک میں پہنچ جاتے ہیں۔ مسلمان بیچارا انہیں کہاں ملتا ہے۔ برصغیر کے سب سے بڑے مسلم صحافی عثمان فار قلیط چیف ایڈیٹر روزنامہ المبعیہ دہلی روزانہ صبح و شام گلی قاسم جا کے ایک گھنٹیا سے چائے خانے میں بیٹھتے تھے تاکہ مسلمانوں کی سوچ اور مسلمانوں کے مسائل کو سمجھ سکیں۔ ایک ہندو عورت نے مسلمانوں کے برقعہ پر تحقیق کی تو اس کو پین کر اس دہلی کے گلی کوچوں میں پھری جہاں مولانا رہتے ہیں۔ پھر اس نے برقعہ کے حق میں مضمون لکھا اور ثابت کیا کہ اس کو پین کر ایک عورت زیادہ تحفظ کا احساس کرتی ہے اور اپنی طرف بری نظر ڈالنے والوں کا ہتہ از میں تعاقب کر سکتی ہے۔ مولانا کے پسندیدہ ملک امریکہ ہی سے ایک شخص ہندوستان صرف یہ تحقیق کرنے کے لیے آیا کہ مسلمانوں کا دسترخوان کیسا ہوتا ہے۔ مگر مولانا مسلمانوں کے مسائل، ان کے نفسیات، اور ان کی شکایات کو صرف اپنے ایئر کنڈیشنڈ آفس میں اور ڈبل ڈور روم میں بیٹھ کر سمجھ لیتے ہیں۔ مولانا قضیہ زمین بر سر زمین کے اصول کو نہیں مانتے۔ یہ وہی کہتے ہیں جو ان سے کہلایا جاتا ہے یا ان کی مصالح اور ضرورتیں جس چیز کا تقاضا کرتی ہیں، اسی کو بیان کرتے ہیں۔

بس کیجیے  
آپ کی مجبوری  
مسلمانوں کی ام  
نہیں، ان کو پڑ  
ہے۔ ہم انہیں  
ہی نہیں لٹائے  
اور زخموں کو کر

سلسلہ شروع ہوا تو مولانا کو بہت افسوس ہوا کہ  
ت کیے۔ فلاں جگہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم ہو رہا  
اس پر آپ کیا کہتے ہیں؟

اس پر جواتنا بھی نہیں جانتے کہ مولانا نے ظالموں  
نی مسلمانوں پر جو مار پڑ رہی ہے، وہ صرف ان کی  
ہے تو ٹھیک ہی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے طالب علم کی

نہیں پڑھنا چاہتا، ہندو تو کا سبق وہ کسی طور سے  
ناواجب ہے۔

کیا برا کرتا ہے، ہندو کو تباہ کرتا ہے تو اس کو اس کا

انہوں نے یہ مثل ضرور سنی ہوگی، جس کی نہ پٹی  
مخض پر کبھی مصیبت نہ پڑی ہو، وہ دوسروں کی  
جگہ رہتے ہیں جہاں اسن ہے، سکون ہے، عافیت  
ان خانے سے باہر نکل کر دیکھیں۔ دنیا میں کیا ہو رہا  
ت پہنچ جاتے ہیں، پھر امریکہ یا کسی اور یورپی ملک  
تا ہے۔ برصغیر کے سب سے بڑے مسلم صحافی عثمان  
انہ صبح و شام گلی قاسم جا کے ایک گھنٹا سے چائے  
ور مسلمانوں کے مسائل کو سمجھ سکیں۔ ایک ہندو  
س کو پن کر اس دہلی کے گلی کوچوں میں پھری جہاں  
میں مضمون لکھا اور ثابت کیا کہ اس کو پن کر ایک  
طرف بری نظر ڈالنے والوں کا بہتر انداز میں تعاقب  
ہی سے ایک مخض ہندوستان صرف یہ تحقیق کرنے  
ہو تا ہے۔ مگر مولانا مسلمانوں کے مسائل، ان کے  
برکٹڈیشنڈ آفس میں اور ڈبل ڈور روم میں بیٹھ کر سمجھ  
مول کو نہیں مانتے۔ یہ وہی کہتے ہیں جو ان سے کہلایا  
بر کا تقاضا کرتی ہیں، اسی کو بیان کرتے ہیں۔

بس کیجئے مولانا! اپنی رچنا تک سوچ اور اپنے فکر انگیز خیالات سے ہمیں محفوظ ہی رکھئے۔  
آپ کی مجبوری سمجھ میں آگئی ہے۔ آپ اس کے سوا کچھ سوچ ہی نہیں سکتے کہ ہر معاملے میں  
مسلمانوں کی اصلاح و تنقید کے لیے برابر لکھتے اور بولتے رہے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ہم ان کو کوستے  
نہیں، ان کو پڑاتے نہیں بلکہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو ایک معالج مریض کے ساتھ کرتا  
ہے۔ ہم انہیں دوا بھی دیتے ہیں اور پرہیز بھی بتاتے ہیں اور ہر وقت بلا ضرورت آپریشن ٹیبل پر  
ہی نہیں لٹائے رہتے۔ ہو گیا ایک دفعہ آپریشن مگر مولانا ہیں کہ وہی ایک عمل دہرائے جا رہے ہیں  
اور زخموں کو کزیدے جا رہے ہیں۔

مریض ہے کہ خیر اٹھ گیا بچارے کا

طیب ہیں کہ خیرہ کھلائے جاتے ہیں

(ماہنامہ ”بانگ درا“ لکھنؤ، مئی ۱۹۹۹ء)



## وحید الدین خاں کا نیا دین غیر اسلامی افکار و کردار

غلام احمد قریشی

اخبار پنج بجیہ 29 نومبر 1998ء (شوبینا بال ٹھا کرے کا ترجمان) کے صفحہ اول پر دو تصویریں شائع ہوئیں جن میں ایک جگہ مولانا وحید الدین خاں، صدر اسلامی مرکز دہلی کو بہ حالت رکوع سرسوتی کی تصویر کے آگے شمع روشن کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے، دوسری تصویر میں مولانا اپنی پیشانی پر تشفہ لگوار ہے ہیں، ہر دو مناظر کی تصویریں دہلی میں سنسکرت اکیڈمی کی جانب سے منعقدہ ایک سیمینار کے ضمن میں اتاری گئی ہیں۔ یہ ایک حیران کن پروگرام تھا جس میں مولانا کو نہ صرف مندر صدارت تفویض کی گئی تھی بلکہ انہیں اپنی درافتاشی سے محفوظ بھی کرنے کا موقع فراہم کیا گیا تھا۔ اپنی صدارتی تقریر میں خیال ظاہر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا ”قرآن مجید میں لگ بھگ 100 دوسری زبانوں کے الفاظ ہیں جن پر سنسکرت خاص ہے۔“ اور یہ کہ ”محمد پیغمبر ﷺ کو جن چار زبانوں پر عبور حاصل تھا ان میں سنسکرت بھی ایک تھی“ واضح رہے کہ سنسکرت اکیڈمی دہلی کی جانب سے منعقدہ اس سیمینار کا عنوان ”فکر ہندوستانی اور سنسکرت زبان میں مسلمانوں کا تعاون“ تھا اور اسی موضوع پر مولانا اپنی فکر کے گوہر لٹا رہے تھے۔ مذکورہ گل افشانی میں کئی اہم سوالات پوشیدہ ہیں مثلاً یہ کہ مولانا مبلغ اسلام ہیں کہ دین الہی کے مجدد؟ امر مسلم ہے کہ نبی برحق ختم رسل فداہ الہی وای حضرت محمد ﷺ ”امی“ تھے یعنی پڑھنا نہ جانتے تھے۔ آپ غار حرا میں تھے اس وقت جبرئیل امین تشریف لائے اور انہوں نے حضرت محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا ”اقراء“ یعنی پڑھئے، آپ

نے جواب دیا ”ماہانہ بقاری“  
وہی جواب دیا کہ ”میں پڑھ  
سے بھینچا۔ سورہ علق کی یہی  
ہونے کا تذکرہ متعدد آیات  
سوال الذی بعث فی الامم  
میں ایک رسول ان ہی میں  
ہے ان کو کتاب و حکمت“  
قرآن کریم کی  
محمد ﷺ کو چار زبانوں پر  
کے روبرو مولانا وحید الدین  
نہیں کی جاسکتی سوائے اگر  
محمد و جلوہ گر ہوا ہے۔

ہندوستان میں  
عیسائی، جین بدھ اور ویدک  
جلال الدین محمد اکبر نے پاک  
کیا تھا یعنی ”سردھرم سہ  
محمد اکبر ہمایوں کا پیتا تھا جو  
ہندوستان کی عظیم سلطنت  
ایجاد کی جس کا اسلام سے  
سے پاک ہے۔ اسی طرح  
کا اسلام یا مسلمانوں سے  
کے قائل نظر آتے ہیں  
وندے ماترم کے معاملوں  
کی فکر ویدک دھرم کے  
ایڈووکیٹ ہیں۔ اپنے ایک

نے جواب دیا "مالا بقاری" میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرئیل نے پھر وہی سوال دہرایا اور آپ نے پھر وہی جواب دیا کہ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" اس طرح تین بار تکرار کے بعد جبرئیل نے آپ کو سینے سے بھینچا۔ سورہ علق کی یہی ابتدائی آیات وحی الہی کا پہلا نزول ہے۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ کے ای ہونے کا تذکرہ متعدد آیات قرآنی میں موجود ہے مثلاً سورہ جمعہ آیت ۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم الی آخر الآیة ترجمہ: وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول ان ہی میں کا۔ پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب و حکمت۔"

قرآن کریم کی ان آیات مبینات پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرت محمد ﷺ کو چار زبانوں پر عبور تھا۔ بالیقین یہ محض مولانا کی ذہنی اختراع ہے۔ اسی طرح سرسوتی تصویر کے روبرو مولانا وحید الدین خاں کا شعروں کا ناغیر اسلامی فعل ہے جس کی کوئی دوسری توجیہ نہیں کی جاسکتی سوائے اس کے 'ہندوستان میں مولانا وحید الدین خاں کی صورت میں دین الہی کا نیا مجدد جلوہ گر ہوا ہے۔

ہندوستان میں مختلف مذاہب کے ماننے والے موجود ہیں یہاں مسلمانوں کے علاوہ سکھ، عیسائی، جین، بدھ اور ویدک دھرم کے ماننے والے موجود ہیں اور اسی سبب سے فرماں روا نے ہند جلال الدین محمد اکبر نے ایک جنتی کے نام پر دین الہی کا اختراع کیا تھا جس میں تمام مذاہب کا احترام کیا گیا تھا یعنی "سردھرم سلکو" یعنی "تمام مذاہب ممکن ہیں" جو کہ ایک غلط تصور دین ہے جلال الدین محمد اکبر ہمایوں کا بیٹا تھا جو اپنے باپ کی پریشانی اور جلا وطنی میں دوران سفر پیدا ہوا اس کی نظر میں ہندوستان کی عظیم سلطنت کا استحکام مقصود تھا۔ اس دور کے تقاضوں کے تحت اکبر نے دین الہی کی ایجاد کی جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اسلام ایک سچا دین ہے جو ہر طرح کے کفر و شرک سے پاک ہے۔ اسی طرح سرسوتی وندا اور وندے ماترم کے گیت خالص ہندو مذاہب کا حصہ ہیں جس کا اسلام یا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا وحید الدین خاں بیادہی طور پر جن سبھی خیالات کے قائل نظر آتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سرسوتی وندا کیساں سول کوڈ باہری مسجد کی شہادت اور وندے ماترم کے معاملوں میں جن سنگھ اور آرائیں ایس کے ہمو نظر آتے ہیں۔ ان معاملات میں ان کی فکر ویدک دھرم کے ماننے والوں سے ہم آہنگ ہے۔ اور یوں لگتا ہے جیسے وہ سنگھ پر یوار کے ایڈووکیٹ ہیں۔ اپنے ایک مضمون میں موصوف نے "وندے ماترم ایٹھویان ایٹھو" کے عنوان سے

محمد قریب

رے کا ترجمان) کے صفحہ اول پر دو  
صدر اسلامی مرکز دہلی کو بہ حالت  
لیا ہے دوسری تصویر میں مولانا اپنی  
سنسکرت اکیڈمی کی جانب سے منفقہ  
گرام تھا جس میں مولانا کو نہ صرف  
مظبوط بھی کرنے کا موقع فراہم کیا گیا  
نے فرمایا "قرآن مجید میں لگ بھگ  
اور یہ کہ "محمد پیغمبر ﷺ کو جن چار  
رہے کہ سنسکرت اکیڈمی دہلی کی  
زبان میں مسلمانوں کا تعاون" تھا  
ن افشانی میں کئی اہم سوالات پوشیدہ  
سلم ہے کہ نبی برحق ختم رسل فدا  
پہ غار حرا میں تھے اس وقت جبرئیل  
ہو کر کہا "اقراء" یعنی پڑھئے آپ

اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں واضح اور دو ٹوک رائے ظاہر کرنے کی جائے انہوں نے علامہ اقبال کے اشعار کو اپنے مفہمانہ خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ انہوں نے ”سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا“ پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اقبال نے مکہ و مدینہ جیسے مقدس مقامات سے بھی بہتر ہندوستان کو بتلایا ہے ”مولانا کا مقصد اس قسم کی بے ربط دلائل سے ذہنوں کو مسموم کرنا ہے تاکہ مسلمانوں کی نگاہوں سے اصل مسئلہ او جھل رہے۔“

انگریزوں کے دور حکومت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نبی رسول مسیح موعود اور مہدی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس کی تبلیغ کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہندوستان پر انگریز قوم کی حکومت کو نعمت الہی ظاہر کرے اور ان کے دور کو پر امن دور قرار دے۔ چنانچہ یہی نہیں کہ اس فرنگی دور حکومت کو ایک ترقی یافتہ سنہرا دور قرار دیا بلکہ اس نے یہ بھی کہا کہ انگریز حکومت کی مخالفت مذہباً جائز نہیں اور جہاد کا رکن معطل ہو چکا ہے۔ اس نے اس سلسلے میں کئی کتابیں شائع کیں تاکہ یہ نظریہ عام ہو اور عام مسلمان اس کے مؤید ہوں لیکن اللہ کا قانون حکم مطلق کا درجہ رکھتا ہے کہ جس میں کہا گیا ہے ”جاء الحق“ حق آیا اور باطل چلا گیا۔ پتھک باطل کو جاہلی تھا۔ یہی حال مولانا وحید الدین خاں کی تحریک کا ہے کہ وہ خود ساختہ اسلام پیش کر کے اسلام کی اصل تعلیمات کو مسخ کر رہے ہیں۔ کاش وہ جان لیتے کہ مسلمان کفر و شرک سے کسی صورت میں مفاہمت نہیں کر سکتا، وہ سرسوتی و ندنا کر سکتا ہے اور نہ دندے ماترم کا چاچ کر سکتا ہے۔ یہ تمام مشرکانہ افعال و اعمال وحید الدین خاں ہی کو زیبا ہیں کہ وہ خود سرسوتی کے روبرو نہ صرف چراغ افروزی کرتے نظر آ رہے ہیں بلکہ اپنے فراخ ناتھے پر انتہائی مکروہ ترین تشقہ لگوانے کو وہ خلاف شرع نہیں سمجھتے۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ تشقہ یا تملک کلیتہً غیر اسلامی اور سرسوتی کے روبرو چراغ افروزی ناروا فعل ہے جبکہ مومن کا ہر دم وظیفہ ”المملک لہ الحمد، الحمد للہ، سبحان اللہ، اللہ اکبر“ ہے۔

اللہ تمام مسلمانوں کو ایسے خود غرض، تنگ نظر، شہرت طلب لوگوں سے محفوظ و مامون فرمائے جو ان کے دین حق کے ٹھکے ہوئے ہیں۔

(ماہنامہ دین مبین بھوپال مئی 1999ء)



وحید الدین خاں

شیخ الحدید

یہ شخص (وحید الدین خاں) آج کا ایک ماہنامہ بھی پاکستان میں ”الرسالہ“ انتہائی خطرناک ہیں اور اس کے نزدیک ا جرم کے مرتکب اور ذمہ دار مسلمان ہی کوئی احتیاط نہیں کرتا اور دین اسلام کے ہاں تاریخ وہی ہے جو اس کے مزاج خاصہ کے بے تحاشا ظلم کرتا ہے۔ اس کا قلم چونکہ مضمون کا تسلسل عمدہ ہے اور باتوں کی ترتیب نے اس شخص کو درجہ الحاد کے بالکل قریب مختلف رسالوں میں اس کے مضامین بھی لکھے ہیں۔ اس شخص نے اس میں جو کچھ لکھا، لہذا ہوا کا تاہم میں اختصار سے کوشش کر رہا ہوں۔ اس شخص سے کچھ لیں کہ اس شخص سے فکری جنگ کے معنی پر ہیں۔ نظریاتی اور قرآن میں اس کے نزدیک کہیں بھی نہیں کفریات کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اور اذکار ہے جب مسلمانوں کے سینہ پر کافر بیٹھ کر تبلیغ کے نام سے ایک فارمولا بھی ہے۔ میں نے ہندوستان کے علماء سے پوچھا

## وحید الدین خاں اور جہاد

شیخ الحدیث مولانا فضل محمد

یہ شخص (وحید الدین خاں) آج کل ہندوستان میں ایک عالم کے طور پر متعارف ہے اور اس کا ایک ماہنامہ بھی پاکستان میں "الرسالہ" کے نام سے شائع ہو رہا ہے۔ اس شخص کے خیالات انتہائی خطرناک ہیں اور اس کے نزدیک اسلام اور مسلمان ہی ہر نقص و عیب کا مجموعہ ہیں اور ہر جرم کے مرتکب اور ذمہ دار مسلمان ہی ہیں۔ یہ شخص رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے میں کوئی احتیاط نہیں کرتا اور دین اسلام کے احکام میں تحریف کرنے سے ذرا نہیں گھبراتا۔ اس کے ہاں تاریخ وہی ہے جو اس کے مزاج خاص کے موافق ہو، مزاج سے ذرا مخالف تاریخ پر یہ شخص بے تحاشا ظلم کرتا ہے۔ اس کا قلم چونکہ انتہائی سیال ہے اور اس کی اردو انتہائی صاف ہے، مضمون کا تسلسل عمدہ ہے اور باتوں کی ترتیب میں بہت ہوشیار ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اسی زور قلم نے اس شخص کو درجہ الحاد کے بالکل قریب کر دیا ہے یا لحد بنا دیا ہے، اس کی کئی تعنیفات ہیں اور مختلف رسالوں میں اس کے مضامین بھی آتے ہیں۔ میرے پاس اس کی کتاب "کاروان ملت" ہے۔ اس شخص نے اس میں جو کچھ لکھا ہے، میں اسی سے چند عبارات نقل کرتا ہوں۔ یہ مضمون لہا ہوا گا، تاہم میں اختصار سے کوشش کروں گا۔

پہلے یہ سمجھ لیں کہ اس شخص کے نزدیک قتال و مقاتلہ کی جتنی قرآنی آیات ہیں، وہ ایک فکری جنگ کے معنی پر ہیں۔ نظریاتی اور قلمی زور کا نام قتال ہے، تلوار و شمشیر والی جنگ کا ذکر تو قرآن میں اس کے نزدیک کہیں بھی نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے نزدیک اسلام میں کسی کافر کی کفریات کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اور اقدابی جہاد کرنا جائز نہیں ہے اور دفاع بھی اس وقت جائز ہے جب مسلمانوں کے سینہ پر کافر بیٹھ کر ذبح کرنے لگ جائیں۔ اس شخص کے نزدیک دعوت و تبلیغ کے نام سے ایک فارمولا بھی ہے جس کا تذکرہ یہ بار بار کرتا ہے۔ وحید الدین خاں کے متعلق میں نے ہندوستان کے علماء سے پوچھا تو سب کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص لحد ہے، بے دین ہے،

واضح اور دو ٹوک رائے ظاہر کرنے کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ انہوں نے ہونے کہا ہے کہ اقبال نے مکہ و "مولانا کا مقصد اس قسم کی بے ربط سے اصل مسئلہ او جھل رہے۔

نے اپنے نبی رسول، مسیح موعود اور ہندوستان پر انگریز قوم کی حکومت چنانچہ یہی نہیں کہ اس فرنگی دور کا کہ انگریز حکومت کی مخالفت مذہباً کئی کتابیں شائع کیں تاکہ یہ نظریہ طبع کا درجہ رکھتا ہے کہ جس میں کہا تھا۔ یہی حال مولانا وحید الدین خاں کی تعلیمات کو مسیح کر رہے ہیں۔ کاش کہ نہیں کر سکتا، وہ سرسوتی و ندنا کر مال و اعمال وحید الدین خاں ہی کو زیبا کر رہے ہیں بلکہ اپنے فراخ ماتھے پر حقیقت حال یہ ہے کہ قشق یا تلک ہے جبکہ مومن کا ہر دم وظیفہ "ہے۔

ت طلب لوگوں سے مخفونا و مومن

دین مبین بھوپال مئی 1999ء)

ہندوؤں کو مسلمانوں سے اچھا سمجھتا ہے، اس کے خلاف کچھ کتابیں بھی چھپی ہیں اور ”تعمیر“ کراچی نے کئی مضامین بھی چھاپے ہیں۔ رسالہ ”زندگی“ لاہور نے بھی اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ میں اس کی کتاب سے جماد کے متعلق چند عبارات پیش کروں گا، پھر فیصلہ قارئین کرام خود کر لیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایسے چالباز لوگوں کی تحریرات اکثر و بیشتر دورنگی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ کبھی تو اسلام کی صحیح معنوں اور نصیحت آمیز بات کرتے ہیں تاکہ اپنے گردیدہ لوگوں کو ان عبارات کی آڑ میں بوقت مشغل اس مشکل سے نکالا جاسکے اور لوگوں کے اعتراضات کے جواب دینے کے لیے کچھ نہ کچھ ان سے ہاتھ میں ہو اور باقی عبارات وہی ہوتی ہیں جو ایسے لوگوں کے باطل نظریات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وحید الدین خان کی تحریرات بھی اسی دورنگی کا ملبغہ ہو، تاہم میں جو عبارات پیش کروں گا، وہ ان کی کتاب ”کاروان ملت“ سے ماخوذ ہیں، ملاحظہ ہوں:

اکابر کے نظریہ پر تنقید

۱۔ ”موجودہ حالات میں مسلمانوں کے احیاء کے لیے کیا کرتا ہے، اس کا حکم ہمارے رہنماؤں نے زکوٰۃ کی آیتوں سے نکالا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک اول دن سے مسلمانوں کو مجاہدانہ اقدام اور قیام امامت کا سبق دینے لگا، ہر ایک نے مسلمانوں کے ذہن میں یہ تصور بٹھانا شروع کیا کہ تم دنیا کے فوجدار ہو، اٹھو اور دنیا کو مسخر کر کے خلافت ارضی کا مقام سنبھالو۔ اقبال نے اسی بات کو ان لفظوں میں کہا۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہی بات مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ان الفاظ میں کہی ہے، ”مسلمان اپنے دین کی رو سے دنیا کے مختب اور خدائی فوجدار ہیں۔ جس دن وہ بیدار ہوں گے اور اپنا فرض منصبی انجام دیں گے، وہ مشرق و مغرب کی قوموں کے لیے روز حساب ہو گا (عروج و زوال ص ۳۹۳) مولانا ندوی ایک اور جگہ لکھتے ہیں، ”امت مسلمہ پر عالمی نگرانی، اخلاق و رجحانات، انفرادی و بین الاقوامی طرز عمل کا احتساب، انصاف کے قیام، شہادت حق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری ذالی گئی ہے۔ (اسلام کے اثرات، ص ۱۲۳)“

یہی موجودہ زمانے کے تمام مفکروں اور رہنماؤں کا معاملہ ہے۔ ہر ایک نے خلافت و امامت کی آیتوں کو اپنا اولین رہنما بنایا۔ ان کے الفاظ اور ان کی تعبیرات اگرچہ ایک دوسرے

سے جدا تھیں مگر حقیقت کے اعتبار سے کی دعوت دینا۔ (کاروان ملت، ص ۱) ۲۔ ”موجودہ زمانہ کی مسلم سلطوا حکم ہمارے رہنماؤں نے امامت اور چنانچہ ان کا سارا عمل غلط ہو کر رہ گیا۔ مصداق بن گئیں کہ معمار جب پہلی اہل جاتی ہے۔“

نخست اول  
تا ثریا  
ایک مشہور مسلم رہنما نے اپنی  
جس نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیں

کہ موجودہ مسلمان گویا دور اول کے  
موجودہ زمانہ کے مسلمان دور اول کے

۳۔ وحید الدین لکھتا ہے ”صبا  
ہماری اس ذلت آمیز شکست کا سبب  
سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے پاس

اس کے بعد مغربی قوموں نے جنگ  
کے حصول میں لگ گئے۔ اس زمانہ  
صرف روایتی (قرآن و حدیث کا) علم  
بڑھا کر سائنٹیفک دور میں پہنچا دیا۔“

کی تلافی ہوئی بلکہ ان کے ان صحیح  
دیا۔“ (ص ۲۲)

۴۔ ”لیکن مسلمانوں کا معاملہ  
دوسری قوموں کے مقابلہ میں شکست  
تک ان کے اندر قومی بیانیے پر تلافی  
ہے، مسلم رہنماؤں نے اپنی غلط رہنمائی  
نہ رہے کہ فطرت کی آواز کو سنیں،“

سے جدا تھیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سب کا خلاصہ ایک تھا۔ یعنی مسلمانوں کو دنیا کا فوجدار بننے کی دعوت دینا۔ (کاروان ملت، ص ۹، مولفہ وحید الدین خان)

۲۔ ”موجودہ زمانہ کی مسلم نسلوں کے احیاء کے لیے عمل کا آغاز کہاں سے کرنا ہے؟ اس کا حکم ہمارے رہنماؤں نے امامت اور قیادت جیسی آیتوں سے اخذ کیا۔ ان کا یہ استنباط غلط تھا۔ چنانچہ ان کا سارا عمل غلط ہو کر رہ گیا۔ ہمارے رہنماؤں کی اٹھائی ہوئی تحریکیں اس فارسی شعر کا مصداق بن گئیں کہ معمار جب پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے تو اس کے بعد آخر تک دیوار ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔“

خشت اول چوں نہد معمار کج  
تا ثریا می رود دیوار کج

ایک مشہور مسلم رہنما نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ”تم ہی تو ہو جس نے قیصر کسریٰ کے تخت الٹ دیے تھے“ یہ ایک بے اصل کلام ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ موجودہ مسلمان گویا دور اول کے مسلمان کا تسلسل ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان دور اول کے مسلمانوں کے بعد کی نسل ہیں۔“ (ص ۱۰)

۳۔ وحید الدین لکھتا ہے ”صلیبی جنگوں کے بعد یورپی قوموں کے مدبرین نے غور کیا کہ ہماری اس ذلت آمیز شکست کا سبب کیا ہے؟ وہ اس رائے پر پہنچے کہ مسلمان علم کے میدان میں ہم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہمارے پاس صرف تلوار ہے اور ان کے پاس تلوار اور علم دونوں ہیں۔ اس کے بعد مغربی قوموں نے جنگ اور مقابلہ کا راستہ چھوڑ دیا۔ وہ پوری سرگرمی کے ساتھ علم کے حصول میں لگ گئے۔ اس زمانہ میں لوگوں کے پاس (یعنی مسلمانوں کے پاس) جو علم تھا، وہ صرف روایتی (قرآن وحدیث کا) علم تھا۔ یورپی قوموں نے علم کے قافلہ کو روایتی دور سے آگے بڑھا کر سائنٹیفک دور میں پہنچا دیا۔ مسیحی قوموں نے جب ایسا کیا تو نہ صرف یہ کہ ان کی کمزوریوں کی تلافی ہوئی بلکہ ان کے ان صحت بخش کارناموں نے ان کو سارے عالم انسانی کا ہیرو بنا دیا۔“ (ص ۲۲)

۴۔ ”لیکن مسلمانوں کا معاملہ انتہائی طور پر اس سے الگ ہے مسلمان موجودہ زمانہ میں دوسری قوموں کے مقابلہ میں شکست سے دوچار ہوئے مگر کئی سو سال کی مدت گزر گئی اور اب تک ان کے اندر قومی پیمانے پر تلافی یافتہ کا عمل جاری نہ ہو سکا۔ اس کا واحد سبب غلط رہنمائی ہے، مسلم رہنماؤں نے اپنی غلط رہنمائی سے مسلمانوں کے ذہن کو اس طرح بگاڑا کہ وہ اس قابل نہ رہے کہ فطرت کی آواز کو سنیں، علماء دیوبند میں ایک مولانا شیخ محمد صاحب تھے۔ ان کی

۲  
خلاصہ کچھ کتابیں بھی چھپی ہیں اور ”تعمیر“ زندگی“ لاہور نے بھی اس کے متعلق بہت کچھ عبارات پیش کروں گا، پھر فیصلہ قارئین کرام کی تحریرات اکثر و بیشتر دورنگی پر مشتمل ہوتی بات کرتے ہیں تاکہ اپنے گردیدہ لوگوں کو ان الا جانے اور لوگوں کے اعتراضات کے جواب باقی عبارات وہی ہوتی ہیں جو ایسے لوگوں کے ہے کہ وحید الدین خان کی تحریرات بھی اسی کا، وہ ان کی کتاب ”کاروان ملت“ سے ماخوذ

کے لیے کیا کرتا ہے، اس کا حکم ہمارے رہنماؤں کا کہ ہر ایک اول دن سے مسلمانوں کو مجاہدانہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ تصور بٹھانا شروع کیا، خلافت ارضی کا مقام سنبھالو۔ اقبال نے اسی

عدالت کا شجاعت کا

کلام دنیا کی امت کا

الفاظ میں کسی ہے، مسلمان اپنے دین کی رو سے ہیدار ہوں گے اور اپنا فرض منصبی انجام دیں ب ہو گا (عروج و زوال ص ۳۹۳) مولانا ندوی اخلاق و رجحانات، انفرادی دین الاقوامی طرز بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری ڈالی گئی

رہنماؤں کا معاملہ ہے۔ ہر ایک نے خلافت و لفاظ اور ان کی تعبیرات اگرچہ ایک دوسرے

رائے یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں جائز ہی نہیں، اس موضوع پر غور و فکر کے لیے دیوبند میں اکابر علماء کا اجتماع ہوا اس موقع پر ہی مولانا قاسم نانوتوی نے نہایت ادب کے ساتھ مولانا شیخ محمد سے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہماری پاس اسلحہ و آلات جہاد نہیں۔ ہم بالکل بے سروسامان ہیں، مولانا نانوتوی نے عرض کیا، کیا اتنا بھی سامان نہیں جتنا کہ غزوہ بدر میں تھا۔ اس پر مولانا شیخ محمد نے سکوت فرمایا اس کے بعد علماء اور عوام کی ایک جماعت جہاد کے لیے نکلی، شمالی (سارنپور) کے میدان میں انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا، مسلم مجاہدین کے پاس زیادہ تر تلوار اور بھالے تھے اور انگریزوں کے پاس ہندوق اور توپ، چنانچہ بدترین شکست ہوئی۔ کچھ لوگ مارے گئے کچھ لوگوں کو انگریزوں نے اپنا قیدی بنا لیا۔ مذکورہ واقعہ میں شیخ محمد صاحب گویا فطرت کے ترجمان تھے۔ ان کا شعور یہ کہ رہا تھا کہ اس وقت اصل مسئلہ طاقت کی نابرابری کا ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے پہلے اس نابرابری کو ختم کرنا چاہیے۔ اس نابرابری کو دور کیے بغیر لڑائی لڑنا خودکشی ہے۔ مگر دوسرے علماء رد عمل کے جذبات سے مغلوب ہو کر اس ضروری پہلو کو بھول گئے۔ وہ جوش میں آ کر صرف جنگی اقدام کی باتیں کرنے لگے۔ اس ماحول میں مولانا شیخ محمد صاحب برسر حق ہونے کے باوجود اکیلے رہ گئے۔ چنانچہ ملت کا قافلہ غلط رہنمائی کے نتیجے میں فطرت کی شاہراہ کو چھوڑ کر بے فائدہ ٹکراؤ کی اندھی راہوں میں چل پڑا۔“ (ص ۲۳)

وحید الدین نے قومی رہنماؤں اور ان کی غلط رہنمائی کا جو بار بار تذکرہ کیا ہے۔ ان غلط رہنماؤں سے کم از کم انگریز کے مقابلے میں برصغیر میں وہ علماء مراد ہیں جو انگریز کے خلاف تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا نام گرایا ہے۔ پھر شاہ ولی اللہ ہے پھر شاہ عبدالعزیز اور ان کا فتویٰ ہے۔ پھر شاہ اسماعیل شہید اور ان کے رفقاء ہیں۔ پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور ان کے رفقاء ہیں پھر شیخ الہند اور ان کے ساتھی ہیں۔ اب یہ حضرت اگر امت کے غلط رہنما ہیں تو پھر صحیح رہنما کون ہوں گے؟ شاید انگریز اور پھر ہندو یہ وحید الدین کے صحیح رہنما ہیں۔ اب ان کا کلام، شہادت اور شہید کے متعلق بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے:

وحید الدین کی ”نظریہ شہادت“ پر نکتہ چینی

۱۔ یہاں مسلمانوں کے سلسلہ میں ایک عجیب استثناء سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلسل

ہلاک کے بعد بھی کوئی سنی نہ  
اگر انہوں نے غیر مساوی فریق  
فوراً سنبھل گئی۔ اس نے م  
جاپان کا امریکہ سے ابتدائی  
نمونہ پیش کر رہے ہیں کہ تا  
نہیں رکھتے۔ اس فرق کا سبب  
کو حاصل نہیں۔ یہ عقیدہ شہ  
ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہلاکت کو  
کے مسلم رہنماؤں نے اس  
ہلاکت کی شہادت بنا کر اس  
مقصود اعلیٰ بنا کر پیش کیا  
انہیں۔ مثلاً۔

شہادت  
نہ  
تساوی ٹکراؤ کے  
فطری امر تھا کہ لوگوں کے  
شہادت بنا کر اس کا جو مقابلہ  
لیا کہ وہ اپنی تباہی کو تباہی  
ملت کا قافلہ جو ف  
بدستور اس پر چلتا رہا اور  
ذہن کی بنا پر وہ اپنے اس  
سلطنت سے ٹکرا گئے۔ حالانکہ  
احمد بریلوی کا قافلہ ۱۸۳۱ء  
مہاراجہ کے پاس مقابلہ میں  
نے تربیت دی تھی۔ علماء  
دلیرانہ جنگ کی حالانکہ علماء  
موجود تھا وغیرہ وغیرہ۔“ (۱)

جماد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال میں لڑنے کے لیے دیوبند میں اکابر علماء کا اجتماع ہوا اس موقع پر ہی کے ساتھ مولانا شیخ محمد سے پوچھا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ جائز بھی نہیں فرماتے؟

پاس اسلحہ و آلات جماد نہیں۔ ہم بالکل بے سرد سامان ہیں۔ سامان نہیں جتنا کہ غزوہ بدر میں تھا۔ اس پر مولانا شیخ محمد نے امام کی ایک جماعت جماد کے لیے نکلی، شامی (سارنپور) کے دو، مسلم مجاہدین کے پاس زیادہ تر تلوار اور بھالے تھے اور بتانچہ بدترین شکست ہوئی۔ کچھ لوگ مارے گئے کچھ لوگوں کے ساتھ واقعہ میں شیخ محمد صاحب گویا فطرت کے ترجمان تھے۔ ان کے مسئلہ طاقت کی نابرابری کا ہے۔ اس لیے ہمیں سب سے۔ اس نابرابری کو دور کیے بغیر لڑائی لڑنا خود کشی ہے۔ مگر مغلوب ہو کر اس ضروری پہلو کو بھول گئے۔ وہ جوش میں آ گئے۔ اس ماحول میں مولانا شیخ محمد صاحب برسر حق ہونے کے غلط رہنمائی کے نتیجہ میں فطرت کی شاہراہ کو چھو ڈر کر بے

پڑا۔“ (ص ۲۳)

اور ان کی غلط رہنمائی کا جو بار بار تذکرہ کیا ہے۔ ان غلطیوں میں برصغیر میں وہ علماء مراد ہیں جو انگریزوں کے خلاف تھے۔ ان کا نام گرامی ہے۔ پھر شاہ ولی اللہ ہے پھر شاہ عبدالعزیز اور ان کے رفقاء ہیں۔ پھر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی، گنگوہی اور ان کے رفقاء ہیں پھر شیخ الہند اور ان کے ساتھی رہنما ہیں تو پھر صحیح رہنما کون ہوں گے؟ شاید انگریز اور پھر۔ اب ان کا کلام، شہادت اور شہید کے متعلق بھی ملاحظہ

پر نکتہ چینی

ایک عجیب استثناء سامنے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلسل

ہلاک کے بعد بھی کوئی سبق نہ لینا۔ دوسری قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ابتدائی رد عمل کے تحت اگر انہوں نے غیر مساوی فریق کے ساتھ جنگ کر لی اور اس کے نتیجے میں ہلاکت پیش آئی تو قوم فوراً سنبھل گئی۔ اس نے مزید بے فائدہ ٹکراؤ جاری نہیں رکھا۔ مثال کے طور پر ۱۸۵۰ء میں جاپان کا امریکہ سے ابتدائی ٹکراؤ کے بعد حصول علم میں لگ جانا، مگر مسلمان حیرت انگیز طور پر یہ نمونہ پیش کر رہے ہیں کہ ناقابل بیان ہلاکتوں کے باوجود اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس فرق کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس ایک ایسا عقیدہ ہے جو دوسری کسی قوم کو حاصل نہیں۔ یہ عقیدہ شہادت کا تصور ہے۔ مسلمان کے لیے اپنے عقیدے کی رو سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہلاکت کو شہادت بنا کر اس کو اپنے کارنامہ کے خانہ میں ڈال سکے۔ موجودہ دور کے مسلم رہنماؤں نے اس عقیدے کا مبالغہ آمیز حد تک بے جا استعمال کیا۔ وہ مسلمانوں کو ہر ہلاکت کی شہادت بنا کر اس کو گلو رہنمائی (عظمت و تعظیم) کرتے رہے۔ حتیٰ کہ بذات خود مرٹنے کو مقصود اعلیٰ بنا کر پیش کیا، مسلمانوں کی مجلسیں ہر طرف اس قسم کے پر جوش ترانوں سے گونج اٹھیں۔ مثلاً۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

نہ مال نہ غنیمت نہ کشور کشائی

ناساوی ٹکراؤ کے بعد مسلمانوں کو جس کی طرف ہلاکت کا تجربہ ہوا، اس کے بعد یہ بالکل فطری امر تھا کہ لوگوں کے اندر نئی سوچ پیدا ہو اور وہ بے فائدہ تصادم کو چھوڑ دیں۔ مگر موت کو شہادت بنا کر اس کا جو مبالغہ آمیز گلو رہی ٹیکیشن (تعظیم) کیا گیا، اس نے مسلمانوں سے یہ ذہن چھین لیا کہ وہ اپنی تباہی کو تباہی سمجھیں۔

ملت کا قافلہ جو فطرت کے صراط مستقیم سے ہٹ کر تباہی کے راستوں پر چل پڑا تھا، وہ بدستور اس پر چلتا رہا اور آج تک اسی پر چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اپنے بگڑے ہوئے ذہن کی بنا پر وہ اپنے اس عمل کو مجاہدانہ قربانی سمجھ رہا ہے، سلطان ٹیپو ۱۷۹۹ء میں تن تہا برٹش سلطنت سے ٹکرا گئے۔ حالانکہ اس وقت یہ ٹکرائی ایسا ہی تھا جیسے چوہنی کا ہاتھی سے ٹکرائی۔ سید احمد بریلوی کا قافلہ ۱۸۳۱ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجوں سے بے باکانہ طور پر لڑ گیا۔ حالانکہ مہاراجہ کے پاس مقابلہ میں بہت زیادہ طاقتور فوج تھی اور اس کی فوج کو نیپولین کے فوجی افسروں نے تربیت دی تھی۔ علماء ہند کی جماعت نے ۱۸۵۷ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی منظم فوج سے نہایت دلیرانہ جنگ کی حالانکہ علماء کے پاس زیادہ تر تلواریں تھیں اور انگریزوں کے پاس پورا توپ خانہ موجود تھا وغیرہ وغیرہ۔“ (ص ۲۵)

گویا وحید الدین کے نزدیک یہ تمام لڑائیاں خود کشی تھیں اور اس میں غلط رہنماؤں کی غلط راہنمائی کا بڑا دخل تھا اور شہادت کا خون سوار تھا۔ حالانکہ یہ ظالم اس کو نہیں دیکھتا کہ انگریز ان جنگوں سے پہلے کہاں کھڑا تھا؟ اور اب برٹش حکومت کہاں کھڑی ہے؟ روس پہلے کہاں کھڑا تھا اور اب کہاں بیٹھا ہوا ہے؟ وحید الدین کے کلام میں مسلمانوں کی کتنی تذبذب و تحلیل ہے اور اسی کلام میں کافروں کے لیے کتنا احترام و تقدس ہے۔ یہ ہر بڑھنے والا آسانی سے محسوس کر سکتا ہے۔ بس نفاق کا براہو یہ آدمی سے سب کچھ کراتا ہے۔ کسی نے کہا۔

اگرچہ اہل وفا ہیں خلوص کے بھوکے  
مگر خلوص نہیں شرط دوستی کے لیے  
یہ نکتہ ہم کو سکھایا ہے عمد حاضر نے  
منافقت بھی ضروری ہے آدمی کے لیے

وحید الدین خان کی نگاہ میں جہاد اقدامی

۳- وحید الدین نے اپنی کتاب ”کاروان ملت“ میں جہاد پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک دفاعی جہاد ہے اقدامی نہیں اور جہاد بھی ایک فکری عمل کا نام ہے۔ فکریات و نظریات اصل جہاد ہے۔ ہاں درجہ بدرجہ مجبوری جب گلے پر چھری پھرنے لگ جائے تو پھر ہاتھ پاؤں مارنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے ”جہاد کے لفظی معنی کوشش کے ہیں۔ البتہ اس کے مفہوم میں مبالغہ ہے یعنی بہت زیادہ کوشش کرنا۔ اس اعتبار سے جہاد وہی ہے جس کو اردو میں ”جدوجہد“ اور انگریزی میں ”اسٹریگل“ کہا جاتا ہے۔

”جہاد“ قتال کے ہم معنی نہیں بلکہ وہ کامل جدوجہد کے ہم معنی ہے۔ اس اعتبار سے جہاد کا تعلق زندگی کے ہر معاملہ سے ہے۔ جہاد نفس اور جہاد دعوت ایک مستقل عمل ہے۔ وہ مومن کی زندگی میں ہر روز اور ہر لمحہ کسی نہ کسی صورت میں جاری رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جہاد اعداء ایک اتفاقی اور استثنائی عمل ہے۔ اس کا مقصد دفاع ہے اور دفاع اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی کی طرف سے جارحیت کا آغاز کر دیا جائے۔ (ص ۳۳، ۳۴)

مزید لکھتا ہے ”جہاد“ نفس اور شیطان سے لڑنے کا ہتھیار ہے، جہاد با اصول زندگی گزارنے کی قیمت ہے، جہاد دارالافتحان میں اپنے امتحان کے پرچہ کو صحیح طور پر پر کرنے کی کوشش ہے، جہاد کسی خارجی نظام (یعنی اسلام) کو نافذ کرنے کا عمل نہیں (بلکہ) جہاد خود اپنے آپ کو خدائی مرضی پر کھڑا کرنے کی محنت ہے۔

جو لوگ جہاد کو جنگ کی آیت یا حدیث میں قیام لیتے ہیں۔ حالانکہ کسی کلام کہ اس سے مراد شمشیری استعمال کیا جاتا ہے۔

ابوداؤد شریف کی ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے تک کہ ان کا آخری گروہ نکالتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان حضرات کے قتال سے مراد ہتھیاروں (ص ۳۵، ۳۶)

وحید الدین مزید آ کے ہم معنی بنا دیا ہے۔ شہاد ہے: ”اسلامی جہاد کا مقصود یہ انقلاب صرف ایک ملک اسلامی جہاد کا یہ توجہ

ایک آیت بھی ایسی موجود برآمد ہوتا ہو۔ مذکورہ کن پرواز کی نوعیت کے ہر با موالہم وانف کے حق میں کوئی دلیل نہیں لیے نکلنے کا ذکر ہے۔ مکمل نہ اس آیت میں ہے اور ثابت ہے کہ وہ پورے دہ مزید لکھتا ہے، یہ ہیں، ان کی حیثیت محض

جو لوگ جہاد کو جنگ اور قتال کے ہم معنی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ اگر کسی آیت یا حدیث میں قتال یا اس کے ہم معنی لفظ مل جائے تو اس کو اپنے حق میں کافی دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ کسی کلام میں قتال یا اس کے ہم معنی کسی لفظ کا آجانا اس بات کا کافی ثبوت نہیں کہ اس سے مراد شمشیری جنگ ہے۔ بعض اوقات کلام میں شدت پیدا کرنے کے لیے قتال کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ابوداؤد شریف کی ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا۔ وہ ان پر غالب رہے گا۔ جو ان سے دشمنی کرے گا، یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ مسیح و جال سے جنگ کرے گا۔ بعض لوگ اس حدیث سے جنگ کا مسئلہ نکالتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر زمانہ میں مخالفین سے جنگ کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ان حضرات کے اس استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ حدیث میں قتال کا لفظ آیا ہے مگر یہاں قتال سے مراد ہتھیاروں کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد فکری اور نظریاتی مقابلہ ہے۔

(ص ۳۵، ۳۶)

وحید الدین مزید لکھتا ہے، موجودہ زمانہ میں کچھ لوگوں نے جمادنی سمیل اللہ کو جہاد سیاسی کے ہم معنی بنا دیا ہے۔ مثلاً ”جمادنی سمیل اللہ“ نامی کتاب میں جہاد کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: ”اسلامی جہاد کا مقصود غیر اسلامی نظام کی حکومت کو مناکر اسلامی حکومت قائم کرنا ہے۔ اسلام یہ انقلاب صرف ایک ملک یا چند ملکوں میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں برپا کرنا چاہتا ہے“ (الخ)

اسلامی جہاد کا یہ تصور سراسر بے بنیاد ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ سارے قرآن میں کوئی ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں جس کے براہ راست مفہوم کے طور پر سیاسی انقلاب کا یہ نظریہ برآمد ہوتا ہو۔ مذکورہ کتاب میں اسی نظریہ کے حق میں جو دلائل دیے گئے ہیں، وہ سب انشاء پر دازی کی نوعیت کے ہیں۔ نقل کردہ آیتوں میں ایک آیت ایسی ہے جس میں ان بجاہدوا باموالہم وانفسہم (سورہ توبہ، ۳۳) کا لفظ آیا ہے۔ مگر اس آیت میں مذکورہ نظریہ کے حق میں کوئی دلیل نہیں۔ یہاں دشمنان اسلام کی جارحیت کا مقابلہ میں دفاعی جنگ لڑنے کے لیے نکلنے کا ذکر ہے۔ مکمل نظام قائم کرنے کے لیے جہاد کرو، اس قسم کے نام نماد انقلابی نظریہ کا ذکر نہ اس آیت میں ہے اور نہ قرآن کی کسی دوسری آیت میں۔ اس نظریہ جہاد کا غلط ہونا اسی سے ثابت ہے کہ وہ پورے دین سے نکل جاتا ہے۔ (ص ۳۹)

مزید لکھتا ہے، یہ انقلابی نظریہ ساز اپنے نظریہ کے حق میں قرآن کی جو آیتیں پیش کرتے ہیں، ان کی حیثیت محض بے جا جسارت کی ہے۔ کیونکہ ان آیتوں کا ان کے انقلابی نظریہ سے کوئی

تعلق نہیں اور اس میں غلط رہنماؤں کی غلطی یہ ظالم اس کو نہیں دیکھتا کہ انگریز ان کھڑی ہے؟ روس پہلے کہاں کھڑا تھا اور کی کتنی تزییل و تخیل ہے اور اسی کلام الا آسانی سے محسوس کر سکتا ہے۔ بس

کے بھوکے  
تی کے لیے  
مد حاضر نے  
دی کے لیے

ماد پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے نزدیک نام ہے۔ فکریات و نظریات اصل جہاد لگ جائے تو پھر ہاتھ پاؤں مارنے کی معنی کو شش کے ہیں۔ البتہ اس کے بار سے جمادوی ہے جس کو اردو میں

کے ہم معنی ہے۔ اس اعتبار سے جہاد کا ایک مستقل عمل ہے۔ وہ مومن کی تاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جہاد اعداء فاع اس وقت کیا جاتا ہے جب کسی کی

کا ہتھیار ہے، جہاد با اصول زندگی کے پرچہ کو صحیح طور پر پر کرنے کی کا عمل نہیں (بلکہ) جہاد خود اپنے آپ

تعلق نہیں۔

دین میں اصل اہمیت تواضع کی ہے مگر جہاد کا مذکورہ نظریہ اس کے برعکس سرکشی کی نفسیات پیدا کرتا ہے۔ اس میں دین کا روحانی پہلو غائب ہو جاتا ہے اور سیاسی پہلو غیر متناسب طور پر ابھرتا ہے۔ ان کی نظریں داخلی احتساب سے ہٹ کر خارجی احتساب کی طرف چلی جاتی ہیں۔ ایسا آدمی عین اپنے مزاج کے مطابق اپنی ذات پر لفظی تنقید بھی برداشت نہیں کرے گا اور دوسروں پر گولی اور بم کی بارش کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھے گا، تعمیری میدان میں سرگرم ہو گا اس کو غیر اہم نظر آئے گا۔ البتہ تخریب کے پروگرام سے اس کو بہت زیادہ دلچسپی ہوگی۔ اسلام یہ مزاج دیتا ہے کہ اہل ایمان دوسرے ہندوگان خدا سے محبت کریں۔ وہ ان کی زیادتیوں کے باوجود ان کے لیے دعائیں کریں مگر مذکورہ قسم کے مجاہدین کا حال یہ ہو گا کہ ان کے پاس دوسروں کے لیے صرف نفرت ہوگی۔ وہ دوسروں کو بددعا دینے والے ہوں گے نہ کہ ان کے حق میں دعاء کرنے والے۔ (ص ۵۰، ۵۱)

وحید الدین اس نظریے پر بھی تنقید کرتا ہے کہ اسلامی نظام پوری دنیا میں رائج ہونا چاہیے۔ تاکہ دنیا والوں پر حجت قائم ہو کر تمام جہت ہو جائے اور امت محمدیہ دیگر امتوں پر گواہ بن سکے۔ لگتا ہے یہ سارا استدلال خود ساختہ مفروضہ پر قائم ہے۔ امت محمدیہ کو جو شہادت دینا ہے اس کا قانونی نظام اور سیاسی اقتدار سے کوئی تعلق نہیں، اس شہادت کا تعلق دین کے فکری اور تصوراتی پہلو سے ہے نہ کہ دین کے عملی نظام سے۔ اگر مکمل عملی نظام کے مظاہرہ کو ضروری قرار دیا جائے تو کسی بھی پیغمبر نے کبھی کامل شہادت نہیں دی اور نہ اپنی قوم پر تمام حجت کیا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ کسی بھی نبی نے مکمل عملی نظام قائم نہیں کیا حتیٰ کہ پیغمبر اسلام (محمد رسول اللہ ﷺ) کا معاملہ بھی یہی ہے۔ (ص ۵۲)

لگتا ہے: ظاہر ہے قرآن کوئی تلوار نہیں ہے۔ وہ ایک کتاب ہے جس میں اسلام کی تعلیمات درج ہیں۔ قرآن کے ذریعہ جہاد کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ تبلیغ قرآن کے عمل میں محنت کرو یہ جہاد اللہ کی نظر میں اتنا اہم ہے کہ اس کو جہاد کبیر کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فکری پیغام انسانی کا کام نہ صرف جہاد ہے بلکہ وہ تمام جہادوں سے بڑا ہے۔ وہ جہاد کبیر کا درجہ رکھتا ہے۔ (ص ۵۵)

وحید لگتا ہے ”جنگ کی دو قسمیں ہیں جارحانہ اور مدافعتیہ“ اسلام میں مخصوص شرائط کے تحت صرف مدافعتیہ جنگ کی اجازت ہے۔ جارحانہ جنگ اسلام میں جائز نہیں۔“ (ص ۵۶) اس معاملہ میں اسلامی تعلیم کی آخری حد یہ ہے کہ جارحانہ جنگ چھیڑنا تو درکنار جارحانہ جنگ چھڑنے

کی تمنا سے بھی منع کیا گیا ہے۔ علم طاقت کا نشان ہے مگر مسلما ناقابل فہم نادانی کے تحت سائنس پسندانہ کوششوں کی بناء پر کوئی بھی پراسن تدبیر دفاعی کارروائی میں بھی آپ مقصد حاصل ہو سکے۔ رسول آیا اس کی حیثیت استثناء کی کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔ نہ

قتل یا شہادت

۴۔ اس عنوان کے تحت ہندوستان کے اندر پیش آرہا ہے۔ اس کے نتیجے میں جب کہیں ایسا کوئی واقعہ اتنے مسلمان شہید ہو گئے: معاملہ میں قتل کا لفظ قول سے کا لفظ ہے جبکہ شہید کا لفظ دور اول میں اس طرح معاملات میں ہماری حیثیت درست بات یہی ہے کہ شہید) اس لفظی فرق کا انکاراؤ ہوا اور اس میں حیثیت دے دی۔ اب لوگ صحیح تھا یا غلط۔ اس کے بعد اور کبھی ایسا نہیں کریں۔ جائیں۔

کی تمنا سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (ص ۵۷) قدیم زمانہ میں تلوار طاقت کا نشان تھی، موجودہ زمانہ میں علم طاقت کا نشان ہے مگر مسلم رہنما اندوہناک حد تک اس فرق سے بے خبر ہے۔ انہوں نے ناقابل فہم نادانی کے تحت سائنس کے دور میں ہر طرف تلوار کا ترانہ گانا شروع کر دیا۔ (ص ۶۲)

اسن پسندانہ کوششوں کے باوجود کبھی ایسا ہوا کہ فریق ثانی کی بڑھی ہوئی ضد اور جارحیت کی بناء پر کوئی بھی پرامن تدبیر کارگر نہ ہو سکی اور آخر کار دفاعی طور پر ٹکراؤ کی نوبت آگئی۔ تاہم دفاعی کارروائی میں بھی آپ ﷺ نے پوری طرح اس کا اہتمام کیا کہ کم سے کم تشدد کے ذریعے مقصد حاصل ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ کی ۲۳ سالہ عمر نبوت میں اس قسم کا بعض ٹکراؤ جو پیش آیا اس کی حیثیت استثناء کی تھی نہ کہ عموم کی اور یہ ایک مسلہ اصول ہے کہ استثناء کو ہمیشہ عموم کے تحت شمار کیا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ عموم کو استثناء کے تحت۔ (ص ۹۹)

### قتل یا شہادت

۳۔ اس عنوان کے تحت شہادت پر رد کرتے ہوئے وحید لکھتا ہے:

ہندوستان کے اندر اور ہندوستان کے باہر جگہ جگہ مسلمانوں کا ٹکراؤ دو سروں کے ساتھ پیش آرہا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو تصادم ہوتا ہے، اس میں مسلمان بڑی تعداد میں مارے جاتے ہیں۔ جب کہیں ایسا کوئی واقعہ ہوتا ہے تو مسلمانوں کے تمام لکھنے اور بولنے والے کہتے ہیں کہ اتنے مسلمان شہید ہو گئے جبکہ قرآن میں اس طرح کے مواقع کے لیے قتل کا لفظ آیا ہے۔ اس معاملہ میں قتل کا لفظ قول سدید (صحیح) ہے اور شہید کا لفظ قول غیر سدید، قتل کا لفظ صرف رپورٹنگ کا لفظ ہے جبکہ شہید کا لفظ انجام کا لفظ ہے اور انجام کا حال صرف اللہ کو معلوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اول میں اس طرح کے مواقع پر ہمیشہ قتل کا ہم معنی لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اس طرح کے معاملات میں ہماری حیثیت صرف رپورٹنگ کی ہوتی ہے، حج کی نہیں ہوتی۔ اس لیے ہمارے لیے درست بات یہی ہے کہ ہم بیان واقعہ والا لفظ (قتل) استعمال کریں نہ کہ انجام واقعہ والا (یعنی شہید) اس لفظی فرق کا اثر اعمال پر کس طرح پڑتا ہے (تو سنئے کہ) جب آپ کہیں کہ فلاں جگہ ٹکراؤ ہوا اور اس میں اتنے مسلمان شہید ہو گئے تو آپ نے اس واقعہ کو مطلوب اور مقدس حیثیت دے دی۔ اب لوگوں کا ذہن اس پر اس لحاظ سے نہیں سوچ سکتا کہ بجائے خود یہ ٹکراؤ کرنا صحیح تھا یا غلط۔ اس کے بعد مسلمانوں کا حال یہ ہو گا کہ وہ بے فائدہ طور پر مسلسل ٹکراتے رہیں گے اور کبھی ایسا نہیں کریں گے کہ اس پر نظر ثانی کریں اور اپنے رویے کو بدل کر ہلاکت سے بچ جائیں۔

مکروہ نظریہ اس کے برعکس سرکشی کی ہو جاتا ہے اور سیاسی پہلو غیر متناسب طور پر جاری احتساب کی طرف چلی جاتی ہیں۔ تنقید بھی برداشت نہیں کرے گا اور 'گاتھیری میدان میں سرگرم ہونا اس کو بہت زیادہ دلچسپی ہوگی۔ اسلام یہ مزاج ہے۔ وہ ان کی زیادتیوں کے باوجود ان کے لئے ان کے پاس دو سروں کے لیے صرف کہ ان کے حق میں دعاء کرنے والے۔

اسلامی نظام پوری دنیا میں رائج ہونا بجائے اور امت محمدیہ دیگر امتوں پر گواہ قائم ہے۔ امت محمدیہ کو جو شہادت دینا میں اس شہادت کا تعلق دین کے فکری اور عملی نظام کے مظاہرہ کو ضروری ہے اور نہ اپنی قوم پر اتمام حجت کیا۔ تم نہیں کیا حتیٰ کہ پیغمبر اسلام (محمد رسول

وہ ایک کتاب ہے جس میں اسلام کی ملکتا ہے کہ تبلیغ قرآن کے عمل میں محنت لگایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فکری بڑا ہے۔ وہ جہاد کبیر کا درجہ رکھتا ہے۔

مدافعتہ، اسلام میں مخصوص شرائط کے اسلام میں جائز نہیں۔" (ص ۵۶) اس چھیڑتا اور کنارہ جارجانہ جنگ چھڑنے

اس طرح کے معاملہ میں "شہادت" کا لفظ بے فائدہ ہلاکت کو جاری رکھنے کا سبب بنتا ہے اور قتل کا لفظ بے فائدہ ہلاکت کو ختم کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ (ص ۱۰۲-۱۰۳)

مسٹر ہمتی مغربی دانشور کی قیادت کو وحید الدین خان نے اس طرح نقل کیا: "اسلام کو اللہ تعالیٰ نے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا مگر موجودہ مسلمانوں کی بے معنی لڑائیوں نے اسلام کو اہل عالم کی نظر میں دین بربادی بنا دیا ہے۔ دنیا یہ سمجھتی ہے کہ مسلمان گویا دیوانوں کا ایک گروہ ہے جو اپنے احمقانہ عقیدہ کے تحت سمجھتا ہے کہ لڑکر مر جاؤ تو تم جنت میں جاؤ گے۔ اس لیے اگر اس کو کہیں سے ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم مل جائیں تو وہ ان کو لوگوں پر پھینک دے گا۔ خواہ اس کے نتیجے میں وہ خود بھی برباد ہو اور ساری دنیا میں بربادی پھیلانے کا زریعہ بنے۔" "انٹی"

مغربی دانشور کا یہ رویہ کس سراسر درست ہے "یہ واقعہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں کچھ نام نہاد مفکرین نے اپنے خود ساختہ نظریات کے تحت بہت سے مسلم نوجوانوں کے اندر یہی مجنونانہ ذہن پیدا کر دیا ہے۔ اسلام دین رحمت ہے مگر انقلابی اسلام کے علمبرداروں نے اس کو دین تخریب بنا دیا ہے۔ کیسے عجب ہیں وہ لوگ جو اسلام کی تخریب میں مصروف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام کے لیے جماد کبیر کا کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔ (ص ۲۰۱)

#### راہ نجات

وحید الدین خان نے اس عنوان کے تحت بہت کچھ لکھا ہے اور زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مسلمانوں کو صرف انعام و تقسیم اور دعوت و مہر سے اقوام عالم کے اندر کام کرنا چاہیے۔ ان کی شکست اور مسلسل ناکامی کا واحد علاج یہی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"آج مسلمانوں میں ہر قسم کی سرگرمیاں جاری ہیں مگر دعوت ہی ایک ایسا کام ہے جن کا ان کے ہاں سرے سے وجود ہی نہیں۔" "دین رحمت" کی پیغام رسانی کے لیے داعی کے اندر رحمت و شفقت کا جذبہ ہونا لازمی طور پر ضروری ہے۔ کوئی شخص ایسے لوگوں کے اوپر دعوت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا جو اس کی نظر میں مبغوض بنے ہوئے ہوں۔ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے نفرت کر کے اپنے اندر داعیانہ صلاحیت کھودی ہے، موجودہ حالت میں ان کا دعوت کا نام لینا صرف ایک مذاق ہے۔ وہ کسی سنجیدہ ارادہ کا نام نہیں۔ دعوت الی اللہ کی لازمی شرط مہر ہے، مسلمانوں کو داعی بننے کے لیے سب سے پہلے صابر بننا پڑے گا۔

دوسری قوموں (کفار) سے خواہ انہیں کتنی زیادہ خوشگوار کی تجزیہ ہو، انہیں کتنا ہی زیادہ نقصان پہنچایا جائے، انہیں کتنا ہی زیادہ اشتعال انگیزی کا تجربہ ہو، ان سب کے باوجود انہیں

دوسری قوموں کا خیر خواہ۔ میں ڈال دیتا ہے۔ یکطرفہ بغیر مسلمانوں کے لیے ممکن ہیں۔ ان کے حالات کبھی کیا جائے، وہ ان کے احوال مثال سے بخوبی طور پر واضح کر کے لیے بھیجے گئے۔ انہوں نے کہ وہ قوم کو چھوڑ کر باہر چلے میں ڈال دیا۔ قرآن کا بیان جانے کے لیے تیار نہ ہونے مسلمانوں کا معاملہ اس سے سرے سے انجام ہی نہیں دے گا۔ انہیں کھڑی کر دیں۔

عتاب کی زد میں ہیں۔ تمام ہے اور جس کو وہ دوسری قیتمی طور پر خدا کی طرف سے معاملہ کی اس نوعیت کو سمجھ کو آپ انسان کی طرف سے

وحید الدین کی پاکستان

۶۔ پاکستان کی مثال۔ علیحدگی کی سیاست چلائی۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا تو پاکستان بھی ۱۹۷۱ء میں اور کشمیر یہ سب پاکستان کی باقاعدہ لڑائی کے بعد بھی نہیں

لفظ بے فائدہ ہلاکت کو جاری رکھنے کا سبب بنتا ہے  
غیب دیتا ہے۔ (ص ۱۰۲-۱۰۳)

ید الدین خان نے اس طرح نقل کیا، "اسلام کو اللہ  
جو وہ مسلمانوں کی بے معنی لڑائیوں نے اسلام کو  
یہ سمجھتی ہے کہ مسلمان گویا دیوانوں کا ایک گروہ  
لا کر مر جاؤ تو تم جنت میں جاؤ گے۔ اس لیے اگر  
تو وہ ان کو لوگوں پر پھینک دے گا۔ خواہ اس کے  
ی پھیلانے کا ذریعہ ہے" "افس"۔

ت ہے "یہ واقعہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں کچھ نام  
نست سے مسلم نوجوانوں کے اندر یہی مجنونانہ  
انقلابی اسلام کے علمبرداروں نے اس کو دین  
م کی تخریب میں مصروف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ  
ہیں۔ (ص ۲۰۱)

ہمت کچھ لکھا ہے اور زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ  
سے اقوام عالم کے اندر کام کرنا چاہیے۔ ان کی  
نچہ لکھتا ہے:

جاری ہیں مگر دعوت ہی ایک ایسا کام ہے جن کا  
ت "کی پیغام رسانی کے لیے داعی کے اندر ہمت  
کوئی شخص ایسے لوگوں کے اوپر دعوت کے  
وض بنے ہوئے ہوں۔ مسلمانوں نے دوسری  
ن کھودی ہے، موجودہ حالت میں ان کا دعوت کا  
کا نام نہیں۔ دعوت الی اللہ کی لازمی شرط مبر  
ایر بننا پڑے گا۔

زیادہ خوشگوار کا تجربہ ہو، انہیں کتنا ہی زیادہ  
ٹکیزی کا تجربہ ہو، ان سب کے باوجود انہیں

دوسری قوموں کا خیر خواہ بنے رہتا ہے، انہیں ایک طرف طور پر تمام ناخوشگوار باتوں کو مبر کے خان  
میں ڈال دینا ہے۔ یکطرفہ مبر دعوت کے عمل کو انجام دینے کی لازمی شرط ہے، اس یکطرفہ مبر کے  
بغیر مسلمانوں کے لیے ممکن نہیں۔ دوسری قوموں (کافروں) پر اپنی دعوتی ذمہ داری کو انجام نہ  
دیں۔ ان کے حالات کبھی بدلنے والے نہیں، کوئی دوسرا عمل خواہ کتنی ہی زیادہ بڑی مقدار میں  
کیا جائے، وہ ان کے احوال کو بدلنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا، یہ معاملہ سیدنا یونس علیہ السلام کی  
مثال سے بخوبی طور پر واضح ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام قدیم عراق (نیوا) میں دعوت و توحید  
کے لیے بھیجے گئے۔ انہوں نے اہل نیوا کو دعوت دی مگر ابھی دعوت کا عمل تکمیل تک نہیں پہنچا تھا  
کہ وہ قوم کو چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ روش پسند نہ آئے۔ ان کو مچھلی کے پیٹ  
میں ڈال دیا۔ قرآن کا بیان ہے کہ اگر وہ اپنی کوتاہی کا اقرار کر کے دوبارہ اپنی مخاطب قوم کی طرف  
جانے کے لیے تیار نہ ہوتے تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں پڑے رہتے۔ موجودہ زمانہ کے  
مسلمانوں کا معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے۔ انہوں نے اپنی مدعو اقوام پر دعوت کا عمل  
سرے سے انجام ہی نہیں دیا بلکہ اپنی نفرت بڑھانے والی سرگرمیوں کے ذریعہ اس کی راہ میں مزید  
رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ اس غفلت کے نتیجے میں وہ خدا کی گرفت میں آگئے ہیں۔ وہ آج خدا کی  
عتاب کی زد میں ہیں۔ تمام زیادتیاں جن کا تجربہ انہیں دوسری (کافر) قوموں کی طرف سے ہو رہا  
ہے اور جس کو وہ دوسری قوموں سے منسوب کر کے ان کے خلاف یا عکراؤ کر رہے ہیں، وہ سب  
یقینی طور پر خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ خدا کی تنبیہ ہے نہ کہ دوسری (کافر) قوموں کا ظلم یا سازش،  
معاملہ کی اس نوعیت کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ ایک معاملہ جو خدا کی طرف سے ہو، اس  
کو آپ انسان کی طرف سے سمجھ لیں تو آپ اس سے خلاصی کی تدبیر کو بھی صحیح طور پر سمجھ نہیں  
سکتے۔" (کاروان ملت، ص ۲۱۳-۲۱۴)

وحید الدین کی پاکستان سے مخالفت

۶۔ پاکستان کی مثال لیجئے۔ اہل پاکستان نے دوسری قوم کے ظلم و تعصب سے بچنے کے لیے  
علیحدگی کی سیاست چلائی۔ مگر علیحدگی کے بعد وہ اور بھی ظلم اور تعصب میں پھنس کر رہ گئے۔  
۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا تو پاکستان کے بانی مسٹر محمد علی جناح نے اس کو کٹنا پھینا پاکستان قرار دیا۔ یہ کٹنا  
پھینا پاکستان بھی ۱۹۷۱ء میں دو ٹکڑے ہو گیا۔ پاکستان کے لیڈروں کا کٹنا تھا کہ جو ناگڑھ، حیدر آباد  
اور کشمیر یہ سب پاکستان کی حصے میں مگر ان میں سے کسی ایک کو بھی وہ حاصل نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ  
باقاعدہ لڑائی کے بعد بھی نہیں۔

یہ صورت حال بے حد غور طلب ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قائد اعظم کی سیاست، مولانا اشرف علی کی دعائیں، مولانا شبیر احمد عثمانی کی رہنمائی، مرد مومن ضیاء الحق کا طویل دور مطلق اقتدار اور اس طرح کی دوسری بہت سی مادی اور معنوی سعادتوں کو حاصل کرنے کے باوجود پاکستان تباہ حال ہے۔ اسلام کا مینار بننا تو درکنار، وہ اسلام کی زیر زمین بنیاد بھی نہ بن سکا۔ اس کا جواب ایک لفظ میں یہ ہے کہ پاکستان خدا کی سنت کے خلاف بنا اور جو چیز خدا کی سنت کی خلاف ورزی کر کے بنائی جائے وہ اس دنیا میں بھی ترقی نہیں کر سکتی، پاکستان کے رہنما پاکستان کے قیام کو ہجرت سے تعبیر کرتے ہیں (اور موسیٰ علیہ السلام کی مصر سے ہجرت پر استدلال کرتے ہیں) مگر یہ استدلال صرف ایک بے جا جسارت ہے کیونکہ ہجرت دعوت کے بغیر نہیں۔ ہندوستان کی شرعی صورت حال یہ ہے کہ ہندو قوم مسلمانوں کے لیے مدعو قوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوؤں کے سلسلہ میں مسلمانوں کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ انہیں اسلام کی دعوت دیں، ہندو کی طرف سے پیش آنے والی تمام تفریوں اور زیادتیوں کو یکطرفہ طور پر برداشت کرتے ہوئے مدعوئی عمل کو جاری رکھیں۔ ہندوؤں کی طرف سے (اگر) بدخواہی کا معاملہ کیا جائے تب بھی وہ آخری حد تک ہندوؤں کے خیر خواہ بنے رہیں۔ تبلیغی جماعت مسلمانوں کے درمیان اصلاح کا کام کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کا طریقہ یہ ہے مخالفین کی طرف سے خواہ کتنا ہی زیادہ برا سلوک کیا جائے، وہ اپنے طے شدہ اصول کے مطابق یکطرفہ طور پر ممبر کے طریقہ پر قائم رہتے ہیں۔ اور زیادتی کرنے والوں کے حق میں صرف دعا کرتے ہیں۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں، یہی یکطرفہ مبرود اعراض کا طریقہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے سلسلہ میں بھی اختیار کرنا چاہیے۔ موجودہ حالت میں اس کے سوا کوئی بھی دوسری روش مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔ موجودہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کو دعوت نہ دی، البتہ ان کے تمام اصاغروا کاہر نصف صدی سے اس قسم کی دعائیں کرنے میں مشغول ہیں کہ اللہم اہلک الکفرہ والمشرکین دعوت سے پہلے مدعو کے خلاف اس قسم کی دعا سراسر سنت الہی کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ ہرگز قبول ہونے والی نہیں۔ خواہ ہمارے تمام اعظم و اکابر جمع ہو کر اس دعا پر با آواز بلند آمین کہہ رہے ہوں۔“

(۲۱۶، ۲۱۷)

وحید الدین مزید لکھتا ہے:

”اہل پاکستان کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے سابقہ مزاج کو ختم کریں جس کے نتیجے میں انہوں نے ہندوؤں سے بے جانفرت شروع کر دی اور جو آج تک ان کے عوام اور ان کے قائدین اور علماء میں آخری حد تک موجود ہے۔ وہ قوم کو حریف کی بجائے مدعو کی نظر سے

دیکھیں۔ وہ ہندو قوم پیش آنے والی زیادتیوں کو یکطرفہ طور پر ختم کر علیہ السلام دوبارہ اللہ طرف نگری اور جذبہ نہیں۔“ (۲۱۹)

پاکستان بھجلی بنا یا گیا تھا مگر بننے کے اپنی نوعیت کے اعتبار حضرت یونس علیہ السلام کو پوری طرح گھیر لیا مراجعت کے اصول دوسری تدبیر اس کو پاکستان کے

پاکستان، پاکستانیوں کے حوصلوں کی تنجیہ پاکستان کو مسائل کی ”بھجلی کے“ دعاء تھی۔ سنت الہی اپنی قوم کے درمیان وقت اپنی قوم کو چھو وقت انہیں احساس یہی تاریخ آنا داعیانہ خیر خواہی کام تعلقات کو خوشگوار رہیں گے۔ وہ کبھی وحید خان آ

مخبر کیا وہ ہے کہ قائد اعظم کی سیاست، مولانا مائی، مرد مومن ضیاء الحق کا طویل دور مطلق معنوی سعادتوں کو حاصل کرنے کے باوجود اسلام کی زیر زمین بنیاد بھی نہ بن سکا۔ اس کا خلاف بنا اور جو چیز خدا کی سنت کی خلاف کر سکتی، پاکستان کے رہنما پاکستان کے قیام کو مصر سے ہجرت پر استدلال کرتے ہیں (مگر یہ دعوت کے بغیر نہیں۔ ہندوستان کی شرعی مدعو قوم کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہندوؤں کے نہیں اسلام کی دعوت دیں، ہندو کی طرف سے طور پر برداشت کرتے ہوئے دعوتی عمل کو ہی کا معاملہ کیا جائے تب بھی وہ آخری حد تک مانوں کے درمیان اصلاح کا کام کر رہی ہے۔ سے خواہ کتنا ہی زیادہ براسلوک کیا جائے، وہ طریقت پر قائم رہتے ہیں۔ اور زیادتی کرنے سوا اور کچھ نہیں، یہی یکطرفہ صبر و اعراض کا کرنا چاہیے۔ موجودہ حالت میں اس کے سوا موجودہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ انہوں غرور و اکبر نصف صدی سے اس قسم کی دعائیں کفر و المشرکین دعوت سے پہلے خلاف ہے۔ اس لیے وہ ہرگز قبول ہونے والی دعا پر یا آواز بلند آئین کہ رہے ہوں۔“

سابقہ مزاج کو ختم کریں جس کے نتیجہ میں اور جو آج تک ان کے عوام اور ان کے وہ قوم کو حریف کی بجائے مدعو کی نظر سے

دیکھیں۔ وہ ہندو قوم سے عداوت کی بجائے محبت کا طریقہ اختیار کریں۔ ہندو قوم کی طرف سے پیش آنے والی زیادتیوں کو یکطرفہ طور پر برداشت کریں۔ ہندو قوم سے اپنے تمام مادی نزاعات کو یکطرفہ طور پر ختم کر دیں، خواہ وہ ان کی نظر میں کتنے ہی زیادہ اہم کیوں نہ ہوں۔ حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ اللہ کی رحمت کے مستحق صرف اس وقت ہو سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی مدعو قوم کی طرف فکری اور جذباتی مراجعت کریں۔ اس کے سوا دوسری تدبیر پاکستان کو نجات دینے والی نہیں۔“ (۲۱۹)

پاکستان پچھلی نصف صدی سے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ وہ خارجی مسئلہ سے بچنے کے لیے بنایا گیا تھا مگر بننے کے بعد وہ شدید تر انداز میں مختلف خارجی اور داخلی مسائل کے اندر گھرا گیا۔ یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عین وہی واقعہ ہے جو حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح پاکستان آج ”مچھلی کے پیٹ“ میں ہے۔ لائٹل مسائل نے اس کو پوری طرح گھیر لیا ہے۔ اب اس کو حضرت یونس کے انداز میں مراجعت کرنا ہے۔ اگر اس نے مراجعت کے اصول پر عمل نہ کیا تو وہ قیامت تک اسی طرح مچھلی کے پیٹ میں پڑا رہے گا، کوئی بھی دوسری تدبیر اس کو اس قید سے خلاصی دینے والی نہیں۔

پاکستان کے لوگ فخر کے طور پر پاکستان کو مملکت خدا داد کہتے ہیں۔ یہ محض خوش فہمی ہے۔ پاکستان، پاکستانیوں کی اپنی خواہش کا منظر ہے نہ کہ خدا کی رضا کا منظر۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان ان کے حوصلوں کی تکمیل نہ بن سکا۔ پاکستان بننے کے بعد اہل پاکستان مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے، پاکستان کو مسائل کی غفیریت نے نکل لیا۔“ (ص ۲۲۰)

”مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام کی جس تسبیح کا قرآن میں ذکر ہے، وہ ان کی دعاء تھی۔ سنت الہی کے مطابق مطلوب تھا کہ قوم کے انحراف اور ایذا رسانی کے باوجود آنجناب اپنی قوم کے درمیان ٹھہریں۔ یہاں تک کہ تکمیل دعوت کا مرحلہ آجائے مگر انہوں نے عمل از وقت اپنی قوم کو چھوڑ دیا۔ مگر اس کے اس عمل نے جب انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا تو اس وقت انہیں احساس ہوا کہ مجھ سے کوئی تباہی ہو گئی۔“

یہی تاریخ اہل پاکستان کو دہرائتا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں۔ ہندو قوم کی طرف داعیانہ خیر خواہی کا جذبہ لے کر واپس لوٹیں، یکطرفہ قربانی کے ذریعہ ہندو اور ہندوستان سے اپنے تعلقات کو خوشگوار بنائیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں پڑے رہیں گے۔ وہ کبھی اس قید اور مغلوبیت سے نکل نہیں سکتے۔“ (ص ۲۲۱)

وحید خان ایک ہفت روزہ رسالہ کا ایڈیٹر بھی ہے۔ اس کا نام بھی ”الرسالہ“ رکھا ہے۔

اس میں اپنے دل کی بھڑاس نکالنا رہتا ہے اور جو کچھ لکھنا چاہتا ہے، لکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ فروری مارچ ۱۹۹۷ء کے شماروں میں لکھتا ہے، پاکستان بنوانے کے لیے پورے طور پر اس ملک (ہندوستان) کے مسلمان ذمہ دار ہیں، جنہوں نے حصہ لیا وہ تو ذمہ دار ہیں ہی، جو خاموش رہے، وہ بھی بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ مجھے مسلمانوں سے یہ زبردست شکایت ہے کہ انہوں نے اس وقت اس کی مخالفت کی تھی نہ آج کر رہے ہیں۔ اس (آزادی کے) موضوع پر مسلم مصنفین کی کئی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ ان کتابوں کو لغو سمجھتا ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان بنوانے کی صد فیصد ذمہ داری مسلمانوں پر ہے۔ ان کو ۱۹۴۷ء میں پسلا کام یہ کرنا چاہیے تھا کہ اپنے اوپر ذمہ داری لیتے، آج بھی ان کو یہ کام کرنا چاہیے کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیں۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ ہندوؤں کی شکایت ختم ہو جائے گی۔ اپنی غلطی مان کر شکایت فی الفور ختم ہو جاتی ہے اگر مسلمان کھلے دل سے کہہ دیں کہ ہم انگریزوں کے ہکا بکے میں آگئے تھے اور پاکستان غلط بنا۔ وہ ہماری غلطی تھی اور اسے ماضی کے خانے میں ڈال کر آپ اور ہم ایک ہو کر رہتے ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ اچانک پورا ماحول بدل جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ جناح صاحب نہایت ہی بے وقوف آدمی تھے۔ ان کو عقل نہیں تھی اور تاریخ کی کوئی ایسی تیز نہیں تھی۔ مجھے بتائیے کہ ”ٹوئیشن“ تھیوری کا لغزہ کس نے دیا؟ (بحوالہ وحید الدین خان علماء دانشوروں کی نظر میں، ص ۴۶)

### متاع دین لٹ گئی اللہ والوں کی

انسان کا عقیدہ جب بگڑ جاتا ہے تو اس کی زبان کی لفظیں مسلسل بڑھتی رہتی ہیں۔ اگر وہ صاحب قلم ہو تو اس کا قلم اور قلم کی کاٹ حدود شریعت بلکہ حدود شرافت سے بھی باہر ہو جاتی ہے۔ قلم کے ڈگمگانے کے بعد اس کے افعال اور اس کی سکنات و حرکات میں حیران کن حد تک ایسی تبدیلی آ جاتی ہے کہ اس کے مداحین اور گردیدہ لوگ بھی اس پر نفرتیں بھیجے لگ جاتے ہیں۔ یہی کچھ وحید الدین کے ساتھ ہوا۔ اس نے پہلے قرآن و حدیث کو اپنی خواہش کے مطابق اور سب نابل اور نا سمجھ کہہ کر ناقابل اعتماد کہنا شروع کیا۔ پھر اس نے غیر مسلموں کی تعریفیں اور وحدت ادیان کی تحریک شروع کی۔ جہاں چاہا تو اللہ اللہ کہا اور جہاں چاہا تو رام رام کہنے لگا۔ جہاں چاہا تو نماز پڑھی اور جہاں چاہا تو ہندوؤں کے دیوتاؤں اور بتوں کے سامنے آداب بجالایا۔ بس اس کا مصداق بن گیا کہ کوئی پوچھے کہ ما مذہبک جناب آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو جواب میں کہتا ہے فی ای بلسد کس شمر اور کس ملک میں پوچھتے ہو۔ کیونکہ میں ہر جگہ میں الگ الگ روپ اختیار کرتا ہوں۔ اسی منظر کو پاکستان کے ایک ہفت روزہ ”زندگی“ لاہور، مورخہ ۲۸

فروری تا مارچ ۱۹۹۷ء  
صاحب کے ساتھ  
ہے جن کا نام رضی  
والے ہیں۔ انٹرو  
مولانا وحید  
لگوا یا اور ”سرسو  
فرماتے ہیں، مجھے  
انٹرویو کے اقتدار

ہفت روزہ  
اقتدار پسندی اور  
کی ایک مثال مو  
اخبارات کافی سر  
چاہتے ہیں۔ اس  
ہر معاملے میں ہند  
بڑھ کر انہوں۔

نوانے“ (سر جھکا  
جیسی حرکتیں بھی  
کچھ تصویریں ش  
کے سامنے ہاتھ  
حالانکہ اس میں  
تمام فسطائی حرک  
تک چلے جائیں  
جب باہر  
ایو دھیا کو بھول  
ان کے بیانات  
تغزیے کی طرح

فروری تا ۶ مارچ ۱۹۹۹ء نے پیش کیا ہے۔ تصویر ساتھ ہے اور ایک صحافی اپنا انٹرویو اور وحید صاحب کے ساتھ اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہا ہے۔ انٹرویو ایک ممتاز مسلمان صحافی نے کیا ہے جن کا نام رضوان احمد ہے۔ جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور صوبہ بہار ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ انٹرویو کے عنوان میں وہ لکھتے ہیں ”متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی“ مولانا وحید الدین خان نے قشقہ لگوا یا (یعنی پیشانی پر ہندوؤں کی طرح سرخ رنگ کا ٹھپہ لگوا یا اور ”سرسوتی“ مورتی (بت) کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہے، پھر رضوان احمد صاحب فرماتے ہیں، مجھے بولنے دو۔

### انٹرویو کے اقتباسات

ہفت روزہ زندگی نے ان کا جو انٹرویو شائع کیا ہے، اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ اقتدار پسندی اور جاہ طلبی میں انسان کہاں تک جاسکتا ہے اور کس قدر زلت میں گر سکتا ہے، اس کی ایک مثال مولانا وحید الدین خان بھی ہیں جن کی متازہ حرکتوں پر گزشتہ کچھ برسوں میں اردو اخبارات کافی لعن طعن کرتے رہے ہیں۔ لیکن وہ ہندومت کی فسطائی طاقتوں کی آنکھ کا تار بننا چاہتے ہیں۔ اس کے راستے میں تو یہ تحریریں خاصی معاون ہی ثابت ہوئی ہوں گی۔ ابھی تک تو وہ ہر معاملے میں ہندوستانی مسلمانوں پر لعن طعن کرنے کے لیے مشہور تھے مگر اب ایک قدم آگے بڑھ کر انہوں نے ”سرسوتی و نندا کرلی“ (بت کی عبادت کی) ویوی کے قدموں میں ”سیس نوانے“ (سر جھکانے) اور ”اشوک سنگھل“ (بنیاد پرست ہندو) جیسے اسلام دشمن سے قشقہ لگوانے جیسی حرکتیں بھی شروع کر دی ہیں۔ حال ہی میں آرائس ایس کے ترجمان ”پانچ جینیہ“ نے ان کی کچھ تصویریں شائع کی ہیں جن میں وہ اشوک سنگھل سے قشقہ لگواتے ہوئے اور سرسوتی کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ یہ تصاویر اردو اخبارات نے بھی شائع کی ہیں۔ حالانکہ اس میں حیرت کی کوئی بات اس لیے نہیں ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے علمبرداروں کی تمام فسطائی حرکتوں کی ہمیشہ ہی حمایت کی ہے اور مسلمانوں پر لعن طعن کرتے رہے لیکن وہ اس حد تک چلے جائیں گے، اس کا تصور شاید کسی نے بھی نہیں کیا۔

جب بابر کی مسجد کی شہادت ہوئی اور اس کے بعد مولانا نے ایک فارمولہ پیش کیا کہ مسلمان ایو دھیا کو بھول جائیں تو مجھے ایسا لگا کہ ان کے پس پردہ کوئی اور بول رہا ہے۔ ہندی اخبارات نے ان کے بیانات شائع کیے اور اس کے بعد ہندوستانی آئندہ لن کے ایک لیڈر مدھو متا نے انہیں تعزیے کی طرح ملک میں گھمانا شروع کر دیا۔ مدھو متہ وغیرہ یہ مہاشے مولانا وحید الدین خان کو

لکھنا چاہتا ہے، لکھتا رہتا ہے۔ چنانچہ فروری، بنوانے کے لیے پورے طور پر اس ملک ہند لیا وہ تو ذمہ دار ہیں، جو خاموش رہے، یہ زبردست شکایت ہے کہ انہوں نے اس (آزادی کے) موضوع پر مسلم مصنفین کی ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان بنوانے کی میں پہلا کام یہ کرنا چاہیے تھا کہ اپنے اوپر ذمہ داری غلطی کو تسلیم کر لیں۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ ان کی شکایت فی الفور ختم ہو جاتی ہے اگر اسے میں آگے تھے اور پاکستان غلط بنا۔ وہ ہماری اور ہم ایک ہو کر رہتے ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ جناح صاحب نہایت ہی بے وقوف آدمی تھے، تمیز نہیں تھی۔ مجھے بتائیے کہ ”ٹوئیشن“ علماء و انشوروں کی نظر میں، ص ۶۶)

کی لغزشیں مسلسل بڑھتی رہتی ہیں۔ اگر وہ رعیت بلکہ حدود شرافت سے بھی باہر ہو جاتی ہیں کی سکنات و حرکات میں حیران کن حد تک لوگ بھی اس پر نفرتیں بھیجے لگ جاتے ہیں۔ پہلے قرآن و حدیث کو اپنی خواہش کے مطابق ع کیا۔ پھر اس نے غیر مسلموں کی تعریفیں اور اللہ کما اور جہاں چاہا تو رام رام کہنے لگا۔ جہاں میں اور جہوں کے سامنے آداب بجالایا۔ بس کہ جناب آپ کا مذہب کیا ہے؟ تو جواب میں پوچھتے ہو۔ کیونکہ میں ہر جگہ میں الگ الگ بل ہفت روزہ ”زندگی“ لاہور، مورخہ ۲۸

لے کر پورے ملک میں گھوم رہے تھے۔ اسی سلسلہ میں وہ پنڈہ بہار بھی تشریف لائے۔ بجرنگ دل، 'دشاہند پر شد' اور بہار جیہ جتنا پارٹی نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور کئی جگہ سے کرائے۔ میں کسی جگہ میں شریک نہیں ہوا البتہ مولانا کی پریس کانفرنس میں ضرور گیا تھا جو ایک عالیشان ہوٹل میں ہوئی تھی۔ ان کے ایک جانب جنرل ایس کے منہا (موجودہ گورنر آسام) اور دوسری جانب مدعو متاثرینے ہوئے تھے۔ ہندی انگریزی اخبار نویس مولانا سے ادھر ادھر کے سوالات پوچھتے رہے کیونکہ وہ ان کے جغرافیہ سے واقف ہی نہیں تھے۔ اس دوران میں نے ایک جھمٹا ہوا سوال پوچھا کہ مولانا فرمائیے کہ کیا باری مسجد جس بربریت سے شہید کی گئی ہے، اس پر آریس ایس کے لوگ ایک عبادت گاہ، جبہ دستار اور ریش دراز مولانا سے تصدیق کی مر لگو انا چاہتے ہیں؟ تو مولانا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مجھے ایک بات اور بھی شدت سے آج یاد آ رہی ہے کہ باری مسجد کی شہادت کے بعد جب لال کرشن ایڈوانٹی پنڈہ بہار وارد ہوئے تو ان کا استقبال رام دوت کی حیثیت سے کیا گیا تھا۔ انہوں نے گاندھی میدان کے عظیم الشان جگہ میں جو تقریر کی، اس میں بار بار اس بات پر زور دیا کہ وہ سرے سے مسجد تھی ہی نہیں اور حوالہ مولانا وحید الدین خان کا دیتے رہے کہ یہ بات میں نہیں کہہ رہا ہوں، مولانا وحید الدین خان نے اپنے مضمون میں لکھا ہے جو آج ہی ہندوستان نامہ کے ضمیمے میں شائع ہوا ہے۔ میں نے بھی وہ مضمون پڑھا تھا۔ بہت ہی مدلل مضمون تھا لیکن مسجد جیسے موضوع پر لکھے ہوئے اس مضمون کو پڑھ کر کراہت کا احساس ہوتا تھا۔

(ہفت روزہ "زندگی" لاہور، ۲۸ فروری ۱۸۸۸ء)

محترم قارئین! یہ ہے وہ شخص جو اسلام اور مسلمانوں کے قائد اور ہیرو کی شکل میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور جو اسلام کا ٹھیکیدار اور مسلمانوں کا تھانیدار بنا ہوا ہے، جو اپنے آپ کو بہت ہی بڑا مخلص، 'دانا' ہمدرد، 'ذی رائے'، ہوشیار، تجربہ کار اور صاحب قلم مضمون نگار اور اسلام اور مسلمانوں کا نمکسار سمجھتا ہے۔

لیکن اس کے قلم کی ساری کاٹ اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت پر ہے۔ اس کے سارے ظلم کا نشانہ صرف اسلام اور مسلمان ہیں۔ میں نے اس شخص کی عبارات کو نقل کرتے وقت اتنی تکلیف اٹھائی جیسا کہ کوئی شخص مردار ملی کی آنتوں کے ڈھیر کو ہاتھوں میں پکڑ کر کھینچ رہا ہو۔ یہ بحث اتنی طویل ہو گئی کہ جس نے میرے دماغ کو چکرا کر رکھ دیا۔ مگر میں کیا کروں اگر نقل نہ کرتا اور اس شخص کے متعلق کچھ لکھتا تو لوگ کہتے کہ اس نے خواہ مخواہ ایک دانشور کو نشانہ بنایا ہے۔ دو سال قبل اس شخص کا ایک طویل مضمون تدریس القرآن رسالہ میں شائع ہوا تھا جس

میں اس نے ہمد کے پوری زندگی میں اڑھا، احباب نے کہا تھا کہ میر لکھا۔ اب جو کچھ میں۔ علاوہ ہے، وہ علیحدہ ہے کے لیے اپنے قرآن پر صحابہ کرام کی تاریخ کو، کو ناجائز کہتا ہے۔ اقد مسلمانوں کی تحقیر و تذکرہ کرتا ہے۔ زندگی کا حق پاکستان کا زلی دشمن۔ لیے ہندوؤں سے معافی ہے، تعجب ہے،

لعن طعن کر رہا ہے کتابیں پاکستان میر اشرفیہ کے ناشرین شائع کی ہے جس بھی زیادہ چیزیں پر بھی افسوس ہے بڑھ کر تعجب و اند سے چل رہا ہے۔ جا سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا دشمن

مسئلہ میں وہ پندہ بہار بھی تشریف لائے۔ بجز تک وں  
نہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور کئی جلیے کر دئے۔ میں کسی  
کافر میں ضرور گیا تھا جو ایک عالیشان ہوٹل میں  
منہا (موجودہ گورنر آسام) اور دوسری جانب مدھو  
میں مولانا سے ادھر ادھر کے سوالات پوچھتے رہے  
تھے۔ اس دوران میں نے ایک ہمتتا ہو سوال  
ریت سے شہید کی گئی ہے 'اس پر آریں ایس کے  
مولانا سے تصدیق کی مر لگو انا چاہتے ہیں؟ تو مولانا کا  
اب نہیں دیا۔ مجھے ایک بات اور بھی شدت سے  
لے بعد جب لال کرشن ایڈوائی پندہ بہار وار دہوئے  
ما۔ انہوں نے گاندھی میدان کے عظیم الشان جلیے  
دیا کہ وہ سرے سے مسجد تھی ہی نہیں اور حوالہ  
میں نہیں کہہ رہا ہوں 'مولانا وحید الدین خان نے  
تائز کے ضمیمے میں شائع ہوا ہے۔ میں نے بھی وہ  
سجد جیسے موضوع پر لکھے ہوئے اس مضمون کو پڑھ

روزہ "زندگی" لاہور ۲۸ فروری ۱۸۸۸ء  
اور مسلمانوں کے قائد اور ہیرو کی شکل میں اپنے  
مسلمانوں کا تھانیدار بنا ہوا ہے 'جو اپنے آپ کو  
سپار' تجربہ کار اور صاحب قلم مضمون نگار اور

مسلمانوں کی اجتماعیت پر ہے۔ اس کے سارے  
نے اس شخص کی عبارات کو نقل کرتے وقت اتنی  
ڈوں کے ڈھیر کو ہاتھوں میں پکڑ کر کھینچ رہا ہو۔ یہ  
پکڑا کر رکھ دیا۔ مگر میں کیا کروں اگر نقل نہ کرتا  
س نے خواہ مخواہ ایک دانشور کو نشانہ بنایا ہے۔  
ان تدریس القرآن رسالہ میں شائع ہوا تھا جس

میں اس نے جہاد کے متعلق ایک غلیظ گفتگو کی تھی اور آخر میں لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی  
پوری زندگی میں اڑھائی دن جہاد ہو اور وہ بھی سخت مجبوری کے تحت ہو۔ اس وقت بھی بعض  
احباب نے کہا تھا کہ میں اس پر کچھ لکھوں مگر میں نے مزید معلومات حاصل کرنے تک کچھ نہیں  
لکھا۔ اب جو کچھ میں نے نقل کیا ہے 'یہ اس کی ایک کتاب میں درج غلط ہے۔ جو اس کے  
علاوہ ہے 'وہ علیحدہ ہے۔ اس ظالم نے سلف و خلف سب پر قلم چلایا ہے اور ہندوؤں کو خوش کرنے  
کے لیے اپنے قرآن پر ظلم کیا 'اپنے ایمان کا خون کیا 'اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو ناراض کیا اور  
صحابہ کرام کی تاریخ کو مسح کر کے رکھ دیا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ ظالم اسلام کو بطور قانون نافذ کرنے  
کو ناجائز کہتا ہے۔ اقدامی جہاد کا بالکل منکر ہے اور جو دفاعی ہے وہ بھی نظریاتی اور فکری ہے۔  
مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے اور ہندوؤں اور یہود و نصاریٰ کے لیے شاندار الفاظ استعمال  
کرتا ہے۔ زندگی کا حق صرف غیر مسلموں کو دیتا ہے اور مسلمانوں کو ظلم سنے کا درس دیتا ہے۔  
پاکستان کا ازی دشمن ہے اور پاکستان بنانے والوں کو اللہ تعالیٰ کا مجرم قرار دیتا ہے اور نجات کے  
لیے ہندوؤں سے معافی کو شرط قرار دیتا ہے۔

تعب ہے یہ شخص اب بھی زندہ ہے اور ۱۹۹۹ء کی دہائی میں مسلمانوں پر  
لعن طعن کر رہا ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ پاکستان کا اتنا بڑا دشمن ہے اور اس کی  
کتابیں پاکستان میں آزادانہ طور پر چھپ رہی ہیں اور بک رہی ہیں۔ مجھے مکتبہ  
اشرفیہ کے ناشرین پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس کی کتاب "کاروان ملت" کیوں  
شائع کی ہے جس میں پاکستان اور بانیان پاکستان اور کل علماء دیوبند پر لعن طعن سے  
بھی زیادہ چیزیں موجود ہیں۔ مجھے ان ماہنامہ 'ہفتہ وار' یا پندہ روزہ رسائل و جرائد  
پر بھی افسوس ہے جو اس شخص کے مضامین کبھی کبھی شائع کرتے ہیں۔ اس سے  
بڑھ کر تعجب و افسوس اس پر کہ اس کا ماہنامہ "الرسالہ" بھی پاکستان میں آزادی  
سے چل رہا ہے۔ جرات و شجاعت کے حوالے سے وحید الدین کے متعلق یہی کہا  
جا سکتا ہے کہ وہ ایک پست ہمت شخص ہے، شکست خوردہ ذہنیت کا مالک ہے  
مسلمانوں کا دشمن اور کافروں اور ہندوؤں کا دوست اور خیر خواہ ہے۔

### زوال پذیر ہونے کی پہچان

اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کسی جماعت یا ملت کے زوال پذیر ہونے کی پہلی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ کردہ یا ناکردہ گناہ کا مجرم اپنے آپ کو ٹھہراتی ہے۔ ”قہر درویش بر جان درویش“ کے اصول کو اپناتی ہے، عزت نفس اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ وہ سرانجام کے چلنے کے لائق نہیں رہتی۔ اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور حقیر سمجھنے میں وہ لذت محسوس کرنے لگتی ہے۔ خود سے بیزار اور غیروں سے مرعوب ہونا اس کا شیوہ بن جاتا ہے۔ کھلی ہوئی سانس لینا اس کے لیے دشوار ہو جاتا ہے۔ ڈر اور عدم سلامتی کا احساس اس کی صلاحیتوں کو سلب کر لیتا ہے، خودبیزاری اور خود انزائی اس کی رگ و ریشہ میں پوسٹ ہو جاتی ہے اور وہ منہ بسور کر ہر ایک کے سامنے معذرت پیش کرتی ہے جس سے اس کی شخصیت فنا ہو جاتی ہے، اس کی فکری اور ارتقائی نشوونما رک جاتی ہے، اب وہ بجائے اپنی شناخت و ثقافت کے دوسروں کی شناخت و ثقافت میں لذت و عافیت محسوس کرتی ہے۔ ایسی ہی جماعتیں صحراء عرب کی طرح صحراء عجم میں بھی پیدا ہو گئیں، جن کا شیوہ یہ رہ گیا ہے کہ جماد نہیں ہے، نکر اؤ نہیں ہے، اقدام نہیں ہے۔ چنانچہ جزیرہ عرب کے دانشوروں اور پھر صحراء عجم کے فلاسفوں کی یہ ساری عبارات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ یہاں کچھ اور بزرگ بھی ہیں جو اسی سے ملتے جلتے الفاظ زبانوں پر لاتے ہیں۔ میں ان سے بھی عاجزانہ درخواست کروں گا کہ مرزا غلام قادیانی، سر سید احمد خان، غیر مقلدین بنا لوی گروپ اور وحید الدین خان کے افکار و نظریات سے اپنے آپ کو پہچائیں۔ کیونکہ یہ لوگ دین اسلام کے خیر خواہ نہیں تھے۔ بلکہ نفاق سے بھرے ہوئے گھریلو دشمن تھے۔ کہیں ان کی طرح باتیں کرنے سے وہ انہیں میں شمار نہ ہو جائیں۔ بیدار مغز شعراء نے واقعی سچ کہا ہے۔

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے  
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اندرون او دو طاغوت کسن  
روح قویے کشتہ از بہر دو تن  
جعفر از بنگال و صادق از دکن  
ننگ آدم ننگ دین ننگ وطن  
اگرچہ اہل وفا ہیں خلوص کے بھوکے  
مگر خلوص نہیں شرط دوستی کے لیے

امام انقلاب مولانا  
منافقین کی عمر  
آگ کو بجھانے کے  
عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ  
دفاعی جماد کی بحث کی  
”انقلابی لوگ  
انتظار نہیں کر سکتے کہ  
وہ ضرورت پڑنے پر  
ضروری سمجھتے ہیں۔  
کے بعد ہی خیبر حملہ  
اس کے خلاف ہے  
جن لوگوں نے اسلام  
اس فرق کو ذہن میں  
انقلابی تحریک ہے  
انقلاب، ص ۲۰  
مولانا مزید  
اجازت دیتا ہے۔  
جنگوں کے لیے چاہے۔

صرف باطل تو ذوق  
”یہ قرآنی  
کمزور کردے کہ وہ  
کہ وہ اس کی فکر کر

ت یا ملت کے زوال پذیر ہونے کی پہلی پہچان یہ  
 کو ٹھہراتی ہے۔ ”قدر درویش بر جان درویش“  
 ہوڑتی ہے۔ وہ سرائی کے چلنے کے لائق نہیں  
 وہ لذت محسوس کرنے لگتی ہے۔ خود سے بیزار  
 ہے۔ کھلی ہوا میں سانس لینا اس کے لیے دشوار ہو  
 لایحیوں کو سلب کر لیتا ہے، خود بیزاری اور خود  
 اور وہ منہ بسور کر ہر ایک کے سامنے معذرت  
 ہے، اس کی فکری اور ارتقائی نشوونما رک جاتی  
 سروں کی شناخت و ثقافت میں لذت و عافیت  
 کی طرح صحراء عجم میں بھی پیدا ہو گئیں، جن کا  
 ہے، اقدام نہیں ہے۔ چنانچہ جزیرہ عرب کے  
 ماری عبارات میں نے آپ کے سامنے پیش کر  
 ملتے چلتے الفاظ زبانوں پر لاتے ہیں۔ میں ان سے  
 نی، سر سید احمد خان، غیر مقلدین بنا لوی گرد پ  
 آپ کو بچائیں۔ کیونکہ یہ لوگ دین اسلام کے  
 ریو دشمن تھے۔ کہیں ان کی طرح باتیں کرنے  
 نے واقعی سچ کہا ہے۔

مئے سینے کے داغ سے  
 فی گھر کے چراغ سے

طاغوت کہن  
 از ہر دو تن  
 صادق از دکن  
 دین ننگ دطن  
 خلوص کے بھوکے  
 دوستی کے لیے

یہ نکتہ ہم کو سکھایا ہے عمد حاضر نے  
 منافقت بھی ضروری ہے آدمی کے لیے

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ

منافقین کی عبارات نقل کرتے کرتے میرے دماغ میں ایک قسم کی آگ لگ گئی ہے۔ اس  
 آگ کو بجھانے کے لیے میں محترم قارئین اور اپنی تسکین کی خاطر امام انقلاب حضرت مولانا  
 عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کی چند انقلابی عبارتیں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اقدامی اور  
 دفاعی جماد کی بحث کی طرف آ جاؤں گا۔ چنانچہ سورۃ محمد کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں:

”انقلابی لوگ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ سوسائٹی کو رجعت پسندوں سے پاک کریں۔ وہ اس کا  
 انتظار نہیں کر سکتے کہ رجعت پسندان پر حملہ کریں۔ تب ہی ان کے حملہ آور ہونے کا جواب دیں،  
 وہ ضرورت پڑنے پر رجعت پسندوں پر حملہ کر کے ان کی حملہ آور ہونے کی طاقت چھین لینا بھی  
 ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً سورۃ فتح میں جس میں کل قومی جنگوں کی طرف اشارہ ہے، صلح حدیبیہ  
 کے بعد ہی خیبر پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا گیا ہے۔ کیا وہ جنگ مدافعت تھی؟ تاریخ کا فیصلہ  
 اس کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی تحریک ارتقائی نہیں انقلابی تحریک ہے۔  
 جن لوگوں نے اسلامی جنگوں کو مدافعت قسم ہی میں بند کر دیا ہے۔ انہوں نے اجتماعی تحریکوں کے  
 اس فرق کو ذہن میں نہیں رکھا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ایک عالمگیر کل قوت  
 انقلابی تحریک ہے جس میں مدافعت جنگیں بھی ہوتی ہیں اور جارحانہ جنگیں بھی۔“ (قرآنی جنگ  
 انقلاب، ص ۲۰)

مولانا مزید فرماتے ہیں ”قرآن فقط ایک صالح فکر کی حفاظت اور اشاعت کے لیے جنگ کی  
 اجازت دیتا ہے۔ اس میں وہ مدافعت اور جارحانہ حملوں میں تقسیم نہیں کرتا۔ ہمیں اس قسم کی  
 جنگوں کے لیے چاہے وہ مدافعت ہوں یا جارحانہ، کسی عذر خواہ کی ضرورت نہیں۔“  
 (قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۱)

صرف باطل قوتوں کا توڑنا مقصود ہے

”یہ قرآنی جماعت اپنا فرض سمجھتی ہے کہ کافر گروہ کے ہاتھ سے طاقت چھین کر اسے اتنا  
 کمزور کر دے کہ وہ سر نہ اٹھا سکے۔ قرآن حکیم کافروں سے جنگ اس لیے ضروری قرار نہیں دیتا  
 کہ وہ اس کی فکر کو نہیں مانتے، بلکہ صرف اس لیے کہ وہ طاقت پیدا کر کے لوگوں کو انسانیت کے

راستے پر چلنے سے نہ روکیں۔ جس کی دعوت قرآن دیتا ہے اور اپنے راستے پر چلنے کے لیے (یہ کافر) کسی کو مجبور نہ کر سکیں۔ اسلامی انقلاب کے اس دور میں جب یہ فکر غالب حیثیت سے دنیا میں حکمران تھی اس کے نیچے وہ لوگ بھی رہتے تھے جنہوں نے اس فکر کو قبول نہیں کیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس انسانیت کی خدمت کرنے والی فکر سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اس حالت میں انہیں اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ (ذمیوں کی حیثیت سے) رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ بلکہ قرآنی جماعت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۲)

علامہ لکھتے ہیں:

”یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ اسلام اپنے سب مخالفوں سے لڑتا ہے، یہ صحیح نہیں۔ اس میں بنیادی غلطی یہ ہے کہ اسلام کو انقلابی تحریک نہیں سمجھا گیا۔ واقعی اگر اسلامی تحریک، ارتقائی تحریک ہوتی تو اسے لڑنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن جیسے اوپر دکھایا جا چکا ہے کہ وہ ایک انقلابی تحریک ہے اس لیے وہ رجعت پسندوں کو اگر وہ عملاً مخالفت کریں، اپنے حلقہ اثر میں نہ کبھی زندہ رہنے دے سکتی ہے اور نہ اپنے اصول چھوڑ کر ان سے مصالحت کر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر رجعت پسندوں کو طاقتور رہنے دیا جائے تو ملک میں نزاج (فساد) پیدا ہو جائے گا۔ البتہ مخالفین میں سے جو لوگ قرآنی تحریک کے خلاف عملی اقدام چھوڑ کر اس نظام کے اندر رہنا چاہیں، انہیں بعض پابندیوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی اجازت ہے۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۳)

علامہ سندھی اسلام اور جنگ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”تاریخ اسلام کے کسی بھی زمانے میں جب اسلامی حکومت کسی نہ کسی شکل میں موجود ہو تو کسی قانون کے کسی ماہر یا قرآن حکیم کے کسی تفسیر کرنے والے نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا کہ جماد اور قتال اسلامی تعلیمات کا جز نہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب سے مصر وغیرہ پر یورپی طاقت کا غلبہ ہوا، یہ نیا فلسفہ گھڑ لیا گیا کہ اسلام میں جنگ نہیں ہے، قتال نہیں ہے۔ جماد سے مراد قلمی اور زبانی تبلیغ کی ہے اور بس۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۳)

یورپ کا فریب

”حقیقت یہ ہے کہ یورپ نے مشرق کی عام کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پہلے تو یہ پروپیگنڈا کیا

کہ اسلام کفار کے ز  
جواب دی کے لیے  
مذہب ہے۔ (یعنی اٹھا  
پورے طور نہ سچ سکے  
حالانکہ خود یورپ  
نے مسلمانوں سے

رجعت پسندوں کا

”اس دور میں

انقلابی روح کو فنا کر۔

کہ قتال امیر کے بغیر

ہوئے بغیر قتال نہیں

ہے جو بد قسمتی سے

ضرورت ہی نہیں سمجھ

کیا جائے؟

اگر ان کی آرزو

کہ جماد فرض کفایہ۔

ہوں تو بعض لوگ جو

اس کا یہ مطلب بھی۔

مجرم ہیں۔ اگر وہ اس

جس میں جماد ہو سکے

رجعت پسندوں کی

حضرت علامہ،

”مخالفین کی ا

کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ یعنی اس میں خود عقلی اور روحانی قوت نہیں ہے۔ اس کی جواب دی کے لیے چند عقل مند تیار ہو گئے۔ انہوں نے سمجھایا کہ اسلام ایک عقلی اور عملی مذہب ہے۔ (یعنی اخلاق سے پھیلا ہے تلوار کا یہاں نام نہیں) مگر یورپ کے فکری حملے سے وہ بھی پورے طور نہ بچ سکے اور ان سے بھی یہ کہلوایا گیا کہ اسلام میں فقط افغانستان جنگ کی اجازت ہے۔ حالانکہ خود یورپ اس وقت جارحانہ جنگ تو ایک طرف وہ انتقامی جنگ میں مصروف تھا۔ یورپ نے مسلمانوں سے افغانستان جنگ کی عذر خواہانہ دستاویز تیار کر کے اسے خوب شرت دی۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۲)

### رجعت پسندوں کا فریب

”اس دور میں جو رجعت پسند جنگ کو اسلام میں سے نکال نہ سکے، تو انہوں نے اسلام کی انقلابی روح کو فنا کرنے کے لیے ایک اور چال اختیار کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ قتال امیر کے بغیر ہو نہیں سکتا اور اس کی وہ شرطیں بیان کر کے خاموش ہو گئے جن کے پورا ہوئے بغیر قتال نہیں ہو سکتا۔ اس میں شک نہیں کہ جہاد اور قتال کے لیے ایک نظام کی ضرورت ہے جو بد قسمتی سے ہم اس وقت قائم نہیں کر سکے لیکن انہوں نے اس سے آگے سوچنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ جب ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ قتال کی شرطیں پوری نہ ہو سکیں تو کیا کیا جائے؟

اگر ان کی آرام طلبی اس سوال کا جواب ڈھونڈنے کی تکلیف اٹھاتی تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ جہاد فرض کفایہ ہے (اور) اس کا جہاں یہ مطلب ہے کہ بہت سارے جہاد کرنے والے موجود ہوں تو بعض لوگ جو کسی وجہ سے اس میں حصہ نہ لے سکیں، ان کا عذر جان لیا جاسکتا ہے۔ وہاں اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر حکومتی بھی (مسلمان) اس میں حصہ نہ لے تو سب کے سب مسلمان مجرم ہیں۔ اگر وہ اس طرح سوچتے تو وہ ضرور اس بات کی کوشش کرتے کہ ایسا نظام پیدا کیا جائے جس میں جہاد ہو سکے۔“ (ص ۲۳)

### رجعت پسندوں کی تنظیم توڑ دو

حضرت علامہ عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

”مخالفین کی اتنی سرکوبی کرو کہ ان کے دلوں میں سے انقلابی جماعت کے خلاف کھڑے

دیتا ہے اور اپنے راستے پر چلنے کے لیے (یہ) دور میں جب یہ فکر غالب حیثیت سے دنیا سنوں نے اس فکر کو قبول نہیں کیا تھا۔ یہ وہ والی فکر سے مقابلہ کرنے اور لڑنے کا خیال کے ساتھ (ذمیوں کی حیثیت سے) رہنے کی حالت کا ذمہ لے رکھا تھا۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۲)

ب مخالفوں سے لڑتا ہے، یہ صحیح نہیں۔ اس سمجھا گیا۔ واقعی اگر اسلامی تحریک، انقلابی جیسے اوپر دکھایا جا چکا ہے کہ وہ ایک انقلابی مخالفت کریں، اپنے حلقہ اثر میں نہ کبھی زندہ سے مصالحت کر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر رجعت (اور) پیدا ہو جائے گا۔ البتہ مخالفین میں سے جو اس نظام کے اندر رہنا چاہیں، انہیں بعض

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۳)

نکت لکھتے ہیں:

اسلامی حکومت کسی نہ کسی شکل میں موجود ہو تو رنے والے نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا کہ جہاد ہے کہ جب سے مصروف غیرہ پوری پٹی طاقت کا ہے، قتال نہیں ہے۔ جہاد سے مراد قلمی اور

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۲۳)

ضروری سے فائدہ اٹھا کر پہلے تو یہ پروپیگنڈا کیا

ہونے کا ارادہ نکل جائے۔ جب وہ لڑنے سے رک جائیں تو انہیں گرفتار کر لو اور ان کی پوری پوری نگرانی کرو کہ وہ اپنی تحریک کو زندہ نہ کر سکیں۔ ان کی اشاعت، اجتماع اور تنظیم کو روکنے کے لیے بندشیں لگا دی جائیں۔ یہ بندشیں اور سختیاں اس وقت تک جاری رہنی چاہئیں جب تک ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور انقلاب کے مقابلے میں کوئی رجعت پسندانہ حرکت نہ کر سکیں اور لڑنے کا خیال قطعاً ان کے ذہنوں سے نکل جائے۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۳۳)

### قرآنی انقلاب کی کامیابی

حضرت علامہ سندھی سورہ محمد کی آیتوں کی تفسیر میں مزید لکھتے ہیں:

”قرآنی انقلاب کے مخالفین گزشتہ اقوام کی تاریخ اور آثار کا مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ جس تحریک کی بنیاد عوام کی بھلائی اور اللہ کے ساتھ تعلق پر ہو، وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی رہی ہے اور اس کے مخالفین ہمیشہ ناکام رہے ہیں۔ عرب میں حضرت صالح علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی مخالفت کرنے والی قوموں کے آثار موجود ہیں۔ جب ان قوموں نے صالح علیہ السلام کی انقلابی جماعت کا مقابلہ کیا اور ناکام رہے تو حضرت محمد ﷺ جس انقلاب کی دعوت دے رہے ہیں، اس کے مقابلے میں یہ ارتجائی کس طرح ٹھہر سکتے ہیں؟ یہ یقیناً ناکام رہیں گے اور برباد کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ عرب میں قرآنی انقلاب پوری طرح کامیاب ہو اور پھر بہت ہی بڑے کل قومی پیمانے پر تمام دنیا پر غالب آیا۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۳۶)

علامہ مزید لکھتے ہیں:

”جو قوم دنیا میں قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرتی ہے، وہ اس دنیا میں بھی انسانیت کی خدمت کرنے والی، اونچے درجے کی حکومت پیدا کر کے عزت حاصل کر لیتی ہے (اور) وہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی اپنے نفوس کے اندر اس تعلیم و تربیت سے ایسی عادتوں کے نتیجے لے جاتی ہے جو اس کے لیے بہشت کی زندگی پیدا کر دیں گی۔ ان باتوں کو نہ سمجھتا اور دنیاوی لذتوں میں پھنس کر آخرت کی زندگی جاہ کر لینا نری حیوانیت ہے۔“ (ص ۳۸)

”ہمارے نزدیک قرآن حکیم کی بین الاقوامی انقلاب کی آمد کی خبر دینے والی پہلی سورت نحل ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں اِنِّیْ اَمْرٌ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ یعنی اللہ کا امر آگیا ہے جلدی مت کرو۔ اس میں بھی امر اللہ سے عالمگیر انقلاب مراد ہے جس کا ذکر سورت فتح کی آیت

هو الذ  
كله  
انہوں نے  
گھڑی جو  
کی خبر  
ہو گئیں

اس انقلاب

خاندان کی  
لوگوں کے  
غرض حاصل  
چاہتا ہے  
گزریں  
انہیں معاذ

مخالفین

ہو نا اور اللہ

رحمت ہے

گے کہ جنگ

نہیں سمجھ

قوتیں چھٹ

یہ تا سمجھ

آنکھوں سے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ میں ہے۔ اب جب مومنین اسی انقلاب کو کامیاب کرنے کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور انہوں نے وہ شرطیں پوری کر لی ہیں جو اس انقلاب کے لیے ضروری ہیں (تو) ان کی کامیابی کی گھڑی جو انقلاب کی سالمیت ہے، اچانک ہی آجائے گی۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو مکہ والوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی اور انقلابی فوجیں یکایک مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئیں۔“ (ص ۶۰)

### اس انقلاب کی غرض

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مزید لکھتے ہیں:

”یہ انقلاب اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کرنے کے لیے آیا ہے نہ کہ کسی خاص شخص یا خاندان کی، چاہے وہ خاندان ہوا یا خاندان کیوں نہ ہو۔ یہ انقلاب بادشاہوں اور عام سیاسی لوگوں کے تجویز کیے ہوئے انقلابوں جیسا نہیں ہے۔ کیونکہ ان انقلابوں میں وہ لوگ اپنی اپنی غرض حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور یہ انقلاب عوام پر ہونے والے علموں کو دور کرنا چاہتا ہے، جو لوگ اس قرآنی انقلاب میں حصہ لے رہے ہیں ان کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ جو چاہیں کر گزریں، وہ تو اللہ کے غلام ہیں۔ ان سے حساب لیا جائے گا۔ البتہ ان سے جو غلطیاں ہوئی ہیں، وہ انہیں معاف کر دی جائیں گی اور ان کی نیکیوں کا اجر اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے دے گا۔“ (ص ۶۱)

### منافقین کی غلط ذہنیت

”مسلمانوں کی جماعت میں (جو ایک عظیم الشان بین الاقوامی انقلاب کی داعی ہے) شامل ہونا اور اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں کی خدمت کر کے خدا کے ہاں سرخروئی حاصل کرنا بہت بڑی رحمت ہے لیکن جو منافقین جنگ سے جی چراتے ہیں وہ اس نعمت سے محروم ہیں۔ وہ جب دیکھیں گے کہ جنگ سربر آگئی ہے تو وہ اس جماعت سے الگ ہو جائیں گے۔ یہ بے وقوف اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انقلاب انسانی معاشرے کو ترقی دینے کے لیے ضروری ہے۔ اس سے استقامی قوتیں چھٹ جاتی ہیں اور ترقی کن طاقتیں برسر اقدار آ جاتی ہیں۔ یہ ہے قرآن حکیم کی حکمت۔ یہ تا سمجھ اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ وہ نہ مسلمانوں کی طرف سے سمجھانے کو سمجھتے ہیں اور نہ اپنی آنکھوں سے دنیا کے حالات دیکھ کر سمجھ حاصل کرتے ہیں۔“

جائیں تو انہیں گرفتار کر لو اور ان کی پوری س۔ ان کی اشاعت، اجتماع اور تنظیم کو روکنے کی فتنیاں اس وقت تک جاری رہنی چاہئیں جب کے مقابلے میں کوئی رجعت پسندانہ حرکت نہ کر جائے۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۳۳)

تفسیر میں مزید لکھتے ہیں:

تاریخ اور آثار کا مطالعہ کریں تو انہیں معلوم اللہ کے ساتھ تعلق پر ہو، وہ ہمیشہ کامیاب ہوتی ہیں۔ عرب میں حضرت صالح علیہ السلام اور ثار موجود ہیں۔ جب ان قوموں نے صالح علیہ السلام پر تو حضرت محمد ﷺ جس انقلاب کی دعوت کی طرح ٹھہر سکتے ہیں؟ یہ یقیناً ناکام رہیں گے اور عرب میں قرآنی انقلاب پوری طرح کامیاب پر غالب آیا۔“

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۳۶)

برپا کرتی ہے، وہ اس دنیا میں بھی انسانیت کی اگر کے عزت حاصل کر لیتی ہے (اور) وہ مرنے سے تعلیم و تربیت سے ایسی عادتوں کے نتیجے لے میں گی۔ ان باتوں کو نہ سمجھنا اور دنیاوی لذتوں سے بہت ہے۔“ (ص ۳۸)

ای انقلاب کی آمد کی خبر دینے والی پہلی سورت ہے۔ فلا تستعجلوه یعنی اللہ کا امر آگیا ہے انقلاب مراد ہے جس کا ذکر سورت فتح کی آیت

ہمارے زمانے کے اکثر علماء اس غلط ذہنیت کے مالک ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا کام فقط فتویٰ اور حکم دینا ہے۔ لڑنے والی جماعت اور ہونی چاہیے۔ لیکن یہ نفس کا دھوکہ ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں ایک شخص تھانے قرآن حکیم سب سے زیادہ یاد تھا۔ جب وہ لڑائی پر جانے لگا تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ جنگ پر نہ جائیں اور وہیں رہ کر تعلیم دیں۔ اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم جاننے والوں میں سب سے برا میں ہوں۔ کیونکہ ایسے موقع پر پیچھے رہنے کی خواہش بزدل لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم اپنے لیے یہ ذلت برداشت نہیں کر سکتا کہ جنگ کو فرض جان کر بھی جنگ میں شریک نہ ہو یا جنت کی تیاری نہ کرے اور وعظ کرتا پھرے۔

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۶۷)

جماد پھر کیسے زندہ ہوا؟

ان تمام حربوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے لفظ جماد اور اس کا مفہوم کافی حد تک ناپ ہو گیا۔ پڑھانے والے نے پڑھایا پڑھنے والے نے پڑھا۔ مگر بے شعوری سے جماد کے ساتھ وابستگی تقریباً ختم ہو گئی اور اس پر مٹی کے انبار لگ گئے۔ کتاب الجہاد اور کتاب النفاس کی حیثیت کتاب الجہاد اور کتاب المغازی سے زیادہ حساس اور نمایاں ہو گئی تھی۔ پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جماد چھوڑنے سے مسلمان مجموعی طور پر غلام بن گیا۔ ان کا قانون ناقابل استعمال قرار دیا گیا اور ہر جگہ مسلم امت پر مصائب ٹوٹنے شروع ہو گئے۔ حالانکہ کل دنیا میں مسلمان تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں۔ یعنی ایک ارب کے قریب اور دوسرے نمبر پر عیسائی جو کہ پوری دنیا میں ۵۳ کروڑ ہیں۔ مسلمانوں کی ۳۵ حکومتیں ہیں اور جماد (افغانستان) کی برکت سے چھ اور بننے والی ہیں۔ یعنی (روس) کے اندر۔ دنیا کی ۳۲ فیصد زمین پر صرف مسلمان قابض ہیں اور یہ تناسب بڑھنے والا ہے اور یہ حکومتیں جنگی نقشہ کے اعتبار سے ایسے مرکزی مقام پر واقع ہیں کہ ایک دن میں پوری دنیا کو بری، بحری اور فضائی راستوں سے جام کر سکتی ہے۔

دنیا کے ۷۵ فیصد تیل پر صرف مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ یہ ساری قوت صرف اس لیے بیکار ہو گئی کہ مسلمانوں نے اپنے دین سے وابستگی اور پھر جماد کو چھوڑ دیا۔ آج بھی اگر اس پوری قوت کا رخ کفار کی طرف ہو جائے تو مسلمان امن و عزت کی زندگی سے ملامال ہو جائیں گے اور آپس کے جھگڑے بیکسر ختم ہو جائیں گے۔ اس یاس اور ناامیدی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے افغانستان کی سرزمین میں ایک ہنگامہ کھڑا کیا۔ کیونٹ انقلاب آیا اور اس کی مدد کے لیے اور مزید آگے بڑھنے

کے لیے اور دنیا پر قبضہ جما۔ افغانستان میں داخل ہوا۔ اسلام کو چن چن کر بے در کے اس کو گولیوں کا نشانہ بنا الغرض اس نے تو

جماد کا فریضہ زندہ ہونے لگا کلمتہ اللہ کے لیے شمشیر اسلام کے ٹیکوں سے ایمان کی کا توپ کے گولوں کا ”فراغہ آمدید کہا۔ زمین لرز گئی مگر اٹھے۔ شرادر گاؤں اڑتو تو لاکھوں کفار کے

اور اس کی رونق بحال ہو ہے کہ جس کے ذریعہ سے کو صفریاد میں تبدیل کیا جا اب مسئلہ جماد و

کے اصول و قواعد کی رو فریضت جماد کے لیے سیتہ الحسنہ تحت ظلال شعوری وابستگی کا دور شر شکاف صدائیں بلند ہو

جماد کی تعریف

بنیادی طور پر یہ اس کی شرعی تعریف سے دیکھنے سلوۃ کا لغوی مفہوم نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اسی

کے لیے اور دنیا پر قبضہ جمانے کے لیے بد قسمت روس اپنی آب و تاب کے ساتھ لاؤٹھکر لے کر افغانستان میں داخل ہوا۔ افغانستان میں اس نے لرزہ خیز مظالم ڈھائے۔ شہاز اللہ اور آثار اسلام کو چن چن کر بے دردی سے ختم کیا۔ مساجد کی بے حرمتی کی، قرآن کریم کی توہین و تحقیر کر کے اس کو گولیوں کا نشانہ بنایا۔ مدارس اور علماء کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر اتر آیا۔

الغرض اس نے توہین و تحقیر کی انتہا کر دی۔ ادھر مسلمانوں کی غیرت ایمان جاگ اٹھی اور جہاد کا فریضہ زندہ ہونے لگا۔ ہزاروں پردوں کے پیچھے سے اور انباروں مٹی کے نیچے سے علماء کلمتہ اللہ کے لیے شمشیر اسلام اور معانصرت خداوندی دوڑ کر پہنچی۔ ہولناک معرکے ہوئے۔ کفر کے ٹینکوں سے ایمان کی کلھاڑیوں نے ٹکرانا شروع کر دیا۔ ایمان سے بھرے ہوئے سینوں نے توپ کے گولوں کا "فراخدی" سے استقبال کیا۔ عقابلی روحوں نے فضاؤں میں بموں کو خوش آمدید کہا۔ زمین لرز گئی مگر خوش بھی ہوئی کہ صدیوں کے بعد صحراؤں میں اللہ اکبر کے نعرے گونج اٹھے۔ شرادر گاؤں اجڑ تو گئے مگر تعمیر نو کے لیے۔

لاکھوں کفار کے شر سے فلق خدا اور زمین نے آرام کا سانس لیا۔ جہاد کا حکم ظاہر ہو گیا اور اس کی رونق بحال ہو گئی۔ چھوٹا بڑا بغیر لغوی تحقیق کے جہاد کو پہچاننے لگا کہ ہاں جہاد ہی ہوتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے دنیا کی وحشی اور درندہ صفت قوموں کو بھی قابو کیا جاسکتا ہے اور سپہاؤں کو صفریاد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اب مسئلہ جہاد واضح ہو گیا، ابواب الجہاد کی نئی الگ کتابی شکل میں تصنیف ہونے لگی، فقہ کے اصول و قواعد کی روشنی میں احکام و مسائل ڈھونڈے جانے لگے اور قرآنی آیتوں میں فرضیت جہاد کے لیے سینکڑوں آیتیں چمکنے لگیں۔ علماء اور طلباء نے تلوار کو ہاتھ میں لے کر الحنہ تحت ظللال السیوف کا نعرہ مستانہ لگایا اور مسلم نوجوان کی اسلام کے ساتھ شعوری وابستگی کا دور شروع ہو گیا۔ اور سبیلنا سبیلنا الجہاد الجہاد کی فلک شکاف صدائیں بلند ہوئیں۔ والحمد لله

### جہاد کی تعریف

بنیادی طور پر یہ بات جان لینا چاہیے کہ کسی حکم کی شرعی حیثیت اور اس کا شرعی مقام، اس کی شرعی تعریف سے معلوم ہو سکتا ہے۔ لغوی مفہوم پر شرعی احکام کا مدار نہیں ہوتا ہے۔ دیکھئے صلوة کا لغوی مفہوم صرف دعا ہے۔ لیکن اس کا مدار شرعی مفہوم پر ہے۔ صرف دعا کو نماز نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا لغوی مفہوم بڑھنے اور تزکیہ کا ہے۔ لیکن اس کا ایک شرعی

مالک ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا کام چاہیے۔ لیکن یہ نفس کا دھوکہ ہے۔ سیدنا تھانے قرآن حکیم سب سے زیادہ یاد تھا۔ تنگ پر نہ جائیں اور وہیں رہ کر تعلیم دیں۔ والوں میں سب سے برا میں ہوں۔ کیونکہ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک عالم اپنے ان کر بھی جنگ میں شریک نہ ہو یا جنت کی

(قرآنی جنگ انقلاب، ص ۶۷)

ذہنوں سے لفظ جہاد اور اس کا مفہوم کافی حد لے لے پڑھا۔ مگر بے شعور ملی سے جہاد کے لگ گئے۔ کتاب الجیش اور کتاب النفاس کی اور نمایاں ہو گئی تھی۔ پھر اس کا لازمی نتیجہ بن گیا۔ ان کا قانون ناقابل استعمال قرار دیا گئے۔ حالانکہ کل دنیا میں مسلمان تعداد کے باب اور دوسرے نمبر پر عیسائی جو کہ پوری دنیا ر جہاد افغانستان کی برکت سے چھ اور بننے ان پر صرف مسلمان قابض ہیں اور یہ تناسب سے ایسے مرکزی مقام پر واقع ہیں کہ ایک دن ام کر سکتی ہے۔

نہ ہے۔ یہ ساری قوت صرف اس لیے بیکار نہاد کو چھوڑ دیا۔ آج بھی اگر اس پوری قوت کی زندگی سے مالا مال ہو جائیں گے اور آپس سیدی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے افغانستان کی یا اور اس کی مدد کے لیے اور مزید آگے بڑھنے

اصطلاحی مفہوم اور تعریف ہے۔ احکام کا مدار اس شرعی مفہوم پر ہے۔ اسی طرح لفظ صوم بمعنی روزہ ہے۔ اس کا لغوی مفہوم یہ ہے کہ ایک گھڑی تک کھانے پینے کو ترک کرنا۔ اس مفہوم میں انسانوں کے علاوہ حیوانات کا پانی دانہ ترک کرنا بھی صوم اور روزہ میں داخل ہے۔ لیکن اس کا ایک شرعی اصطلاحی مفہوم ہے جس پر احکامات کا مدار ہے اور شرعاً اسی کا اعتبار ہے۔

اسی طرح ”حج“ کا لغوی مفہوم قصد کا ہے۔ اب ایک آدمی شریاً گھر جانے کا قصد کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں حج کر رہا ہوں کیونکہ حج بمعنی قصد ہے اور میں نے قصد کر لیا ہے لیکن حج کا ایک شرعی مفہوم ہے۔ شریعت مقدسہ میں اسی کا اعتبار ہے اور لغوی مفہوم لینا شرعاً بیکار ہے۔ اور اس طرح تاویلات کرنے والا نادر ہے۔ (جس طرح وحید الدین خاں ہے)

بالکل اسی طرح لفظ ”جماد“ ہے۔ اس مظلوم لفظ کا لغوی مفہوم تو محنت ہے لیکن اس کا ایک شرعی مفہوم ہے اور اس کی ایک اصطلاحی تعریف ہے۔ اب اس شرعی مفہوم کو چھوڑ کر اس کے لغوی مفہوم کو عام کرنا اور اس کی آڑ لے کر شرعی جماد سے پہلو تہی کرنا اور اس میں سستی کرنا اور طرح طرح کی تاویلات میں عوام الناس کو الجھائے رکھنا، جماد پر ظلم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی بدخواہی اور غیر مسلموں کی خیرخواہی کے مترادف ہو گا جس سے ہر مسلمان کو احتراز کرنا لازم ہے۔ اب میں چند تعریفات آپ کے سامنے رکھتا ہوں:

سب سے اول حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک کی تعریف پیش کرتا ہوں:

۱- صحابی نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے افضل ہجرت کون سی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہترین ہجرت ”جماد“ کی ہجرت ہے۔ صحابی نے پوچھا کہ جماد کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جماد یہ ہے کہ تم بوقت مقابلہ کفار سے لڑو اور اس راستے میں نہ خیانت کرو اور نہ بزدلی دکھاؤ۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۷۶)

۲- پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! جماد کیا چیز ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جماد یہ ہے کہ تم مقابلہ کے وقت کفار سے لڑو، کہا گیا کہ افضل ترین جماد کون سا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص کا جماد جس کا گھوڑا کٹ مرے اور پھر خود اس کا خون گرے۔ (کنز العمال، ج ۱، ص ۷۷)

۳- مسند احمد کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! یہ اللہ کے راستے میں جماد کیا ہوتا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کافروں سے لڑنے کا نام جماد ہے۔ (رواہ احمد، بحوالہ ذاکر، غزvam شہید)

۴- جماد کسرۃ جیم کے ساتھ لغت میں بمعنی محنت و مشقت ہے اور اصطلاح شرع میں کفار سے

لڑنے میں اپنی پوری طاقت لڑنے کے لئے

۵- دین کے لئے (الاسلام، ص ۵۱۷)

۶- دشمنان اسلام

محترم بھائیوں

لڑنے کا لفظ موجود ہے

کتابوں میں موجود ہے

جماد کی پھر دو

ہیں جو درج ذیل ہیں

(۱) سرپرست کی

(۲) دعوت الی اللہ

(۳) اسلام قبول کرنا

یہ دعوت بھی

نہ اسلام کا نام سنا ہو

اسلام کا نام سنا ہے اور

تبلیغ کے نام سے جو

رہنمائی اور ترغیب

ہے۔

..... اور نہ

ترغیب و تہذیب و ارشاد

ہے تو مسلمانوں کو

جانے تو مسلمانوں۔

بہر حال جماد

کسب ضرور ہونا چاہیے

پوری امت کے لئے

جماد کی دوسری

لڑ رہے ہوں۔ اگر

لڑنے میں اپنی پوری طاقت کو استعمال کرنے کا نام جہاد ہے۔ (فتح الباری، ج ۶، ص ۴)  
۵۔ دین کے دشمنوں کو مغلوب کرنے اور کفار سے لڑنے کا نام جہاد ہے۔ (شرح شریعہ الاسلام، ص ۵۱)

۶۔ دشمنان اسلام سے لڑنے کا نام جہاد (قاموس مادہ - ج - ۵ - د)  
محترم بھائیو! دوستو اور بزرگو! یہ شرعی جہاد ہے۔ اس میں ہر تعریف میں کافروں سے لڑنے کا لفظ موجود ہے۔ لہذا جو شارع نے سمجھایا اور پھر سلف نے سمجھ کر تعریف کی ہے اور کتابوں میں موجود ہے اسی پر اعتماد رکھو اور کسی کے زور خطابت سے دھوکہ نہ کھلو۔  
جہاد کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک اقدامی ہے جس کے لیے چند شرائط فقہاء کرام نے بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) سرپرست کی اجازت ہو (۲) بعض کے ہاں) طاقت کا توازن ہو (۳) امیر عام ہو (۴) دعوت الی الاسلام ہو، یاد رہے جہاد جس دعوت پر موقوف ہے، اس کے تین جملے ہیں: (i) اسلام قبول کرو (ii) جزیہ دو (iii) نہیں تو قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔  
یہ دعوت بھی ان لوگوں کے لیے ضروری ہے جو کسی طور پر اسلام سے واقف نہ ہوں اور نہ اسلام کا نام سنا ہو لیکن جن لوگوں کو ایک بار دعوت پہنچی ہے یا انہوں نے کسی نشیاتی ذریعہ سے اسلام کا نام سنا ہے ان کو دوبارہ میدان جہاد میں دعوت دینا صرف مستحب ہے۔ آج کل دعوت و تبلیغ کے نام سے جو ایک عمل چل رہا ہے، اس کا دائرہ کار صرف مسلمانوں میں ہے اور اصلاح اور رہنمائی اور ترغیب تک محدود ہے۔ یہ وعظ و نصیحت اور خیر خواہی ہے۔ یہ جہاد والی دعوت نہیں ہے۔

..... اور نہ جہاد والی دعوت کے ساتھ اس کی کوئی مشابہت ہے۔ یہ تو امت اجابت میں ترغیب و تہذیب و تہذیب و تہذیب ہے۔ امت دعوت کے ساتھ اس کا کیا سروکار ہے۔ اگر یہ جہاد والی دعوت ہے تو مسلمانوں کو پہلے کلمہ کی دعوت دو۔ اگر وہ نہ مانے تو پھر جزیہ ادا کرنے کا اعلان کرو اگر نہ جانے تو مسلمانوں سے لڑنے کا اعلان کرو۔

بہر حال جہاد کی یہ قسم اقدامی ہے۔ جو فرض کفایہ کے درجے میں ہے یعنی دنیا بھر میں کہیں نہ کہیں ضرور ہو نا چاہیے۔ در نہ ساری امت گناہ گار ہو جائے گی۔ گویا یہ ایک قومی فریضہ ہے جو پوری امت کے ذمہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم دفاعی ہے کہ کفار نے کسی اسلامی خطہ پر حملہ کیا ہو اور مسلمان دفاع میں لڑ رہے ہوں۔ اگر وہ ناکافی ہوں تو رفتہ رفتہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

شرعی مفہوم پر ہے۔ اسی طرح لفظ صوم بمعنی تک کھانے پینے کو ترک کرنا۔ اس مفہوم میں صوم اور روزہ میں داخل ہے۔ لیکن اس کا ہے اور شرعاً اسی کا اعتبار ہے۔

ب ایک آدمی شریاً گھر جانے کا قصد کرتا ہے قصد ہے اور میں نے قصد کر لیا ہے لیکن حج کا نبار ہے اور لغوی مفہوم لینا شرعاً بیکار ہے۔  
(رحمہ اللہ) (رحمہ اللہ)

م لفظ کا لغوی مفہوم تو محنت ہے لیکن اس کا ہے۔ اب اس شرعی مفہوم کو چھوڑ کر اس میں جہاد سے پہلو تھی کرنا اور اس میں سستی کرنا ہے رکھنا، جہاد پر ظلم کے ساتھ ساتھ مسلمانوں ہو گا جس سے ہر مسلمان کو احتراز کرنا لازم

رک کی تعریف پیش کرتا ہوں:

سے افضل ہجرت کون سی ہے؟ حضور اکرم ہے۔ صحابی نے پوچھا کہ جہاد کیا چیز ہے؟ حضور سے لڑو اور اس راستے میں نہ خیانت کرو

ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جہاد یہ ہے کہ کون سا ہے؟ حضور اکرم ﷺ اور پھر خود اس کا خون گرے۔ (کنز العمال)

مفہوم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! یہ ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کافروں سے لڑنے کا نام جہاد

و مشقت ہے اور اصطلاح شرع میں کفار سے

اس قسم کے جہاد کی لیے کوئی شرط نہیں بس ہر کلمہ گو پر نفیر عام کی بعد لکنا فرض ہو جاتا ہے۔ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ نفیر عام کی دو صورتیں ہیں:

(۱) وقت کا بادشاہ یا خلیفہ اعلان عام کریں جس طرح آج کل روس کے مقابلے میں سلطنت شیشان، چچنیا کے بادشاہ نے عام جہاد کا اعلان کیا اور روس کی جارح ظالم فوجوں کے مقابلہ پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے۔ آج کل دنیا میں جہاں بھی جہاد کا عمل چل رہا ہے، اسی دفاعی قسم کا جہاد ہے۔

بعض حضرات شبیہ ظاہر کرتے ہیں کہ اگر فرض عین کو گے تو ساری امت گناہگار ہو جائے گی۔ یعنی جو شرکت نہ کرے یا یہ کہ پورا نظام معطل ہو جائے گا اگر سارے جہاد پر جائیں گے، اس کا جواب فتح القدر نے اس طرح دیا ہے کہ اس فریضہ کی مثال فریضہ حج کی طرح ہے کہ مالداروں پر فرض عین ہے۔ لیکن ایک سال ایک جماعت گئی۔ جب وہ واپس آگئی تو دوسری جماعت چلی جائے گی۔ اسی طرح جہاد کا عمل بھی جاری رہ سکتا ہے اور نظام بھی معطل نہ ہو گا۔ باقی یہ سوال کہ ساری امت گناہگار ہوگی نہ جانے کی وجہ سے، تو میں کہتا ہوں کہ گناہ نہ کریں بلکہ کسی نہ کسی طور پر جہاد میں حصہ لیا کریں۔ گناہ سے بچنے کے لیے حکم کو منسوخ کرنا یا موقوف کرنا کون سا قانون ہے؟

ایک ضروری بات یہ بھی سمجھ لیں کہ جہاد کی تعریف میں بعض علماء نے جہاد کی بعض انواع کا ذکر بھی کیا ہے۔ یعنی جہاد کی ایک نوع جہاد بالمال ہے، دوسری نوع جہاد باللسان ہے، تیسری نوع جہاد بالنفس ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ جہاد باللسان وہ ہے جس سے میدان جہاد کا فائدہ ہو یعنی جہاد کی ترقیب ہو، تقریر ہو، نفاذ کل جہاد کا تذکرہ ہو، جہاد کے متعلق جو شیلے اشعار ہوں اور جاندار تقسیم ہوں اور کفار کو دھمکی ہو۔ لٹکار ہو، یہ جہاد باللسان ہے نہ یہ کہ دو گھنٹہ تقریر و بیان تو کھانے پینے اور پینے کے آداب پر کیا اور پھر کما کما میں نے جہاد باللسان کیا۔ یہ نیک کام تو ہو سکتا ہے لیکن جہاد باللسان نہیں۔

اسی طرح جہاد بالمال یہ ہے کہ آپ کے مال سے میدان جہاد اور مجاہدین کو فائدہ پہنچے نہ یہ کہ آپ نے کسی فقیر کو پیسہ، زکوٰۃ ادا کیا اور پھر کما کما میں نے جہاد بالمال کیا۔ یہ نیک کام تو ہے لیکن جہاد بالمال نہیں ہے۔ اسی طرح باقی اشیاء کو قیاس کر لو کہ جہاد بالبدن اور جہاد بالنفس یہ کہ اس بدن کو میدان جہاد میں لگاؤ اور اس مقدس عمل میں اسے کھپاؤ۔ جہاد بالنفس کہ نفس واسطہ اور ذریعہ اور آلہ بن جائے۔ اسی میدان جہاد کے لیے نہ یہ کہ میدان جنگ تو خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور کتنا پھرتا ہو کہ میں مجاہد ہوں، میں جہاد کر رہا ہوں۔ اگر ہر نیک عمل کرنے والے کو آپ

مجاہد شرعی کہیں گے تو مجاہد عظیم کا مفہوم کیونکہ بیٹھے والے بھی تھے۔ ہر عبادت میں مشاقت ان کو خارج کیوں اور صرف ان

جہاد میں جانے والا مجاہد میرے بھائی اور نیک محنت میں جہاد جیہ حاصل ہو گیا نہ یہ کہ اس مقدس لفظ کو کھجی جہاد، ناخواندگی کے ظاہر ہوئی کہ امیکہ کے طاغوت کافر مشرک۔

اسلام اور اقدار اب اصل مہ قلم اٹھایا تھا۔ ۱۔ اسلام ایک کرتا ہے اور بنی نور اس لیے اتر آ کہ صر انسانوں کو اپنی طرف اتمام کے لیے اتر ہو جائے۔ یہ اس کا اس سطوت جل کر مرتا ہے تو اگر کمرت پر اگر کسی

بطور نہیں ہر کلمہ گو پر نغیر عام کی بعد نکلنا فرض ہو جاتا  
- نغیر عام کی دو صورتیں ہیں:

م کریں جس طرح آج کل روس کے مقابلے میں سلطنت  
ملان کیا اور روس کی جارح ظالم فوجوں کے مقابلے پر کمر  
لئے۔ آج کل دنیا میں جہاں بھی جہاد کا عمل چل رہا ہے

کہ اگر فرض عین کو گے تو ساری امت گناہگار ہو جائے  
ظالم معطل ہو جائے گا اگر سارے جہاد پر جائیں گے اس  
- اس فریضہ کی مثال فریضہ حج کی طرح ہے کہ مالداروں  
جماعت گئی۔ جب وہ واپس آگئی تو دوسری جماعت چلی  
رہ سکتا ہے اور نظام بھی معطل نہ ہو گا۔ باقی یہ سوال کہ  
سے 'تو میں کتنا ہوں کہ گناہ نہ کریں بلکہ کسی نہ کسی طور  
کے لیے حکم کو منسوخ کرنا یا موتوف کرنا کون سا قانون

کہ جہاد کی تعریف میں بعض علماء نے جہاد کی بعض انواع  
باد بالمال ہے، دوسری نوع جہاد باللسان ہے، تیسری نوع  
اللسان وہ ہے جس سے میدان جہاد کا فائدہ ہو یعنی جہاد کی  
ہو، جہاد کے متعلق جو شیے اشعار ہوں اور جاندار نظمیں  
باد باللسان ہے نہ یہ کہ دو گھنٹہ تقریر و بیان تو کھانے پینے  
نے جہاد باللسان کیا۔ یہ نیک کام تو ہو سکتا ہے لیکن جہاد

پ کے مال سے میدان جہاد اور مجاہدین کو فائدہ پہنچے نہ یہ  
ور پھر کہا کہ میں نے جہاد بالمال کیا۔ یہ نیک کام تو ہے لیکن  
ء کو قیاس کر لو کہ جہاد بالبدن اور جہاد بالنفس یہ کہ اس  
س عمل میں اسے کھپاؤ۔ جہاد بالنفس کہ نفس واسطہ اور  
او کے لیے نہ یہ کہ میدان جنگ تو خواب میں بھی نہ دیکھا  
جہاد کر رہا ہوں۔ اگر ہر نیک عمل کرنے والے کو آپ

مجاہد شرعی کہیں گے تو پھر یقیناً فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اجرا  
عظیماً کا مفہوم سمجھنا محال ہو جائے گا۔ کہ مجاہد کا درجہ بیٹھنے والے کے مقابلے میں بڑا ہے  
کیونکہ بیٹھنے والے بھی صحابہ کرام تھے جن کے اعمال سو فیصد صحیح تھے۔ تہجد گزار تھے، روزہ دار  
تھے۔ ہر عبادت میں مشغول تھے۔ ان کو اس حالت میں مجاہدین کیوں نہیں کہا بلکہ مجاہدین سے اس  
وقت ان کو خارج کیوں کیا؟

اور صرف ان کو مجاہد کیوں قرار دیا جو کفار کے مقابلے میں نکلے تھے۔ معلوم ہو امید ان  
جہاد میں جانے والا مجاہد ہوتا ہے، ہر عابد مجاہد نہیں۔

میرے بھائی اور میرے دوست اجہاد شرعی کرنے والے کو مجاہد کہو اور جہاد لغوی یعنی کسی  
نیک محنت میں جہاد جیسا ثواب مل جاتا ہے تو یہی غنیمت ہے کہ جہاد کے ثواب کی طرح ثواب ان کو  
حاصل ہو گیا، نہ یہ کہ وہ خود بخود مجاہد بن گیا کہ جہاد کے قریب بھی نہ گیا اور پائلٹ بن گیا آج کل تو  
اس مقدس لفظ کو کھیل کر تماشاً بنایا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ پتھر کے خلاف جہاد، منگائی کے خلاف  
جہاد، ناخواندگی کے خلاف جہاد، منگائی کے خلاف جہاد، وغیرہ وغیرہ اور کبھی یہ کہنے کی جرات نہیں  
ہوتی کہ امریکہ کے خلاف جہاد، روس کے خلاف جہاد، ہندوستان کے خلاف جہاد اور ہر سرکش  
طاغوت کافر مشرک کے خلاف جہاد۔

### اسلام اور اقدامی جہاد

اب اصل مسئلہ کی طرف آجائیں جو جہاد اقدامی سے متعلق ہے اور جس کے لیے میں نے  
قلم اٹھایا تھا۔

۱۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، وہ اپنے ہر نئے والے کی زندگی کے ہر شعبے کی کفالت  
کرتا ہے اور بنی نوع انسان کو راہ راست پر لانے اور سنبھالنے کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ آسمان سے  
اس لیے اترتا کہ صرف اس کا قانون بلند دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا نظام قانون ارفع و اعلیٰ ہو۔ وہ تمام  
انسانوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ دفاع کے لیے نہیں اترتا ہے بلکہ اظہار و غلبہ اور سطوت و  
اقدام کے لیے اترتا ہے۔ لیظہرہ علی الذین کلمہ کہ تمام ادیان پر یہ غالب و حاوی  
ہو جائے۔ یہ اس کا پہلا اعلان ہے۔

اس سطوت و غلبہ پر اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ بے جا ہے۔ اس عظمت و رفعت پر اگر کوئی  
جل کرتا ہے تو اعلان ہے کہ قل موتوا بغيظکم کہ اس غصہ سے مر جاؤ۔ اس عزت و  
مکرمت پر اگر کسی کو ناخوشی و ناگواری ہو تو اس کو سوا بار ناگواری ہو۔ اسلام کہتا ہے ولو کرہ

الکافرون؛ ولو كره المشركون یعنی اگرچہ کافروں اور مشرکوں کو ناگوار گزرتا ہو اسلام غالب ہو کر رہا ہے۔ اگر اسلام کی یہی حیثیت ہے اور یقیناً یہی ہے تو پھر ہر مسلمان کو سمجھ لینا چاہیے کہ عرش عظیم سے جب سے اسلام آیا ہے اور جب سے لوح محفوظ سے اسلام کے احکام آئے ہیں، اس وقت سے کفار پر اقدام کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ کیا جب قرآن اتر رہا تھا اور جبرئیل امین اسے لا کر نبی اکرم ﷺ کو دے رہے تھے اور نبی کریم کفار کو سنا رہے تھے اور ان کے کفریہ عقائد کو باطل ٹھہرا کر ان کو لٹکا رہے تھے، تو یہ اقدام نہیں تو کیا تھا؟ جمیر نے والا کون تھا؟ ان کو گمراہ کہنے والا کون تھا؟ ان سے باطل چھڑانے اور حق کی طرف بلانے والا کون تھا؟ چلو مان لیا کہ اسلحہ اٹھانے کا حکم ساتھ ساتھ نہ تھا لیکن ان کے رگ مرض پر حق کے نشتر سے نشتر زنی کرنے والا کون تھا؟ ان کے معبودوں کو باطل اور ان کی پوجا کرنے والوں کو مشرک کہنے والا کون تھا؟ اگر یہ سب اسلام کی تعلیمات تھیں اور نبی آخر زمان کے فرامین تھے اور آپ کے مبارک طریقے تھے تو یہ بتاؤ کہ اس کے علاوہ اقدام کس چیز کا نام ہے؟

اس بحث کی ابتداء میں جو چند آیات میں نے درج کی ہیں، اور اس پر تفسیر عثمانی کے مختلف حوالے نقل کیے ہیں، کیا وہ سب اقدام نہیں؟ اور کیا سورت توبہ کی آیت ۲۹ کے یہ الفاظ نہیں حتیٰ يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون یعنی ان کفار سے اس وقت تک لڑو کہ یہ اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں۔ یہ دفاع ہے یا اقدام ہے؟ دسیوں آیات میں حکم ہے کہ کفار سے لڑو تاکہ پورے عالم پر اسلام غالب ہو جائے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں الفاظ کی تنگی تھی کہ دفاع کے الفاظ مل نہیں رہے تھے۔ صرف ایسے الفاظ آگئے کہ جس میں اقدام ہی اقدام تھا؟

۲۔ قرآن کریم نے بار بار اموال غنائم اور اس کی تقسیم کا تذکرہ کیا ہے؟ کیا دفاع میں غنائم اور اس کی تقسیم کا تذکرہ کیا ہے؟ کیا دفاع میں غنائم ہاتھ آتے ہیں؟ اور اگر کافروں سے بھاگتے وقت کچھ بچا کھچا رہ جائے تو کیا وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس میں فتنے اور بیت المال کا الگ حصہ ہو اور مجاہدین کا الگ حصہ ہو۔ فیء الگ ہو، لامحالہ یہاں اقدام ہے، پھر غنائم ہیں، پھر فتوحات ہیں اور پھر قیدی ہیں اور قیدیوں کے مسائل ہیں۔

۳۔ اگر اسلام میں صرف دفاع ہے تو پھر قرآن و حدیث میں فتوحات کے تذکرے کیوں ہیں؟ فتوحات کی بشارات کیوں ہیں؟ فتح بیت المقدس کا نام کیوں آتا ہے؟ فتح مصر اور فتح مصر کی تاریخ کیوں ہے؟ فاتح عراق اور فتح عراق کا کیا جواز ہے؟ اور فتح مکہ سے قرآنی اور اراق مزین کیوں ہیں؟ فتح قسطنطنیہ کا ذکر کیوں ہے؟ کیونکہ جب اقدام نہیں تو کسی جگہ کے فتح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہو تا اور کسی کافر کی  
۳۔ جنگ خندق  
مطابق آپ نے فرمایا  
”اب“  
نہیں کریں  
ایک حدیث  
”مجھے  
توحید کی گواہی  
ایک حدیث  
کے امیر کو تنگی اور  
”اللہ“  
نہیں ماننے  
اسی طرز  
ہے اور نہ ماننے  
”میں“  
مشکل ہے  
یہ خطوط  
بھی ہے تو کیا  
فارس کو چھین لے  
۵۔ جزیر  
خطبہ دیا اور پھر  
پھر حجاب کی ترغیب  
”  
شام کی  
لے لو  
یہ اقا  
ہیں؟ حقیقت

ہو یعنی اگرچہ کافروں اور مشرکوں کو ناگوار گزر تاہو  
 بیعت ہے اور یقیناً یہ ہے تو پھر ہر مسلمان کو سمجھ لینا  
 یا ہے اور جب سے لوح محفوظ سے اسلام کے احکام  
 مل شروع ہو گیا ہے۔ کیا جب قرآن اتر رہا تھا اور  
 لے رہے تھے اور نبی کریم کفار کو سنا رہے تھے اور ان  
 ہے تھے تو یہ اقدام نہیں تو کیا تھا؟ چھیننے والا کون  
 مل چھڑانے اور حق کی طرف بلانے والا کون تھا؟ چلو  
 مالکین ان کے رگ مرض پر حق کے نشتر سے نشترنی  
 اور ان کی پوجا کرنے والوں کو مشرک کہنے والا کون  
 نبی آخر زمان کے فرامین تھے اور آپ کے مبارک  
 سچے کام ہے؟

میں نے درج کی ہیں اور اس پر تفسیر عثمانی کے مختلف  
 اور کیا سورت توبہ کی آیت ۲۹ کے یہ الفاظ نہیں  
 صاعروں یعنی ان کفار سے اس وقت تک لڑو  
 یہ دفاع ہے یا اقدام ہے؟ دسیوں آیات میں حکم  
 غالب ہو جائے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں الفاظ کی تنگی  
 صرف ایسے الفاظ آگئے کہ جس میں اقدام ہی اقدام

اور اس کی تقسیم کا تذکرہ کیا ہے؟ کیا دفاع میں غنائم  
 غنائم ہاتھ آتے ہیں؟ اور اگر کافروں سے بھاگتے  
 تھے کہ اس میں فہم اور بیت المال کا الگ حصہ ہو  
 محالہ یہاں اقدام ہے پھر غنائم ہیں پھر فتوحات ہیں

قرآن وحدیث میں فتوحات کے تذکرے کیوں ہیں؟  
 اس کا نام کیوں آتا ہے؟ فتح مصر اور فتح مصر کی تاریخ  
 ہے؟ اور فتح مکہ سے قرآنی اوراق مزین کیوں ہیں؟  
 نہیں تو کسی جگہ کے فتح ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں

ہو تا اور کسی کافر کی گرفتاری پھر غلام اور لونڈی بنانے کا باب ہی ختم ہو جائے گا۔  
 ۳۔ جنگ خندق سے جب نبی کریم ﷺ فارغ ہو گئے؟ تو بخاری شریف کی حدیث کے  
 مطابق آپ نے فرمایا:

”اب ہم جا کر اقدامی طور پر ان سے لڑیں گے وہ اب ہم پر چڑھائی اور اقدام  
 نہیں کریں گے“ (بخاری و مشکوٰۃ، ص ۵۳۲)

ایک حدیث میں نبی کریم نے فرمایا:  
 ”مجھے کافروں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک کہ وہ سب کلمہ  
 توحید کی گواہی دینے والے نہ بنیں۔“ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کسی جمادی مہم پر فوج روانہ فرماتے تو ان  
 کے امیر کو نیکی اور تقویٰ کی وصیت کر کے پھر فرماتے:

”اللہ کا نام لے کر جاؤ اور لڑو اللہ کی رضا کے لیے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو  
 نہیں مانتے ان سے جا کر خوب لڑو“

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے خطوط ہیں جس میں آپ نے دور دور کے کفار کو دعوت دی  
 ہے اور نہ ماننے پر دھمکی دی ہے۔ عام خطوط میں یہ الفاظ ملتے ہیں:  
 ”میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں ایمان لے آؤ بیچ جاؤ گے ورنہ تمہارا پچھا  
 مشکل ہے۔“ (بخاری و مسلم)

یہ خطوط شام، مصر اور فارس کے مختلف تاجداروں کو لکھے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ دھمکی  
 بھی ہے تو کیا یہ اقدام نہیں ہے؟ پھر انہیں خطوط کی بنیاد پر صحابہ کرام نے پہلے شام اور پھر مصر و  
 فارس کو چھین لیا۔

۵۔ جزیرہ عرب جب فتح ہو اور نبی کریم ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے ایک  
 خطبہ دیا اور پھر ایک خط مرتب کر کے مختلف اطراف میں بھجوا دیا جس میں لوگوں کو جمع ہونے اور  
 پھر جمادی ترغیب تھی۔ خط کے چند الفاظ یہ ہیں:

”اے لوگو! میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں تمہیں جمادی غرض سے سرزمین  
 شام کی طرف روانہ کر دوں تاکہ تم سرزمین شان ان سرکش، کینوں سے چھین کر  
 لے لو“

یہ اقدام ہے یا دفاع ہے؟ یہ شام کے چھیننے کی باتیں ہیں یا مدینہ منورہ کے دفاع کی باتیں  
 ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور قرآن، اقدام کا ہی حکم دیتا ہے۔ ہاں مجبوری ہو تو وہ الگ بات

ہے۔

۶۔ اگر کوئی کتا ہے کہ جب کفار تجاوز نہیں کرتے تو تم کیوں پھل کرتے ہو؟ تو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں جہاں دوسری عبادات پر عمل کرنے کا حکم ملا ہے وہیں جہاد کرنے کا حکم بھی ملا۔ تو چاہے کافر لڑے یا نہ لڑے، ہمیں لڑنے کا حکم ہے۔ نبی کریم نے اپنے متعلق فرمایا: ”میں ہنس کھ خوب لڑنے والا ہوں“ دوسری بات یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ کفار تجاوز نہیں کرتے ہیں۔ اصل درد سرتو یہی امریکہ ہے جس نے تمام مسلم سربراہان حکومت کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ اور ان کے ذریعہ سے مسلمانوں اور خصوصاً جہاد کا جذبہ رکھنے والوں کو تنگ کر رہا ہے۔ سچ فرمایا شاہ جی رحمہ اللہ نے کہ اگر سمندر کی تہ میں دو مچھلیاں لڑ رہی ہوں تو میں کون گا کہ اس میں بھی انگریز کا ہاتھ ہے ”کیا اسپین و ہسپانیہ، اندلس و غرناطہ اور المرابٹین جیسے تاریخی مقامات اور اسلام کے قلعے ہم سے ان کفار نے نہیں چھینے؟ کیا فلسطین پر تجاوز ان کی طرف سے نہیں تھا؟ کیا کوسو اور بوسنیائی مسلمانوں کو ان کفار نے نشانہ نہیں بنایا؟ کیا ہندوستان ہمارے مسلمانوں کا نہیں تھا؟ چین کس کا تھا اور اب کس کے پاس ہے؟ کیا روس نے تجاوز کر کے مسلمانوں کے علاقوں کو ختم نہیں کیا؟ مسلمانوں نے کیا جواب دیا؟ حقیقت یہ ہے کہ جو قومیں اقدام کی طاقت نہیں رکھتیں وہ دفاع سے بھی محروم ہو جاتی ہیں۔ اسلام میں جہاد کے احکام ترتیب وار اترتے ہیں اور آخری حکم ہی آیا کہ کفار کے خلاف لڑنا اور اقدام کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی نے علامہ سرخسی احمد رحمہ اللہ کا کلام اس طرح پیش کیا ہے:

پس جان لو کہ جہاد کا حکم ترتیب وار نازل ہوا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو ابتداء میں تبلیغ کا حکم تھا اور ساتھ ساتھ مشرکین سے درگزر اور اعراض کا حکم تھا۔ جیسا کہ فاصدع بما تو مروا عرض عن المشرکین میں ہے۔ پھر آپ کو احسن طریقہ پر مجاہدہ و مناظرہ کی اجازت مل گئی جیسے ادع الی سبیل ربک بالحکمہ والموعظہ الحسنہ و جاد لہم بالنتی ہی احسن اس کے بعد آپ کو کفار سے لڑنے کی اجازت مل گئی جیسے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقد یر یعنی اجازت دی گئی ان لوگوں کو (ہتھیار اٹھانے کی) جن سے کافر لڑتے ہیں اس لیے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ پھر مسلمانوں کو دفاع کرنے اور دفاعی جنگ لڑنے کی اجازت مل گئی۔ جیسا کہ ارشاد ہے فان قاتلوکم فاقتلوہم یعنی اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو پھر مسلمانوں کو اشہر الحرام، ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے علاوہ مہینوں میں لڑنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فاذا انسلخ الاشہر الحرم

فاقتلوا  
کرو۔

پھر سبیل اللہ  
رہے گا۔ (شاہ)  
۷۔ اگر

طور پر یہ بات  
ان نفوس قد ام  
طرف اقدام  
دیے۔ اسلام  
سارے غزو  
تھا؟ خیر بر کبر  
چڑھائی نہیں  
کہ مکرمہ پر  
خین اور طا  
عظیم لشکر۔

ہے؟  
اقدام

یہ منصوبے  
ہوں دلوں  
دفاع اس  
اسلام کی طا  
بیٹھے بیٹھے  
نہی  
یہ اقدام  
تھا؟ مصر کو  
مصر کو فتح

فاقتلوا المشركين یعنی جب یہ چار مقدس سینے گزر جائیں تو پھر مشرکین سے جنگ کرو۔

پھر اس کے بعد مسلمانوں کو کسی پابندی کے بغیر مطلقاً لڑنے کا حکم ہوا جیسے وقتاً فوقتاً سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اب لڑو اب قیامت تک جہاد کا حکم اسی پر برقرار رہے گا۔ (شامی، جلد ۳، ص ۲۳۹)

۷۔ اگر ہم مسلمان اپنے اسلاف کی تاریخ کو انصاف کے ساتھ دیکھ لیں تو ہمیں بالکل واضح طور پر یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ اسلام نے ان حضرات کو اقدام کا حکم دیا تھا جس کے نتیجے میں ان نفوس قدسیہ نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال کی طرف اقدام کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو سر بلند کیا اور چار اطراف میں اس کے جھنڈے گاڑ دیے۔ اسلام کی ابتدائی دو جنگوں یعنی جنگ احد اور جنگ خندق کے علاوہ نبی کریم ﷺ کے سارے غزوات کیا اقدامی نہ تھے؟ جنگ بدر میں کیا آپ نے قریش کے قافلے کا تعاقب نہیں کیا تھا؟ خیبر پر کیا آپ نے چڑھائی نہیں کی تھی؟ بنو مصلح پر آپ نے بالکل بے خبری کی حالت میں چڑھائی نہیں کی تھی؟ جزیرہ عرب میں آپ کی دس سالہ ساری جنگیں کیا کفار پر اقدام نہیں تھا؟ مکہ مکرمہ پر دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ کیا آپ نے حملہ نہیں کیا تھا؟ فتح مکہ کے بعد کیا آپ نے حنین اور طائف والوں پر چڑھائی نہیں کی تھی؟ پھر آخری مہم میں آپ نے غزوہ تبوک میں ایک عظیم لشکر لے کر روم سلطنت سے ٹکر لینے کے لیے نہیں گئے تھے؟ یہ سارے اقدام نہیں تو اور کیا ہے؟

اقدام کے منکرین کہتے ہیں کہ چونکہ کافروں کے دلوں میں پوشیدہ ارادے تھے اور ان کے یہ منصوبے تھے کہ مسلمانوں پر حملے کریں گے تو نبی اکرم ﷺ نے پہل کر کے دفاع کیا۔ میں کہتا ہوں دلوں کے ارادوں کا مقابلہ دفاع نہیں کلاتا، حق دباطل کا معرکہ تو پہلے دن سے قائم تھا۔ دفاع اس کو کہیں گے کہ کفار نے مرکز اسلام پر حملہ کیا ہو یا کم از کم اپنے علاقوں سے نکل کر مرکز اسلام کی طرف آگے بڑھے ہوں اور پھر مسلمانوں نے دفاع کیا ہو تب دفاع بنے گا، گھروں میں بیٹھے بیٹھے دلوں میں عداوت رکھنے سے دفاع نہیں ہوتا۔

نبی کریم ﷺ کے بعد صدیق اکبر نے شام کی طرف افواج اسلام پر روانہ فرمادیں۔ کیا یہ اقدام نہیں تھا؟ شام کو فتح کرتے ہوئے صحابہ کرام مصر کی طرف چل پڑے۔ کیا یہ اقدام نہیں تھا؟ مصر کو فتح کر کے دیار بکر کی طرف افواج اسلام پلٹ کر حملہ آور ہوئیں یہ دفاع تھا یا اقدام؟ کیا مصر کو فتح کر کے سعید بن جبیر پھر عراق کو فتح کرتے ہوئے صحابہ کرام نے دجلہ عبور کر کے مدائن

رہتے تو تم کیوں پہل کرتے ہو؟ تو اس کا پہلا سری عبادات پر عمل کرنے کا حکم ملا ہے، وہیں ہے، ہمیں لڑنے کا حکم ہے۔ نبی کریم نے اپنے سری بات یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ کفار تجاوز کرنے تمام مسلم سربراہان حکومت کو اپنا غلام بنا سو صاف جہاد کا جذبہ رکھنے والوں کو تنگ کر رہا ہے۔ میں دو مچھلیاں لڑ رہی ہوں تو میں کون گا کہ فلسطین پر تجاوز ان کی طرف سے نہیں تھا؟ نہیں بتایا؟ کیا ہندوستان ہمارے مسلمانوں کا ہے؟ کیا روس نے تجاوز کر کے مسلمانوں کے حقیقت یہ ہے کہ جو تو میں اقدام کی طاقت تمام میں جہاد کے احکام ترتیب وار اترتے ہیں اقدام کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ چنانچہ علامہ

اس طرح پیش کیا ہے:

ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو ابتداء میں تبلیغ کا راض کا حکم تھا۔ جیسا کہ فاصدع بما - پھر آپ کو احسن طریقہ پر مجاہدہ و مناظرہ کی لحکمہ و المو عظہ الحسنہ بعد آپ کو کفار سے لڑنے کی اجازت مل گئی ہو وان اللہ علی نصرہم لقد یر جن سے کافر لڑتے ہیں اس لیے کہ ان پر ظلم مسلمانوں کو دفاع کرنے اور دفاعی جنگ لڑنے کو کم فاقتلوہم یعنی اگر وہ تم سے ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے علاوہ ہے فاذا انسلخ الاشہر الحرم

میں ایوان کسری میں داخل ہوئے، کیا یہ دفاعی جنگ تھی؟ یا اقدام تھا؟ پھر وہاں سے جلوہ اور خراسان کی طرف پلٹ کر صحابہ کرام نے افغانستان تک کافروں کا تعاقب کیا، یہ اقدام نہیں تھا تو اور کیا تھا؟ پھر محمود غزنوی نے ہندوستان پر مسلسل حملے کیے۔ یہ دفاع یا اقدام تھا؟ الغرض تاریخ پر اور سلف صالحین کے کارناموں پر ظلم کر کے اسے مسح کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایک شخص اگر جہاد خود نہیں کر سکتا ہے وہ نہ کرے مگر وہ ظلم نہ کرے کہ جہادی کا انکار کر بیٹھے۔ جو لوگ اقدام کا انکار کرتے ہیں، وہ حقیقت میں ایک غلامانہ دہشت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان بے چاروں نے ہمیشہ اسی کو دیکھا کہ جب کافر ہم پر حملہ کریں گے تو پھر کیا تہاہیر اختیار کرنی چاہیے۔ انہوں نے یہ زحمت کی ہی نہیں کہ اگر مسلمان اقدام کر کے کافروں پر حملہ آور ہو جائے تو کافروں کو کیا کرنا چاہیے۔ اب تو صورت حال یہ ہے کہ کافر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مسلمان اپنے سوا دوسروں کو کافر کہنا بند کر دیں۔ کیونکہ اسی کافر کافر کہنے سے فکراؤ پیدا ہوتا ہے تو کیا اقدام کے منکر دانشور اب غیر مسلموں کو کافر کہنے سے دستبردار ہو جائیں گے؟

دائے ناکای متاع کارواں جاتا رہا  
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا  
شاعر مشرق علامہ اقبال نے سچ فرمایا۔

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی  
اہل چین چین میں ایران میں ساسانی بھی  
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی  
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی  
پر تیرے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے؟  
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے؟  
تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں  
شکیوں میں کبھی لڑتے کبھی صحراؤں میں  
دیں لڑائیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں  
نشان آنکھوں میں نہ چھٹی تھی جہاں داروں کی  
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی  
ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کے لیے

ای جنگ تھی؟ یا اقدام تھا؟ پھر وہاں سے جلوہ اور  
 پاکستان تک کافروں کا تعاقب کیا؟ یہ اقدام نہیں تھا تو  
 سلسلہ حملے کیے۔ یہ دفاع یا اقدام تھا؟ الغرض تاریخ  
 کے اسے مسخ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایک شخص اگر  
 نہ کرے کہ جہاد ہی کا انکار کر بیٹھے۔ جو لوگ اقدام کا  
 بہشت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان بے  
 پر حملہ کریں گے تو پھر کیا تہا ابر اختیار کرنی چاہیے۔  
 ان اقدام کر کے کافروں پر حملہ آور ہو جائے تو کافروں  
 ہے کہ کافر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ مسلمان اپنے سوا  
 کافر کہنے سے ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے تو کیا اقدام کے منکر  
 دار ہو جائیں گے؟

ع کارواں جاتا رہا  
 سے احساس زیاں جاتا رہا

س سلجوق بھی تورانی بھی  
 ایران میں ساسانی بھی  
 آباد تھے یونانی بھی  
 ی بھی تھے نصرانی بھی  
 تلوار اٹھائی کس نے؟  
 تھی وہ بنائی کس نے؟  
 ترے معرکہ آراؤں میں  
 لڑتے کبھی صحراؤں میں  
 یورپ کے کلیساؤں میں  
 تپتے ہوئے صحراؤں میں  
 چلتی تھی جہاں داروں کی  
 چھاؤں میں تلواروں کی  
 جنگوں کی مصیبت کے لیے

اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کے لیے  
 تھی نہ کچھ تیج زنی اپنی حکومت کے لیے  
 سر بکھت پھرتے تھے کیا دھر میں دولت کے لیے؟  
 قوم اپنی جو زر و مال جہاں پر مرتی  
 بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی؟  
 تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درہ خیبر کس نے؟  
 شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟  
 کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟  
 کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو؟  
 کس کی شمشیر جہاں گیر جاں دار ہوئی؟  
 کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی؟  
 کس کی بیعت سے صنم سے ہوئے رہتے تھے  
 منہ کے بل گر کے حوالہ احد کتے تھے



## وحید الدین خاں، گاندھی کا بیٹھم

منیر احمد خلیلی

اب کوئی کہے کہ وحید الدین کے خلاف کچھ لکھنے کی کون ہمت کر سکتا ہے؟ وہ بہت بڑے عالم ہی نہیں بلکہ عالموں کے کان کترنے والے بزرگ ہیں۔ وہ اپنا تعارف دور حاضر کے سب سے بڑے ناقد کے طور پر کراتے اور ماضی و حال کے نامور اصحاب علم و فکر کی اچھی ہوئی پگڑیوں پر اپنی تنقیدی اچھل کود سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے مرکز کا فیض رسیدہ اور ان کا عقیدت کیش ایک نوجوان یہاں عرب دیس میں آیا اور عربوں کے علمی حلقوں میں اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ میں ہندوستان کے سب سے بڑے ناقد کا ناقد ہوں۔ چند ماہ قبل واپس جا کر اس نے خاں صاحب کو اپنے اس انداز تعارف سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی ابھی حال ہی میں "الرسالہ" کے ایک شمارے میں اس کا فخریہ ذکر کیا ہے۔

وحید الدین خاں نے "تعبیر کی غلطی" لکھ کر مولانا مودودی پر تنقید سے بزرگوں کی پگڑیاں اچھالنے کا باسعادت کام شروع کیا تھا۔ اس وقت تک شاہ ولی اللہ اور اقبال سمیت بڑی بڑی نامور ہستیاں ان کی تنقید کے گرزوں سے ڈھیر ہو چکی ہیں۔ ان کے اس بلند حوصلے کی اصل داد ان کو ہندو دانشوروں، متعصب ہندو پریس اور بھارت سرکار سے بھی مختلف صورتوں میں ملتی رہتی ہے۔ اقبال کے خلاف انہوں نے ابھی تین چار سال پہلے حیدرآباد دکن سے شائع ہونے والے اردو روزنامہ "سیاست" میں جو لکھا، ہم نے بھی پڑھا۔ سچی بات ہے کہ دلیل سے زیادہ ان کی جرات متاثر کن لگی ہے کہ بے دلیل بھی انہوں نے اقبال کا حشر کر کے رکھ دیا۔

خاں صاحب کے فکر کی گاڑی کسی حادثے کے تحت مطالعہ کی پشروی پر سے گزرتے

گزرتے سیرت النبی !  
اشیخین سمجھ کر انجمن اتہ  
ان کی تعبیرات کا یہی  
سب آکر ٹھرتی بیس  
رہا ہے۔ بیس سے ان  
ہیں۔ ہم نے جتنا غور کر  
فلسفہ عدم تشدد کو ہندو  
رہی تھی، وحید الدین نے  
کر پہنچ گئے۔ بھارت  
جاتے ہیں۔ ان کے کا  
صاحب ان المناک واقعہ  
کہ سارا قصور مسلمانوں  
ہیں؟ آہ و فریاد ایسے  
سلوک ہونا چاہئے۔  
قصور قرار دیا ہو۔ وہ  
رکھو بلکہ سر بھی جھکا  
انتظام کرنا، بچاؤ کی کو  
کو کام میں لانا ان کے  
منافی ہے۔

ہم نے صلح نامہ  
ایسی نظر آجائے جس  
کہ مار کھاتے رہیں، ا  
غیرت و حمیت کو لٹکارا  
ہے کہ تلاش بسیار  
ایسی کوئی کتاب نظر نہ

گزرتے سیرت النبی ﷺ کے واقعہ صلح حدیبیہ پر پھنس گئی۔ انہوں نے اسے آخری اسٹیشن سمجھ کر انجن اتار دیا اور ڈبے کھول دیئے۔ یہاں سے نہ وہ ادھر جاتے ہیں نہ ادھر۔ ان کی تعبیرات کا یہی وہ جنکشن ہے جہاں سے گاڑی نکلتی کہیں کے لئے نہیں ہے لیکن سب آکر ٹھہرتی ہیں۔ یہی ان کا مسلک بن گیا ہے اور اسی سے ان کا مطلب پورا ہو رہا ہے۔ ہمیں سے ان کے افکار کی کونپلیں پھوٹی، گل کھلائی اور پھر اسی مٹی میں مل جاتی ہیں۔ ہم نے جتنا غور کیا، خاں صاحب کے اس فلسفے سے یہی سمجھ میں آیا کہ گاندھی جی کے فلسفہ عدم تشدد کو ہندو دھرم کی تعلیمات اور ہندوؤں کی تاریخ سے کوئی غذا فراہم نہیں ہو رہی تھی، وحید الدین خاں اسلامی تاریخ کے ایک واقعہ سے اپنی انوکھی تعبیرات کا سلمان لے کر پہنچ گئے۔ بھارت میں آئے دن ہندو مسلم فسادات ہوتے رہتے ہیں، مسلمان مارے جاتے ہیں۔ ان کے کاروبار تباہ ہوتے اور گھر جلتے ہیں، ان کی عزتیں پامال ہوتی ہیں، خاں صاحب ان المناک واقعات کو اپنے فلسفے کی کسوٹی پر رکھتے اور فوراً فیصلہ صادر فرمادیتے ہیں کہ سارا قصور مسلمانوں کا اپنا ہے۔ ہندو قتل کرتے ہیں تو یہ جواب میں آہ کیوں کرتے ہیں؟ یہ آہ و فریاد ایسا جرم ہے کہ اس کی سزا میں مسلمانوں کے ساتھ گویا مزید ایسا ہی سلوک ہونا چاہئے۔ ہم نے سنا ہی کبھی سنا پڑھا ہے کہ خاں صاحب نے مسلمانوں کو بے قصور قرار دیا ہو۔ وہ یہ درس دیتے ہیں کہ ایک گل پر تھپڑ پڑے تو دوسرا گل ہی آگے نہ رکھو بلکہ سر بھی جھکا دو کہ دو جوتے بھی برس جائیں۔ اپنے دفاع کی تدبیر کرنا، حفاظت کا انتظام کرنا، بچاؤ کی کوشش کرنا، عزت و ناموس اور جان و مال کے تحفظ میں غیرت و جرات کو کام میں لانا ان کے خیال میں غیر اسلامی حرکت ہے۔ ”صلح نامہ حدیبیہ“ کی روح کے منافی ہے۔

ہم نے صلح نامہ حدیبیہ پر بار بار غور کیا، یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ اس میں کوئی شق ایسی نظر آجائے جس سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہو کہ مسلمان تاقیامت اس امر کے پابند ہیں کہ مار کھاتے رہیں، ان نہ کریں، ظلم سہتے رہیں اور جواب میں تلوار نہ اٹھائیں۔ ان کی غیرت و حمیت کو لٹکا جائے اور وہ بیگلی بلی بنے بیٹھے رہیں۔ اپنی کم فہمی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود ہمیں کوئی نکتہ ایسا نہیں ملا ہے۔ سیرت النبی ﷺ پر ہمیں ایسی کوئی کتاب نظر نہیں آئی جس میں یہ لکھا ہو کہ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد نبی صلی اللہ

## گاندھی کا ایسا جرم

منیر احمد خلیلی

کچھ لکھنے کی کون ہمت کر سکتا ہے؟ وہ ہمت لے بزرگ ہیں۔ وہ اپنا تعارف دور حاضر ماضی و حال کے نامور اصحاب علم و فکر کی خوش ہوتے ہیں۔ ان کے مرکز کا فیض عالم عرب دہس میں آیا اور عربوں کے علمی ہندوستان کے سب سے بڑے ناقد کا ناقد کو اپنے اس انداز تعارف سے آگاہ کیا۔

ب شمارے میں اس کا فخریہ ذکر کیا ہے۔  
مولانا مودودیؒ پر تنقید سے بزرگوں کی وقت تک شاہ ولی اللہ اور اقبالؒ سمیت سے ڈھیر ہو چکی ہیں۔ ان کے اس بلند ب ہندو پریس اور بھارت سرکار سے بھی ملاف انہوں نے ابھی تین چار سال پہلے ”سیاست“ میں جو لکھا، ہم نے بھی ات متاثر کن لگی ہے کہ بے دلیل بھی

کے تحت مطالعہ کی پٹری پر سے گزرتے

علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی نہیں کی اور سازشی اور شریکند یودیوں کے اس سب سے بڑے گڑھ کو ختم نہ کیا ہو۔ ہمیں تاریخ کی صحیح اور مستند ترین کتابوں میں اس واقعہ کے غلط ہونے کی کوئی شہادت نہیں ملی کہ حضور پاک ﷺ کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے ساتھ جب قریش مکہ نے بنو بکر کے ساتھ مل کر ظلم و زیادتی کا مظاہرہ کیا تو حضور نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مکہ والوں کو سزا دینے کے لئے مکہ پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر لیا۔ پھر اس کے بعد بنو ہوازن کے غرور کا قلعہ مسمار کرنے کے لئے حنین کی لڑائی لڑی۔ ہمیں اس حقیقت کو جھٹلانے کے لئے بھی تاریخ سے کوئی دلیل نہیں ملی کہ رومیوں کی طرف سے اسلامی ریاست پر یلغار کے ارادے کی خبریں آئیں تو رسول اکرم ﷺ بڑے نامساعد حالات میں ایک لشکر لے کر شامی سرحدوں پر تبوک کے مقام پر دشمن سے مقابلے کے لئے پہنچے۔ قرآن و سنت اور تعامل صحابہؓ سے ہم ایک بھی نظیر ایسی نہیں ڈھونڈ سکتے ہیں کہ جماد و قتال کے فریضے کو معطل کر دیا گیا ہو اور دشمنان اسلام کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لئے دفاعی اور اقدامی انتظامات ترک ہو گئے ہیں۔

وحید الدین خاں ہمارے مرشد ہیں، اسی نسبت سے محترم جاوید غامدی گھومتے پھرتے سلسلوں سے ہمارے پیر بھائی ہیں۔ ہمیں ان سے گہری عقیدت ہے۔ ان کے فلسفے کی تائید میں قرآن و سنت، عہد رسول ﷺ اور دور صحابہؓ سے کوئی دلیل نہ پا کر ہم نے تلاش و تحقیق کا عمل روک نہیں دیا۔ شرمسار ہو کر ان سے رشتہ عقیدت توڑ نہیں بیٹھے۔ مسلسل جستجو میں لگے رہے کہ تاریخ سے کوئی مثال تو ایسی مل جائے جو ہمارے مروج کے فلسفے اور فکر کو تقویت دیتی ہو۔ ہمیں خوشی ہے کہ تاریخ نے ہمیں مایوس نہیں کیا۔ تاریخ نے اس قابل فخر واقعہ کو اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے جب ابن ملجمی کی خفیہ دعوتوں اور ظاہری تدابیر کے نتیجے میں تاتاری، آندھی اور طوفان کی طرح بغداد میں داخل ہوئے تھے اور اس مرکز تہذیب و تمدن اور گہوارہ علوم و فنون کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ بغداد کے مسلمان سپاہی ہمارے بزرگ وحید الدین خاں کے فلسفہ عدم تشدد کے اس قدر قائل تھے کہ جب تاتاری سپاہی لوٹ مار اور آتش زنی کی دیگر ضروری سرگرمیوں کے باعث قتل کی فرصت نہ پاتے تو مسلمان سپاہیوں کو حکم دیتے کہ اس وقت تک اپنی جگہ پر لیٹے رہیں جب تک تاتاری سپاہی فارغ ہو کر واپس نہیں آتے۔ مسلمان سپاہی کمال سعادت اور تصور عدم

مزاحمت کے تحت لیٹے رہنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے اندر خلاصہ اتفاق رکھنے والے ان وسط ایشیا کو روند رہے داخل ہوئے تو اہل بلخ بلکہ سرے سے ہتھیار اٹھائیں کہ بلخ کا ایک قنفر حلیہ عرصے میں خاں اعتراض ہے کہ اقبال کھول دیا۔ مولا شکار ہتھیار شکایت ہے کہ افغانوں لاکھوں مولے اپنی گمے ہیں، اس سے فساد قائل ہیں یا نہیں لیکن جنگ و شکوہ۔ کارگل صاحب کو لازماً برہمی ہو

مزاحمت کے تحت لیئے رہتے تا آنکہ تاتاری آکر ان کے گلے کاٹنے۔ اسی دور کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ وحید الدین خاں صاحب کا فلسفہ تیرہویں صدی عیسوی کے وسط میں مسلمانوں کے اندر خاصا مقبول تھا۔ یہ وہ خوش نصیب مفکر رہنما ہیں جن کے نظریات سے اتفاق رکھنے والے ان سے صدیوں پہلے پیدا ہو گئے تھے۔ بغداد کی فتح سے پہلے تاتاری جب وسط ایشیا کو روند رہے تھے، سمرقند و بخارا اور ترمذ کو تاراج کرتے ہوئے جب وہ بلخ میں داخل ہوئے تو اہل بلخ نے بھی وحید الدین خاں کی پیروی کرتے ہوئے ہتھیار ڈالے نہیں بلکہ سرے سے ہتھیار اٹھانے ہی کی زحمت نہ کی اور اس شرافت و لیاقت سے گردنیں پیش کیں کہ بلخ کا ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔

حالیہ عرصے میں خاں صاحب کے خدنگ قلم کا سب سے بڑا نشانہ اقبالؒ ہیں۔ ان کو اعتراض ہے کہ اقبال نے مولے کو شہباز سے لڑانے کی بات کر کے فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دیا۔ مولا شکار ہونے کے لئے پیدا ہوا ہے، شہباز سے لڑنے کے لئے نہیں۔ ان کو سخت شکایت ہے کہ افغانستان، بوسنیا، کوسوو، چینیا، کشمیر، فلسطین اور خود ہندوستان کے اندر لاکھوں مولے اپنی فطرت خود سپردگی اور جاں سپاری کو بھول کر شہبازوں پر جھپٹنے لگ گئے ہیں، اس سے فساد پھیل گیا ہے۔ خاں صاحب ”مصلحت در دین عیسائی غار و کوہ“ کے قائل ہیں یا نہیں لیکن ردیؒ کی اس رائے کے شدید مخالف ہیں کہ ”مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ“۔ کارگل میں مولوں نے اسی طرح کی گستاخیاں اور شوخیاں کیں، اس پر خاں صاحب کو لازماً برہمی ہوئی ہوگی۔



3  
شی اور شریعت یودیوں کے اس سب سے اور مستند ترین کتابوں میں اس واقعہ کے غلط حلیف قبیلے بنو خزاعہ کے ساتھ زیادتی کا مظاہرہ کیا تو حضور نے صلح حدیبیہ کی پنے کے لئے مکہ پر فوج کشی کی اور اسے فتح کر سمار کرنے کے لئے حنین کی لڑائی لڑی۔

ربیع سے کوئی دلیل نہیں ملی کہ رومیوں کی کی خبریں آئیں تو رسول اکرم ﷺ بڑے روں پر تبوک کے مقام پر دشمن سے مقابلے سے ہم ایک بھی نظیر ایسی نہیں ڈھونڈ سکے ہو اور دشمنان اسلام کے عزائم کو خاک میں ہو گئے ہیں۔

نسبت سے محترم جاوید غامدی گھومتے پھرتے سے گہری عقیدت ہے۔ ان کے فلسفے کی تائید صحابہؓ سے کوئی دلیل نہ پا کر ہم نے تلاش و سے رشتہ عقیدت توڑ نہیں بیٹھے۔ مسلسل ایسی مل جائے جو ہمارے مروج کے فلسفے اور رخ نے ہمیں باپوس نہیں کیا۔ تاریخ نے اس ہے جب ابن ملجم کی خفیہ دعوتوں اور ظاہری کی طرح بغداد میں داخل ہوئے تھے اور اس لی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ بغداد کے کے فلسفہ عدم تشدد کے اس قدر قائل تھے کہ دیگر ضروری سرگرمیوں کے باعث قتل کی کہ اس وقت تک اپنی جگہ پر لیئے رہیں جب ۔ مسلمان سپاہی کمال سعادت اور تصور عدم

## مولانا وحید الدین خاں کا پاکستان پر ایک اور حملہ

تنویر قیصر شہاہد

بھارت میں رہنے والے مولانا وحید الدین خاں ہمارے عہد کے ایک بڑے عالم دین ہیں۔ دو درجن سے زائد قیچ کتابوں کے مصنف ہیں۔ یہ کتابیں اردو، انگریزی اور عربی تینوں زبانوں میں ملتی ہیں۔ یوں ان کا پیغام دنیا کی تین زبانوں کے جاننے والوں تک آسانی کے ساتھ اور احسن انداز میں پہنچ رہا ہے۔ مولانا موصوف کا زریعہ اظہار اردو ہے۔ ان کے افکار اور تصنیفات کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے کا دقیق اور اہم ترین فریضہ ان کا ایک بیٹا (ظفر الاسلام) اور بیٹی (فریدہ) انجام دے رہے ہیں۔ مولانا صاحب قرآن پاک کی ایک تفسیر ”تذکیر القرآن“ کے عنوان سے لکھ چکے ہیں۔ تذکیر اور ہر قسم کے تصادم سے اعراض ان کے فلسفے کے مرکزی خیال اور نارتھ ہیں۔ ان کا ماہنامہ ”جریدہ“ ”الرسالہ“ بھی تین چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اور وسیع پیمانے پر اشاعت کے مراحل طے کر رہا ہے۔ یہی جریدہ بھارتی مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم و جبر اور زیادتیوں کو برداشت کرنے کی تلقین کرتا رہتا ہے۔ ”الرسالہ“ میں مولانا وحید الدین خاں خصوصی طور پر پاکستان پر بے رحم تنقید کرتے رہتے ہیں۔ کوئی شمارہ ایسا نہیں جاتا جس میں پاکستان کو ہدف تنقید نہ بنایا جاتا ہو۔ مولانا موصوف عالم اسلام میں بروئے کار تمام اسلامی تحریکوں کے شدید مخالف ہیں۔ وہ مقبوضہ کشمیر، چچنیا اور فلسطین میں جہاد کے نہ صرف شدید مخالف ہیں بلکہ وہ سرے سے مسلح جہاد ہی کے منکر ہیں۔ انہوں نے جہاد افغانستان کا بھی ہمیشہ مذاق اڑایا ہے۔

کچھ عرصہ قبل میں نے ان کی ایک کتاب (شم رسول، تاریخ قرآن اور حدیث کی روشنی میں) کے حوالے سے ایک تبصرہ کیا تو پاکستان میں ان کے پیروکار بھڑک اٹھے۔ انہوں نے مجھ پر

الزام اور تہمت کے طومار بھیجے  
فی الاصل نفی ہے۔ ان کے ایک  
کے فرائض انجام دے رہے ہیں  
پاکستان دشمن فکر کے پرچارک  
پیسے لے کر مولانا وحید الدین خاں  
ہم سمجھتے تھے کہ مولانا  
سے ان کے جریدے میں اس زور  
اور اب جبکہ اس میں طرفین کی  
کے خلاف اسلام کے فلسفہ امر  
ضروری ہے کہ مولانا سیکورازا  
جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:  
”موجودہ دنیا میں جس  
اختیار کر کے ترقی کی ہے۔“

مولانا وحید الدین خاں  
بھی ناپسند فرماتے ہیں۔ ان کا  
”مشر محمد علی جناح نے  
لیے صحیح یہ تھا کہ وہ ایک قومی  
نے اسلامائزیشن آف اینڈ  
اسلامائزیشن آف مین کو اپنی  
کھلتی ہوئی پاکستان کی پہلی تاریخ  
نے شاہین بزم اور غوری میزائل  
مولانا وحید الدین خاں  
کہ میں پکا بھارتی ہوں،  
گاندھی بھی نہیں کیا

## ملکین خاں کا پیک اور حملہ

تنویر قیصر شاہد

میں خاں ہمارے عہد کے ایک بڑے عالم دین ہیں۔ یہ کتابیں اردو، انگریزی اور عربی تینوں نوں کے جاننے والوں تک آسانی کے ساتھ اور یہ اظہارِ اردو ہے۔ ان کے افکار اور تفسیحات ترین فریضہ ان کا ایک بیٹا (ظفر الاسلام) اور بیٹی ناپاک کی ایک تفسیر ”تذکرہ القرآن“ کے عنوان سے اعراض ان کے فلسفے کے مرکزی خیال اور ی تین چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اور وسیع (جریدہ بھارتی مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظلم و جبر ہوتا ہے۔ ”الرسالہ“ میں مولانا وحید الدین خاں ہتے ہیں۔ کوئی شمارہ ایسا نہیں جاتا جس میں پاکستان عالم اسلام میں بروئے کار تمام اسلامی تحریکوں کے طین میں جماد کے نہ صرف شدید مخالف ہیں بلکہ وہ جماد افغانستان کا بھی ہمیشہ مذاق اڑایا ہے۔

(شمس رسول، تاریخ، قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کے پیروکار بھڑک اٹھے۔ انہوں نے مجھ پر

الزام اور تہمت کے طومار بھی باندھے جو مولانا وحید الدین خاں کے فلسفے اور نظریات کی فی الاصل نفی ہے۔ ان کے ایک بڑے ارادت مند، جو لاہور کی قائد اعظم لائبریری میں لائبریرین کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور اردو بازار میں مولانا مذکور کی کتابوں کے ذریعے ان کی پاکستان دشمن فکر کے پرچارک بھی بنے ہوئے ہیں، نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے حکومت سے پیسے لے کر مولانا وحید الدین خاں کے خلاف کالم لکھا ہے۔

ہم سمجھتے تھے کہ مولانا وحید الدین پاکستان دشمنی سے باز آچکے ہیں کیونکہ گزشتہ کچھ عرصہ سے ان کے جریدے میں اس ذہر میں کسی حد تک کمی آگئی تھی، لیکن جو نئی کارگل کا محاذ گرم ہوا اور اب جبکہ اس میں طرفین کی دلچسپی تقریباً کم ہو چکی ہے، مولانا وحید الدین خاں پھر سے پاکستان کے خلاف، اسلام کے فلسفہ امن پسندی کی آڑ میں، صف آراء ہو گئے ہیں۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مولانا سیکولرازم (یعنی حکومتی سطح پر لادینیت) کے بڑے حامیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

”موجودہ دنیا میں جس ملک نے بھی کوئی بڑی ترقی کی ہے اس نے اسی سیکولر اصول کو اختیار کر کے ترقی کی ہے۔“

(”الرسالہ“ صفحہ 17، شمارہ جولائی 1999ء)

مولانا وحید الدین خاں پاکستان میں اسلامائزیشن کے عمل اور پاکستان کے ایٹمی طاقت بننے کو بھی ناپسند فرماتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے:

”مسٹر محمد علی جناح نے دو قومی دنیا وجود میں لانے کو اپنی اولین ترجیح بنایا۔ حالانکہ ان کے لیے صحیح یہ تھا کہ وہ ایک قومی دنیا وجود میں لانے کو اپنی اولین ترجیح بناتے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلامائزیشن آف اسٹیٹ کو اپنی پہلی ترجیح بنایا۔ حالانکہ ان کے لیے صحیح یہ تھا کہ وہ اسلامائزیشن آف مین کو اپنی پہلی ترجیح بنائیں۔ محمد نواز شریف کو چاہیے تھا کہ وہ اقتصادی خود کفالتی کو پاکستان کی پہلی ترجیح بنائیں جو کہ تقریباً پچاس بلین ڈالر کا مقروض ہو چکا ہے۔ مگر انہوں نے شاہین ہم اور غوری میزائل بنانے کو اپنی پہلی ترجیح قرار دیا۔“

(”الرسالہ“ صفحہ 7، شمارہ ستمبر 1999ء)

مولانا وحید الدین خاں ہمیشہ واضح الفاظ میں لکھتے رہتے ہیں اور کثرت سے تحریر کرتے ہیں کہ میں پکا بھارتی ہوں، پکا ہندوستانی ہوں اور جتنا میں بھارت سے پیار کرتا ہوں، اتنا تو مہاتما گاندھی بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ یہاں تک تو ممکن ہے ٹھیک ہو، کیونکہ وہ بھارتی شہری ہیں اور

انہیں یہ کہنے کا پورا پورا ادھیکار ہے، پورا حق ہے لیکن جب وہ بھارت کے عشق و محبت سے مغلوب ہو کر پاکستان پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اسے صریح زیادتی ہی سے معنون کیا جائے گا۔ پاکستان اور اہل پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ان کا قلم فکشن گھڑنے سے بھی نہیں چوکتا۔ مثلاً انہوں نے ستمبر 1999ء کے ”الرسالہ“ کے صفحہ 16 پر لکھا:

”1971ء کے نصف اول میں، میں نے بذریعہ ٹرین پاکستان کا سفر کیا۔ جب میں بارڈر کے دوسری طرف پہنچا تو میرے قلبی نے کہا کہ آپ کو وہ میجر صاحب بلار ہے ہیں۔ اس کے بعد قلبی نے مجھے ایک فوجی خیمے کے اندر پہنچا دیا۔ وہاں ایک پاکستانی فوجی افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اس خیمے میں صرف ہم دو آدمی تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ بنگلہ دیش کی جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ باوردی فوجی افسر نے مجھ سے کہا کہ انڈیا کے کچھ فوجی راز بتائیے۔ یہ سنتے ہی مجھے فصد آگیا۔ میں نے کہا میجر صاحب، آپ مجھ سے یہ سمجھ کر بات کیجئے کہ میں انڈیا کا ایک وفادار شہری ہوں (یہ بات میں نے پاکستان کی سرزمین پر ایک فوجی خیمے میں اس وقت کہی کہ اگر وہ فوجی افسر مجھے گولی مار دیتا تو شاید میری موت اس طرح واقع ہو جاتی کہ اس کی کوئی خبر بھی نہ بنتی) پھر میں نے کہا کہ اگر انڈیا کے ساتھ آپ کی لڑائی کا انحصار ہمارے جیسے لوگوں سے فوجی راز حاصل کرنے پر ہے تو آپ اپنی لڑائی جیت چکے کیونکہ موجودہ زمانہ میں جنگی راز اتنا ٹاپ سیکرٹ ہو تا ہے کہ بعض اوقات وزیر دفاع کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ تقریباً آدھ گھنٹہ تک میں اس قسم کی باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد سلام کیے بغیر خیمے سے باہر نکل آیا۔“

مولانا نے اس پر ہی بس نہ کی بلکہ آگے بڑھ کر یہ بھی لکھا کہ پاکستان کو اگر بھارتی افواج نے 1971ء میں مشرقی پاکستان کے باغیوں سے مل کر دو لخت کیا تو اس سانحہ پر پاکستان، اہل پاکستان اور پاکستانی افواج کو دکھ، رنج اور افسوس کا اظہار نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی بھارت کو برا بھلا کہنا چاہیے۔ ان کا کہنا ہے کہ 1947ء میں اگر متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے ”دیس“ کو دو لخت کر کے پاکستان بنایا تو اس ”ظلم“ کا بدلہ 1971ء میں اگر بھارت نے لے لیا تو کون سا آسمان ٹوٹ پڑا۔ مولانا وحید الدین خاں کی اس سلسلے میں منطوق ذرا ملاحظہ فرمائیے:

”15 اگست 1947ء کو ہندوستان کا بنوارہ ہوا۔ اس بنوارہ کے ذمہ دار بلاشبہ ہندوستانی مسلمان تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں نے مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اتحاد پسند قائدین کو رد کر دیا اور مسٹر محمد علی جناح کی قیادت میں ملک کے بنوارے کا طوفانی مطالبہ کیا۔

ہندو قیادت نے تو  
طور پر مان لیا۔ یہ  
خاموش عمل اس  
نوبت نہ آنے دی  
اعلان بنوارہ کا انتقاد  
کی علیحدگی پسند تحریک  
1971ء میں پاکستان

حضرت مولانا  
طور پر بھارت کو  
طریقہ پاکستان کی زبردستی  
30 پر) آپ نے اس  
”موجودہ“

ایسی حالت میں  
زندگی کی واحد ضمانت  
طریقہ اختیار کرنا  
پاکستان کو اس قسم

افسوس اور  
قوی نظریے کی فوج  
لکھ دیا کہ پاکستان  
ہیں کہ پاکستان کو  
کا مطلب کیا لا الہ  
ہمکنار والے طبقے  
نہیں تھا۔ مولانا آزاد  
ایک اسلامی ریاست

ہے لیکن جب وہ بھارت کے عشق و محبت سے صریح زیادتی ہی سے معنون کیا جائے گا۔ ن کا قلم نکشن گھڑنے سے بھی نہیں چوکتا۔ مثلاً پر لکھا:

ریوریزین پاکستان کا سفر کیا۔ جب میں بارڈر کے پیمبر صاحب بلارہے ہیں۔ اس کے بعد قلی نے لستانی فوجی افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اس خیمے میں صرف بگلہ دیش کی جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ فوجی راز بتائے۔ یہ سنتے ہی مجھے غصہ آگیا۔ میں جینے کہ میں انڈیا کا ایک وفادار شہری ہوں (یہ بات اس وقت کہی کہ اگر وہ فوجی افسر مجھے گولی مار دیتا تو کوئی خبر بھی نہ بنتی) پھر میں نے کہا کہ اگر انڈیا کے سے فوجی راز حاصل کرنے پر ہے تو آپ اپنی لڑائی پیکرٹ ہوتا ہے کہ بعض اوقات وزیر دفاع کو میں اس قسم کی باتیں کرتا رہا۔ اس کے بعد سلام

دھ کر یہ بھی لکھا کہ پاکستان کو اگر بھارتی افواج نے دولت کیا تو اس سانحہ پر پاکستان اہل پاکستان اور نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی بھارت کو برا بھلا کہنا تھوہ ہندوستان کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے م" کا بدلہ 1971ء میں اگر بھارت نے لے لیا تو کی اس سلسلے میں منطق ذرا ملاحظہ فرمائیے:

ارہ ہوا۔ اس ہزارہ کے ذمہ دار بلاشبہ ہندوستانی مین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد جیسے اتحاد قیادت میں ملک کے ہزارے کا طوفانی مطالبہ کیا۔

ہندو قیادت نے تحریک کے آخری مرحلہ میں اس کو ناگزیر برائی (Necessary Evil) کے طور پر مان لیا۔ یہ ہندو ذہن کے لیے نہایت سخت صدمہ تھا۔ تاہم یہ عین ممکن تھا کہ فطرت کا خاموش عمل اس کو فراموشی کے خانہ میں ڈال دے۔ مگر پاکستان کی مسلسل حریفانہ پالیسی نے یہ نوبت نہ آنے دی کہ ہندو ذہن ہزارے کے صدمہ کو بھلا دے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو قیادت نے بلا اعلان ہزارہ کا انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ سابق مشرقی پاکستان (موجودہ بگلہ دیش) میں شیخ مجیب الرحمن کی علیحدگی پسند تحریک نے ہندو قیادت کو موقع دیا۔ چنانچہ اس نے شیخ مجیب الرحمن کا ساتھ دے کر 1971ء میں پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

(”الرسالہ“ صفحہ 23، شمارہ ستمبر 1999ء)

حضرت مولانا وحید کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ پاکستان آنکھیں اور کان بند کر کے فوری طور پر بھارت کو اپنا ”بڑا بھائی“ تسلیم کرے۔ بھارت کی حاکمیت کا جو اگلے میں ڈال لے، یہی طریقہ پاکستان کی زندگی کی واحد ضمانت ہے۔ رسالہ مذکورہ کے ستمبر 99ء کے شمارے ہی میں (صفحہ 30 پر) آپ نے ارشاد فرمایا:

”موجودہ پاکستان کے مقابلہ میں ہندوستان پانچ گنا زیادہ بڑے ملک کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں محاذ آرائی کی پالیسی کسی بھی درجہ میں پاکستان کے لیے مفید نہیں۔ پاکستان کے لیے زندگی کی واحد ضمانت یہ ہے کہ وہ نزاعی طریقہ کو عمل طور پر چھوڑ دے۔ وہ یکطرفہ ایڈجسٹمنٹ کا طریقہ اختیار کرے۔ مگر بد قسمتی سے پاکستان میں کوئی بھی بے ریش یا باریش قائم نہیں جو اہل پاکستان کو اس قسم کا حقیقت پسندانہ مشورہ دے رہا ہو۔“

انسوس اور دکھ کی بات یہ بھی ہے کہ مولانا وحید الدین خاں پاکستان، نظریہ پاکستان اور دو قومی نظریے کی نفی کرنے کے جنون میں اس حد تک آگے چلے جاتے ہیں کہ انہوں نے یہاں تک لکھ دیا کہ پاکستان دنیا کی سب سے بڑی منافق ریاست ہے۔ اس کے لیے موصوف دلیل یہ لائے ہیں کہ پاکستان کو مسٹر طبقے نے بنایا، جبکہ اس کی تشکیل و تخلیق کے دوران نعرہ لگایا جا رہا تھا: پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ! حالانکہ بقول مولانا وحید، پاکستان کی بنیادیں رکھنے اور اسے منزل سے ہمکنار والے طبقے (جسے وہ مسٹر طبقہ کہتے ہیں) کا اسلام اور اسلامی نظام سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ مولانا آگے بڑھ کر آئین پاکستان کے ایک حصے، قرار داد مقاصد اور بعد ازاں پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی تمام تر کاوشوں کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اپنی تازہ ترین

تحریری کاوش ”ہندپاک ڈائری“ کے صفحہ 47 پر رقمطراز ہیں:

”پاکستان کے قیام کے بعد وہاں جو نشانہ اختیار کیا گیا وہ بظاہر ایک صحیح نشانہ تھا، یعنی اسلامک پیٹرن آف سوسائٹی کا قیام مگر نتیجہ کارِ عکس صورت میں نکلتا جاتا ہے کہ اس نعرہ میں کوئی بنیادی غلطی تھی اس لیے اس معاملہ کا بے لاگ جائزہ ضروری ہے تاکہ اس نقصان کا کم سے کم وہ فائدہ ہو جس کو فارسی شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: من نکردم شامہ اکتبند۔ تاکہ اس تجربے سے اگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا تو کم از کم اس کے سبق سے بعد کے لوگ محروم نہ رہیں۔ جیسا کہ معلوم ہے، مولانا شبیر احمد عثمانی پاکستان کے سرگرم حامیوں میں سے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد وہ کراچی چلے گئے۔ پاکستان میں جو دستور ساز اسمبلی بنائی گئی اس کے وہ ایک اہم رکن تھے۔ دستور ساز اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے انہوں نے داخلی طور پر اپنا پورا زور اس پر ڈال دیا کہ پاکستان کا دستور اسلامی اصولوں پر بنایا جائے۔ داخلی اعتبار سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی کوشش اور خارجی اعتبار سے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے علماء کی تقریری اور تحریری مہم کا یہ نتیجہ ہوا کہ 1948ء میں دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد (Objectives Resolution) کی منظوری دے دی۔ اس قرارداد مقاصد کے الفاظ شریعت کی روشنی میں وضع کیے گئے تھے۔ اس کا استقبال مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ کہہ کر کیا کہ پاکستان کی ریاست نے اب کلمہ پڑھ لیا ہے۔ حالانکہ زیادہ صحیح یہ تھا کہ وہ اعلان کرتے کہ ہم پاکستانیوں کے دلوں پر تو اسلام نہ لکھ سکے البتہ ہم نے اسمبلی کے کانڈ پر اسلام کا نام تحریر کر دیا ہے۔ اس کے بعد نفاذ شریعت کے حصول کی مہم شروع ہوئی۔ اس مہم کے نتیجے میں پاکستان دو طبقوں میں بٹ گیا۔ ایک حکمران طبقہ اور دوسرا غیر حکمران طبقہ۔ حکمران طبقہ تقریباً سب کا سب سیکولر بن گیا تھا۔ وہ سیکولر نظام بنانے کا حامی تھا۔ دوسری طرف غیر حکمران طبقہ اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں دونوں طبقوں کے درمیان زبردست ٹکراؤ ہوا۔ وزیر اعظم لیاقت علی خاں قتل کیے گئے۔ ذوالفقار علی بھٹو کو وزارت عظمیٰ سے ہٹا کر پھانسی دی گئی۔ جلسوں اور مظاہروں کے دوران بہت سے لوگ زخمی ہوئے یا مارے گئے۔ اس ہنگامہ خیز سیاست کے نتیجے میں پاکستان میں اقتصادی ترقی کا عمل ٹھپ ہو کر رہ گیا۔

اسلام کے نام پر جو پر شور سیاست پاکستان میں چلائی گئی اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں نہ سیکولر نظام قائم ہوا اور نہ اسلامی نظام۔ بلکہ ان دونوں کے موائیک تیسری چیز ظہور میں

آئی اور وہ تھی فنا:  
جناب مولانا  
مقبوضہ کشمیر میں جا  
ہے کہ  
”ملک کی  
جانا چاہیے تھا مگر  
وجہ کشمیر کا مسئلہ نہ  
ہے کہ اس مسئلہ کو  
ہے۔ اس معاملہ کا  
اس سلسلے  
کا حوالہ بھی دیتے  
مولانا مومہ

دکھائی دیتے ہیں۔  
کرنے اور پاکستان  
ہیں۔ ”ہندپاک کی  
”کشمیر کی  
کچھ پاکستانی دانشور  
ہیں، جبکہ آپ یقیناً  
ایک فیصلہ تھا اور  
کہ ہم بھی اس  
انتقام لینا ہے۔  
دانشوری  
میں

پر قطر از ہیں:

اختیار کیا گیا وہ بظاہر ایک صحیح نشانہ تھا یعنی اسلامک صورت میں نکلتا تھا ہے کہ اس نعرہ میں کوئی بنیادی ضروری ہے تاکہ اس نقصان کا کم سے کم وہ فائدہ ہو: من کرم شامدا بکنید۔ تاکہ اس تجربے سے اگر کے سبق سے بعد کے لوگ محروم نہ رہیں۔ جیسا کہ مکرّم حامیوں میں سے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد از اسمبلی بنائی گئی اس کے وہ ایک اہم رکن تھے۔ انہوں نے داخلی طور پر اپنا پورا زور اس پر ڈال دیا کہ داخلی اعتبار سے مولانا شبیر احمد عثمانی کی کوشش اور دوسرے علماء کی تقریری اور تحریری مہم کا یہ نتیجہ ساز اسمبلی نے قرار داد مقاصد منظوری دے دی۔ اس قرار داد مقاصد کے الفاظ کا استقبال مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے یہ کہہ کر کیا ہے۔ حالانکہ زیادہ صحیح یہ تھا کہ وہ اعلان کرتے کہ ہم بابت ہم نے اسمبلی کے کانڈ پر اسلام کا نام تحریر کر دیا لی مہم شروع ہوئی۔ اس مہم کے نتیجہ میں پاکستان دو دوسرا غیر حکمران طبقہ۔ حکمران طبقہ تقریباً سب کا سب ہی تھا۔ دوسری طرف غیر حکمران طبقہ اسلامی شریعت کے دونوں طبقوں کے درمیان زبردست ٹکراؤ ہوا۔ والفقار علی بھٹو کو وزارت عظمیٰ سے ہٹا کر پھانسی دی تھی سے لوگ زخمی ہوئے یا مارے گئے۔ اس ہنگامہ خیز قی کا عمل ٹھپ ہو کر رہ گیا۔

پاکستان میں چلائی گئی اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان ظالم۔ بلکہ ان دونوں کے سوا ایک تیسری چیز ظہور میں

آئی اور وہ تھی خانہ جنگی اور انارکی۔

جناب مولانا وحید الدین خاں جہاد کشمیر کے ہمیشہ مخالف رہے ہیں۔ وہ مجاہدین کشمیر اور مقبوضہ کشمیر میں جاری جدوجہد کی اپنی پوری قوت متحیلہ سے مخالفت کرتے آ رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ

”ملک کی تقسیم (1947ء) کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے درمیان سیاسی جھگڑا ختم ہو جانا چاہیے تھا مگر اس کے بعد بھی وہ مزید شدت کے ساتھ جاری رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی اصل وجہ کشمیر کا مسئلہ ہے۔ یہاں سوال یہ ہے کہ خود کشمیر کا مسئلہ کس نے پیدا کیا۔ تاریخی ریکارڈ بتاتا ہے کہ اس مسئلہ کو پیدا کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری پاکستان کے غیر دانش مندانہ لیڈروں پر ہے۔ اس معاملہ کا غیر جانبدارانہ جائزہ جس نتیجہ تک پہنچاتا ہے وہ یہی ہے۔“

اس سلسلے میں وہ پاکستان کے ایک سابق وزیر اعظم چودھری محمد علی (مرحوم) کی ایک کتاب کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

مولانا موصوف کشمیر میں بروئے کار جہاد کی نفی کرنے کے شوق میں خاصے آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی جذبے کے تحت وہ پاکستان کو گالی دینے سے ایک ناکام ریاست ثابت کرنے اور پاکستان کو ایک تباہ شدہ مملکت کے نام سے یاد کر کے غالباً ذہنی تسکین محسوس کرتے ہیں۔ ”ہندپاک کی ڈائری“ کے صفحہ 26 پر حضرت مولانا وحید الدین خاں یوں رقمطراز ہیں:

”کشمیر کی تشدد دانہ تحریک 1979ء کے آخر میں شروع ہوئی۔ چند سال بعد میری ملاقات کچھ پاکستانی دانشوروں سے ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ کیوں کشمیر میں خونی تحریک چلا رہے ہیں جبکہ آپ یقینی طور پر جانتے ہوں گے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کشمیر میں جو کچھ ہوا وہ تاریخ کا ایک فیصلہ تھا اور تاریخ کے فیصلہ کو اس قسم کے گن کچھ کے ذریعہ بدنام نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی اس حقیقت کو جانتے ہیں مگر ہم بنگلہ دیش کو بھلا نہیں سکتے۔ ہمیں انڈیا سے 1971ء کا انتقام لینا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ مسلم دانشور سمجھے جاتے ہیں مگر آپ کے اس جواب کا دانشوری سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک جھوٹی دانشوری ہے۔ سچی دانشوری کیا ہے اس کی ایک مثال میں آپ کو بتاتا ہوں: آپ جانتے ہیں کہ امریکہ نے 1945ء میں جاپان کے اوپر پہلی بار ایٹم بم گرایا۔ جاپان کا سب سے بڑا صنعتی شہر ہیروشیما بالکل تباہ ہو گیا۔ یہ جاپانیوں کے لیے ایک ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ وہاں کے لوگوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ ہیراگری (خودکش

بمباری) کی حد تک جا کر امریکہ سے انتقام لینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت کچھ جاپانی دانشور اٹھے، انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنی قوم کی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ 1945ء میں اگر امریکہ نے ہمارے ہیروشیما کو تباہ کیا ہے تو ہم بھی اس سے پہلے 1941ء میں امریکہ کے پرل ہاربر کو تباہ کر چکے تھے، اس لیے معاملہ برابر ہو گیا۔ آؤ اب ماضی کو بھلا کر ملک کا نیا مستقبل تعمیر کرنے کی کوشش کریں۔ یہی وہ مثبت رہنمائی تھی جس کا یہ شاندار نتیجہ نکلا کہ دوسری عالمی جنگ میں تباہ ہونے والا جاپان صرف چالیس سال کے اندر ایک عالمی اقتصادی طاقت بن گیا۔ یہ واقعہ بتا کر میں نے پاکستانی دانشوروں سے کہا کہ اگر آپ لوگوں کے اندر حقیقی دانشوری ہوتی تو جاپانی دانشوروں کی طرح آپ بھی اپنی قوم سے یہ کہتے کہ..... انڈیا نے اگر 1971ء میں ہمارے ملک کو توڑا تو ہم بھی اس سے پہلے 1947ء میں ان کے ملک کو توڑ چکے تھے۔ اس طرح معاملہ برابر ہو گیا۔ آؤ اب ماضی کی باتوں کو بھلا دیں اور مثبت ذہن کے تحت ملک کے مستقبل کی تعمیر کریں۔ پاکستان کے دانشور اگر منفی سوچ سے بلند ہوتے تو وہ وہی کرتے جو جاپانی دانشوروں نے کیا۔ وہ اپنی قوم کو انتقام کی دلدل سے نکالتے اور لوگوں کے اندر مثبت اور تعمیری ذہن پیدا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو آج پاکستان بلاشبہ ایشیا کا ایک انتہائی ترقی یافتہ ملک ہوتا، نہ کہ ایک تباہ شدہ ملک جیسا کہ آج وہ دکھائی دیتا ہے۔“

مولانا موصوف کا کہنا ہے کہ (مقبوضہ) کشمیر کا مسئلہ اس لیے حل نہیں ہو رہا کہ پاکستان کے حکمران ”ضدی“ اور ”حرص زدہ“ ہیں۔ موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ پاکستانی مسلمان ہی ہیں جنہوں نے مسئلہ کشمیر کو الجھا کر رکھ دیا ہے، اس میں بھارتی ہندوؤں اور بھارتی حکمرانوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ مولانا جو ہمیشہ تاریخی حوالہ جات کے ساتھ بات کرتے اور لفظ لکھتے ہیں، کشمیر کی بات کرتے وقت تاریخی حقائق کیسے نظر انداز کرنے کی جرات کر لیتے ہیں! انہوں نے لکھا: ”کشمیر کا مسئلہ ابتداء میں اتنا سادہ تھا کہ وہ بات چیت کی میز پر حل ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود پاکستانی لیڈر کیوں اس کو حل کرنے میں ناکام رہے۔ اس کی وجہ پاکستان کے قائدین کی سیاسی حرص تھی، وہ عجیب و غریب طور پر اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ حیدر آباد اور کشمیر دونوں کو پاکستان میں شامل کر لیں گے۔ حیدر آباد کو اس منطق سے کہ اس کا صدر ریاست مسلمان ہے اور کشمیر کو اس منطق سے کہ اس کی آبادی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ ذہلی منطق یقینی طور پر ناقابل عمل تھی، چنانچہ اس معاملہ میں پاکستانی قائدین کا انجام وہی ہوا جس کو ایک جاپانی مثل میں

اس طرح بیان  
پکڑ نہیں سکتا  
لے دس ہزار  
درست تقسیم  
قرآن  
خاں بانی پاکستان  
کے ساتھ تقاضا  
اور مغرورانہ  
میں 11 ”ہندوستان  
تقابل کرتے  
”  
کا گھر میں کا  
جناح بھی آ  
مطابق، انسو  
انہوں نے  
مسٹر گاندھی  
تقریر شروع  
ہو گئے اور  
دی۔ وہ خدای  
کے جلدی  
مسلم لیگ  
مسئلہ تھا۔  
مگر جب آ  
معاملہ کو  
عملاً ہمارے

انہیں اپنے لیے تیار ہو گئے۔ اس وقت کچھ جاپانی دانشور ذریعہ اپنی قوم کی انتقامی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ 19۱۹ء میں اگر امریکہ نے ہمارے ہیرو شیماکو تباہ کیا ہے تو ہم بھی کے پرل ہاربر کو تباہ کر چکے تھے اس لیے معاملہ برابر ہو گیا۔ آؤ تعمیر کرنے کی کوشش کریں۔ یہی وہ مثبت رہنمائی تھی جس کا یہ ملک میں تباہ ہونے والا جاپان صرف چالیس سال کے اندر ایک تہہ بنا کر میں نے پاکستانی دانشوروں سے کہا کہ اگر آپ لوگوں کو جاپانی دانشوروں کی طرح آپ بھی اپنی قوم سے یہ کہتے کہ..... ملک کو توڑا تو ہم بھی اس سے پہلے 1947ء میں ان کے ملک کو تباہ ہو گیا۔ آؤ اب ماضی کی باتوں کو بھلا دیں اور مثبت ذہن کے پاکستان کے دانشور اگر منفی سوچ سے بلند ہوتے تو وہ وہی وہ اپنی قوم کو انتقام کی دلدل سے نکالتے اور لوگوں کے اندر اگر ایسا ہوتا تو آج پاکستان بلاشبہ ایشیا کا ایک انتہائی ترقی یافتہ ملک آج وہ دکھائی دیتا ہے۔“

(مقبوضہ کشمیر کا مسئلہ اس لیے حل نہیں ہو رہا کہ پاکستان کے ہیں۔ موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ پاکستانی مسلمان ہی ہیں دیا ہے، اس میں بھارتی ہندوؤں اور بھارتی حکمرانوں کا کوئی راجہ ہمیشہ تاریخی حوالہ جات کے ساتھ بات کرتے اور لفظ لکھتے ہیں حقائق کیسے نظر انداز کرنے کی جرات کر لیتے ہیں انہوں نے وہ تھا کہ وہ بات چیت کی میز پر حل ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود میں ناکام رہے۔ اس کی وجہ پاکستان کے قائدین کی سیاسی اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ وہ حیدر آباد اور کشمیر دونوں کو آباد کو اس منطق سے کہ اس کا صدر ریاست مسلمان ہے اور اسی میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ ذہل منطق یقینی طور پر پاکستانی قائدین کا انجام وہی ہوا جس کو ایک جاپانی مثل میں

اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ..... جو آدمی بیک وقت دو خرگوشوں کے پیچھے دوڑے وہ ایک کو بھی پکڑ نہیں سکتا۔ مولانا صاحب کا ارشاد گرامی ہے کہ میں نے سوشلزم اور مارکسزم کو سمجھنے کے لیے دس ہزار سے زائد صفحات پڑھے، لیکن یہ کیسی بد قسمتی ہے کہ موصوف نے مسئلہ کشمیر کی درست تفہیم کے لیے یو۔ این۔ او کے چند صفحے پڑھنے کو ارادہ کیا۔

قرآن کی تفسیر اور سیرت رسول ﷺ ایک مفرد انداز میں لکھنے والے مولانا وحید الدین خاں بانی پاکستان پر بھی حملہ آور ہوتے ہیں اور بار بار ہوتے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا گاندھی کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ جناح کو ایک متکبر، رعوت زدہ اور مغرور انسان کے طور پر پیش کریں اور مہاتما گاندھی کو انتہائی منکسر المزاج شخصیت کے روپ میں "ہند پاک ڈائری" کی قسط اول (صفحہ 36) میں انہوں نے قائد اعظم اور گاندھی کا شخصی تقابل کرتے ہوئے جو واقعہ تحریر کیا ہے، یہ خاص معنی خیز ہے۔ مولانا وحید الدین لکھتے ہیں:

”مسٹر محمد علی جناح انگلینڈ جانے سے پہلے تک کانگریس میں شامل تھے، ایک بار ایسا ہوا کہ کانگریس کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ مہاتما گاندھی اور دوسرے لیڈروں کے ساتھ مسٹر محمد علی جناح بھی اسٹیج پر موجود تھے۔ اپنی باری پر وہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو عام مزاج کے مطابق انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز اسٹیج پر بیٹھی ہوئی ممتاز شخصیتوں کے نام سے کرنا چاہا۔ چنانچہ انہوں نے کہا: ”مسٹر گاندھی یہ سن کر بعض کانگریسی بگڑ گئے، انہوں نے کہا کہ مہاتما گاندھی کو، ہم مسٹر گاندھی نہیں سن سکتے۔ جناح صاحب ایک لمحہ کے لیے رکے، اس کے بعد انہوں نے دوبارہ تقریر شروع کی تو پھر یہی کہا کہ مسٹر گاندھی۔ اب مذکورہ کانگریسی دوبارہ اپنی مانگ لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ مہاتما گاندھی کو۔ اس کے بعد جناح صاحب نے اپنی تقریر روک دی۔ وہ خاموشی کے ساتھ اسٹیج سے اترے اور اپنے گھر واپس آ گئے۔ مسٹر محمد علی جناح اس واقعہ کے جلد ہی بعد لندن چلے گئے، کچھ عرصہ بعد وہ واپس آئے۔ اب انہوں نے کانگریس کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شرکت کر لی، جلد ہی وہ مسلم لیگ کے سب سے بڑے قائد بن گئے۔ یہ بلاشبہ ایلگو کا مسئلہ تھا۔ جناح صاحب اگر رعایت کا انداز اختیار کرتے تو دوسری بار مہاتما گاندھی کہہ سکتے تھے مگر جب آدمی کی انا بھڑک اٹھے تو اس کے بعد اس کے اندر رعایت کا ذہن ختم ہو جاتا ہے۔ وہ معاملہ کو اپنے وقار کا معاملہ بنا لیتا ہے اور جہاں وقار کی نفسیات بھڑک اٹھے وہاں وہی ہوتا ہے جو عملاً ہماری تاریخ میں پیش آیا۔ اس سلسلہ میں مہاتما گاندھی کا رویہ قابل تعریف ہے۔ چنانچہ

انہوں نے جناح صاحب کو خط لکھا تو لوگوں کے اختلاف کے باوجود انہوں نے جناح صاحب کو قائد اعظم کے لفظ سے مخاطب کیا۔

مولانا وحید الدین خاں کے ”ملفوظات“ کے ذکر کے خاتمے سے پہلے میں یہاں ایک واقعہ قارئین کو سنانا چاہتا ہوں۔ ہو سکتا ہے اس سے مولانا وحید صاحب کی اپروچ، عزائم اور مقاصد کا کچھ کچھ اندازہ ہو سکے۔ نیویارک میں مولانا وحید کے ایک پیروکار، جن کا اسم گرامی خواجہ کلیم الدین ہے، سے میری ملاقات چند ماہ قبل ہوئی۔ خواجہ کلیم نیویارک کے ایک سکول میں بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے ہیں۔ بھارتی مسلمان ہیں۔ انتہائی نیک، صلح جوار اور مسلم اخوت کی چلتی پھرتی تصویر۔ مولانا وحید الدین خاں جب بھی امریکہ جاتے ہیں، نیویارک میں ان کا قیام خواجہ کلیم صاحب ہی کے گھر میں ہوتا ہے۔ ایک روز نیویارک میں وہ میرے گھر تشریف لائے تو میں نے ان سے گلہ کیا کہ چونکہ میں مولانا وحید الدین خاں کی کتابوں اور ”الرسالہ“ کا مدت دراز سے قاری ہوں، اس لیے ان کے اسلوب سے پوری طرح باخبر ہونے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ میں نے خواجہ صاحب سے شکوے کے انداز میں عرض کیا کہ ”الرسالہ“ میں مولانا وحید الدین خاں پاکستان، نظریہ پاکستان اور قائد اعظم پر بڑی بے جا اور بے رحم تنقید فرماتے ہیں، آپ ان کے بڑے قریب ہیں، اس سلسلے میں آپ ان کو بخوبی سمجھا سکتے ہیں اور ان کے ایک قاری کا پیغام بھی ان تک پہنچا سکتے ہیں۔ خواجہ کلیم نے کہا:

”چند سال پہلے مولانا وحید الدین پاکستان گئے (ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی دعوت پر) تو لاہور میں ایک سینئر اور بزرگ اخبار نویس نے مولانا سے کہا کہ اگر آپ اپنے جریڈے میں پاکستان اور جناح دشمنی کا عنصر کم کر دیں تو آپ کا رسالہ پاکستان میں بہت فروخت ہو گا۔ مولانا نے واپس بھارت جاتے ہی اس نصیحت یا مشورے پر فوری طور پر عمل کیا۔ چند ماہ تک انہوں نے جو مضامین لکھے، وہ اسی مشورے کے مطابق تھے۔ مولانا وحید الدین خاں نے مجھے بعد ازاں بتایا کہ حیرت کی بات ہے کہ اب جبکہ میں اپنے جریڈے (الرسالہ) میں پاکستان اور جناح پر تنقید بھی نہیں کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود پاکستان جانے والے رسالے کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو سکا ہے۔“

مولانا وحید الدین خاں کے اس جملے سے بھرپور معنی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

ساتو لوگوں کے اختلاف کے باوجود انہوں نے جناح صاحب کو قائد

کے "ملفوظات" کے ذکر کے خاتمے سے پہلے میں یہاں ایک واقعہ لکھا ہے اس سے مولانا وحید صاحب کی اپروچ، عزائم اور مقاصد کا کمال میں مولانا وحید کے ایک پیرو کار، جن کا اسم گرامی خواجہ کلیم بنامہ قبل ہوئی۔ خواجہ کلیم نیویارک کے ایک سکول میں بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ بھارتی مسلمان ہیں۔ انتہائی نیک، صلح جو اور مسلم اخوت پر الدین خاں جب بھی امریکہ جاتے ہیں، نیویارک میں ان کا قیام ہوتا ہے۔ ایک روز نیویارک میں وہ میرے گھر تشریف لائے تو میں مولانا وحید الدین خاں کی کتابوں اور "الرسالہ" کا مدت دراز کے اسلوب سے پوری طرح باخبر ہونے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

میں نے ان کے انداز میں عرض کیا کہ "الرسالہ" میں مولانا وحید الدین کا "عظیم" پر بڑی بے جا اور بے رحم تنقید فرماتے ہیں، آپ ان میں آپ ان کو بخوبی سمجھا سکتے ہیں اور ان کے ایک قاری کا پیغام کلیم نے لکھا:

یہ الدین پاکستان گئے (ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی دعوت پر) تو اخبار نویس نے مولانا سے کہا کہ اگر آپ اپنے جریدے میں لکھیں تو آپ کا رسالہ پاکستان میں بہت فروخت ہو گا۔ مولانا نے یہ یا مشورے پر فوری طور پر عمل کیا۔ چند ماہ تک انہوں نے جو مطالب تھے۔ مولانا وحید الدین خاں نے مجھے بعد ازاں بتایا کہ اپنے جریدے (الرسالہ) میں پاکستان اور جناح پر تنقید بھی نہیں لکھنا چاہئے والے رسالے کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں

اس جملے سے بھرپور معنی اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

## وحید الدین خاں کی کتاب پر پابندی کے نوٹیفیکیشن کا عکس

GOVERNMENT OF THE PUNJAB  
HOME DEPARTMENT

### NOTIFICATION

No.1-17/H.SPL.III/98. WHEREAS, the Government of the Punjab is satisfied that a book titled "شیخ رسول کا سفر" written by Maulana Waheed uddin Khan President Islamic Centre for Research and Dawah New Delhi (India) and republished/printed by Mr. Muhammad Ehsan Fahmi proprietor of Dar-ul-Tarkeer Urdu Bazar Lahore contains a highly objectionable matter which is deliberately and maliciously intended to outrage the religious feelings of the Muslims at large.

NOW, THEREFORE, IN EXERCISE OF POWERS CONFERRED BY SECTION 99-A-Cr.P.C.1898, the Government of the Punjab is pleased to direct that all copies of the above mentioned book alongwith its translation in any language shall stand forfeited to the Government with immediate effect.

Dated Lahore  
the 26th October, 1998.

HOME SECRETARY

### NO. & DATE

- A copy is forwarded for information and necessary action to:
1. The Superintendent Printing Press Punjab, Lahore for publication in the next Government Extra Ordinary Gazette and for supplying 10 copies thereof to the undersigned.
  2. The Secretary to Govt. of Pakistan, Ministry of Interior, Islamabad.
  3. The Secretary to Govt. of Pakistan, Ministry of Information and Broadcasting, Islamabad.
  4. The Secretary to Governor Punjab, Lahore.
  5. The Secretary to Chief Minister, Punjab, Lahore.
  6. The Director General ISI, Govt. of Pakistan, Islamabad.
  7. The Secretaries to Government of Sindh, NWFP and Balochistan Home Department Karachi, Peshawar and Quetta.
  8. The I.G. of Police, Punjab, Lahore.
  9. The Addl. I.G. of Police, Spo.Branch, Punjab, Lahore.
  10. All Divisional Commissioners in the Province of Punjab.
  11. The Director General Public Relations, Punjab, (Book Section) 21 Mahmood Ghazvi Lahore with reference to his letter No. (Books)-98/671 dated 8.10.1998.
  12. All District Magistrates in the Province of Punjab with the request to take necessary action towards the forfeiture of the book in the light of provision as contained in Section 99-A-Cr.P.C.1898.
  13. All District Superintendents in the Province of Punjab.
  14. The Press Law's Branch, Civil Secretariat, Punjab, Lahore.
  15. The Post Master General Lahore.

SECTION OFFICER (SPECIAL III)

# مولانا وحید الدین خاں

## اسلام دشمن شخصیت

متنازعہ بھارتی مصنف وحید الدین خاں کی بدنام زمانہ گستاخ رسول  
”ملعون سلمان رشدی“ کے دفاع میں لکھی جانے والی تحریروں کا علمی محاسبہ

ترتیب و ترتیب

## مؤثر ترین نکل

دنیا کے جدید علماء و دانشوروں کی فکری، تاریخی اور تحقیقی تحریروں کا نچوڑ

- |                                   |                               |
|-----------------------------------|-------------------------------|
| جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈیٹر    | جناب محمد عطاء اللہ صدیقی     |
| جناب ڈاکٹر محسن عثمان ندوی        | جناب پروفیسر ظفر علی قریشی    |
| جناب مولانا فضل محمد شاہد         | جناب حافظ محمد اقبال رنگونی   |
| جناب پروفیسر جمیل احمد عدیل       | جناب حافظ شفیق الرحمن         |
| جناب تنویر قیصر شاہد              | جناب محمد طاہر رزاق           |
| جناب مولانا عتیق احمد قاسمی مستوی | جناب ڈاکٹر محمد ہر فراز نعیمی |

## تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے موضوع پر

ایک ایسی کتاب جس کا ایک ایک لفظ خون دل میں انگلیاں ڈبو کر لکھا گیا ہے

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ کے فکر انگیز دیباچہ کے ساتھ  
اسلام اور پاکستان سے محبت کرنے والوں کے لیے اہم دستاویز جس کا مطالعہ آپ کے ایمان کو ایک نئی جلاہٹ عطا

عام و عرفان پبشرز

